جدید فقہی مباحث

طبّی اخلاقیات

دائرے اور ضابطے فقہ اسلامی کی روشنی میں

ترتیب

حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی مدظلہ

جلد۔ ۱۰

ناشر

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ

گلشن اقبال کراچی فون 34965877

باسمہ سبحانہ

فہرست

اقتباسات

ایڈز۔ ایک تعارف

ہوا اور پانی کے بعد جیسے غذا انسان کے لئے سب سے اہم ضرورت ہے، اسی طرح غذا کے بعد شاید دوا سے بڑھ کر کوئی انسانی ضرورت نہ ہو، بچہ ہو یا جوان یا بوڑھا، مرد ہو یا عورت، مالدار ہو یا غریب اور طاقتور ہو یا کمزور، مرض کی گرفت سے کوئی باہر نہیں، بیماری انسان کو اس کے عجز و ناچاری کی یاد دلاتی ہے، اور سب سے بڑھ کر اس کو متوجہ کرتی ہے کہ وہی خدا ہے جس کے حکم سے بیماری بھی آتی ہے اور وہی صحت و شفا بھی عطا فرماتا ہے واذا مرضت فهو يشفين۔

اسلام مرض کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان تصور کرتا ہے اور اسی لئے مریض کے تئیں ہمدردی کا رویہ رکھتا ہے، اسلام کا تصور یہ ہے کہ انسان کے پاس اس کا جسم اللہ کی امانت ہے اور اس کی حفاظت و صیانت ہر انسان کا شرعی فریضہ ہے، اسی لئے آپ نے علاج کی حوصلہ افزائی فرمائی، اور خود انبیاء کرام نے علاج کا راستہ اختیار کیا، اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ علاج توکل اور ورع و تقویٰ کے خلاف نہیں ہے۔

آپ نے اس حقیقت کی طرف بھی متوجہ فرمایا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں انسان کی دوسری ضروریات کا سر و سامان کیا ہے، اسی طرح کوئی بیماری نہیں جس کی دوا پیدا نہ کی ہو، یہ گویا میڈیکل تحقیق کی دعوت ہے کہ طبی سائنس پر کام کرنے والے لوگ بھی حوصلہ نہ ہاریں، اور گو کتنا ہی مشکل مرحلہ سامنے آجائے سفر تحقیق جاری رکھیں، کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کو منزل سے ہمکنار فرمائے گا۔

پھر اسلام نے جیسے زندگی کے دوسرے شعبوں میں حقوق و فرائض کی تعیین کی اور ان کو پوری وضاحت سے بیان کیا، اسی طرح مریض اور معالج کے باہمی تعلق اور حقوق و واجبات کے گوشے کو بھی شریعت اسلامی نے تشنہ نہیں رکھا، اور اس باب میں بھی ایسی اصولی ہدایات سے سرفراز فرمایا، کہ اعتدال و توازن اور انسانی ضروریات سے ہم آہنگی میں اس سے بہتر اصول نہیں ہو سکتے۔

ہمارے عصر میں جہاں سماجی نظام اور سماجی اقدار میں تبدیلی کی وجہ سے بعض نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں، وہیں جدید انکشافات اور نئے وسائل کی ایجاد نے بھی بے شمار ایسے مسائل کو جنم دیا ہے، جو اس عصر کے علماء کی توجہ کے متقاضی ہیں، میڈیکل سائنس چوں کہ براہ راست انسان کے وجود سے متعلق ہے، اس لئے اس شعبہ میں جب کوئی جدید سرجری ایجاد میں آتی ہے، یا کسی ایسی حقیقت سے پردہ اٹھتا

ہے۔ جس سے اب تک بھی دنیا ناواقف تھی۔ تو اس کا اثر دور رس بھی ہوتا ہے اور فوری حل طلب بھی۔

اسلامک فقہ اکیڈمی ۔ کے قیام کا مقصد یہی ہے کہ علماء اجتماعی غور و فکر اور تبادلۂ خیال کے ذریعہ ایسے نئے مسائل کا حل پیش کریں۔ اکیڈمی کی عمر گو زیادہ نہیں۔ لیکن اس مختصر مدت میں اس نے امت کے عوام و خواص اور علماء و ارباب افتاء کا جو تعاون اور اعتماد حاصل کیا ہے وہی اس کا سب سے بڑا سرمایہ ہے اور یہ محض اللہ ہی کا فضل ہے کہ اس نے اپنے عاجز بندوں سے دین متین اور شرع مبین کی یہ حقیر خدمت لی ہے و الحمد للہ اولاً و آخراً۔

چنانچہ اکیڈمی نے اپنے [illegible] سمینار منعقدہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ منعقدہ ( ) میں جن مسائل کو بحث و تحقیق کا موضوع بنایا ان میں ایک اہم مسئلہ "طبی اخلاقیات" کا تھا۔ اس موضوع کے تحت بعض امراض کی نسبت سے پیدا ہونے والے سماجی اور معاشرتی مسائل کے علاوہ مریضوں سے متعلق سماج کے فرائض و اختیارات پر بھی تبادلۂ خیال اور غور و فکر کی دعوت دی گئی تھی۔ اس سمینار میں ملک کے طول و عرض سے اصحاب تحقیق علماء نے اپنے مقالات اور فکر کا نمونہ پیش کیا اور بیرون ملک سے بعض معروف و معتبر ترین فضلاء (ان میں ڈاکٹر وہبہ زحیلی حفظہ اللہ کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے) نے بھی شرکت فرمائی، جن سے استفادہ کا موقع ہم پہنچایا۔ وہیں میڈیکل سائنس کے ماہرین نے بھی خصوصی مسئلہ میں رہنمائی کی۔ ہم ان سبھوں کے شکر گزار ہیں اور دعا گو ہیں کہ علم و تحقیق کا یہ کارواں اپنا سفر جاری رکھے اور ہر بلا سے محفوظ رہے۔

اس وقت یہ مجلہ اسی موضوع پر آنے والے مقالات اور تحریروں کا مجموعہ ہے۔ مجلہ کی ضخامت کو کم کرنے کی غرض سے حذف و اختصار سے بھی کام لیا گیا ہے۔ بعض عربی مقالات کی بجائے صرف ان کے ترجمے رکھے گئے ہیں۔ البتہ اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ مقالہ نگار کا منشا و مقصد پوری طرح ادا ہو جائے۔ اس بات کی وضاحت بھی مناسب ہوگی کہ مقالہ نگار پر اپنی رائے کے اظہار میں کوئی پابندی نہیں، بلکہ کتاب و سنت اور سلف صالحین کے اجتہادات کی روشنی میں اس کی جو رائے قائم ہوتی ہے۔ وہ اس میں امین ہیں اور یہی دیانتداری اور تقاضا اصحاب رائے علمی مشکلات کی عقدہ کشائی کے لئے اکسیر ثابت ہوتی ہے۔ لیکن اس کی حیثیت بہرحال انفرادی رائے کی ہے، اجتماعی رائے وہ ہے جو "تجاویز" کی حیثیت سے مذکور ہے۔ قارئین اس فرق کو ضرور ملحوظ رکھیں۔

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیڈمی کی اس علمی و فقہی خدمت کو قبول فرمائے۔ اس کو ہمیشہ حق و صواب کی راہ پر قائم رکھے اور اس علمی تحفہ سے اصحاب ذوق اور اہل علم کو نفع پہنچے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

مجاہد الاسلام قاسمی

(سکریٹری جنرل اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا)

محور اول

امراض اور حوادث کی کثرت کی وجہ سے دن بدن ڈاکٹروں کی ضرورت بڑھتی جارہی ہے، ہر گھر کو ہر فرد کو ڈاکٹروں یا طبی اداروں سے علاج و معالجہ کی غرض سے رابطہ رکھنا پڑتا ہے۔ حکومتیں طبی اداروں کو ترقی دینے، ان میں جدید ترین آلات اور مشینیں مہیا کرنے، مختلف امراض کے ماہر ترین ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کررہی ہیں۔ علاج و معالجہ کی روزافزوں ضرورت کی وجہ سے طب اور میڈیکل سائنس سے بے بہرہ لوگ بھی کسب زر کے لئے اس میدان میں داخل ہوگئے ہیں اور ایسے افراد کی تعداد بڑھتی ہی جارہی ہے۔ ایسے جاہل اور نیم طبیب قسم کے لوگوں کو علاج و معالجہ سے روکنے کے لئے حکومت نے بہت سے قوانین وضع کئے ہیں اور مختلف امراض کے علاج کے لئے مخصوص طبی تعلیم اور تجربہ کی شرط لگائی گئی ہے۔ مستند میڈیکل اداروں میں تعلیم حاصل کرکے سند حاصل کرنے والے افراد ہی علاج معالجہ کے مجاز ہوتے ہیں۔

مختلف امراض کے علاج میں سرجری اور آپریشن کا عمل بھی کثرت سے ہونے لگا ہے۔ آپریشن کے مرحلہ میں ڈاکٹر کے آپریشن کا قانوناً مجاز ہونے اور مریض یا اس کے اولیاء کی طرف سے آپریشن کی اجازت حاصل ہونے کا مسئلہ بھی سامنے آتا ہے۔ اگر غلط علاج کرنے یا آپریشن کی وجہ سے مریض کا انتقال ہوگیا یا اسے سخت ضرر لاحق ہوگیا تو ڈاکٹر یا طبیب کو ضامن قرار دینے یا نہ دینے کا سوال بھی کھڑا ہوتا ہے۔ اس طرح کے مختلف مسائل میں اسلامی شریعت کی رہنمائی حاصل کرنے کے لئے درج ذیل سوالات قائم کئے جارہے ہیں۔ امید ہے کہ کتاب و سنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں ان سوالات کے جوابات تحریر کئے جائیں گے۔

(۱) ایسا کوئی شخص جو قانوناً کسی مریض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے لیکن اپنے ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بنا پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے۔ اگر اس شخص نے کسی مریض کے کہنے پر اس کا علاج کیا تو شرعاً اس کا یہ علاج کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اس کے علاج سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا یا اس کا انتقال ہوگیا تو اس پر کوئی ضمان یا تاوان لازم ہوگا یا نہیں؟ اور کیا اس کا عمل شرعاً قابل تعزیر جرم شمار ہوگا؟

(۲) اس ڈاکٹر کو قانوناً علاج و معالجہ کی اجازت ہے، اس نے اگر کسی مریض کا علاج کیا لیکن اس نے طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں، مثلاً بعض ضروری جانچیں نہیں کروائیں یا مریض کی اچھے طور پر دیکھ ریکھ نہیں کی۔ اگر اس کے علاج کے باوجود مریض فوت ہوگیا یا اس کا کوئی عضو (مثلاً آنکھ) ضائع ہوگیا تو یہ ڈاکٹر یا مریض کو پہنچنے والے نقصان کا یا اس کی جان کے تاوان کا ضامن ہوگا؟

(۳) اگر ڈاکٹر کی رائے میں زیر علاج مریض کا آپریشن ضروری ہے، اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے قریبی اعزہ سے اجازت لئے بغیر آپریشن کردیا، آپریشن کامیاب ہونے کے بجائے مہلک ثابت ہوا، مریض فوت ہوگیا، یا اس کا آپریشن شدہ عضو بیکار ہوگیا، تو ایسی صورت میں کیا ڈاکٹر اس

مریض کو پہنچنے والے نقصان کا ضامن ہوگا؟ جب کہ وہ اس آپریشن کا مجاز ہے اور تجربہ رکھتا ہے۔

(۲) بعض اوقات مریض پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے۔ وہ معاملات سمجھنے کے لائق نہیں ہوتا ہے اور اس کے اعزہ و اقارب حاضر ہوتے بہت دور ہوتے ہیں جن سے فی الفور رابطہ قائم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کی رائے میں آپریشن فوری طور پر ضروری ہے، اور تاخیر ہونے میں اس کے نزدیک مریض کی جان یا عضو کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس نے مریض اور اس کے قریبی اعزہ سے اجازت حاصل کئے بغیر مریض کا آپریشن کردیا اور یہ آپریشن ناکام رہا، مریض کی جان چلی گئی، یا اس کا کوئی عضو ضائع ہوگیا، تو کیا اس صورت میں ڈاکٹر کو ضامن قرار دیا جائے گا اور مریض کو پہنچنے والے نقصان کا تاوان اس پر شرعاً لازم ہوگا؟

محور دوم

ایڈز کا خوف پوری دنیا پر مسلط ہے۔ یہ مرض جسم انسانی کے دفاعی نظام کو تباہ کردیتا ہے۔ اس کے بعد انسان بڑی تیزی کے ساتھ مختلف موذی اور مہلک امراض میں گرفتار ہو کر دم توڑ دیتا ہے۔ اس مرض کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ یہ مرض بڑی تیزی کے ساتھ پھیلتا ہے، اگر کسی جگہ ایڈز کا مرض کسی شخص کو لاحق ہوگیا، تو ضروری احتیاطی تدابیر نہ برتنے پر بہت تھوڑے وقت میں بے شمار افراد کو یہ مرض لاحق ہوجاتا ہے۔ یہ مرض خاص طور سے جنسی عمل اور ایڈز کے مریض کا خون چڑھانے سے منتقل ہوتا ہے، یا ماں سے اس کے بچے کی طرف دوران حمل یا شیر خوارگی سے منتقل ہوتا ہے، یوں عام اختلاط سے منتقل نہیں ہوتا۔

ایڈز کے اس مہلک مرض نے مریض، مریض کے متعلقین اور معالج کے لئے بہت سے مسائل پیدا کردئے ہیں، ان کے بارے میں شریعت کی رہنمائی درکار ہے۔

(۱) جس مریض میں ایڈز کے جراثیم پائے گئے ہیں، کیا اس کے لئے جائز ہے کہ اپنے گھر والوں یا متعلقین سے اس خوف سے اس مرض کو چھپائے کہ اس مرض کا اظہار ہونے کے بعد وہ اپنے گھر اور سماج میں اچھوت بن کر رہ جائے گا، یا اس کے لئے اپنے اہل خانہ اور متعلقین کو اس مرض سے مطلع کردینا ضروری ہے۔

(۲) اگر ایڈز کا مریض اپنے اہل خانہ اور متعلقین سے اپنے مرض کو چھپاتا ہے اور ڈاکٹر سے بھی اصرار کرتا ہے کہ وہ اس کے مرض کو کسی پر ظاہر نہ کرے تو ایسی صورت میں شرعاً ڈاکٹر کی کیا ذمہ داری ہے، وہ اس مرض کو راز میں رکھے یا افشا کرے؟

(۳) ایڈز اور دوسرے خطرناک متعدی امراض مثلاً طاعون وغیرہ کے مریض کے بارے میں اس کے اہل خانہ، متعلقین اور سماج کی شرعاً کیا ذمہ داری ہے؟

(۴) ایڈز کا ایسا مریض جو کہ اپنے مرض اور اس کی نوعیت سے بخوبی واقف ہے، اگر وہ کسی دوسرے تک اپنے مرض کو منتقل کرنے کی غرض سے کوئی ایسا کام کرے، مثلاً اس نے بیوی سے مجامعت کی، جس کی وجہ سے ایڈز کے وائرس (جراثیم) بیوی میں منتقل ہوگئے، یا کسی مریض کو خون کی ضرورت ہے، ایڈز کے اس مریض نے اپنا خون اس کے لئے پیش کیا اور مریض کو وہ خون چڑھا دیا گیا جس کے نتیجہ میں اس مریض کو بھی ایڈز کا مرض لاحق ہوگیا تو کیا ایڈز کا یہ مریض، جو دانستہ دوسرے شخص تک اس قاتل مرض کی منتقلی کا سبب بنا ہے، قابل سزا قرار پائے گا؟ اور اسے سزا دی جائے گی؟

اور اگر اس نے اپنے مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ تو نہیں کیا، مگر مرض کو اور اس کے منتقل ہونے کی بات کو جاننے کے باوجود مجامعت کی، اور خون دیا تو وہ گنہگار و مجرم ہوگا یا نہیں؟

(۵) اگر کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈز کے مرض میں گرفتار ہوگیا تو کیا اس عورت کو شوہر کے اس مرض کی بنا پر فسخ نکاح کا مطالبہ کرنے کا اختیار

ہے تو اسے مریض کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا ہے، جس نے اسے ڈاکٹر کو کرایا رازدار بنایا تھا۔ اس طرح کی چند صورتیں ذیل میں پیش کی جارہی ہیں، ان مسائل کے بارے میں حکم شرعی کی وضاحت مطلوب ہے، تاکہ جو مسلمان ڈاکٹرس اور اطباء اس طرح کے حالات سے دوچار ہوتے ہیں وہ شریعت کی روشنی میں اپنا فریضہ ادا کرسکیں۔

(۱) ایک ماہر امراض چشم (Eye Specialist) مسلمان ڈاکٹر نے ایک نوجوان کی آنکھ کا علاج کیا، اس نوجوان کی ایک آنکھ کی بصارت ختم ہوچکی ہے، لیکن ڈاکٹر کی کوششوں سے اس مریض کی وہ آنکھ دیکھنے میں بالکل صحیح و سالم معلوم ہوتی ہے، اس نوجوان کا رشتہ کسی خاتون سے طے پایا ہے، ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اگر خاتون کو نوجوان کے اس عیب کا علم ہوجائے تو ہرگز یہ رشتہ کرنے کو راضی نہیں ہوگی، نوجوان یہ عیب چھپاکر اس خاتون سے رشتہ نکاح کررہا ہے، ایسی صورت میں کیا اس مسلمان ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس خاتون یا اس کے گھر والوں کو نوجوان کے اس عیب کی اطلاع کردے، یا اس کے لئے نوجوان کے اس عیب کو راز رکھنا ضروری ہوگا؟ اگر لڑکی کے گھر والوں کو یہ بھنک لگ گئی ہے کہ وہ نوجوان فلاں ڈاکٹر سے آنکھ کا علاج کرواچکا ہے اور لڑکی یا اس کے گھر والے معلومات کرنے کے لئے اس ڈاکٹر کے پاس آئیں تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کا رویہ کیا ہونا چاہئے؟ وہ لڑکی اور اس کے گھر والوں کو نوجوان کے اس عیب سے باخبر کردے یا نوجوان کا راز افشا نہ کرے؟

(۲) ایک مرد اور ایک عورت جن کے درمیان رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہے، کسی ڈاکٹر کے پاس طبی جانچ کے لئے آتے ہیں، طبی جانچ کے نتیجہ میں ڈاکٹر کو کسی ایک کا کوئی ایسا مرض معلوم ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں اس بات کا پورا اندیشہ ہے کہ ناقص الاعضاء بچے پیدا ہوں گے یا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرد یا عورت کے مادہ منویہ میں جراثیم تولید نہیں ہیں، ایسی صورت میں کیا ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسرے فریق کو پہلے فریق کے عیب یا مرض سے باخبر کرے یا اس طبی جانچ کو راز رکھ کر دوسرے فریق کو اس سے بے خبر رکھے؟

(۳) ایک شخص کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، ڈاکٹر کو طبی جانچ کے نتیجہ میں یہ بات معلوم ہے کہ یہ شخص نامرد ہے یا اس میں کوئی ایسا عیب پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا نکاح بیکار اور بے مقصد ہے، ڈاکٹر کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ شخص کسی عورت سے نکاح کی بات چیت کررہا ہے اور اپنے اس عیب کو چھپاکر اس عورت سے نکاح کرلینا چاہتا ہے، یا کوئی خاتون کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، وہ کسی ایسے اندرونی مرض یا عیب میں مبتلا ہے، جس پر مطلع ہونے کے بعد اس کا رشتہ نکاح کہیں ہونا بہت مشکل ہے، اور وہ خاتون اپنے اس اندرونی مرض یا عیب کو چھپاکر کسی مرد سے نکاح کی بات چیت کررہی ہے، رشتہ نکاح کی بات ڈاکٹر کے علم میں آچکی ہے، ان دو صورتوں میں کیا ڈاکٹر کے لئے جائز یا واجب ہے کہ وہ دوسرے فریق کو اس مریض کے مرض یا عیب سے مطلع کردے، اور اگر دوسرا فریق اس مریض یا مریضہ کے بارے میں معلومات کرنے کے لئے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرتا ہے تو ڈاکٹر کا رویہ کیا ہونا چاہئے؟

(۴) ایک شخص کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہے، اس کی بینائی بری طرح متاثر ہوچکی ہے، ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گاڑی چلانا اس کے اور دوسروں کے لئے خطرناک ہوسکتا ہے، ایسا شخص اگر ڈاکٹر کے منع کرنے کے باوجود گاڑی چلاتا ہے، تو کیا ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں اطلاع کرے، اور ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش کرے؟ یا وہ رازداری برت کر خاموشی اختیار کرسکتا ہے؟

یہ سوال اس وقت اور اہمیت حاصل کرلیتا ہے جب کہ یہ شخص گاڑی چلانے کی ملازمت کرتا ہو، بس وغیرہ چلاتا ہو، اس میں اگر ڈاکٹر متعلقہ محکمہ کو اطلاع نہیں کرتا ہے تو بہت سے لوگوں کی جان ضائع ہونے کا پورا خطرہ ہوتا ہے، اور اگر اطلاع کردیتا ہے تو اس ڈرائیور کی ملازمت خطرہ میں پڑجاتی ہے، اور اس کے گھر والے بے پناہ معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہوسکتے ہیں۔

(۵) کوئی شخص کسی ایسی ملازمت پر ہے جس سے بہت سے لوگوں کی زندگیوں کا تحفظ وابستہ ہے، مثلاً ہوائی جہاز کا پائلٹ یا ڈرائیور یا اسی طرح کا کوئی اور، یہ شخص شراب یا دوسری نشہ آور چیزوں کا بری طرح عادی ہے اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، نشہ کو ترک نہیں کرتا اور اسی حال میں

۳۔ سماج کی ذمہ داری

تمام حضرات کا خیال ہے کہ ایسے شخص کو ذہنی اذیت اور خسارے میں نہ ڈالا جائے۔ بلکہ اس کی دیکھ ریکھ، علاج معالجہ اور احتیاطی تدابیر میں تعاون کیا جائے۔ اس کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کیا جائے۔

۴۔ قصداً مرض منتقل کرنا

اگر قصداً مرض منتقل کرنے کی نیت سے مریض کوئی عمل کرتا ہے تو اکثر حضرات کی رائے میں وہ گناہ گار ہونے کے ساتھ تاوان کا ضامن بھی ہوگا۔

بعض حضرات کے نزدیک یہ ہر چند کہ گناہ تو ہوگا لیکن چونکہ ایڈز کے جراثیم کی منتقلی کے عمل میں خود بیوی یا خون لینے والے کے عمل کا بھی دخل ہے اور فقہ کا اصول ہے کہ اگر قتل یا ہلاک ہونے والے شخص کا بھی اس میں عمل دخل ہو تو سبب بننے والا ضامن نہیں ہوتا اس لئے مریض پر ضمان نہیں ہوگا۔ (مولانا اختر امام، مولانا زبیر)

مولانا عبید اللہ اسعدی اور مولانا زبیر کا خیال ہے کہ اگر تعدی کی نیت نہ ہو بلکہ جذبہ ہمدردی کے تحت ہو تو اسے معذور قرار دیا جائے گا۔

۵۔ فسخ نکاح کا حق

تمام مقالہ نگار علماء کرام نے ائمہ ثلاثہ اور امام محمد کے قول کو راجح قرار دیتے ہوئے عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق حاصل ہونے کی رائے دی ہے۔

۶۔ اسقاط حمل

تمام شرکاء کا تقریباً متفقہ خیال ہے کہ جب تک جنین کے اندر جان نہیں آتی ہے عورت اسقاط حمل کرا سکتی ہے۔ جان آجانے کے بعد اسقاط حمل کی اجازت نہیں ہوگی۔ کیونکہ نفخ روح کے بعد اسقاط حمل کی حرمت پر اجماع و اتفاق ہے۔

اگر عورت خود اس کے لئے تیار نہ ہو تو بعض کے خیال میں شوہر یا حکومت کا محکمہ صحت اسے اسقاط حمل پر مجبور کر سکتا ہے۔

(مولانا خالد سیف اللہ، مولانا زبیر)

مولانا شفیق احمد اور مولانا زبیر احمد قاسمی صاحبان کے خیال میں اسے اسقاط حمل پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مولانا شمس پیرزادہ صاحب کی رائے میں جب ماں کی جان کا خطرہ ہو جبھی اسقاط حمل کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں۔

۷۔ ایڈز کے مریض بچوں کا اسکول میں داخلہ

تقریباً تمام حضرات کی رائے ہے کہ ایسے بچوں کو تعلیم سے محروم کرنا درست نہیں ہے۔ ضروری احتیاطی تدابیر ملحوظ رکھی جائیں۔ اگر ممکن ہو تو ان کے لئے علیحدہ مخصوص ادارے قائم کئے جائیں۔ لیکن تعلیم ان کا بنیادی حق ہے۔

بعض حضرات نے احتیاطاً ایسے بچوں کو اسکول میں داخل نہ کرنے ہی کو بہتر سمجھا ہے۔ (مولانا جعفر علی، مولانا اشفاق الرحمن)

۸۔ سوال نمبر تین کے جواب میں اس سوال کا جواب آچکا ہے۔

۹۔ کیا ایڈز جیسی بیماریاں مرض موت ہیں؟

مرض موت کی تعریف کے سلسلے میں فقہاء سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ البتہ ایسے امراض جو طویل المدت ہوا کرتے ہیں، [illegible]

بعض حضرات نے یہ رائے نقل کی ہے کہ اگر مرض میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہو تب تو اسے مرض موت میں شمار کریں گے لیکن اگر ایک سال کی مدت تک ایک ہی حالت پر مرض رکا رہے تو وہ مرض موت میں داخل نہیں۔

مولانا عبید اللہ صاحب کی رائے میں طاعون اگر شدید ہو اور مولانا عتیق صاحب کی رائے میں ایڈز، طاعون اور کینسر جب طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلے میں پہنچ جائیں تو مرض موت کے احکام جاری ہوں گے۔

۱۰۔ طاعون زدہ علاقے میں آمد و رفت پر پابندی

تمام حضرات کے نزدیک ایسی پابندی نہ صرف درست بلکہ مستحسن اور فرمان نبوی کے مطابق ہوگی۔

۱۱۔ ضرورت کی بناء پر طاعون زدہ شہر میں آنا یا وہاں سے جانا

تمام شرکاء کے خیال میں ضرورت و مجبوری کے حالات مذکورہ پابندی سے مستثنیٰ ہوں گے اور وہاں آنا یا وہاں سے جانا یا مناسب علاج کے لئے جانا سب درست ہیں۔

محور سوم

۱۔ بیشتر حضرات کی رائے ہے کہ ڈاکٹر خود افشاء راز نہ کرے لیکن جب اس سے دریافت کیا جائے تو "المستشار مؤتمن" کی ہدایت کے پیش نظر صحیح صورت حال بتادے۔

بعض حضرات کے خیال میں دونوں صورت میں ڈاکٹر کو چاہئے کہ وہ لڑکی کے اہل خانہ کو اس راز سے آگاہ کردے۔

(مولانا عتیق صاحب، مولانا خالد سیف اللہ صاحب)

۲۔ تقریباً تمام حضرات کی رائے ہے کہ طبی جانچ کے نتیجے میں پائے جانے والے عیب یا مرض سے دوسرے فریق کو ڈاکٹر باخبر کردے۔

بعض حضرات نے یہ تفصیل بھی کی ہے کہ چونکہ دونوں فریق طبی جانچ ہی کی غرض سے آتے ہیں اس لئے ڈاکٹر کے لئے اصل حقیقت کو پوشیدہ رکھنا جائز نہیں ہے، خود مریض سے باخبر کرنا ضروری ہے۔

۳۔ تمام حضرات نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر ڈاکٹر سے دریافت کیا جائے تو اس کے لئے بتانا ضروری ہے۔ اگر دریافت نہ کیا جائے تو بعض حضرات کے خیال میں از خود افشاء راز کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (مولانا زبیر احمد، مولانا [illegible])

اور دوسرے حضرات کی رائے میں اس صورت میں بھی جائز ہوگا۔ (مولانا خالد سیف اللہ، مولانا عتیق)

۴۔ تمام حضرات کے خیال میں ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ متعلقہ محکمہ کو باخبر کرے۔

۵۔ تقریباً تمام حضرات کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ایک جانب ممکنہ حد تک ستر پوشی و پردہ داری افضل ہے اور دوسری جانب حیات انسانی کا تحفظ و بقاء اہم ہے۔ اس لئے اگر بچی کی ماں کی شناخت اور اغواء کنندہ کے بغیر بچے کے متعلق اطلاع دینا اور اس کی جان بچانا ممکن ہو تب تو ایسا ہی کرے، لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہو تو بچے کی جان کی حفاظت مقدم ہوگی اور عورت کا راز فاش کیا جائے گا۔

۶۔ حرام اشیاء سے علاج کے اس مسئلہ میں فقہاء متقدمین کے درمیان اختلاف رائے ہے لیکن متاخرین اور معاصرین فقہاء نے اس کے جواز کی رائے دی ہے۔ تقریباً تمام مقالہ نگار حضرات نے اسی رائے کو ترجیح دیتے ہوئے جواز بتایا ہے۔

بعض حضرات کے خیال میں بچے کی ولادت دوسرے طریقے سے بآسانی ہو سکتی ہے، اس لئے شراب استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ (مولانا شمس پیرزادہ، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی حبیب اللہ قاسمی)

۷۔ تمام حضرات کی رائے ہے کہ ضرر عام کے ازالہ کے لئے ایسے مجرم کے بارے میں متعلقہ محکمہ کو اطلاع دی جائے۔

۸۔ اس جواب پر بھی تمام حضرات متفق ہیں کہ بے گناہ شخص کی براءت کے لئے ڈاکٹر پر حقیقت حال کا اظہار ضروری ہے، رازداری سے کام لینا جائز نہیں ہوگا۔

عرض مسائل

طبی اخلاقیات۔ محور اول

جناب شمس پیرزادہ (اصلاحی)

عرض مسئلہ

"طبی اخلاقیات" سے متعلق جو سوالنامہ مقالہ نگاروں کو بھیج دیا گیا تھا وہ تین محوروں پر مشتمل تھا۔ یہاں محور اول سے متعلق رکھنے والے سوالات کے جوابات عرض مسئلہ کی شکل میں پیش کئے جا رہے ہیں:

(۱) پہلے سوال کے دو جز تھے۔

(الف) ہیں کوئی شخص جو قانوناً کسی مرض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے لیکن اپنے ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بنا پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے، اگر اس شخص نے کسی مریض کے کہنے پر اس کا علاج کیا تو شرعاً اس کا علاج کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب ۲۹ حضرات نے دیا ہے جن میں ۲۰ حضرات کی رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کا علاج کرنا جائز نہیں اور ۹ حضرات اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ عدم جواز کے قائل ہیں: مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا حکیم ظل الرحمن، مولانا اختر امام عادل، مفتی محمد جعفر ملی، مولانا ولی اللہ قاسمی، شمس پیرزادہ، مولانا خالد سیف اللہ، مفتی فضیل الرحمن عثمانی، مولانا انعام اللہ قاسمی، مولانا محمد شہزاد عالم ندوی، مولانا محمد ہارون قاسمی، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا شمشاد احمد قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا عزیز الرحمن مدنی، مولانا شفیق احمد، مولانا سعید الرحمن قاسمی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی اور مولانا محمد عارف مظہری۔

اور جواز کے قائل ہیں:

مولانا اخلاق الرحمن قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی (ایک جز میں)، مولانا محمد فضل الرحمن رشادی، مولانا محمد زید، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا محمد صادق قاسمی، مولانا محمد نور قاسمی، مولانا نسیم اختر قاسمی، مولانا محمد نعیم رشیدی۔

عدم جواز کے قائلین کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جسے ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ:

من طبب ولم یعلم منه طب فهو ضامن

"جو شخص بہ تکلف اپنے آپ کو طبیب ظاہر کرے حالانکہ طبابت کی لیاقت اس سے ظاہر نہیں ہوئی وہ نقصان کا ضامن ہے"۔

لہٰذا جس نے باقاعدہ ڈاکٹری کی تعلیم حاصل نہ کی ہو وہ طبیب جاہل ہے۔

(۲) ملک کا حاکم وقت سے قانونی اجازت لینے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور حنفی فقہ میں جاہل طبیب پر حجر (پابندی) کا حکم ہے۔

(۳) محض ذاتی مطالعہ و تجربہ کی بنا پر دوائی کی اجازت دینا مصلحت عامہ کے خلاف ہے کیونکہ اس سے ضرر پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے اور فقہائے کرام نے سد ذرائع کی بحث میں اس کی صراحت کی ہے کہ جو اسباب و طریقے عمومی حالات میں فساد و ضرر کا ذریعہ بنتے ہیں ان پر بندش لگانا ضروری ہے۔ فقہ اسلامی میں تسعیر اور احتکار کی شکل میں بھی قانونی پابندیوں کی مثالیں ملتی ہیں۔

قانونی اجازت دراصل موجودہ زمانہ کا وہ "معروف" ہے جس کے خلاف طور طریقے اختیار کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی، اب ان لوگوں کے دلائل جو جواز کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں:

اصول یہ ہے کہ الضرر یزال (ضرر کو زائل کیا جائے) اس لئے مریض کے ضرر کو اس کی اجازت سے ختم کرنے کی کوشش کرنا صحیح ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ علاج میں اصل چیز حذاقت و تجربہ ہے نہ کہ قانونی طور پر علاج کرنے کا مجاز ہونا۔
شریعت میں ایسی کوئی قید نہیں ہے اس لئے جس شخص کو قانوناً اجازت نہیں ہے وہ اگر علاج میں مہارت اور تجربہ رکھتا ہے تو اس کا علاج کرنا جائز ہے۔

ان دو رایوں میں پہلی رائے ہی راجح ہے یعنی جس نے باضابطہ طور پر کسی میڈیکل انسٹی ٹیوٹ سے ڈاکٹری کی تعلیم حاصل نہیں کی ہے اور قانون نے اس کو علاج معالجہ کا مجاز نہیں قرار دیا ہے اس کا علاج کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ موجودہ زمانہ میں امراض کی بھی کثرت ہو گئی ہے اور مریضوں کی بھی اور دوائیں بہ کثرت اور بہت خطرناک ایجاد ہوئی ہیں جن کے استعمال میں اگر غلطی ہوئی تو بعض مرتبہ مریض کو شدید نقصان پہنچ جاتا ہے اور کبھی کبھی تو دواؤں کی غلطی جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔ دواؤں کا ری ایکشن (Reaction) بھی ایک عام بات ہے جس کی وجہ سے احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہومیوپیتھک دوائیں بھی بعض مرتبہ مضر ثابت ہوتی ہیں اور خاص طور سے اونچی قوت (High Potency) کی دوائیں مرض میں اضافہ (Aggravate) کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں آپریشن بھی اب عام ہو گیا ہے اور اس کے لئے بڑی مہارت اور تجربہ کی ضرورت ہے ورنہ مریض کے اعضاء تلف ہونے اور جان کے ضائع ہو جانے کا سخت اندیشہ ہوتا ہے۔ ان حالات میں غیر سند یافتہ طبیب یا ڈاکٹر یا سرجن کے بارے میں یہ اطمینان کر لینا آسان نہیں ہے کہ وہ اس کام کا اہل ہے۔ البتہ حکومت کا قانون جن کو (Practice) کی اجازت دیتا ہے ان کے بارے میں یہ اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ صحیح علاج کریں گے۔ گویا قانونی جواز اس زمانہ کا ایک "معروف" ہے اور یہ "معروف" مصلحت عامہ پر مبنی ہے۔ اگر حادثات سے بچنے کے لئے ٹریفک کے قوانین کی پابندی ضروری ہے خواہ وہ کسی غیر اسلامی حکومت ہی کے نافذ کردہ ہوں تو مریضوں کے تحفظ کے لئے ڈاکٹروں پر نافذ قوانین کی پابندی کیوں ضروری نہیں جبکہ اللہ اور رسول کی روشنی میں ان قوانین کی پابندی شرعاً ضروری قرار پاتی ہے اور ان کو نظر انداز کرنا صحیح نہیں۔

(ب) سوال کا دوسرا جز یہ تھا کہ اگر ایسے شخص کے علاج سے جو قانوناً علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا یا اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر کوئی ضمان یا تاوان لازم ہو گا یا نہیں اور کیا اس کا عمل شرعاً قابل تعزیر جرم شمار ہو گا؟

اس کے جواب میں ۲۳ حضرات کی رائے یہ ہے کہ ایسی صورت میں ضمان واجب ہو گا یعنی ایسے شخص کو نقصان کا تاوان بھرنا ہو گا۔ اور ان میں اکثر حضرات کی رائے یہ بھی ہے کہ وہ تعزیر کا بھی مستحق ہے۔ ۱۰ حضرات کی رائے یہ ہے کہ ایسا شخص نہ ضامن ہو گا اور نہ لائق تعزیر اور ۵ حضرات کی رائے یہ ہے کہ ایسا شخص ضامن نہ ہو گا البتہ لائق تعزیر ہے۔

جو حضرات ضامن قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ طبیب جاہل شریعت کی نگاہ میں مجرم سمجھا گیا ہے اور مجرم سے کوئی چیز تلف ہو جاتی ہے تو اس پر ضمان لازم ہوتا ہے۔ جو لوگ ضمان کے قائل نہیں ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اس میں تعدی (زیادتی) نہیں پائی گئی اور ضمان تعدی کی صورت میں ہوتا ہے یا اس صورت میں جب کہ مریض یا اسکے ولی کی اجازت کے بغیر علاج کرے۔ اور یہ دوسری صورت بھی پائی نہیں گئی اسلئے ضمان لازم نہیں آئے گا۔ ان میں قابل ترجیح ان لوگوں کی رائے ہے جو ضمان کو واجب اور ایسے شخص کو لائق تعزیر قرار دیتے ہیں کیونکہ دلیل کے اعتبار سے ان کی رائے زیادہ وزنی ہے۔

(۲) دوسرا سوال تھا جس ڈاکٹر کو قانوناً علاج معالجہ کی اجازت ہے اس نے اگر کسی مریض کا علاج کیا لیکن اس نے جتنی احتیاط ملحوظ رکھنی چاہئے تھی نہیں رکھی مثلاً بعض ضروری جانچیں نہیں کرائیں یا مریض کی پوری طرح دیکھ ریکھ نہیں کی اور اس کے علاج کے باوجود مریض فوت ہو گیا یا اس کا کوئی عضو (مثلاً آنکھ) ضائع ہو گیا تو ڈاکٹر پر مریض کو پہنچنے والے نقصان کا یا اس کی جان کے تاوان کا ضامن ہو گا؟

اس کے جواب میں تمام حضرات کی متفقہ رائے یہ ہے کہ اس صورت میں ڈاکٹر پر ضمان ہو گا۔ ان حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا اخلاق الرحمن ندوی، مولانا زبیر احمد قاسمی (سیتا مڑھی)، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا حکیم ظل الرحمن، مولانا عزیز الرحمن مدنی، مولانا فضیل الرحمن ہلال عثمانی، مولانا اختر امام عادل، مولانا محمد جعفر ملی، مولانا ولی اللہ قاسمی، شمس پیرزادہ، مولانا خالد سیف

اللہ، مولانا محمد فضل الرحمن رشادی، مولانا محمد زید، مولانا عتیق احمد، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا سعید الرحمن قاسمی، مولانا محمد حاذق قاسمی، مولانا محمد نور قاسمی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا نظام الدین قاسمی، مولانا محمد شہباز عالم ندوی، مولانا محمد ہارون قاسمی، مولانا نجیب الاسلام قاسمی، مولانا مشتاق احمد قاسمی، مولانا محمد عارف مظہری۔

دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تعدی (زیادتی) کی صورت ہے اور تعدی کی صورت میں طبیب پر ضمان ہوتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ طبیب کی حیثیت اجیر مشترک کی سی ہے اور فقہاء ماں میں اجیر مشترک کے بداحتیاطی اور کوتاہی کی وجہ سے مال تلف ہو گیا تو اس پر ضمان لازم ہوتا ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ قاعدہ فقہیہ ہے کہ ضرر عام کو رفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے لہذا عام مریضوں کو ضرر سے بچانے کے لئے ڈاکٹر پر تاوان عائد کرنا ضروری ہے۔

یہ دلائل بظاہر قوی ہیں اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ طبیب یا ڈاکٹر نے جب اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کیا اور اس سے مریض کو نقصان پہنچا تو مریض کو پہنچنے والے نقصان پر وہ مریض کو ہرجانہ ادا کرے اور اگر مریض کی جان چلی گئی تو وہ اس کی دیت ادا کرے۔

(۳) تیسرا سوال یہ تھا کہ اگر ڈاکٹر کی رائے میں زیر علاج مریض کا آپریشن ضروری ہے اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے قریبی اعزہ سے اجازت لئے بغیر آپریشن کر ڈالا۔ آپریشن کامیاب ہونے کے بجائے مہلک ثابت ہوا اور مریض فوت ہو گیا یا اس کا آپریشن شدہ عضو بیکار ہو گیا تو ایسی صورت میں کیا ڈاکٹر اس مریض کو پہنچنے والے نقصان کا ضامن ہو گا جبکہ وہ ڈاکٹر اس آپریشن کا ماہر ہے اور تجربہ رکھتا ہے۔

اس کے جواب میں ۲۲ حضرات نے اپنی اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ ایسی صورت میں ڈاکٹر ضامن ہو گا۔ ان حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:
مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی، مولانا اخلاق الرحمن لدھیانوی، مولانا زبیر احمد قاسمی (سیتامڑھی)، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا اختر امام عادل، مولانا محمد جعفر ملی، مولانا ولی اللہ قاسمی، شمس پیرزادہ، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا محمد فضل الرحمن رشادی، مولانا محمد زید، مولانا عتیق احمد، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا سعید الرحمن قاسمی، مولانا محمد حاذق قاسمی، مولانا محمد نور قاسمی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا نظام الدین قاسمی، مولانا نجیب الاسلام قاسمی، مولانا مشتاق احمد قاسمی، مولانا محمد عارف مظہری۔

مفتی فضیل الرحمن عثمانی نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر بغیر اجازت عمل کرتا ہے تو وہ قانون کے خلاف کرتا ہے۔ اس کے برعکس ۵ حضرات کی رائے یہ ہے کہ ڈاکٹر ضامن نہیں ہو گا۔ یہ رائے مولانا حکیم ظل الرحمن، مولانا حبیب اللہ قاسمی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا محمد شہباز عالم ندوی اور مولانا محمد ہارون قاسمی کی ہے۔ جو حضرات ڈاکٹر کو ضامن قرار دیتے ہیں ان کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاً مریض کے جسم میں قطع و برید کے لئے مریض کی اجازت اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اس کے متعلقین کی اجازت ضروری ہے۔ اہل فقہ کے نزدیک اس کو کافی اہمیت حاصل ہے، لہذا اجازت لئے بغیر آپریشن کرنے کی صورت میں ڈاکٹر نقصان کا ضامن ہو گا۔ ثانیاً مریض یا اس کے قریبی اعزہ سے اجازت لئے بغیر آپریشن کرنا ایک جرم ہے کیونکہ علاج معالجہ کا اختیار خود مریض کو یا اس کے اعزہ کو حاصل ہے۔ رہا آپریشن کے لئے اجازت شرط ہے اور چونکہ ڈاکٹر کی حیثیت اجیر مشترک کی سی ہے اسلئے بوقت تعدی و جبر ضمان لازم آتا ہے۔

اور جن حضرات کی رائے میں ڈاکٹر ضامن نہیں ہو گا ان کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ شریعت نے ضمان کے معاملہ میں تعدی (زیادتی) اور عدم تعدی کا اعتبار کیا ہے نہ کہ اجازت اور عدم اجازت کا نیز وہ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر نے نیک نیتی سے مریض کو بچانے کا عمل کیا ہے اور اس کی خیر خواہی کی ہے۔ اس کو ضرر پہنچانے کا ارادہ نہیں کیا ہے بالفاظ دیگر ڈاکٹر نے اس پر احسان کیا ہے اسلئے اس پر ضمان عائد کرنا صحیح نہیں۔

ان دونوں میں ان حضرات کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے جو ڈاکٹر کو مذکورہ صورت میں ضامن قرار دیتے ہیں۔ ان کے دلائل نسبتاً زیادہ قوی ہیں مگر موجودہ حالات میں ضمان کی صورت شاذ ہی پیش آ سکتی ہے کیونکہ اسپتالوں میں جو طریقہ رائج ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی مریض آپریشن کے لئے آتا ہے تو اس کے متعلقین سے باقاعدہ اجازت حاصل کی جاتی ہے اور اس کے بعد مریض کا آپریشن کیا جاتا ہے۔ اس طرح کوئی ڈاکٹر بھی بلا اجازت آپریشن کرنے کا خطرہ (Risk) مول نہیں لیتا۔

(۳) تیسرا سوال یہ تھا کہ بعض اوقات مریض پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے، وہ اجازت دینے کے لائق نہیں ہوتا اور اس کے اعزہ جو علاج مقام سے بہت دور ہوتے ہیں، ان سے فی الفور رابطہ قائم نہیں کیا جاسکتا، ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کی رائے سے آپریشن فوری طور پر ضروری ہے اور تاخیر ہونے میں اس کے نزدیک مریض کی جان یا عضو کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اس لئے اس نے مریض اور اس کے قریبی اعزہ سے اجازت حاصل کئے بغیر مریض کا آپریشن کر دیا اور یہ آپریشن ناکام رہا، مریض کی جان چلی گئی یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو گیا تو کیا اس صورت میں ڈاکٹر کو ضامن قرار دیا جائے گا اور مریض کو پہنچنے والے نقصان کا تاوان اس پر شرعاً لازم ہوگا؟

اس کا جواب ۲۰ حضرات نے یہ دیا کہ ایسی صورت میں ڈاکٹر پر ضمان نہیں ہوگا، اور ۳ حضرات کہتے ہیں کہ ڈاکٹر تاوان کا ضامن ہوگا۔

جن حضرات کی رائے یہ ہے کہ ڈاکٹر پر ضمان نہیں ہوگا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا حبیب اللہ الاسعدی، مولانا اخلاق الرحمن ندوی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا حکیم ظل الرحمن، مولانا اختر امام عادل، مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی، مولانا محمد جعفر ملی، مولانا ولی اللہ قاسمی، شمس پیرزادہ، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا محمد فضل الرحمن رشادی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا عتیق احمد، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا سعید الرحمن قاسمی، مولانا محمد صادق قاسمی، مولانا محمد نور قاسمی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا نسیم رشیدی، مولانا نظام الدین قاسمی، مولانا محمد شہزاد عالم ندوی، مولانا محمد ہارون قاسمی، مولانا ابوالاسلام قاسمی، مولانا مشتاق احمد قاسمی اور مولانا محمد عارف مظہری۔

اور جو حضرات ڈاکٹر کو ضامن قرار دیتے ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا نذیر احمد قاسمی (جموں کشمیر)، مولانا محمد زید۔

جن حضرات کی رائے میں ضمان عائد نہیں ہوتا ان کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اولاً: کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالی گئی ہے "لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها" اور قاعدہ فقہیہ ہے "الأمر اذا ضاق اتسع"

ثانیاً: ڈاکٹر کا یہ عمل انسان کی جان یا اس کے عضو کے تحفظ کے لئے وجود میں آیا جو مصلحت شرع ہے۔ نفس کو بچانے کی کوشش خود اللہ کی طرف سے واجب ہے لہذا ڈاکٹر شارع کی طرف سے اجازت یافتہ تصور ہوگا۔

ثالثاً: اجازت دلالۃً ثابت ہے اس لئے کہ عاقل تصرف نافع کی اجازت دیتا ہے۔ اور مذکورہ صورت میں سمجھا جائے گا کہ ڈاکٹر کو سرپرست کی طرف سے دلالۃً اجازت ہے۔

رابعاً: مذکورہ صورت میں ڈاکٹر امین ہے اور امین پر کوئی ضمان عائد نہیں ہوتا۔

خامساً: ڈاکٹر کی طرف سے کوئی تعدی (زیادتی) یا بے احتیاطی یا تقصیر اور بے پرواہی نہیں پائی گئی کہ اس پر ضمان عائد کیا جائے۔

سادساً: ایسے موقع پر حکومت کی طرف سے قانوناً علاج و معالجہ کی اجازت ہوتی ہے اور حدیث میں ہے "السلطان ولی من لا ولی له"

سابعاً: جان یا عضو کو بچانا زیادہ اہمیت رکھتا ہے اجازت حاصل کرنے کے مقابلہ میں، اور قاعدہ فقہیہ ہے "الضرر یزال"۔

ثامناً: اگر کسی نمازی کے سامنے کسی اندھے شخص کا گذر ہو اور سامنے کنواں ہے اگر روکا نہ جائے تو وہ کنویں میں گر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں نمازی پر نماز کو توڑ کر اسے بچانا واجب ہے۔ یہ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہے اور ڈاکٹر کے آپریشن کو انسانی ہمدردی پر محمول کیا جائے گا۔

تاسعاً: اگر لقطہ ضائع ہونے کے کنارے پر ہو جب کہ اٹھا نہ لیا جائے تو اس صورت میں اس کا اٹھانا واجب ہے اسی طرح مذکورہ صورت میں مریض کو ہلاکت سے بچانے کے لئے اس کا آپریشن کرنا ڈاکٹر پر واجب ہے۔

اس کے برخلاف جو حضرات مذکورہ صورت میں ڈاکٹر کو تاوان کا ضامن قرار دیتے ہیں ان کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ علاج معالجہ

اسباب مظنونہ میں سے نہیں بلکہ اسباب مشکوکہ میں سے ہے اس لئے اس کے اختیار نہ کرنے کی صورت میں مریض ہلاک ہو جاتا ہے تو وہ "گنہگار نہ ہوگا لہٰذا ڈاکٹر پر بھی علاج معالجہ کرانا واجب نہیں ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ آپریشن کرانا مباح ہے اور قاعدہ ہے" المباح بطبعہ لا ضمان فیہ" لہٰذا ڈاکٹر وجوب علاج کا سبب پائے جانے کی صورت میں بھی مریض کی ہلاکت کی صورت میں ضامن ہوگا کیونکہ یہ مستحق ثواب کے لئے علاج سے دوری ہو ضروری نہیں۔

علاج کے ان قائلین کے دلائل کی کمزوری بالکل واضح ہے۔ علاج معالجہ اسباب مظنونہ میں سے ہو تب بھی بعض حالات میں آپریشن مریض کی جان بچانے کے لئے ناگزیر ہو جاتا ہے مثلاً زچگی میں جب کہ بچہ کا رخ الٹا ہو یا وہ پیٹ میں مر گیا ہو تو زچہ کی جان بچانے کے لئے آپریشن ایک قطعی سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح حادثات میں جب کہ ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوں مریض کو ہلاکت سے بچانے کے لئے آپریشن ناگزیر ہو جاتا ہے اس لئے اس کو اباحت کے درجہ میں نہیں رکھا جا سکتا۔ لہٰذا جو حضرات مذکورہ صورت میں ڈاکٹر پر ضمان کے قائل نہیں ہیں ان کے دلائل بھی قوی ہیں لیکن یہ باتیں اس مفروضہ پر مبنی ہیں کہ ڈاکٹر بعض صورتوں میں بلا اجازت آپریشن کرنے کا قانوناً مجاز ہے حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہے۔ جہاں تک پرائیویٹ اسپتالوں کا تعلق ہے کوئی ڈاکٹر اس بات کا مجاز نہیں ہے کہ وہ مریض یا اس کے اعزہ کی اجازت کے بغیر آپریشن کرے۔ رہے سرکاری اسپتال تو وہاں قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی حادثہ میں زخمی ہو کر آیا ہے اور اس کا فوری طور سے آپریشن ضروری ہے مگر مریض بے ہوش ہے اور اس کے اعزہ معلوم نہیں ہیں تو اس صورت میں ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپریشن سے پہلے اس کی اطلاع پولیس کو دے۔ گویا یہ حکومت کی طرف سے اجازت کی صورت ہے۔ اس صورت میں پولیس کیس ہو جاتا ہے اور آپریشن کی ناکامی کی صورت میں عدالت میں ڈاکٹر کے خلاف مقدمہ دائر کیا جا سکتا ہے۔ جب یہ قانونی صورت موجود ہے جو معقول بھی ہے اور خلاف شرع بھی نہیں تو پھر مفروضوں پر بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

جوابات کا تجزیہ کرنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مجوزین اور مانعین میں کوئی خاص اختلاف نہیں ہے کیوں کہ جن لوگوں نے جواز کی بات کی ہے انھوں نے بھی طبیب حاذق اور ظن غالب وغیرہ کی قید لگائی ہے۔ اور جن لوگوں نے ناجائز کہا ہے انھوں نے بھی محض اندیشہ اور امر موہوم کی وجہ سے ناجائز کہا ہے۔

اسقاط حمل کے اعذار کی صورت میں بھی اسقاط کی اجازت نفخ روح اور تخلیق اعضاء سے قبل ہی ثابت ہے نہ کہ اس کے بعد۔ البتہ عورت کی ہلاکت کے خوف کا مسئلہ دوسرا ہے۔

رہی جبر کی بات تو شوہر کی حاکم و راعی ہونے اور حکام کی رعایت عامہ والی حیثیت سے اس کی گنجائش بھی نکل آتی ہے۔

احقر کے خیال میں جب صد فی صد حاذق اطباء یہ کہیں کہ اس حاملہ کے مرض کا بچے کی طرف منتقل ہونے کا خطرہ ظن غالب اور یقین کے درجہ کو پہنچ چکا ہے۔ ایسی صورت میں اسقاط جائز ہوگا اور عورت راضی نہ ہو تو جبر بھی کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ اسقاط جان پڑنے سے قبل ہونا چاہئے۔ جان پڑنے کے بعد اسی وقت اجازت ہوگی جب خود عورت کی جان کا خطرہ یقینی بن گیا ہو۔

لیکن اس کا عام فتویٰ نہ دیا جائے۔ جس کو ضرورت پڑ جائے وہ صورت حال بتا کر علمائے کرام سے شرعی حکم معلوم کرے اور اس پر عمل کرے۔

ساتواں سوال تھا: جو بچے یا بچیاں ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں کیا انھیں مدارس اور اسکولوں میں داخلہ سے محروم کرنا درست ہوگا جب کہ یہ مرض، مریض کو چھونے یا اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منتقل نہیں ہوتا بلکہ مریض سے جنسی تعلق پیدا کرنے یا اس کا خون چڑھانے سے منتقل ہوتا ہے۔ اگر ایڈز کا مریض بچہ کسی اسکول میں داخل ہے تو عام حالت میں اس سے دوسرے بچوں میں مرض منتقل ہونے کا خطرہ نہیں ہے لیکن اس بات کا اندیشہ ضرور ہے کہ مریض بچہ کو چوٹ لگ جائے، بچوں کی آپس کی لڑائی میں اس کے جسم میں خون نکل جائے اور وہ خون دوسرے بچوں کو لگ جائے یا دوسرے بچے اس کا خون چھو لیں یا جنسی بے راہ روی میں مبتلا ہو کر یہ مرض دوسروں تک پہنچ جائے۔

ایک مقالہ نگار محمد فضل الرحمن صاحب رشادی لکھتے ہیں کہ خون کو مس کرنے سے ایڈز نہیں پھیلتا ہاں ایک کا خون دوسرے کے خون سے مل جائے تو متعدی ہوسکتا ہے۔ موصوف کی تحقیق کے مطابق ڈاکٹروں نے سوال کے اس حصہ کو نادرست قرار دیا ہے۔

سوال کے جواب میں اکثر حضرات نے لکھا ہے کہ ایسے بچوں کو محض احتمالات کے پیش نظر داخلوں سے محروم کرنا جائز نہیں۔ کیوں کہ [illegible] سامنے آجانے کے بعد ضروری نہیں کہ مرض متعدی ہو ہی جائے۔ لہٰذا یہ محض ایک وہم ہے جو شرعاً غیر معتبر ہے البتہ حفاظتی تدابیر اختیار کرتے ہوئے انھیں تعلیمی استفادہ کا موقع دیا جائے۔

ایک امر یقینی ہے، ایک امر محض احتمالی، تو امر محض احتمالی کا اعتبار کرکے امر یقینی کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔ (م۔ محمد زبیر)

اگر ایسے طلبہ زیادہ ہوں تو ان کے لئے تعلیم و تربیت کا علاحدہ انتظام کیا جائے۔ (مولانا اختر امام عادل، مولانا عبیداللہ اسعدی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا عبیدالاسلام قاسمی، مولانا محمد زبیر صاحب)

کچھ حضرات نے بغیر اس تفصیل کے کہ تعداد کم ہو یا زیادہ ان کے لئے الگ مخصوص تعلیمی انتظام بنانے کی رائے دی ہے۔ مثلاً مفتی محمد جعفر ملی، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا اشتیاق الرحمن ندوی۔

مولانا محمد ہارون قاسمی لکھتے ہیں کہ انھیں داخلہ سے محروم کیا جائے احتیاط کے تحت اور والدین کے خرچ کو برداشت کرکے ان کو منع کیا جائے۔ مولانا سعید الرحمن قاسمی کا کہنا ہے کہ داخلوں سے محروم بھی نہیں کیا جاسکتا، الگ رکھنے کا بھی حکم نہیں دیا جاسکتا کیوں کہ لوگوں کا عقیدہ خراب ہوگا اس مرض کو بذاتہ متعدی سمجھیں گے۔

احقر کے خیال میں یہ مسئلہ بھی استحقاق ہی کا ہے۔ ایک دو بچوں کو داخلہ سے محروم نہیں کیا جاسکتا، تعداد زیادہ ہو جائے تو حکومت و سماج کا فرض ہے کہ ان کی تعلیم جیسی بنیادی انسانی ضرورت کے لئے جداگانہ مخصوص انتظام کرے، جب تک حکومت و سماج اپنا فرض ادا نہیں کرتے ہیں، انھیں داخلوں سے محروم نہیں رکھ سکتے۔

چنانچہ جن حضرات نے تعداد زیادہ ہونے پر تعلیم و تربیت کا جداگانہ نظام قائم کرنے کی بات کہی ہے انھوں نے فتح الباری، الموسوعۃ الفقہیہ اور شرح مسلم للنووی کی انھیں عبارتوں کا حوالہ دیا ہے جو سوال ۳ کے جواب کے تحت گزریں۔

سوال ۸: اگر کوئی بچہ یا بچی ایڈز کے مرض میں گرفتار ہے تو اسلامی تعلیمات کی رو سے اس بچے یا بچی کے بارے میں اس کے والدین، اہل خانہ اور سماج کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

یہ سوال اور سوال ۶ دونوں ایک ہی ہیں، اسی لئے کچھ حضرات نے اس کا جواب چھوڑ دیا ہے، سوال پر گفتگو کرتے ہوئے کچھ حضرات نے ۶ والے جواب کا حوالہ دیا ہے، کچھ حضرات نے وہی باتیں دہرائی ہیں، یعنی یہ کہ ان کے ساتھ شفقت و محبت کا معاملہ کیا جائے، علاج و معالجہ اور نگہداشت کا پورا خیال رکھا جائے، نیز احتیاط کے ساتھ تعلیم و تربیت وغیرہ وغیرہ۔

علاج وغیرہ کی جو ذمہ داریاں والدین برداشت نہ کرسکیں وہ حکومت وقت اور بیت المال پر عائد ہوں گی۔ استفادہ وغیرہ سے متعلق امور بھی ملحوظ رہیں گے۔

عبدالرحمن بن عوف سے جب حدیث طاعون بیان کی تو صحابہ کرام کو اطمینان ہوا۔

مولانا اخترامام عادل صاحب نے ابوداؤد شریف کی ایک روایت نقل کی ہے روایت کے الفاظ یہ ہیں: عن یحییٰ بن عبداللہ بن بحیر قال اخبرنی من سمع فروۃ بن مسیک یقول قلت یا رسول اللہ عندنا ارض یقال لہا ابین ہی ارض ریفنا ومیرتنا وانہا وبئۃ او قال وباؤہا شدید فقال النبی ﷺ دعہا عنک فان من القرف التلف (ابوداؤد کتاب الطب) [طاعون شمارہ ۲۹۰]

مولانا علی آزاد صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ:

حکومت کی طرف سے پابندی عائد کرنے کے بعد کیا لوگوں کے لئے اس کی اطاعت ضروری ہے، اس پابندی کی خلاف ورزی کیا درست ہے۔ سوال قائم کرنے کے بعد خود ہی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: اجتہادی اجتناب کا حکم وجوبی نہیں بلکہ استحبابی ہے اور قاعدہ ہے کہ امر مستحب میں اگر حکومت کا قانون بن جائے تو اس کی اطاعت ضروری ہو جاتی ہے۔ نصوص و قواعد شرعیہ میں بھی امام وقت کی اطاعت ان قوانین کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوتا ہے جو جائز ہیں اور باطل کی بجائے اس حکم کی خلاف ورزی کرنے میں ضرر کا احتمال ہے دینی و دنیاوی دونوں کا، دنیا کا اس طرح ممکن ہے کہ واقعی مرض حاصل ہو جائے اور دین کا اس طرح کہ شیطان بد اعتقادی پیدا کر دے گا کہ اگر تم نہ جاتے تو یہ بیماری نہ لگتی۔ غرض حکم کی خلاف ورزی میں ضرر کا احتمال ہے اور جس قانون کی خلاف ورزی میں ضرر کا احتمال ہو اس کی اطاعت و پابندی مطلقاً بھی واجب ہوتی ہے یعنی حکومت کے قانون جو مباح امر میں ہو ان کی خلاف ورزی درست نہیں [امداد الفتاویٰ ۴، ۲۰۰] [۲۹۰۱]

محور دوم سوال ۱۲:

اگر کسی جگہ سے کچھ لوگ اپنی ضرورت سے باہر گئے ہوئے ہیں اور پھر صورت حال پیدا ہوگئی اور ان کے قیام کی بہت ضرورت ہے نہ ممکن ہے، پھر ان کا گھر بار وہیں ہے سب اس طاعون زدہ علاقہ میں ہیں، اہل و عیال وغیرہ کی ضرورت ہے تو گھر والوں کو بھی ان کی نگہداشت کی ضرورت ہے تو ایسے لوگ کیا کریں، اسی طرح باہر سے کسی ضرورت سے آئے ہوئے لوگ جن کا کام ختم ہو چکا ہے یا قیام نہیں ہو سکتا ہے وہ کیا کریں، اسی طرح وہ شخص جس کی مناسب نگہداشت، علاج و تیمارداری کا یہاں انتظام نہیں ہو سکتا ہے یا کسی وجہ سے اس کی دوسری جگہ ضرورت ہے ان کے لئے کیا حکم ہے۔

اس کے جواب میں تمام مقالہ نگار حضرات نے لکھا ہے کہ طاعون زدہ علاقہ سے باہر جانا اگر فرار نہ ہو بلکہ کسی ضرورت اور مصلحت کے تحت ہو تو جائز ہے، اسی طرح جو لوگ باہر ہوں اور کسی خاص ضرورت و مصلحت کی بنا پر طاعون زدہ علاقہ میں داخل ہونا چاہیں تو ان کے لئے بھی اجازت ہے۔ یہ بات درج ذیل حضرات نے لکھی ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا شبیر احمد قاسمی، مولانا اخترامام عادل، مولانا حبیب اللہ قاسمی، مولانا محمد عارف مظاہری، مولانا شمشاد احمد قاسمی، مولانا مجیب الرحمن قاسمی، مولانا محمد ہارون قاسمی، مولانا محمد شمشاد عالم ندوی، مولانا منتظم عالم قاسمی، مولانا محمد حسن الحسنی ندوی، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا محمد اختر قاسمی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا محمد فہد قاسمی، مولانا محمد طارق قاسمی، مولانا اسعد اللہ قاسمی، مولانا جمیل احمد نذیری، مولانا محمد مصطفیٰ الرحمن قاسمی، مولانا محمد زبیر قاسمی، جناب شمس پیرزادہ، مولانا ابن حسن قاسمی، مولانا محمد جعفر ملی، جناب فضیل الرحمن ہلال عثمانی، مولانا سید قدرت اللہ باقوی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، حکیم ظل الرحمن، مولانا عبداللہ مدنی۔

دلیل:

مولانا عتیق احمد قاسمی، جناب شمس پیرزادہ، مولانا فضل الرحمن رشادی، مولانا زبیر قاسمی وغیرہم کی دلیل یہ ہے کہ وبائی علاقہ میں داخل اور وہاں سے خروج کی پابندی عام حالات میں ہے ضرورت کے مواقع اس سے مستثنیٰ ہیں۔ مولانا ظفر علی نے امداد الفتاوی ۴/۲۰۰ کی یہ عبارت نقل کی ہے: "ان الضرورة مستثناة باطلاق الدلائل"۔ مولانا ولی اللہ قاسمی نے شرح نووی علی مسلم ۲/۲۲۹ کی عبارت نقل کی ہے: "اتفقوا علی جواز الخروج بشغل و غرض غیر الفرار ودلیله صریح الاحادیث"۔ مولانا جمیل احمد نذیری نے امداد الفتاوی ۴/۲۰۸ کی عبارت نقل کی ہے کہ خروج کسی عارض کی وجہ سے ہو وہ فرار من الطاعون نہیں ہے اگر وہ عارض قوی و معتبر ہے تو خروج جائز ہے۔ رد المحتار میں ہے: "واذا خرج من بلدة بها الطاعون فان علم ان كل شيء بقدر الله تعالى فلا بأس بان يخرج ويدخل وان كان عنده انه لو خرج نجا ولو دخل ابتلي به كره ذلك فلا يدخل ولا يخرج صيانة لاعتقاده وعليه حمل النهي في الحديث الشريف" [رد المحتار ۵/۲۳۳] مولانا سعید الرحمن قاسمی نے زاد المعاد ۴/۴۰ کی عبارت نقل کی ہے: "فيه الدخول في الارض التي هو بها تعرضا للبلاء"۔ مولانا مفتی ذبیح صاحب نے احکام القرآن قرطبی ۲/۲۳۳ کی عبارت نقل کی ہے: "اذا كان ان دخولها لا يجلب اليه قدرا لم يكن الله قدره له فيباح له الدخول والخروج منه على هذا الحد الذي ذكرناه"۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے احیاء علوم الدین کی عبارت نقل کی ہے: "والنهي عن الدخول لانه تعرض لضرر موهوم على رجاء دفع ضرر من بقية المسلمين" [احیاء علوم الدین ۴/۲۰۰] طاعون زدہ شہر میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا جائے گا کہ عام مسلمان جس شہر میں ہوتا ہے ان کو بچانے کی امید پر اپنے لئے ایک موہوم نقصان کے خطرہ کو گوارا کرتا ہے۔ مولانا اسرار الحق عادل صاحب نے معارف القرآن کی عبارت نقل کی ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث کے الفاظ میں فلا تخرجوا فرارا منہ وارد آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص موت سے فرار کے لئے نہیں بلکہ اپنی کسی دوسری ضرورت سے دوسری جگہ چلا جائے تو وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کا عقیدہ پختہ ہو کہ یہاں سے دوسری جگہ چلا جانا موت سے نجات نہیں دے سکتا، یہ عقیدہ پختہ رکھتے ہوئے محض آب و ہوا کی تبدیلی کے لئے یہاں سے چلا جائے تو وہ بھی ممانعت سے مستثنیٰ ہے اسی طرح کوئی آدمی کسی ضرورت سے اس جگہ میں داخل ہو جہاں وبا پھیلی ہوئی ہے اور عقیدہ اس کا پختہ ہو کہ یہاں آنے سے موت نہیں آئے گی وہ اللہ کی مشیت کے تابع ہے تو ایسی حالت میں اس کے لئے وہاں جانا بھی جائز ہوگا۔ [معارف القرآن ۱/۶۰۹] اس عبارت کی طرف مولانا مفتی ذبیح صاحب نے بھی اپنے مقالہ میں اشارہ کیا ہے۔

طبی اخلاقیات

عرض مسئلہ

۱۸۳ حبیب اللہ قاسمی

محور دوم

الحمد لأهله والصلاة على أهلها

راقم السطور کو طبی اخلاقیات کے محور دوم سوال ۵ کے عرض مسئلہ کا مکلف بنایا گیا ہے لہٰذا پہلے سوال ۵ سپرد قلم ہے اس کے بعد مقالہ نگار اصحاب قلم کی آراء و دلائل سپرد قرطاس کئے جائیں گے۔

سوال ۵: ایڈز کا ایسا مریض جو کہ اپنے مرض اور اس کی نوعیت سے بخوبی واقف ہے اگر وہ کسی دوسرے تک اپنے مرض کو منتقل کرنے کی غرض سے ایسا کام کرے مثلاً اس نے اپنی بیوی سے مجامعت کی جس کی وجہ سے ایڈز کے وائرس (جراثیم) بیوی میں منتقل ہو گئے یا کسی مریض کو خون کی ضرورت ہے ایڈز کے اس مریض نے اپنا خون اس کے لئے پیش کیا اور مریض کو وہ خون چڑھایا گیا جس کے نتیجے میں اس مریض کو بھی ایڈز کا مرض لاحق ہو گیا تو کیا ایڈز کا یہ مریض جو دانستہ دوسرے شخص تک اس قاتل مرض کی منتقلی کا سبب بنا ہے قابل سزا قرار پائے گا اور اسے سزا دی جائے گی؟ نیز اگر اس نے اپنے مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ تو نہیں کیا مگر مرض کو اور اس کے منتقل ہونے کی بات کو جاننے کے باوجود مجامعت کی اور خون دیا تو وہ گنہگار و مجرم ہوگا یا نہیں؟

اس سوال کے جواب پر مشتمل انتیس مقالات راقم السطور کو موصول ہوئے ان سارے مقالات کے مطالعہ کے بعد قدر مشترک امر متفق علیہ جو چیز ہے وہ ایڈز کے مریض کا مجرم و گنہگار ہونا ہے سارے ہی مقالہ نگار حضرات نے ایسے شخص کو گنہگار قرار دیا ہے البتہ اکثر حضرات نے عمد و غیر عمد کا فرق کیا ہے عمد کی صورت میں تقریباً سارے ہی مقالہ نگار گنہگار و مجرم قرار دیتے ہیں البتہ شمس پیرزادہ صاحب نے عمد خطاء و کرہ کو گناہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور غیر عمد یعنی ایسا شخص جس کو جہل یا اعتقاد عدم سے انتقال مرض کا علم نہ ہو اس کو عدم علم و عدم عمد کی وجہ سے معذور قرار دیا ہے۔

لیکن مولانا محمد عارف مظہری، ولی اللہ قاسمی، مجاہد الاسلام قاسمی، محمد نور قاسمی، محمد نعیم رشیدی صاحبان نے غیر عمد کو عمد پر قیاس کرتے ہوئے گنہگار و مجرم قرار دیا ہے۔

بصورت جماع یا انتقال دم مرض کے یقینی طور پر منتقل ہو جانے کی صورت میں ایسے مریض کا یہ عمل موجب ضمان ہے یا نہیں؟ اکثر مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ ایسا شخص ضامن ہوگا قابل تعزیر ہوگا۔ تقریباً اکثر مقالہ نگاروں نے ایسے شخص کو متسبب قرار دیتے ہوئے ضمان کی بات کہی ہے لیکن مفتی زید احمد ندوی نے اس کو مباشر تسلیم کیا ہے جن حضرات نے متسبب قرار دیا ہے انھوں نے تعمد اور تعدی کی شرط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضامن قرار دیا ہے اکثر حضرات کے مقالات میں بطور دلیل تین طرح کی عبارتیں مذکور ہیں۔

۱۔ [illegible] التعزير۔ (شامی)

۲۔ [illegible] (قرطبی)

۳۔ لا ضرر ولا ضرار في الإسلام۔ (الحدیث)

تحریر دوم

مولانا مفتی محمد زید (باندہ)

سوال: اگر کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈز کے مرض میں گرفتار ہوگیا ہو تو کیا اس عورت کے شوہر کو اس مرض کی بنا پر فسخ نکاح کا مطالبہ کرنے کا اختیار ہے؟ اسی طرح اگر ایڈز کے کسی مریض نے اپنا مرض چھپا کر کسی عورت سے نکاح کرلیا تو کیا عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کرسکتی ہے؟

اس سوال کے دو جز ہیں: ایک تو یہ کہ ایڈز کے مریض نے اپنا مرض چھپا کر کسی عورت سے نکاح کرلیا تو عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا یا نہیں، دوسرا جز یہ کہ نکاح کے بعد یہ مرض شوہر کو لاحق ہوجائے تو عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا یا نہیں؟

اس مسئلہ میں جملہ مقالہ نگار حضرات کی جو آراء موصول ہوئیں وہ چار قسم کی ہیں۔

پہلی رائے: ان حضرات کی ہے جنھوں نے سوال کے جزء اول و ثانی کی تفصیل کے بغیر یعنی یہ کہ مرض نکاح سے پہلے موجود تھا یا بعد میں لاحق ہوگیا بغیر کسی تحقیق و تفصیل کے مطلقاً عورت کو فسخ نکاح کا اختیار دیا ہے۔

ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں: (۱) مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی (۲) مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی (۳) مفتی محمد عبید اللہ صاحب الاسعدی (۴) سید اسرار الحق صاحب سبیلی حیدرآباد (۵) مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی (۶) مفتی جمیل احمد صاحب نذیری (۷) مولانا محمد نور صاحب قاسمی سبیل السلام حیدرآباد (۸) مولانا شمشاد احمد صاحب (۹) حبیب الرحمن صاحب قاسمی حیدرآباد (۱۰) ڈاکٹر سید قدرت اللہ صاحب (۱۱) محمد نعیم صاحب رشیدی (۱۲) شمس پیرزادہ صاحب۔

دوسری رائے: ان حضرات کی ہے جنھوں نے سوال کی دونوں شقوں میں صراحت کے ساتھ یعنی یہ کہ مرض نکاح سے پہلے موجود ہو یا بعد میں لاحق ہوگیا ہو دونوں صورتوں میں عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہے۔ ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں: (۱) مولانا اخلاق الرحمن سید صاحب ایم پی (۲) مولانا اختر امام عادل صاحب حیدرآباد (۳) مولانا محمد شبیہ صاحب ندوی (۴) مولانا زبیر احمد صاحب سیتامڑھی بہار (۵) مولانا محمد طارق صاحب حیدرآباد (۶) مولانا مجاہد الاسلام صاحب قاسمی (۷) اور مولانا شفیق احمد صاحب بستوی (نے حنفیہ مسلک کے مطابق اجازت دی ہے)

تیسری رائے: بعض حضرات نے چند شرائط کے ساتھ عورت کو فسخ نکاح کا اختیار دیا ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ (۱) مولانا فضل الرحمن صاحب رشادی (۲) مولانا نظام الدین صاحب قاسمی (۳) مولانا ولی اللہ صاحب قاسمی یہ حضرات فرماتے ہیں کہ سوال کی دونوں شقوں میں عورت کو فسخ نکاح کا حق ہے بشرطیکہ (۱) عورت خود اس مرض میں مبتلا نہ ہو۔ (۲) یا علم ہوجانے کے بعد رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو۔

(۴) حکیم ظل الرحمن صاحب فرماتے ہیں ایک سال مدت علاج کے بعد بھی مرض باقی ہے تو عورت فسخ نکاح کراسکتی ہے۔

(۵) مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی کو دو صورتیں فرماتے ہیں فسخ نکاح کا اختیار اس وقت ہوگا جب کہ زوجین عمر کے اس مرحلہ میں ہوں جس میں جنسی

حمل کا وقوع ہو سکتا ہے۔

(۱) مولانا محمد ہارون صاحب قاسمی نے مذکورہ بالا شرائط (ایڈز کے لاعلاج ہونے) قضاء قاضی کی شرط کے ساتھ عورت کو فسخ نکاح کا اختیار دیا ہے۔

(۴) چوتھی رائے: ان حضرات کی ہے جنھوں نے مسئلہ میں تفصیل کی ہے وہ یہ کہ نکاح سے پہلے شوہر میں یہ مرض موجود تھا اور مرض چھپا کر اس نے نکاح کر لیا تب تو عورت کو فسخ نکاح کا حق ہے ورنہ بعد میں مرض لاحق ہو جانے کی وجہ سے عورت فسخ نکاح کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ ان حضرات کے نام یہ ہیں۔ (۱) مولانا محمد عارف صاحب مظہری حیدرآباد (۲) مولانا نسیم اختر صاحب قاسمی حیدرآباد (۳) راقم الحروف محمد زید مظاہری ندوی

جملہ آراء کا تجزیہ اور متفق علیہ آراء

(۱) تمام مقالہ نگار حضرات اس پر متفق ہیں کہ اگر ایڈز کے مریض نے اپنا مرض چھپا کر کسی عورت سے نکاح کر لیا تو عورت کے علم میں آجانے کے بعد اس کو فسخ نکاح (گو شیخین کے مسلک کے مطابق نہیں ہے لیکن امام محمد کے مسلک کے مطابق ہے۔ تمام مقالہ نگار حضرات نے امام محمد کے قول کو اختیار فرما کر فسخ نکاح کا حق دیا ہے، البتہ مولانا عارف صاحب مظہری کی تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں بھی عورت کو اختیار نہ ہونا چاہئے۔ ان کے نزدیک شیخین کا قول راجح ہے۔ اور مولانا جعفر صاحب فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بھی اختیار اس وقت ہوگا جب کہ زوجین عمر کے اس مرحلہ میں ہوں جس میں جنسی عمل کا وقوع ہو سکتا ہے ورنہ نہیں علت انتقال مرض پائے جانے کی وجہ سے۔

(۲) تمام مقالہ نگار حضرات اس پر بھی متفق ہیں کہ علم میں آجانے کے بعد بھی اگر عورت نے شوہر کو اختیار کر لیا تو اب عورت کا یہ اختیار باطل ہو جائے گا۔

(۳) جملہ مقالہ نگار کی آراء سے مجموعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی رائے (جس کے تحت تین حضرات کے نام ہیں) ان کے علاوہ بقیہ تمام مقالہ نگار حضرات اس پر متفق ہیں کہ نکاح کے بعد بھی ایڈز کا مرض لاحق ہو جانے کی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔ ان حضرات نے شرائط کا ذکر کیا ہے واضح ہونے کی وجہ سے دوسرے حضرات نے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی۔

نیز جملہ مقالہ نگار حضرات نے فقہ حنفی کے دائرہ میں رہ کر امام محمد کے قول کو اختیار کرتے ہوئے فسخ نکاح کا اختیار دیا ہے علاوہ مولانا عتیق احمد صاحب کے کہ انھوں نے مالکی مذہب کی بناء پر عورت کو فسخ نکاح کا حق دیا ہے۔

جملہ مقالہ نگار حضرات نے اپنے مدعی کے اثبات کے جو دلائل ذکر فرمائے ہیں ان میں اہم دلائل یہ ہیں۔

(۱) حدیث سعید بن المسیب (۲) علامہ کاسانی، علامہ ابن نجیم اور عالمگیری کی عبارت نیز فتح القدیر کی عبارت۔

دلائل پر گفتگو سے قبل یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ زیر بحث مسئلہ اب صرف یہ ہے کہ تکمیل نکاح کے بعد شوہر کو مرض ایڈز لاحق ہو جانے کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا یا نہیں اور امام محمد کے مسلک کے مطابق اس صورت میں فسخ نکاح کی اجازت ہے یا نہیں۔
اس کے بعد اہم دلائل میں سے بعض دلائل کا جائزہ لینا چاہئے۔

دلائل کا مختصر جائزہ

جملہ مقالہ نگار حضرات نے جتنے بھی دلائل تحریر فرمائے ہیں ان میں کسی بھی حدیث یا فقہی عبارت میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ نکاح کے بعد بھی امراض لاحق ہو جانے کی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔

(۱) اس سلسلہ میں حضرت سعید بن المسیب کی روایت جس کو امام محمد نے موطا میں نقل فرمایا ہے ذکر کی جاتی ہے وہ یہ ہے۔

عن سعید بن المسیب انه قال ایما رجل تزوج امرأة وبه جنون او ضر فانها تخیر ان شاءت قرت وان شاءت فارقت۔

(موطا امام محمد ص ۲۴۲)

امام محمد نے اس مسئلہ میں جس ترجیح کے قول کو اختیار فرمایا ہے اور مرض کی تحدید کے بغیر ہر قسم کے ناقابل برداشت امراض کی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا اختیار دیا ہے اس کا ماخذ یہی حدیث بالا ہے۔ چنانچہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام محمد فرماتے ہیں۔

قال محمد اذا کان امرا لا یحتمل خیرت فان شاءت قرت وان شاءت فارقت (ص ۲۴۲)

حدیث بالا کے الفاظ میں غور کیجئے جو امام محمد کا مستدل ہے کہ اس میں جنون یا کسی قسم کا مرض نکاح کے وقت موجود ہونے کی تصریح ہے یا نکاح کے بعد پیدا ہونے کی؟ بالکل واضح الفاظ ہیں "تزوج امرأة وبه جنون او ضر" یعنی نکاح کے وقت مرد میں یہ مرض موجود تھا۔ اسی وجہ سے امام محمد نے موطا میں جو عنوان مقرر کیا ہے وہ بھی اسی کے موافق ہے "باب الرجل ینکح المرأة ولا یصل الیها لعلة بالمرأة او بالرجل" اور اس سے زیادہ واضح عبارت امام محمد نے کتاب الآثار میں نقل فرمائی ہے۔

"باب الرجل یتزوج وبه العیب والمرأة" آگے فرماتے ہیں" واذا تزوجها وجدته مجنونا موسوسا یخاف علیه قتله او وجدته مجذوما متقطعا" (کتاب الآثار ص ۹۰ کراچی)

یعنی اس بات کا بیان کہ مرد نکاح کرے حالانکہ اس میں عیب موجود ہو۔ اسی طرح (عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا) جب کہ عورت نے شوہر کو مجنون یا جذام کے مرض میں مبتلا پایا۔

ان سب تصریحات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کا حق اسی وقت ہے جب کہ نکاح کے وقت بھی مرد میں وہ عیب موجود ہو۔ باقی بعد میں مرض لاحق ہوجانے کی صورت میں اختیار نہ ہوگا۔

الحیلة الناجزة میں ہے۔ جو جنون عقد نکاح کے بعد پیدا ہوگیا ہو اس کے متعلق امام محمد سے کوئی تصریح نہیں ملی۔ (ص ۷۰)

اس کے بعد فقہاء کرام نے امام محمد کے اسی مسلک کو نقل فرمایا ہے۔ علامہ کاسانی، زیلعی، طحاوی، قہستانی، عالمگیری کی عبارتیں موجود ہیں لیکن کسی ایک عبارت سے اس پر دلالت نہیں ہوتی کہ نکاح کے بعد مرض لاحق ہوجانے کی صورت میں بھی عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔

(۲) بعض حضرات نے علامہ کاسانی کی یہ عبارت دلیل میں نقل فرمائی ہے۔

قال محمد خلوه عن کل عیب لا یمکنها المقام معه الا بضرر کالجنون والجذام والبرص شرط لزوم النکاح حتی یفسخ به النکاح ووجه قول محمد ان الخیار فی العیوب الخمسة انما ثبت لدفع الضرر عن المرأة وهذه العیوب فی الحاق الضرر فوق ذلک (بدائع ۲/۳۲۷)

لیکن علامہ کاسانی کی اس عبارت سے اس پر استدلال کرنا کہ نکاح کے بعد بھی شوہر کے کسی مہلک مرض میں گرفتار ہوجانے کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا محل غور ہے۔ کیونکہ امام محمد نے اس قسم کے عیوب و امراض سے خالی ہونے کی شرط نکاح لازم ہونے کے لئے لگائی ہے۔ لیکن نکاح لازم ہوجانے کے بعد بقاء نکاح یعنی دوام نکاح کے لئے بھی شوہر کا ان امراض سے خالی ہونا ضروری اور شرط ہے یا نہیں عبارت میں اس سے تعرض ہی نہیں۔ بلکہ لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بقاء نکاح کے لئے شوہر کا امراض سے خالی ہونا ضروری نہیں۔

اور بالفرض اگر علامہ کاسانی کی مذکورہ عبارت کا یہی مطلب ہے کہ نکاح کے بعد جو امراض مرد کو لاحق ہوں ان کی بناء پر بھی عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا تو اس سے لازم آتا ہے شوہر ہمبستری کے بعد بھی اگر مجبوب یا عنین ہوجائے تب بھی عورت کو فسخ نکاح کا حق ہونا چاہئے کیونکہ عبارت بالا میں عیوب خمسہ اور دیگر امراض سے خالی ہونا شرط قرار دیا ہے اور عیوب خمسہ میں جب عنت بھی ہے تو کیا کوئی اس کا بھی قائل ہے

مجنون الا اخرجوان ببراءة يطلق عنه وليه فكتب الى انها امرأة ابتلاها الله بالبلاء فلتصبر ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۵/ ۲۳)

[۴] وذکر عن عطاء فیمن تزوج فلما دخل بها اصابه برص او جذام قال عطاء لا تنزع منه قال وهو قول ابی الزناد وابن ابی لیلی وداؤد والثوری وابی حنیفة وابی یوسف ۔ (الجوہر النقی علی سنن بیہقی ص ۲۴)

ان روایات میں تصریح ہے کہ برص، جذام، جنون کی بناء پر بھی نکاح فسخ نہیں کیا گیا اور عورت کو صبر کرنے کی تلقین کی گئی۔

(۵) امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں اور امام محمد نے مؤطا میں روایت نقل کی ہے: "عن سعيد بن المسيب انه قال ايما رجل تزوج امرأة وبه جنون او ضرر فانها تخير فان شاءت قرت وان شاءت فارقت" (سنن بیہقی ۵/ ۲۴۵)

اس روایت میں تصریح ہے کہ نکاح کے وقت اگر شوہر کو جنون یا مرض لاحق ہو تو عورت کو فسخ نکاح کا بھی اختیار ہے۔ اس طرح بعد نکاح دخول سے پہلے مرض لاحق ہو جائے تب بھی عورت کو اختیار ہے۔ مصنف عبد الرزاق میں اس سلسلہ کی کئی روایات موجود ہیں۔

(روایت ص [illegible])

المحلی میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے کہ نکاح کے بعد برص، جذام، جنون وغیرہ پیدا ہو جانے کی صورت میں فسخ نکاح نہیں ہو سکتا۔ ولا يفسخ النكاح بعد صحته بجذام حادث ولا برص كذلك ولا بجنون كذلك۔ (المحلی ۱۰/ ۱۰۹)

احناف کا بھی اصل مسلک یہی ہے اور امام محمد سے جو کچھ توسع منقول ہے وہ صرف اس صورت میں ہے جب کہ نکاح سے پہلے مرد میں وہ عیب موجود ہو۔

فقہاء احناف کا مستدل مندرجہ بالا روایات ہیں۔ احقر نے بھی اسی رائے کو عرض کیا ہے۔

مالکیہ کے مسلک پر فتویٰ

البتہ دوسرے مذاہب فقہاء مالکیہ وغیرہ کے یہاں اس کی گنجائش ہے کہ نکاح کے بعد بھی جو جنون پیدا ہو جائے اس میں بھی عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔

مدونہ میں ہے: قال فی مالک فی المجنون اذا اصابه الجنون بعد تزويجه المرأة انها تعزل ويضرب له اجل فی علاجه سنة فان برئ والا فرق بينهما

(مدونہ ۲/ ۲۶۹)

شدید ضرورت کی بناء پر اکابر علماء ہند نے اس صورت میں مالکیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے یعنی نکاح کے بعد شوہر کو جنون لاحق ہو جائے تو عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔ (الحیلۃ الناجزۃ ص [illegible])

لیکن مجنون کی طرح دیگر عیوب و امراض مثلاً ایڈز، کینسر وغیرہ جو بعد میں شوہر کو لاحق ہو جائیں ان میں بھی شوہر کو ایک سال کے علاج کی مہلت دی جائے گی اور صحت نہ ہونے کی صورت میں فسخ نکاح کا اختیار ہوگا یا یہ حکم صرف مجنون کے ساتھ خاص ہے؟ اس سلسلہ میں مدونہ وغیرہ کی تصریحات زیادہ واضح نہیں۔ المغنی اور الشرح الکبیر میں تصریح ہے کہ بعد نکاح جو عیب پیدا ہو جائیں تو دو قول ہیں۔

ان حدث العيب باحدهما بعد العقد ففيه وجهان احدهما يثبت الخيار والثاني لا يثبت وهو قول ابي بكر وابن حامد و

مذهب مالك وقال أصحاب الشافعي إن حدث بالزوج يثبت الخيار (المغني ١٠/ ١٥٣)

پہلے قول کی بنیاد پر اور شوافع کے مسلک کے مطابق بعد عقد پیدا ہونے والے امراض کی بناء پر اگر اختیار مان بھی لیا جائے جب بھی یہ بات غور کرنے کی ہے کہ ہر مذہب والوں کے نزدیک محدود اور متعین امراض و عیوب ہیں جن کی بناء پر عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوتا ہے اور ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ ان امراض و عیوب کے علاوہ دوسرے عیوب کی بناء پر فسخ نکاح کا حق نہیں اور نہ ہی ان امراض پر دوسرے عیوب کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔

الفصل الثالث انه لا يثبت الخيار لغير ما ذكرناه، ولا يصح قياسها على هذه العيوب لما بينهما من الفرق (المغني ١٠/ ١٥٢)

اس لئے اگر دوسرے مذاہب کی بنیاد پر ایڈز کی وجہ سے اس کی بیوی کو فسخ نکاح کا حق دیا جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس مذہب کے کبار علماء و ارباب افتاء سے رجوع کیا جائے کہ ان کے مذہب کے مطابق ایڈز کے مریض کی بیوی کو فسخ نکاح کا حق ہوگا یا نہیں۔

اس کے بعد غور کرنا چاہئے کہ اس مسئلہ میں بھی مجنون کی طرح دوسرے مذہب کو اختیار کرنا مناسب ہے یا نہیں۔ اس میں مصالح زیادہ ہیں یا مفاسد۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس فتنے اور پھیلتے ہوئے ایڈز کے مریض کی بیویاں اسے بہانہ بنا کر معمولی بات پر بحث ایڈز کا دعوی کرکے ڈاکٹری رپورٹ لکھوا کر فسخ نکاح کا دعوی شروع کرنے لگیں اور اس طرح ایک نئے فتنہ کا دروازہ کھل جائے۔ اہل علم ارباب افتاء کو تمام پہلوؤں پر غور کرکے کوئی فیصلہ کرنا چاہئے۔

آخری رائے یہی ہے کہ وہ خواتین جن کے شوہر ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو جائیں ان کو نہایت وفاداری کا ثبوت دینا چاہئے اور ایسی حالت میں حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کا نمونہ پیش کرنا چاہئے کہ ان کے شوہر کی حالت اس درجہ کی ہوگئی تھی کہ بدن سڑ گیا گوشت گل گیا، کیڑے پڑ گئے، بدبو کی وجہ سے لوگوں نے بستی سے باہر کردیا۔ جذام و برص ایڈز سے بدتر حالت تھی لیکن ایسی حالت میں ایوب علیہ السلام کی اہلیہ نے صبر و استقامت کا ثبوت دیا۔ اخیر تک تیمارداری، خدمت گزاری میں کسر نہ اٹھا رکھی۔ مزدوری کرتیں اور خدمت کرتیں یہی طریقہ آج بھی اپنانا چاہئے۔ (ابن کثیر ۳/ ۱۸۸، درمنثور ۵/ ۳۱۵، قرطبی ۱۱/ ۳۲۳، معارف القرآن سورۂ انبیاء ۶/ ۲۱۶)

بہت مشکل ہے اور یہ دونوں اپنا عیب یا مرض چھپا کر ازدواجی رشتہ طے کر رہے ہیں تو کیا ڈاکٹر کے لئے رشتہ نکاح کے علم کے بعد ان دونوں متعلقین میں ان کے عیب کو دوسرے فریق تک پہنچانا جائز ہے یا واجب؟ اسی طرح دوسرا فریق اس مریض یا مریضہ کے بارے میں معلومات کے لئے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرتا ہے تو ڈاکٹر کا رویہ کیا ہونا چاہئے۔

مولانا زبیر احمد صاحب، مولانا اختر امام عادل، مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب، مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی صاحب، مفتی عزیز الرحمن بجنوری صاحب کی رائے یہ ہے کہ ڈاکٹر کے لئے استفسار کی صورت میں حقیقت حال کو بلاکم وکاست بیان کر دینا چاہئے لیکن استفسار کے بغیر از خود ڈاکٹر کو ایک دوسرے کا عیب بتانا مولانا زبیر احمد صاحب کے نزدیک عمل مذموم قرار پائے گا کیونکہ اظہار عیب اور راز داری دونوں ہی عمل کسی نہ کسی فریق کے لئے ضرر خاص کو مستلزم ہے جب کہ دیگر علماء نے اس صورت میں بھی افشاء راز کی اجازت دی ہے ان کی دلیل الدین النصیحۃ کی حدیث ہے۔

سوال ۳ کا تعلق ایسے شخص کے متعلق ہے جس کے پاس ڈرائیوری لائسنس ہے اور یہ شخص گاڑی چلانے کی ملازمت کرتا ہے مگر اس کی بینائی بری طرح متاثر ہے ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گاڑی چلانا اس کے اور دوسروں کے لئے مہلک ہو سکتا ہے کیا ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں اطلاع دے اور ڈرائیوری لائسنس ضبط کرنے کی سفارش کرے گا اگر اطلاع کر دیتا ہے تو وہ اور اس کے گھر والے ملازمت ختم ہونے کی وجہ سے معاشی دشواریوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں اور اگر مطلع نہیں کرتا تو حادثہ کا امکان ہے اور بہت سے لوگوں کی جان جانے کا خطرہ ہے اس بارے میں اکثر مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ ڈاکٹر خاموشی اختیار کرنے کے بجائے متعلقہ محکمہ کو اطلاع دے اس کی دلیل بعض مقالہ نگاروں نے الدین النصیحۃ کی حدیث اور قاعدہ فقہیہ یتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام کو پیش کیا ہے۔

یہی جواب سوال ۵ کے سلسلہ میں دیا گیا ہے جس میں ہوائی جہاز کا پائلٹ یا ٹرین اور بس وغیرہ کا ڈرائیور شراب یا دوسری نشہ آور چیزوں کا بری طرح عادی ہے اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس مریض کے بارے میں خبر کرے کہ یہ کثرت سے شراب اور نشہ آور چیزوں کا استعمال کرتا ہے تقریباً تمام مقالہ نگاروں نے یہی رائے ظاہر کی ہے۔

اس محور کے ۷ کا تعلق ناجائز حمل سے پیدا ہونے والے بچے سے ہے اگر کوئی عورت ایسے نومولود کو کسی جگہ زندہ چھوڑ کر چلی آئے تاکہ

ہے کہ اس طرح کے امراض کے بارے میں ڈاکٹر کو اختیار ہے کہ اطلاع دے یا نہ دے۔ مولانا اختر امام عادل نے حدیث رسول "فانظر الیہا فان فی اعین الانصار شیئا" کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس طرح کے عیوب شادی بیاہ کے وقت بتائے جا سکتے ہیں۔

لیکن مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی صاحب کی رائے یہ ہے کہ ڈاکٹر استفسار پر بھی افشاء نہ کرے۔ مولانا شاہد قاسمی کے نزدیک افشاء راز بہتر نہیں ہے۔

سوال کی دوسری جہت یہ ہے کہ ڈاکٹر سے استفسار تو نہیں کیا گیا لیکن ڈاکٹر کو معلوم ہے کہ اس ایک آنکھ کی بصارت زائل ہونے والے نوجوان کا رشتہ فلاں لڑکی سے طے ہو رہا ہے اور ان لوگوں کو اس کی آنکھ کے بارے میں علم نہیں ہے کہ یہ عیب ہے حالانکہ علم ہونے پر وہ رشتہ نہیں دیں گے تو کیا ڈاکٹر کے لئے ان لوگوں تک اس نوجوان کے عیب کو ظاہر کر دینا جائز ہے یا واجب ہے یا جائز نہیں؟

مولانا ولی اللہ صاحب، مولانا شفیق احمد بستوی، مولانا اخلاق الرحمن کی رائے میں از خود اطلاع دینا ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے۔ مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب، مولانا خالد سیف اللہ صاحب، مولانا محمود زید صاحب، مولانا جعفر علی کی رائے میں اطلاع دینا جائز ہے۔

• جب کہ مولانا جمیل احمد نذیری، مولانا نذیر احمد صاحب، جناب شمس پیرزادہ صاحب اور مولانا اختر امام عادل کی رائے یہ ہے کہ از خود اطلاع نہیں دینا چاہئے۔

• مولانا عتیق صاحب کی دلیل یہ ہے کہ چوں کہ شادی کرنے والا شخص اپنے عیب چھپا کر خاتون کو دھوکہ دینا چاہتا ہے کہ جس شخص کو جیسے ڈاکٹر جسے اس عیب کی اطلاع ہے کہ اس کی شرعی ذمہ داری ہے کہ متعلقہ فرد کو اس عیب سے مطلع کردے۔ لیکن مولانا نذیر احمد صاحب کا کہنا ہے کہ بظاہر ڈاکٹر کی رازداری دستے سے عورت کا ضرر خاص ہوگا تو اظہار عیب سے مرد کا ضرر خاص ہوگا یہ دونوں برابر ہیں اس لئے ڈاکٹر اپنا فریضہ خاموش ہی کو سمجھے۔ اور مولانا اختر امام عادل صاحب کہتے ہیں کہ عیب سے خبردار کرنا واجب نہیں بلکہ محض جائز ہے اور یہ کوئی ایسا عیب نہیں ہے جس سے عورت اور اس کے گھر والوں کو مضرت پہنچے اس لئے یہاں مطلب و مقصد ڈاکٹر کو اظہار راز کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال ۲: محور سوم کا دوسرا سوال ایسے عیب سے ہے جس کی وجہ سے بچوں کے ناقص الاعضاء پیدا ہونے کا ظن غالب ہے ایسی صورت میں ایک مرد اور عورت جن کے درمیان رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہے کسی ڈاکٹر کے پاس طبی جانچ کے لئے آتے ہیں طبی جانچ کے نتیجے میں ڈاکٹر کو کسی ایک کا کوئی ایسا مرض معلوم ہوجاتا ہے جس کے نتیجہ میں اس بات کا پورا اندیشہ ہے کہ ناقص الاعضاء بچے پیدا ہوں کہ یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ مرد یا عورت کے مادہ میں جراثیم تولید نہیں ہے کہ ایسی صورت میں کیا ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے فریق کے عیب یا مرض سے دوسرے کو باخبر کرے یا اس راز کو ظاہر نہ کرے۔

مولانا نذیر احمد صاحب، مولانا اختر امام عادل صاحب، مولانا زبیر صاحب، مولانا ابوبکر صاحب، مولانا بہاء الدین ندوی صاحب، مولانا نذر توحید صاحب، مولانا محمد جعفر ملی صاحب کی رائے یہ ہے کہ ڈاکٹر پر واجب ہے کہ حقیقت کو ظاہر کردے ان کی دلیل یہ ہے کہ فریقین کا ڈاکٹر کے پاس آنا دراصل رشتہ نکاح کے متعلق مشورہ لینا ہے اس لئے المستشار مؤتمن کی حدیث کے مطابق کتمان حقیقت جائز نہیں ہے یہ خیانت ہوگی اور کسی ایک

علاج میں پائے جانے۔ اس نے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا اور اس کو اطلاع دی ایسی صورت میں ڈاکٹر کی کیا ذمہ داری ہوگی کہ ایسی صورت کے راز کی حفاظت کرے اور حکومت کے متعلقہ محکمہ کو بچے کے بارے میں اطلاع کردے۔

مقالہ نگاروں نے اس صورت میں عام حالات میں عورت کے راز کی حفاظت کرنے اور مناسب طریقہ پر حکومت کے متعلقہ محکمہ کو اطلاع دینے کی رائے ظاہر کی ہے اس لئے کہ معصوم جان کی حفاظت بھی ضروری ہے اور اس عیب کا اظہار کرنا بھی شریعت میں مطلوب نہیں ہے۔

سوال ۵: کا تعلق نشہ کے عادی شخص کا علاج اس نشہ سے باز رکھنے کے لئے کسی ماہر نفسیات ڈاکٹر سے علاج کرنے سے متعلق ہے جس میں ڈاکٹر اپنے مریض کو شراب یا دیگر منشیات کے استعمال کرا کر آہستہ آہستہ اس نشہ سے باز رکھتا ہے سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان ڈاکٹر اپنے مریض پر یہ طریقہ علاج استعمال کرسکتا ہے۔

مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب، شمس پیرزادہ کی رائے یہ ہے کہ کوئی دوسرا علاج تجویز کرے۔ اس لئے کہ حرام اشیاء استعمال کی جو شرطیں ہیں اس میں مفقود ہیں جب کہ مفتی عبید اللہ اسعدی، مولانا ابوبکر، مفتی ریاست علی، مولانا اختر امام عادل صاحب، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی فضیل الرحمان ہلال عثمانی، مولانا عتیق احمد قاسمی کی رائے یہ ہے کہ ڈاکٹر یہ طریقہ علاج اختیار کرسکتا ہے مولانا نذیر احمد صاحب نے بھی جواز کی رائے دی ہے۔

مختصر جوابات

طبی امور و مسائل

حضرت مولانا محمد نظام الدین صاحب مدظلہ
(صدر مفتی دارالعلوم دیوبند)

اس کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امراض میں طبی معلومات لینا اور اس کا علاج کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور اس کے کیا مسائل ہیں۔ تو عرض ہے کہ اس سلسلہ میں کئی نصوص وارد ہیں مثلاً

(۱) لکل داء دواء الا الموت او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام۔ یعنی موت کے علاوہ ہر بیماری کی دوا ہے اس میں اشارہ ہے کہ ہر بیماری کی دوا، حدود شرع میں رہتے ہوئے ہو سکتی ہے۔

(۲) لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس علاج میں خالق کی معصیت کا ارتکاب لازم آئے وہ علاج جائز نہیں۔

(۳) لن تموت نفس حتی تستکمل رزقہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی انسان جب تک اپنا رزق پورا نہ کرے گا اس پر موت نہیں آئے گی۔

(۴) لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی انسان کو اپنی استطاعت و قوت سے زیادہ علاج کرنے کا حکم نہیں ہے۔

(۵) اذا جاء اجلہم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون۔ اس نص سے معلوم ہوا کہ موت کا وقت اس طرح مقرر و متعین ہے کہ جب یہ وقت موعود پہنچ جائے گا تو ایک لمحہ بھی موخر نہیں ہوگا اور دن رات اس واقعہ کا تحقیق مشاہدہ و تحقق ہے دن رات دیکھا جاتا ہے کہ یہ معاملہ اسی طرح غریب کے ساتھ بھی پیش آتا ہے اور اسی طرح بڑے سے بڑے مال دار کے ساتھ بھی پیش آتا ہے حتی کہ گو کتنا ہی زبردست طاقت و مال والا ہو بلکہ بادشاہ وقت بھی ہو، جب بھی اس سے چھٹکارا نہیں پاتا، ہزار تدبیر کرو مگر وقت موعود سے کوئی بھی نہیں بچتا اور نہ اپنے کو بچا سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ بالکل حق و سچ اور بدیہی ہے لہذا یہ معاملہ بالکل عقلی اور واقعی بھی ہوگیا۔ اگر کوئی شخص آخرت کا قائل نہ بھی ہو جب بھی اس سے مفر نہیں۔ لہذا اس مشاہدہ کا عقلی و واقعی تقاضا ہے کہ حرام روزی کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ اور اگر وہ مسلمان ہو جب تو اس پر اور بھی عقلاً طبعاً و شرعاً لازم و ضروری ہے کہ حرام روزی کی طلب نہ کرے اور آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ واضح ہوگیا کہ اس سے متعلق جو احکام شرع میں وہ سب اسی طبی امور کے شرعی مسائل بھی شمار ہوں گے اور وہ مسائل اس قدر طویل و عریض ہیں کہ ان کا احاطہ کسی بڑی سے بڑی کتاب بھی نہیں کر سکتی۔ اس لئے بجائے تفصیل کرنے کے اس کے لئے یہ اصل درج کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ جن مسائل کا علم نہ ہو ان کو کسی ایک مستند عالم سے یا کسی مستند مفتی سے معلوم کر کے عمل کریں اور اپنی عاقبت برباد نہ کریں۔ واللہ تعالی اعلم

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی
(استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

(۱) ڈاکٹر کا مجاز ہونے نہ ہونے پر مدار نہ ہونا چاہئے بلکہ واقعۃً صلاحیت و اہلیت پر ہونا چاہئے جس فن کو کوئی شخص حاصل کرنے کی سند نہ رکھتا ہو مگر اس نے اہلیت و صلاحیت پیدا کرلی ہو تو فتوی دے سکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ معالج نے جان بوجھ کر ضرر پہنچانے کی کوشش نہ کی ہو۔ اس لئے اس کو دیانت دار ہونے کی صورت میں تو قول معتبر ہوگا ورنہ نہیں۔

(۱) ہوگا۔

(۲) نہیں، بشرطیکہ اس نے کسی قسم کی کوتاہی نہ کی ہو۔

(۳) اگر کوئی کوتاہی ڈاکٹر کی طرف سے سرزد نہیں ہوئی تو وہ ضامن نہ ہوگا۔

محور دوم

(۱) ضروری نہیں ہے۔

(۲) جب افشاء کرنا ضروری مریض کے لئے نہیں تو ڈاکٹر کے لئے بھی نہیں ہوگا۔

(۳) مطلب یہ کہ وہ فرار اختیار نہ کریں اور علاج و معالجہ و تیمارداری میں کوتاہی نہ کریں۔

(۴) نہیں، کیوں کہ تعدیہ بلکہ علاج و معالجہ اسباب غیر یقینیہ میں سے ہے (جیسا کہ مسائل میں ہے بحوالہ عالمگیری)

(۵) امام محمد وغیرہ کے قول کے مطابق جذامی پر قیاس کرتے ہوئے کر سکتی ہے۔

(۱) قبل تعیین تعلقات استوار کیا جاسکتا ہے اس کے بعد نہیں۔ (موجودہ مسائل میں ہے بحوالہ کتب فقہ کثیرہ)

(۱) ایسے بچے کو اختلاط کی وجہ سے ضروری تعلیم سے محروم کرنا درست نہیں۔ کیوں کہ حصول علم ضروری واجب ہے اور تعدیہ یا سبب غیر یقینی بلکہ وہمی ہے بلکہ شرعاً گویا غیر معتبر ہے۔

(۱) جو دوسرے متعدی امراض کے سلسلہ میں ہیں۔

(۹) ٹی بی (سل) جیسے مزمن امراض میں مبتلا کے جو احکام ہیں وہ ان کے بھی ہوں گے۔

(۱) وہاں سے نکلنا درست نہیں، وہاں جانے پر پابندی بھی مقتضائے شریعت ہے۔

(۱) باہر جانے کی ممانعت کی حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ یہ لوگ گھر واپس آجائیں، نکل کر دوسری جگہ جاسکتا ہے۔

محور سوم

(۱) ایسے عیب سے باخبر کرنا بھی مقتضائے سنت ہے، جس سے دوسرے عیوب کی اطلاع دینا، مشورہ دینا معلومہ عمل صحیح ہے۔

(۱) ایسے عیوب کو چھپانا اطلاعاً ممنوع نہ ہوگا۔

(۲) (۱) کا جواب ہی اس میں بھی درست ہے۔

(۳) اس میں ضرر عام کا خطرہ ہے اس لئے ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو مطلع کرکے اسے موٹر چلانے سے رکوائے۔

(۵) پہلی صورت سے زیادہ اس میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ مطلع کرے۔

(۶) ایسی صورت اختیار کرے کہ عورت کی پردہ داری بھی نہ ہو اور بچہ کی جان بچ جائے، جان بچانا ہر حال مقدم و ضروری ہے۔

(۷) مسئلہ کو دیکھتے ہوئے اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

(۸) مفاد عام کا پہلو ملحوظ رکھنا چاہئے۔

(۹) شہادت دے، کیوں کہ یہ حقیقی واقعہ ہے، بے قصور مظلوم کو سزا سے بچائے گا۔

(۱۰) اس لئے کہ تصرف اسباب حقیقیہ میں نہیں ہے، اس لئے ڈاکٹر ذمہ داری سے تو مطالبہ نہیں۔

☆☆☆☆☆☆

مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی
(جامعہ دار السلام، مالیر کوٹلہ، پنجاب)

محور اول

(۱) طب ایک مستقل فن ہے جس کے کچھ اصول ہیں، باقاعدہ فن اور اصول کی تعلیم کے بغیر ذاتی مطالعے اور تجربے کی بنیاد پر علاج کرنا درست نہیں ہے، اور مریض کو اگر اس کے علاج سے غیر معمولی ضرر پہنچے تو اس کے نقصان کی تلافی معالج کے ذمہ ہوگی۔ تعزیر یا تاوان کیا ہو گا یہ عدالت معاملے کی نوعیت دیکھ کر فیصلہ کرے گی۔

(۲) اگر قانوناً مجاز ڈاکٹر نے بے احتیاطی برتی اور اس کی بے احتیاطی کی وجہ سے مریض فوت ہوگیا یا اس کو نقصان پہنچا تو معالج اس کے لئے ذمہ دار ہوگا۔

(۳) طبی اخلاقیات میں یہ اصول اور قانون ہے کہ مریض یا ورثہ سے اجازت لی جاتی ہے اور اس کے بغیر عموماً آپریشن نہیں کیا جاتا۔ ڈاکٹر اگر بغیر اجازت ایسا کرتا ہے تو وہ قانون کے خلاف کرتا ہے۔

(۴) اگر ڈاکٹر اس صورت میں کہ مریض اجازت دینے کے قابل نہیں ہے اور ورثہ سے بھی رابطہ کی صورت نہیں ہے اور وہ مریض کی جان بچانے کے لئے آپریشن کرتا ہے تو آپریشن کی ناکامی کی صورت میں ڈاکٹر ذمہ دار قرار نہیں دیا جائے گا، اس لئے کہ اس نے بہر حال مریض کی جان بچانے کے لئے ایسا کیا ہے، جان نہیں بچی وہ الگ بات ہے۔

محور دوم

(۱) ایڈز کے مریض کے لئے اپنے مرض کو چھپانا درست نہیں ہے، جھوٹ بن جانے کی بات تو معالج کہ اس کی تربیت دیتا ہے کہ ایڈز کے مریض سے اختلاط نقصان دہ نہیں ہے۔

(۲) ڈاکٹر کو ظاہر کردینا چاہئے۔

(۳) متعدی امراض کے سلسلے میں اہل خانہ اور معالج کی ذمہ داری ہے کہ وہ بلا خوف انسانی ہمدردی اور اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے مریض کی تیمارداری کریں۔

(۴) ایڈز کا مریض اس صورت میں معذور ہے، جاننے کے باوجود ایسا کرتا ہے تب بھی گنہگار ہے، اس لئے کہ وہ باعث ضرر رہا ہے۔

(۵) یعنی اختیار ہے۔ اور اگر چھپا کر نکاح کیا تو معلوم ہونے پر مطالبہ فسخ کرنا درست ہے۔

(۶) اس صورت میں اسقاط حمل درست ہے۔

(۷) دواؤں سے محروم کرنا تو درست نہ ہوگا مگر احتیاطی تدابیر اختیار کی جائے گی۔

(۸) اس بیماری کی وجہ سے اس سے نفرت نہ کریں بلکہ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ملاقات کریں۔

(۹) ہرگز نہیں۔

(۱۰) شرعاً ایسی پابندی میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱۱) اس صورت میں ان کا واپس آنا درست ہوگا۔

دوسری صورت میں ایسے لوگوں کو واپس بھیجنا درست ہوگا۔ ان دونوں صورتوں میں پابندی لازم ہونی چاہئے۔

محور سوم

(۱) اس صورت میں اظہار نہ کرے کیوں کہ ایک آنکھ کی بصارت نہ ہونے کی صورت میں عورت کا کوئی ضرر نہیں ہے۔

(۲) دوسری صورت میں اظہار کرنا مناسب ہے کیوں کہ اولاد کا نہ ہونا عورت کے حق میں نہیں ہے۔

(۳) اس صورت میں ظاہر کرنا ہی درست ہے۔

(۴) متعلقہ محکمہ کو مطلع کرنا درست ہوگا۔ کیوں کہ ضرر عام کے دفعیہ کے لئے ضرر خاص قابل برداشت ہوگا۔

(۵) ظاہر کرنا چاہئے۔

(۶) معصوم زندہ بچے کے بارے میں ظاہر کردے تاکہ بچے کی جان ضائع نہ ہو۔ مگر یہ ظاہر کرنا ضروری نہیں کہ فلاں عورت اس کی ماں ہے۔

(۷) ایسا کرنا درست ہوگا کیوں کہ یہ شخص آئندہ مستحق عوام کے استحصال سے بچ جائے گا۔

(۸) ظاہر کردے۔

(۹) عدالت کو مطلع کرنا بے گناہ کی جان بچانے کے لئے درست ہوگا۔

(۱۰) اگر مریض اس کا وعدہ کرے کہ وہ اس مرض کی وجہ سے کسی کو نقصان نہ پہنچائے گا تو ڈاکٹر اس کو راز رکھ سکتا ہے۔

مفتی عبید الرحمن صاحب
(مدرسہ حسینیہ، دہلی)

محور اول

(۱) ایسا شخص جو قانوناً کسی مرض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے اور کسی مرض کے متعلق بھی اسے مہارت اور حذاقت حاصل نہیں ہے۔ دواؤں کی خصوصیات اور ان کی منفعتوں اور مضرتوں سے اسے واقفیت حاصل نہیں ہے تو ایسے شخص کے لئے محض اپنے ذاتی مطالعہ اور کسی قدر تجربہ سے کسی بھی قسم کے مرض کا علاج کرنا نہ قانوناً درست ہے اور نہ ہی شرعاً درست ہے۔ اور اگر وہ علاج کرتا ہے اور اس سے مریض ہلاک ہو جاتا ہے یا مریض کا کوئی عضو تلف ہو جاتا ہے تو وہ بے شک ضامن ہوگا۔

(۲) بے شک اس صورت میں غفلت و لاپرواہی کی بنا پر ایسا شخص ضامن ہوگا۔

(۲) مجاز ہونے کے باوجود بغیر اذن آپریشن جائز نہیں۔ لہٰذا اس صورت میں بھی یہ شخص ضامن ہوگا۔

(۳) آپریشن کے لئے اذن ہونا ضروری ہے۔ اگر بغیر اذن آپریشن کیا اور کوئی عضو تلف ہوگیا تو تاوان لازم آئے گا۔

واذا فصد الفصاد او بزغ البزاغ ولم يتجاوز الموضع المعتاد فلا ضمان عليه فيما عطب من ذلك فان تجاوز الموضع ضمن وهذا اذا كان البزغ باذن صاحب الدابة اما اذا كان بغير اذنه فهو ضامن سواء كان تجاوز الموضع المعتاد او لم يتجاوز . كذا في السراج الوهاج (عالمگیری ج ۴ ص ۲۳۲)

محور دوم

(۱) خود اس شخص پر لازم ہوگا کہ اپنے مرض کو نہ چھپائے اور اگر وہ ڈاکٹر کو منع کرتا ہے تو ڈاکٹر کے لئے لازم ہوگا کہ وہ اس کی بات نہ مانے اور اس کے اس مرض کو اس کے اہل خانہ اور دیگر لوگوں پر بھی ظاہر کردے تاکہ ہر شخص احتیاطی تدابیر اختیار کرے۔ اور خود اس شخص کے لئے بھی ضروری ہوگا کہ احتیاطی تدابیر اختیار کرے اور بیوی پر بھی ظاہر کردے اور اس سے جنسی استفادہ نہ کرے۔

(۲) یہ ضروری ہے کہ ایسے امراض کو چھپائے نہیں اور احتیاطی تدابیر اختیار کریں اس عقیدہ کے ساتھ کہ بغیر اذن الٰہی کوئی مرض دوسرے کو نہیں لگتا۔ دونوں حدیثوں کو پیش نظر رکھیں۔ "لا عدوی ولا طیرة" اور "فر من المجذوم فرارك من الاسد"۔

(۳) اگر اس کو اس بات کا علم ہے کہ مجامعت سے میرا مرض منتقل ہو سکتا ہے یا خون دینے سے مرض منتقل ہو جائے گا تو ایسی صورت میں مجامعت کرنے اور خون دینے سے یہ شخص گنہگار ہوگا، بشرطیکہ مجامعت کرنے یا خون دیتے وقت یہ معاملہ مستحضر ہو۔ اور اگر یہ معاملہ مستحضر ہونے کے ساتھ ساتھ مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ بھی ہو تو یہ اس جرم کو مزید سنگین بنادے گا۔

(۴) قال في الدر المختار ولا يتخير احد الزوجين بعيب الآخر ولو فاحشا كجنون وجذام وبرص ورتق وقرن وفي رد المحتار وخالف الائمة الثلاثة في الخمسة مطلقا ومحمد في الثلاثة الاول لو بالزوج كما بسط في البحر وغيره والثلاثة الاول في المبسوط قلت [illegible] وعلى قول محمد لها الخيار اذا كان على حال لا تطيق المقام معه وفي كتاب الآثار للامام محمد وكذلك اذا وجدته مجنونا موسوسا يخاف عليها قتله وفي الفتاوى الهندية [illegible] (شامی ج ۲)

عبارات مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ شیخین کے نزدیک تو جنون شوہر کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں، لیکن امام محمدؒ کے نزدیک اس کو یہ حق حاصل ہے کہ قاضی کے یہاں درخواست دے کر تفریق کا مطالبہ کرے اور اپنے آپ کو مجنون کی زوجیت سے علاحدہ کرالے، بشرطیکہ جنون اس درجہ کا ہو کہ اس کے ساتھ رہنا قدرت سے خارج ہو مثلاً اس سے قتل کا اندیشہ ہو۔

ایڈز کا مرض بھی خطرناک ہے اور اس میں جنسی استفادہ بھی خطرناک ہے تو مقاصد نکاح تو یقیناً فوت ہیں۔ اگر عورت جوان ہے شوہر کو ایڈز کا مرض ہے اور عورت جوان ہے اس کو زنا میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں عورت کو ضرر سے بچانے کے لئے خود شوہر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ بیوی کو طلاق دے دے۔ اگر وہ طلاق نہ دے تو عورت کو فسخ کا حق حاصل ہونا چاہئے۔

(۵) اس میں شک نہیں کہ جان پڑنے سے قبل وہ اسقاط کرا سکتی ہے بلکہ اسقاط کرا لینا ضروری ہے۔ اگر وہ تیار نہ ہو تو شوہر اور حکومت کا محکمہ صحت اس کو مجبور کر سکتا ہے۔

(۶) میرے خیال میں اس میں احتیاط مناسب ہے۔ ایسے بچوں کے سرپرستوں کو چاہئے کہ وہ ان کی تعلیم کا انتظام پرائیوٹ کرائیں اور جب وہ سن شعور کو پہنچ جائیں تو اسکول میں بھی ان کو بھیجا جا سکتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ اساتذہ کو اور بچوں کو ان کے اس مرض سے آگاہ کر دیا جائے۔

(۸) ایسی تمام تدابیر اختیار کریں جن کی وجہ سے دوسرے لوگ ضرر سے محفوظ رہیں۔

(۹) ہاں اس درجہ میں ان امراض کو مرض وفات کہنا صحیح ہے اور ایسے مریض پر مرض وفات کے احکام جاری ہوں گے جب غلبۂ مرض اس درجہ کو پہنچ جائے کہ غالب اس میں موت ہے یا ایسا اختلاط ہے جس کی وجہ سے موت کا خوف غالب ہے۔

قيل مرض الموت أن لا يخرج لحوائج نفسه وعليه اعتمد في التجريد بزازية والمختار أنه ما كان الغالب منه الموت وإن لم يكن صاحب فراش قهستاني عن هبة الذخيرة (در مختار) وفي المعراج وسئل صاحب المنظومة عن حد مرض الموت فقال كثرت فيه أقوال المشايخ واعتمادنا في ذلك على قول الفضلي وهو أن لا يقدر أن يذهب في حوائج نفسه خارج الدار والمرأة لحاجتها داخل الدار لصعود السطح ونحوه والظاهر أنه مقيد بغير الأمراض المزمنة التي طالت ولم يخف منها الموت كالفالج ونحوه (رد المحتار ۵/ ۴۲۰) وقال قبله ثم المراد من الخوف الغالب منه لا نفس الخوف كافيه، وعبر القهستاني بعدم الخوف بدون التيرلاد منه وقتاً فوقتاً (رد المحتار ۵/ ۴۲۰)

(۱۰) ایسے علاقوں میں بلا ضرورت جانا نہیں چاہئے۔

(۱۱) ان کے لئے تو ضرورت واپسی ہے یہ حضرات واپس اپنے گھر آسکتے ہیں، اسی طرح باہر سے آنے والے حضرات بھی اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس اپنے مقام پر جاسکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی
(مرکز دراسات عربی، میسور)

محور اول

(۱) جو شخص علاج مرض پر قانوناً مجاز نہ ہو تو ایسے شخص سے علاج کرانا شرعاً ناجائز ہے اور مریض کے اصرار پر علاج کرتا ہے جس سے غیر معمولی نقصان ہو جائے، اس پر تاوان نہ ہوگا البتہ شرعاً قابل تعزیر ہے۔

(۲) ڈاکٹر پر تاوان ہوگا۔

(۳) مریض یا قریبی اعزہ سے اجازت لئے بغیر آپریشن کرنا ایک جرم ہے لہٰذا ڈاکٹر نقصان کا ضامن ہوگا۔

(۴) اس پر شرعاً تاوان جاری نہ ہوگا کیوں کہ ڈاکٹر کی نیت نیک تھی۔

محور دوم

(۱) مریض کو چاہئے کہ حتی الامکان احتیاط برتے اور ضرور اطلاع دے دے۔

(۲) مریض کو رشتہ میں رکھ کر ڈاکٹر علاج کرے گر اہل خانہ اور متعلقین کو پرہیز سے رہنے کے لئے دوسری ترکیب کام میں لائے۔

(۳) متعدی امراض سے پوری طرح احتیاط کرنے کے لئے ضروری سامان فراہم کرے۔

(۴) جو شخص دانستہ قاتل مرض کی منتقلی کا سبب بنتا ہے وہ مجرم ہے اسے قابل سزا دی جائے۔

(۵) فسخ نکاح کا اختیار ہے۔

(۶) اسقاط حمل پر مجبور کرنا درست نہیں کیوں کہ اسقاط حمل اولاد اتنی ہے اس پر مرض کی حالت بھی منتقل ہو سکتی ہے۔

(۱) ایڈز کے بچوں کو مدارس اور اسکولوں میں داخلے سے محروم کرنا درست نہیں ہے۔ اتفاقی حالات میں احتیاط برتی جاسکتی ہے ۱۹۹۸ء میں کہا ہوا تھا کہ ایڈز کا علاج بھی زیر تحقیق ہے اس طرح سے لاعلاج مرض سمجھنا قبل از وقت فیصلہ ہے۔

(۲) اگر کوئی بچہ ایڈز کے مرض میں گرفتار ہے تو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اہل خانہ اور ذمہ دار احتیاط سے کام لیں۔ بعض امراض ایسے بھی ہیں جن کے تصور سے تکلیف زدہ جاتی ہے اور بعض لاعلمی کی وجہ سے تکلیف دہ نہیں ہوتے۔ اس لئے بچے کو اس کے مرض سے آگاہ کئے بغیر مناسب تدابیر کرنا بہتر اور محمود ہے۔

(۳) اگر امراض ناقابل علاج مرحلہ تک پہنچ جائیں تو ایسے مریض کے لئے مرض موت کے احکام جاری کئے جاسکتے ہیں۔

(۴) احتیاط اتنی چاہئے حالانکہ موت وحیات اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر منحصر ہے۔

(۵) ایسی حالت میں خدا پر بھروسہ کرکے اہل وعیال کو سنبھالنے اور کاروبار کی نگہداشت کے لئے جاسکتے ہیں۔ اس کے برعکس حالت میں باہر جاسکتے ہیں۔

محور سوم

(۱) ڈاکٹر کو چاہئے کہ لڑکی کے گھر والے اگر مشورہ چاہیں تو یہ راز صرف ان پر فاش کیا جائے تاکہ مستقبل میں آنے والے خطرہ سے بچ جائیں۔

(۲) اس رشتہ میں اچھے اور برے کا امکان ہے اس لئے دوسرے فریق کو باخبر کرنا مناسب نہیں ہے۔

(۳) ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ دوسرے فریق کو اپنے عیب سے مطلع کردے تاکہ آئندہ مصائب کا دروازہ بند کردے اور فسخ نکاح کی گنجائش نہ ہو۔

(۴) ڈاکٹر کو چاہئے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اطلاع دے تاکہ اس کی غلطی سے کئی انسانوں کی جان بچ سکے۔

(۵) متعلقہ محکمہ کو اطلاع ضرور دے۔

(۶) معصوم بچوں سے متعلق متعلقہ محکمہ کو خبر دے۔

(۷) مسلمان ڈاکٹر کو یقین ہو جائے کہ مریض کی عادت چھوٹ جائے گی تو مشورہ دے سکتا ہے کیوں کہ اگر مشورہ نہ بھی دے تو اس کی عادت باقی رہے گی۔ مشورہ دینے سے بری عادت دور ہونے کے امکانات ہیں۔

(۸) پہلے تنبیہ کرے پھر محکمہ کو اطلاع دے دے۔

(۹) ڈاکٹر اس جرم کو راز فاش کرکے بے گناہ کو بچا سکتا ہے۔

(۱۰) دوسروں پر راز فاش کئے بغیر کارروائی کی تدابیر اختیار کی جائیں۔

مقالات

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
(صدر مدرس و شیخ الحدیث دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد)

انسان کے وجود کے بارے میں اسلام کا تصور ہے کہ وہ خود ایک امانت ہے، اس کے لئے اپنے جسم میں وہی تصرف جائز اور درست ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہو، وہ اپنے منشاء و مزاج کے مطابق خود اپنے جسم کو نقصان پہنچانے یا اس میں تغیر و تبدیل کرنے کا بھی مجاز نہیں، اپنے آپ کی حفاظت اس کا شرعی فریضہ ہے اور صحت جسمانی کو برقرار رکھنے کی امکان بھر سعی تقاضاء امانت کے تحت اس کی ذمہ داری ہے، فن طب چوں کہ ایک ایسا فن ہے جو خالق تعالیٰ کے اس مقصد کو پورا کرتا ہے۔ اس لئے علماء اسلام نے اس کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھا ہے۔ امام شافعی سے نقل کیا گیا ہے

العلم علمان علم الفقه للأديان وعلم الطب للأبدان۔ (مفتاح السعادة ۱/۲۹۰)

علم در حقیقت دو ہی ہیں: ایک علم فقہ زندگی کے لئے، دوسرے طب علاج جسمانی کے لئے۔

اسی طرح کا قول حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہے۔ (حوالہ سابق)

اطباء چوں کہ صحت انسانی کی حفاظت جیسا اہم فرض اور عظیم الشان خدمت انجام دیتے ہیں۔ اس لئے ان کی ذمہ داریاں بھی بہت بڑی ہیں۔ ہمدردی و بہی خواہی، صبر و علم، بردباری، شخصی کمزوریوں اور رازہائے مریض کی حفاظت، اجتماعی مفادات کا خیال اور اپنے فن میں بصیرت، حذق و مہارت، دیانت، خدمت خلق کا جذبہ اور شریعت کی قائم کی ہوئی حدود پر استقامت یہ اس راہ کے مسافر کے لئے زاد اولین کا درجہ رکھتے ہیں اور شریعت نے اس طبقہ کے لئے جو اخلاقیات مقرر کی ہیں ان کا مختصر خلاصہ یہ ہے۔

محور اول

ناواقفیت کے باوجود علاج

(جواب سوال ۱)

شریعت میں کسی بھی عمل کے لئے بنیادی شرط اہلیت کی ہے، اہلیت اور مطلوب صلاحیت کے بغیر جو عمل انجام دیا جائے وہ

الذی یسقی الناس فی امراضہم دواء مہلکا وھو یعلم ذالک او لا یعلم۔ (احکام القرآن [illegible])

جو لوگوں کو بیماریوں میں مہلک دوا پلائے، جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

بعض حضرات نے اسی کو کسی قدر وضاحت سے یوں لکھا ہے:

یسقی الناس دواء مہلکا ولا یقدر علی ازالۃ ضرر دواء اشتد تاثیرہ علی المرضی۔ ([illegible])

جو لوگوں کو مہلک دوا پلائے اور ایسی دوا کا منفی اثر دور کرنے پر قادر نہ ہو جو مریض پر شدید پڑ رہا ہو۔

ماحصل یہ ہے کہ جو دواؤں کی شناخت نہ رکھتا ہو، زہر کو امرت سمجھ لیتا ہو، اور اتفاقاً ایسی دوا دیتا ہو اور منفی اثر کی حامل دواؤں کے مضر اثرات سے نمٹنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہو، ایسے شخص کو طبیب جاہل تصور کیا جائے گا۔ فقہاء کی یہ تعریف ان کے عہد اور زمانہ کے حالات میں بالکل صحیح ہے، کیوں کہ اس زمانہ میں یہ فن اس قدر پیچ در پیچ اور شائع اور ذائع نہ ہوا تھا۔ لوگ دوسرے علوم کے ساتھ امراض کی علامات اور ادویہ پر ایک آدھ کتاب پڑھ لیا کرتے تھے۔ تجربات سے مزید رہنمائی ملتی تھی اور اسی سے اس کو طبابت کے لئے کافی تصور کیا جاتا تھا۔ اس کے لئے مستقل تعلیم درکار ہوتی تھی نہ باضابطہ سند و توثیق۔

ایک اور روایت میں ہے:

من تطبب ولم یعلم منہ قبل ذالک الطب فھو ضامن۔

(سنن ابی داؤد [illegible]، حاکم نے اس حدیث پر صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے۔ الجامع الصغیر مع فیض القدیر [illegible]، حدیث نمبر [illegible])

جس نے علاج کیا، حالانکہ وہ علاج کی اہلیت رکھنے میں معروف نہ ہو، تو وہ نقصان کا ضامن ہوگا۔

علامہ مناوی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

ولفظ التفعل یدل علی تکلف الشئی والدخول فیہ بکلفۃ ککونہ لیس من اھلہ فھو ضامن لمن طبہ بالدیۃ ان مات بسببہ۔ (فیض القدیر [illegible])

"تفعل" کا باب کسی بات میں تکلف اور بہ تکلف داخل ہونے کو بتاتا ہے، جیسے یہ کہ وہ علاج کرنے کا اہل نہ ہو، پھر بھی علاج کرے تو اگر اس کے علاج سے مریض فوت ہو جائے، تو وہ دیت کا ضامن ہوگا۔

فقہاء کے یہاں بھی ایسی تعبیریں موجود ہیں کہ اہلیت کے حامل طبیب کی غلطی کو قابل عفو سمجھا گیا ہے اور جاہل کی وہی غلطی موجب ضمان قرار دی گئی ہے:

الفصاد اذا [illegible] فی عین رجل فذھب ضوءہ لا یضمن کالختان الا اذا غلط، فان قال رجلان انہ اھل ورجلان انہ لیس باھل وھذا من غلطہ لا یضمن، وان صوبہ رجل وخطاہ رجلان فالمخطئ صاحب ویضمن۔ (الفتاوی الہندیہ [illegible])

مراد یہ ہے کہ آشوب چشم میں [illegible] اور چیرا پھاڑ کرنی ہو تو وہ ضامن نہ ہوگا جیسا کہ ختنہ کرنے والا غلطی کر جائے۔ پس اگر دو شخص کہیں کہ یہ اس کا اہل ہے اور دو اشخاص کہیں کہ یہ اہل نہیں ہے بلکہ یہ اس کی غلطی ہے تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر ایک شخص نے اس کی اہلیت کی گواہی دی اور دو اشخاص نے اس کے خلاف، تو یہ صاحب اول کے اور وہ ضامن ہوگا۔

ابن قیم نے تفصیل سے اس پر گفتگو کی ہے کہ طبیب کن صورتوں میں ضامن ہوگا اور کب ضامن نہیں ہوگا؟ چنانچہ جو شخص صاحب

ولا ضمان على حجام ولا ختان ولا متطبب اذا عرف منهم حذق الصنعة ولم تجن ايديهم (المغنی ۵/ ۳۹۸)

پچھنا لگانے والے، ختنہ کرنے والے اور علاج کرنے والے پر تاوان واجب نہیں، اگر ان کا ماہر فن ہونا معلوم ہو اور انھوں نے جنایت نہیں کی ہو۔

حافظ ابن قیم نے اس پر فقہاء کا اتفاق نقل کیا ہے:

طبيب حاذق اعطى الصنعة حقها ولم تجن يده، فتولد من فعله المأذون فيه من جهة الشارع ومن جهة من يطبه تلف العضو او النفس او ذهاب صفة فهذا لا ضمان عليه اتفاقا (زاد المعاد ۳/ ۱۳۹)

طبیب ماہر جس نے فن کا حق ادا کیا اور کوتاہی نہیں کی، پھر بھی شریعت اور مریض کی جانب سے اجازت کی بنیاد پر ہونے والے عمل سے عضو یا جان ہلاک ہوگئی یا کوئی صلاحیت ضائع ہوگئی تو بالاتفاق اس پر ضمان واجب نہیں۔

بلکہ اگر کمال احتیاط اور کمال رعایت کے باوجود معالج سے کسی بھول چوک واقع ہوگئی اور کسی ایسے معاملہ میں اس نے غلط رائے اختیار کی جس میں ایک سے زیادہ رائے کی گنجائش تھی، تب بھی وہ ضامن نہیں۔

لیکن اگر مریض کا علاج کرنے میں وہ فنی کوتاہی اور بے احتیاطی کا مرتکب ہوا ہے تو وہ نقصان کا ضامن ہوگا:

وكذا الختان وقلع الضرس والفصد فلا ضمان الا بالتعدي فيه (الشرح الصغير ۴/ ۲۰)

ختنہ کرنے، دانت نکالنے اور علاج کرنے میں کوتاہی کرنے کی صورت ہی میں تاوان واجب ہوگا۔

فتاوی ولوالجیہ میں ہے:

حجم او ختن او بزغ وتلف لم يضمن الا اذا تجاوز المعتاد (الولوالجیہ ۵/ ۲۰، البحر الرائق ۸/ ۲۹)

کسی نے پچھنا لگایا، ختنہ کیا یا جانور کی نشتر زنی کی اور آدمی یا جانور فوت ہوگیا تو وہ اس صورت میں ضامن ہوگا کہ اس نے معمول کی حد سے تجاوز کیا ہو۔

ابن قدامہ نے اصولی بات لکھی ہے کہ دو شرطیں پائی جائیں تو معالج ضامن نہیں ہوگا اور ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو ضامن ہوگا۔ اول یہ کہ وہ اپنے فن میں بصیرت و مہارت رکھتا ہو، دوسرے اس نے علاج میں کسی کوتاہی سے کام نہ لیا ہو۔ بے بصیرتی کے ساتھ علاج بھی نا روا ہے اور بصیرت و حذاقت کے باوجود کوتاہی بھی ناقابل قبول اور موجب ضمان ہے۔ (المغنی ۵/ ۳۹۸)

اس ذیل میں فقہاء نے ایک جزئیہ ذکر کیا ہے جو ابن نجیم، مفتی اللطف ۔ کے ہے کہ اگر معالج نے اپنی کوتاہی سے مریض کے کسی عضو کو بالکل ہی معطل کردیا۔ البتہ اس کی زندگی بچ گئی تو اس کو پوری دیت ادا کرنی ہوگی کہ ایک منفعت سے مکمل محرومی مکمل دیت کی موجب ہے اور اگر مریض کی موت واقع ہوگئی تو نصف دیت ادا کرنی ہوگی۔ کیوں کہ اب دیت پورے وجود کی واجب ہوگی۔ اور صورت حال یہ ہے کہ موت میں دو باتوں کو دخل ہے، ایک تو آپریشن اور دوسرے آپریشن میں حد سے تجاوز۔ پہلی بات میں معالج خطاکار نہیں، البتہ دوسرے معاملہ میں اس کی خطا ہے، اس لئے نصف دیت اس پر واجب ہوگی۔ (البحر الرائق ۸/ ۲۹) ــــ ماضی قریب کے فقہاء میں شیخ عبدالرحمن الجزیری نے بھی اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور ڈاکٹر کی کوتاہی کی صورت اسی تفصیل کے مطابق اس کو ضامن قرار دیا ہے۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۵/ ۳۰۱)

تاہم چونکہ یہ جنایت اخطاء ہے، اس لئے ابن قیم کا بیان ہے کہ دیت کے ایک تہائی سے کم کی تعداد ضمان عائد ہو تب تو اسے خود ادا کرنا ہوگا، اور اگر ایک تہائی یا اس سے زیادہ ہو تو عاقلہ ـــ جو اس کے ہم پیشہ لوگ ہو سکتے ہیں ـــ ادا کریں گے۔

(زاد المعاد ۳/۱۰۰، نیز دیکھئے، بدایۃ المجتہد ۲/[illegible])

بلا اجازت آپریشن

[جواب، سوال ۳]

اگر مریض خود اجازت دینے کے موقف میں ہو، یا اس کے اولیاء موجود ہوں تو ان سے اجازت لینا واجب ہے۔ اور باوجود قدرت و امکان کے بلا اجازت آپریشن کیا یا کوئی ایسا طریقۂ علاج اختیار کیا جو امکانی طور پر ہلاکت کا باعث ہو سکتا ہے اور مریض کی جان چلی گئی یا اس کا کوئی عضو جاتا رہا تو معالج پر اس کی ذمہ داری ہوگی ـــ گو ولایت کا تعلق اصل میں تو نکاح اور اموال میں تصرف کے حق سے ہے، لیکن فقہاء کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ علاج اور جسمانی تصرف کے باب میں بھی اس کو کم اہمیت نہیں دی گئی ہے۔ مثلاً لکھتے ہیں:

قال اقطع يدي فقطعه لا شئ عليه (الاشباہ ۲/[illegible])

کہا میرا ہاتھ کاٹ لو، اس نے کاٹ لیا تو اس پر کچھ واجب نہیں۔

غور کیا جائے کہ کھلی ہوئی جنایت بھی اس لئے قصاص و دیت کا موجب نہیں کہ اس میں اذن و اجازت شریک ہے۔

فتاویٰ سراجیہ میں ہے:

الحجام او الفصاد او البزاغ او الختان اذا حجم او فصد او بزغ او ختن باذن صاحبه فسرى الى النفس ومات لم يضمن (الفتاوی السراجیہ [illegible])

پچھنے اور فصد لگانے والا یا نشتر زنی کرنے والا یا ختنہ کرنے والے نے پچھنہ لگایا، فصد لگایا، نشتر زنی کی یا ختنہ کیا اور یہ سب صاحب معاملہ کی اجازت سے کیا پھر یہ زخم پھیل گیا اور موت واقع ہو گئی تو ضامن نہیں ہوگا۔

اسی طرح کی بات عالمگیری میں کہی گئی ہے۔ ([illegible])

فقہاء حنابلہ میں ابن قدامہ کا بیان ہے:

وان ختن صبيا بغير اذن وليه فسرت جنايته ضمن لانه قطع غير مأذون فيه وان فعل ذلك الحاكم او من له ولاية عليه او فعله من اذن له لم يضمن لانه مأذون فيه شرعا (المغنی ۵/[illegible])

اگر ولی کی اجازت کے بغیر بچہ کا ختنہ کیا اور اس کا زخم پھیل گیا تو ضامن ہوگا اس لئے کہ اس کے کاٹنے کی اجازت نہیں تھی، اور اگر حاکم یا ایسے شخص نے ختنہ کیا جس کو اس پر ولایت حاصل تھی یا جس شخص نے کیا اس کو ان دونوں سے اجازت حاصل تھی تو وہ ضامن نہیں ہوگا اس لئے کہ شرعاً وہ اس کا مجاز ہے۔

فقہاء حنابلہ میں ابن قیم نے بھی یہی رائے نقل کی ہے، گو خود ابن قیم کی رائے ہے کہ یہ معالج کا احسان ہے، اس لئے اگر اولیاء

طرف سے کوئی بے احتیاطی پیش نہ آئی ہو تو اس کو ضامن قرار دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ (زاد المعاد ۳/۱۰۳) ــــ تاہم کہا جا سکتا ہے کہ اولیاء کی موجودگی میں ان سے اجازت لئے بغیر کسی پر طریقِ علاج کا طریقہ اختیار کرنا بجائے خود معالج کی کوتاہی اور بے احتیاطی ہے۔

فقہاء حنفیہ میں ابن نجیم نے اس نکتہ کو بے غبار کیا ہے کہ معالج کی کوتاہی اور بلا اذن اولیاء اس قسم کے علاج ضمان واجب ہونے کے دو مستقل اسباب ہیں۔ فرماتے ہیں:

ويستفاد بمجموع الروايتين اشتراط عدم التجاوز والاذن لعدم وجوب الضمان حتى اذا عدم احدهما او كلاهما يجب الضمان. (البحر الرائق ۸/۲۹)

دونوں روایتوں کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمان واجب نہ ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں، مناسب حد سے تجاوز نہ کرنا اور اجازت کا حاصل ہونا۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں شرطیں نہ پائی گئیں تو ضمان واجب ہوگا۔

خود امام شافعی کی تحریر میں بھی اس کا اشارہ موجود ہے۔ انھوں نے طبیب کو اس کی کوتاہی نہ پائے جانے کی صورت اس لئے ضامن قرار دیا ہے کہ طبیب نے خود مریض کی اجازت سے یہ عمل کیا ہے۔ (الام ۶/۱۰۲)

ضرورت کی بناء پر آپریشن بلا اجازت

(جواب سوال ۴)

اگر مریض یا اس کے اولیاء واعزہ سے آپریشن کی اجازت لینا ممکن نہ ہو اور مرض کی نوعیت ایسی ہو کہ اس طریقہ علاج سے چارہ نہ ہو، اور تاخیر وانتظار کی گنجائش بھی نہ ہو، تو ڈاکٹر کو ان کی اجازت کے بغیر آپریشن کرنا جائز ہوگا۔ اس لئے کہ ممکن حد تک نفس انسانی کو بچانے کی کوشش خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے۔ لہٰذا گو وہ انسان کی طرف سے ماذون نہیں، لیکن شارع کی طرف سے ماذون و اجازت یافتہ متصور ہوگا۔ انسانی جان کو بچانے کی کوشش کس درجہ اہم فریضہ ہے؟ اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

ان اضطر الى طعام و شراب لغيره فطلبه منه فمنعه اياه مع غناه عنه في تلك الحال فمات بذلك ضمنه المطلوب منه. (المغني ۸/۲۰۲)

اگر دوسرے کے کھانے یا شراب کے استعمال پر مضطر ہوگیا اور اس سے وہ چیز طلب کی، اس نے اس وقت اس سے مستغنی ہونے کے باوجود منع کردیا اور اس کی موت واقع ہوگئی تو جن صاحب سے مانگا تھا وہ ضامن ہوں گے۔

اسی طرح اگر کسی شخص کو موضع ہلاکت میں دیکھ کر باوجود قدرت و طاقت کے، اس کو بچانے کی کوشش نہ کی تو گنہگار تو ہوگا ہی، بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس کو اس انسانی فریضہ سے غفلت کی وجہ سے اس کا ضمان بھی ادا کرنا ہوگا۔ (حوالہ سابق)

پس ایسی صورت میں معالج کا یہ عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہوگا اور اگر اس کی کوتاہی اور بے اتفاقی کے بغیر مریض کی موت واقع ہوگئی تو وہ اس کا ضامن بھی نہ ہوگا۔

محورِ دوم

کیا بیماریاں متعدی ہوتی ہیں؟

ایڈز اور طاعون سے متعلق سوالات اسی تناظر میں ابھرے ہیں کہ میڈیکل سائنس ان کو متعدی بیماری تصور کرتی ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ پہلے خود اس قدیم بحث کی طرف اشارہ کر دیا جائے جو امراض میں تعدیہ کی صلاحیت کی بابت ہوتی آئی ہے۔ قرآن مجید نے امراض کے متعدی ہونے اور نہ ہونے کی بابت صراحت کے ساتھ تو کوئی بات نہیں کی ہے۔ البتہ طاعون کو عذاب الٰہی "رجز" سے تعبیر کیا گیا ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجا گیا تھا۔ اس سے ایک درجہ میں اس کے متعدی ہونے کا اشارہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔

احادیث اس باب میں دونوں طرح کی ہیں، بعض تعدیہ کی نفی کرتی ہیں اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ امراض میں متعدی ہونے کی صلاحیت ہے ــــ جو روایات نفی کرتی ہیں وہ عام طور پر "لا عدوی" کے لفظ سے وارد ہوئی ہیں۔

(بخاری عن ابی ہریرہ و عبد اللہ بن عمر ۲/۸۵۶ باب العدوی۔ مسلم عن ابی ہریرہ ۲/۲۳۰ باب لا عدوی الخ)

اسی طرح مجذوم شخص کی بابت منقول ہے کہ آپ نے اس کے ساتھ کھانا تناول فرمایا اور ارشاد فرمایا، اللہ کے بھروسہ اور توکل پر

ثقة بالله وتوكلا عليه۔ (فتح الباری ۱۰/۱۵۹)

ان روایات سے امراض کا متعدی ہونا معلوم ہوتا ہے یا اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ وہ اس طرح ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے:

لا توردوا الممرض على المصح۔ (بخاری ۲/۸۵۹ باب لا هامة۔ مسلم ۲/۲۳۰)

بیماروں کو تندرستوں پر نہ لاؤ۔

حضرت ابوہریرہؓ ہی سے روایت ہے:

فر من المجذوم كما تفر من الاسد۔ (بخاری ۲/۸۵۰ باب الجذام)

کوڑھی سے شیر کی طرح بھاگو۔

طبرانی نے بواسطہ حضرت عبد اللہ بن عباس آپ کا ارشاد نقل کیا ہے:

لا تديموا النظر الى المجذومين۔ (ابن ماجہ حدیث حسن و رجالہ ثقات، مجمع الزوائد ۵/۱۰۱)

کوڑھیوں کو مسلسل نہ دیکھو۔

حضرت سعد اور عبد الرحمن بن عوف کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

اذا سمعتم بالطاعون في ارض فلا تدخلوها وان وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها۔ (بخاری ۲/۸۵۳ باب ما يذكر في الطاعون)

جب تم کسی مقام پر طاعون کی اطلاع پاؤ تو وہاں نہ جاؤ اور تم جہاں ہو وہیں پھوٹ پڑے تو اس سے باہر نہ جاؤ۔

حافظ ابن حجرؒ نے تفصیل سے ان دونوں طرح کی روایات میں تطبیق کی بابت اہل علم کے نقطۂ نظر کا ذکر کیا ہے۔ من جملہ ان کے

عیب جائز ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو شرح مسلم ۲/۳۲۲، رد المحتار ۵/۲۶۳۔ اور ان سب کی روح یہی ہے کہ دینی و دنیوی مضرت کو دفع کرنے، اپنا جائز حق وصول کرنے اور صحیح مشورہ دینے کی غرض سے بہ قدر ضرورت حقیقت کے اظہار عیب جائز ہے۔

سماج کی ذمہ داری

(جواب، سوال ۴)

سماج کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے شخص کو تنہا نہ چھوڑے۔ علاج و معالجہ میں اس کی مدد کرے اور احتیاطی تدابیر پر عمل کرتے ہوئے اس سے ربط و تعلق بھی رکھے۔ طاعون زدہ شہر سے صحت مند لوگوں کے بھاگنے کو جو آپ نے منع فرمایا، اس کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اس سے مریضوں کی دیکھ بھال کرنے والا باقی نہ رہ جائے گا۔ امام غزالی فرماتے ہیں:

لو رخص للأصحاء في الخروج لما بقي في البلد إلا المرضى الذين أقعدهم الطاعون فانكسرت قلوبهم وفقدوا المتعهدين ولم يبق في البلد من يسقيهم الماء ويطعمهم الطعام وهم يعجزون عن مباشرتهما بأنفسهم فيكون ذلك سعيا في إهلاكهم تحقيقا. (احیاء علوم الدین مع الاتحاف ۱۱/۴۰۰)

اگر صحت مند لوگوں کو باہر جانے کی اجازت دے دی جائے تو شہر میں صرف وہ بیمار رہ جائیں گے جن کو طاعون نے معذور کر رکھا ہے تو اس سے ان کی دل شکنی ہوگی، وہ تیمارداروں سے محروم ہو جائیں گے، ان کو کوئی پانی پلانے اور کھانا کھلانے والا بھی نہیں رہے گا اور وہ خود بھی اپنی ان ضروریات کی انجام دہی سے معذور ہوں گے تو گویا یقینی طور پر ان کو ہلاک کرنے کی کوشش کرنے کے مترادف ہوگا۔

لہذا ایسے شخص کی تیمارداری اور دیکھ ریکھ میں کوئی کمی نہیں کرنی چاہئے، جمعہ، جماعت اور اجتماعی مواقع پر حاضری میں بھی ان پر پابندی نہیں ہونی چاہئے، گو اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر کسی علاقہ پر مریضان جذام کی کثرت ہو جائے تو کیا ان کے لئے علاحدہ مسجد تعمیر کر دی جائے اور عام مساجد میں آنے سے ان کو روکا جائے؟ لیکن اکثر لوگوں کی رائے یہی ہے کہ وہ مسجدوں میں آیا جایا کریں گے۔ (فتح الباری ۱۰/۱۶۰) — تاہم میرے خیال میں ان تمام اخلاقی، شرعی اور انسانی ہدایات کے باوجود کسی سماج میں ایسے مریضوں کے تئیں نفرت عام ہو جائے اور ان کے لئے سماج میں رہنا دوبھر ہو جائے تو ان لوگوں کی رائے پر عمل کر لینے میں کوئی قباحت نہیں کہ ان کے لئے مخصوص رہائش تعمیر کر دیا جائے۔ یتخذ لهم مكان منفرد عن الأصحاء۔ (حوالہ سابق)

"موسوعہ فقہیہ" میں ہے:

ذهب المالكية والشافعية والحنابلة إلى منع المجذوم يتأذى به من مخالطة الأصحاء والاجتماع بالناس.

(الموسوعة الفقهية ۱۵/۱۰۷)

مالکیہ، شوافع اور حنابلہ نے ایسے کوڑھیوں کو صحت مند لوگوں کے ساتھ اختلاط اور اجتماع سے منع کیا ہے جن سے گھن محسوس کی جاتی ہو۔

حنفیہ کے بارے میں "موسوعہ" کے مرتبین نے لکھا ہے کہ ہمیں اس سلسلہ میں کوئی صراحت نہیں ملی، لیکن حنفیہ "ضرر عام" کو دفع کرنے کے لئے "ضرر خاص" کو گوارا کرنے کے اصول پر جس طرح کاربند ہیں، اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہی رائے احناف کی بھی ہوگی۔

قصداً مرض منتقل کرے؟

(جواب، سوال ٣)

ایڈز کا مریض اگر عمداً دوسروں کو مرض منتقل کرے تو اگر یہ اس کی موت کا باعث بن جائے تو مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک

تو ایسا شخص از راہ قصاص قتل کر دیا جائے گا، اس لئے کہ یہ زہر خورانی کے حکم میں ہے اور ایسی موت موجب قصاص ہے۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں:

ان یسقیه سما او یطعمه شیئا قاتلا فیموت به فهو عمد موجب للقود اذا کان مثله یقتل غالبا (المغنی [illegible])

زہر پلانے یا کوئی مہلک چیز کھلانے اور اس سے موت واقع ہو جائے اور اس طرح کی چیز اکثر باعث ہلاکت بن جاتی ہو، تو یہ قتل عمد تصور کیا جائے گا اور اس کی وجہ سے دیت واجب ہوگی۔

یہی رائے مالکیہ کی ہے۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ [illegible]) اور اسی طرح کا ایک قول امام شافعی کا ہے۔ امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اگر بالغ آدمی کی ضیافت کی گئی، کھانے میں زہر ملا دیا گیا اور مہمان اپنی لاعلمی کی وجہ سے زہر کھا گیا اور اس کی موت واقع ہو گئی تو اس پر دیت واجب ہوگی نہ کہ قصاص۔ (حوالہ سابق، المغنی [illegible]) ___ فقہاء حنفیہ کے یہاں بعض ایسی جزئیات ملتی ہیں جن سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسموم غذا کھلانے سے موت واقع ہو جائے تب بھی اس پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ (دیکھئے فتاویٰ سراجیہ [illegible]) لیکن ایسی جزئیات کی بابت سمجھنا چاہئے کہ فقہاء نے ان صورتوں کا حکم بیان کیا ہے جب خود میزبان کو بھی کھانے کے مسموم و مہلک ہونے کی اطلاع نہ ہو، ورنہ باوجود علم و اطلاع اور قصد و ارادہ کے ایسے شخص کو بری الذمہ قرار دینا خلاف قیاس ہے۔

حنفیہ کے یہاں اصول یہ ہے کہ قاتل بالتسبب پر دیت واجب ہوتی ہے: وما القتل بسبب .... اذا تلف فیه آدمی الدیة علی العاقلة (فتح القدیر [illegible]) اور قتل سے کم تر نقصان ہوا ہو تب بھی اس پر ضمان واجب ہوتا ہے اگر اس میں اس کی تعدی کو دخل ہو۔ (حوالہ سابق [illegible]) ___ لہٰذا اگر مریض کے اس عمل کی وجہ سے دوسرے شخص کی موت واقع ہو گئی تو اس پر دیت واجب ہوگی، اگر موت واقع نہ ہوئی بلکہ صحت کو شدید نقصان پہنچا تو مناسب تاوان واجب ہوگا، اور علاوہ اس کے حکومت اس کی مناسب سرزنش بھی کرے گی۔ فتاویٰ سراجیہ میں ہے:

اذا سقی انسانا شرابا مسموما فمات فعلیه التعزیر (الفتاویٰ السراجیہ [illegible])

کسی انسان کو زہرناک مشروب پلایا اور موت واقع ہو گئی تو اس پر تعزیر واجب ہوگی۔

اگر مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ نہیں تھا، لیکن اس اثر و نتیجہ سے واقف تھا تب بھی وہ اس کا ضامن ہوگا۔ اس لئے کہ انسان کسی ضرر کا باعث بنے تو اس کے اسباب و محرکات کچھ بھی ہوں، نقصان کی تلافی اس کی ذمہ داری ہے۔ فقہاء کے یہاں اس طرح کی بے شمار نظائر ہیں، بہ طور نمونہ ایک دو ذکر کی جاتی ہیں:

لو وضع فی الطریق جمرا فاحترق به شیء کان ضامنا.

اگر راستہ میں چنگاری رکھ دی اور اس سے کوئی چیز جل گئی تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔

المقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم يقعد في الفراش كالصحيح ثم رمز لحد التطاول سنة ، وفي القنية المفلوج والمسلول والمقعد ما دام يزداد كالمريض (الدر المختار [illegible] - نیز دیکھئے ردالمحتار [illegible])

اپاہج، مفلوج، سل زدہ کا مرض طول پکڑنے اور وہ فراش نہ ہوا ہو تو صحت مند کی طرح ہے۔ پھر شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے کہ مرض کے طویل ہونے کی حد ایک سال ہے۔ اور قنیہ میں ہے کہ مفلوج، سل زدہ کا مرض جب تک بڑھتا رہے وہ مریض موت ہی کے حکم میں ہے۔

اب ان توضیحات کی روشنی میں ایڈز، طاعون اور کینسر وغیرہ امراض کا حکم یہ ہوگا کہ اگر بیماری ناقابل علاج ہے اور طبی اصول تحقیق کے مطابق مرض میں اضافہ کا سلسلہ جاری ہے، تو یہ مرض موت ہی کی کیفیت ہے اور اگر ایک سطح پر آکر مرض رک گیا ہے اور سال بھر سے یہی کیفیت ہے تو موجودہ صورت حال میں یہ مرض موت متصور نہیں ہوگا۔

ترکہ، اقرار، وصیت اور طلاق وغیرہ احکام و تصرفات جو مرض موت سے متاثر ہوتے ہیں، میں اسی اصول کے احکام جاری ہوں گے۔

طاعون زدہ علاقہ میں آمد و رفت پر پابندی

(جواب: سوال ۱۰)

حکومت کا اس طرح کی پابندی لگانا درست ہے اور آپ ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق ہے جو حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمن بن عوف سے منقول ہے کہ:

اذا سمعتم بالطاعون في ارض فلا تدخلوها وان وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها.

(بخاری ۲/ ۸۵۳، باب ما یذکر فی الطاعون)

جب تم کسی سرزمین میں طاعون کی اطلاع پاؤ تو داخل نہ ہو، اور اگر جہاں تم ہو وہیں طاعون پھوٹ پڑے تو اس مقام سے باہر نہ جاؤ۔

جب اسباب کے درجہ میں ان امراض کا متعدی ہونا ثابت ہے تو صحت عامہ کی حفاظت کے لئے اس قسم کی تدابیر قابل عمل و واجب ہیں۔ طاعون و جذام اور اس سلسلہ میں احتیاط و توکل کے موضوع پر امام غزالی اور حافظ ابن قیم نے اسرار شریعت کے رمز شناس اور فن طب کے نکتہ رس و شارح کی حیثیت سے جو کلام کیا ہے، وہ اس باب میں حرف آخر ہے۔ امام غزالی کی گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ طاعون زدہ شہر کے لوگوں کو باہر جانے سے اس لئے روکا گیا ہے کہ وہاں جو لوگ بظاہر صحت مند نظر آتے ہیں، ان کا بھی طاعون سے متاثر ہونا بعید نہیں، کیونکہ ابتدائی مرحلہ میں بیماریوں کا اثر ظاہر نہیں ہوتا، اب یہ دوسری جگہ آمد و رفت کریں تو بیماری متعدی ہو سکتی ہے۔ (احیاء علوم الدین [illegible]) ابن قیم نے باہر سے اس شہر میں داخلہ کی ممانعت پر جو حکمتیں بیان فرمائی ہیں، ان میں ایک یہی ہے کہ عفونت اور احتقان بیماریوں کو پروان چڑھاتی ہے، اس لئے جو لوگ باہر ہیں اور صحت مند ہیں، ان کا اپنی صحت کو خطرہ میں ڈالنا مناسب نہیں۔

(الطب النبوی ۳۰)

گو فقہاء محدثین کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ حدیث میں مذکور ممانعت واجب کے درجہ میں ہے یا ممانعت تحریمی ہے؟ اور یہ قول حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کا ہے۔ ممانعت واجب کے درجہ میں نہیں ہے۔ (فتح الباری ۱۰/۱۸۸) اور یہی بات اس اصول سے ہم آہنگ بھی ہے۔ کہ جہاں ممانعت کی شرعی قباحت کی وجہ سے نہ ہو بلکہ طبی اور طبعی مصلحت کے تحت ہو، جس کو اصولیین "نہی ارشاد" کہتے ہیں، وہاں حرمت مقصود نہیں ہوتی لیکن چونکہ یہاں اس شخص کے عمل سے عمومی صحت و بیماری متعلق ہوگئی ہے اور حکومت کو مفاد عامہ کی رعایت کرتے ہوئے بعض مخصوص پابندیاں عائد کرنے کا حق حاصل ہے۔ جیسا کہ فقہاء نے بڑھتے ہوئے گراں فروشی کے رجحان کو روکنے کے لئے "تسعیر" (نرخ متعین کرنے) کی اجازت دی ہے۔ (رد المحتار ۵/۲۵۶) ـــــ اس لئے یہاں بھی صحت عامہ کی حفاظت کے لئے حکومت اس طرح کی پابندیاں عائد کرسکتی ہے ـــــ یہ تو اس تقدیر پر ہے کہ اس ممانعت کو حرمت کا درجہ حاصل نہ ہو، مگر ابن حجر نے اکثر اہل علم سے اس کی حرمت نقل کی ہے۔ (فتح الباری ۱۰/۱۸۸) ایسی صورت میں یہ پابندی صرف حکومت ہی کی طرف سے نہ ہوگی بلکہ شریعت کی طرف سے بھی ہوگی۔

ضرورت کی بناء پر طاعون زدہ شہر میں آنا اور وہاں سے جانا

(جواب، سوال ۱۱)

طاعون زدہ شہر میں جن لوگوں کا مرض طاعون ہونا پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے، ان کا تو بہر حال دوسری جگہ جانا جائز نہیں، البتہ صحت مند لوگوں کا اس شہر سے باہر جانا اگر فرار کی نیت سے نہ ہو، بلکہ کسی اور ضرورت و مصلحت کے تحت ہو تو جائز ہے۔ اسی طرح جو لوگ باہر ہوں اور کسی خاص ضرورت کی بنا پر طاعون زدہ شہر میں داخل ہونا چاہیں، ان کے لئے بھی اجازت ہے۔ امام نوویؒ کہتے ہیں:

وفي هذه الاحاديث منع القدوم على بلد الطاعون ومنع الخروج منه فرارا من ذلك، اما الخروج لعارض فلا بأس به وهذا الذي ذكرناه هو مذهبنا ومذهب الجمهور قال القاضي هو قول الاكثرين. (شرح مسلم ۲/۲۲۸)

ان احادیث میں طاعون زدہ شہر میں داخلہ اور وہاں سے راہ فرار اختیار کرنے کی ممانعت ہے۔ اگر کوئی اور عذر پیش آجائے اور اس کی وجہ سے نکلے تو حرج نہیں۔ یہ بات جو ہم نے ذکر کی ہے ہمارا (شوافع کا) مذہب بھی ہے اور جمہور کا بھی، اور قاضی کا بیان ہے کہ یہی اکثر حضرات کی رائے ہے۔

ایک اور موقع پر لکھتے ہیں کہ اس پر اتفاق ہے: واتفقوا على جواز الخروج بشغل وغرض غير الفرار. (حوالہ سابق ۲/۲۲۹)

علامہ مرتضیٰ زبیدی کا بیان ہے: واتفقوا على جواز الخروج لشغل غرض غير الفرار. (اتحاف سادۃ المتقین ۹/۲۸۷)

طاعون سے فرار کے سوا کسی اور مقصد کے تحت طاعون زدہ شہر سے نکلنے کے جائز ہونے پر سبھوں کا اتفاق ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اگر طاعون زدہ شہر سے نکلنے میں مقصد کوئی اور مقصد ہو، فرار بالکل پیش نظر نہ ہو، مثلاً سفر کی تیاری پہلے سے کرچکا تھا کہ اتفاق سے طاعون پھوٹ پڑا تب تو اتفاق ہے کہ سفر میں کوئی قباحت نہیں، البتہ اگر سفر کا مقصد تو کچھ اور ہو لیکن ضمنی طور پر یہ خیال بھی ہو کہ اسی بہانہ اس طاعون زدہ شہر سے بھی راحت نصیب ہوگی تو اس کے بارے میں اختلاف ہے، بعض حضرات نے اس کو مباح قرار دیا ہے اور طاعون عمواس کے موقع سے حضرت عمرؓ کی سرحد شام سے واپسی کو اسی پر محمول کیا ہے۔ (فتح الباری ۱۰/۱۸۸)

جہاں تک طاعون زدہ شہر میں کسی ضرورت کے تحت واپسی کی بات ہے تو یہ بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا، اس لئے کہ اب اس کی واپسی سے دوسروں کی صحت کو خطرہ نہیں ہے بلکہ اپنے اہل و عیال کے خیال سے وہ اپنی صحت کو خطرہ میں ڈال کر ایثار سے کام لے رہا ہے۔ خاص طور پر طبی کارکنان اور ریلیف کے لوگ جو مریضوں کی مدد کے لئے شہر میں داخل ہوں، عند اللہ ماجور بھی ہوں گے۔ امام غزالی نے بھی اس مقصد سے شہر میں آنے کو مستحب قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ:

لاینھی عن الدخول لانہ تعرض لضرر موھوم علی رجاء دفع ضرر عن بقیۃ المسلمین۔

(احیاء علوم الدین مع الاتحاف [illegible])

طاعون زدہ شہر میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا جائے گا کہ عام مسلمان جس ضرر میں مبتلا ہیں، ان کو بچانے کی امید پر اپنے لئے ایک موہوم نقصان کے خطرہ کو گوارا کرتا ہے۔

محور سوم

شرعی مصلحتوں کی بناء پر غیبت

اس میں شبہ نہیں کہ شریعت میں غیبت، چغلخوری اور مسلمانوں کے عیوب اور کوتاہیوں کا اظہار بدترین گناہ اور شدید معصیت ہے اور ستر و راز پوشی اس قدر مطلوب و پسندیدہ ہے۔ لیکن اصل میں یہ احکام مقاصد و نتائج کے تابع ہیں۔ اگر کسی درست شرعی مصلحت کے تحت غیبت اور اظہار راز کی حاجت پڑ جائے تو پھر یہی عمل کبھی جائز اور کبھی بہ تقاضائے مصلحت واجب بھی ہو جاتا ہے، اس لئے محدثین نے جہاں غیبت کی شناعت پر عنوان باندھا ہے، ان مواقع کی بھی نشاندہی فرمائی ہے جن میں غیبت جائز ہوتی ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

باب مایجوز من اغتیاب اھل الفساد والریب۔ (بخاری [illegible]، باب لم یکن النبی فاحشا ولا متفحشا)

اہل فساد و ریب کی غیبت جائز ہونے کا بیان۔

اور پھر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے حاضری کی اجازت چاہی، تو آپ ﷺ نے ایک طرف از راہ اخلاق و طبعی ملاطفت و نرم خوئی اس کو باریابی کی اجازت بھی مرحمت فرمائی اور دوسری طرف ام المومنین حضرت عائشہؓ سے اس کی بابت یہ بھی فرمایا کہ خاندان کا بدترین شخص ہے۔ بئس اخو العشیرۃ۔ (بخاری [illegible]) اس کے علاوہ ثابت ہے کہ حضرت ہند بنت عتبہ نے آپ ﷺ سے اپنے شوہر حضرت ابو سفیان کی جانب سے نفقہ میں تنگی رکھنے کی شکایت کی اور آپ ﷺ نے اس پر کوئی تنبیہ نہیں فرمائی۔ (بخاری [illegible]) حضرت فاطمہ بنت قیس نے دو اشخاص سے آنے والے پیام نکاح کی بابت استفسار کیا تو آپ ﷺ نے اس کو قبول نہ کرنے کا مشورہ دیا اور ان کی کمزوریوں کا ذکر فرمایا۔ (مسلم [illegible]) حضرات صحابہ کرام سے بھی کسی مصلحت یا اصلاح کے لئے بعض لوگوں کی خامیوں اور کوتاہیوں کا ذکر کرنا ثابت ہے۔

اس لئے فقہاء نے ازالۂ ظلم، دفع ضرر اور کسی جائز شرعی مصلحت کے حصول کے لئے غیبت کی اجازت دی ہے۔ دیکھئے، خلاصۃ الفتاوی [illegible]، الفقہ [illegible]، شرح مسلم للنووی [illegible]۔ میں صرف حافظ ابن حجر کی ایک مختصر، اصولی اور جامع تحریر نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:

[illegible] کردے۔

(جواب، سوال ۳)

چوں کہ اس صورت میں اظہار راز سے، صرف ایک مسلمان بلکہ ایک مسلمان خاندان کو شر سے بچانا ہے، اس لئے اس صورت میں بھی معالج کے لئے اظہار راز جائز ہے۔

(جواب، سوال ۴)

اس صورت میں بھی دوسرے فریق کے دریافت کرنے پر صحیح صورت حال سے آگاہ کرنا واجب ورنہ جائز ہے۔

(جواب، سوال ۵)

فقہ کے متفق علیہ اور مسلمہ قواعد میں سے ۔۔۔ جن پر نصوص اور آیات و روایات کی قوت و تائید بھی ہے ۔۔۔ ایک یہ ہے کہ:

يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام (الاشباہ والنظائر لابن نجیم [illegible])

چنانچہ معالج کی طرف سے صحیح اطلاع گو ذرا مریض اور پالنے کے لئے باعث ضرر ہے، لیکن اس سے چشم پوشی کی صورت عام لوگوں کو جو شدید ضرر پہنچ سکتا ہے وہ زیادہ قابل لحاظ ہے، لہٰذا ان حالات میں ڈاکٹر پر واجب ہے کہ وہ متعلقہ شخص کو اس سے باخبر کردے۔

ناجائز بچہ کی بابت اطلاع

(جواب، سوال ۶)

حدود و قصاص کے بارے میں اسلام کا اصول یہ ہے کہ ممکن حد تک ستر و پردہ داری افضل ہے، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

والشهادة في الحدود يخير فيها الشاهد بين الستر والاظهار لانه بين حسبتين اقامة الحد والتوقي عن الهتك والستر افضل (ہدایہ مع الفتح ۵/۲۰۸)

حدود کی بابت شہادت کے معاملہ میں گواہ کو ستر اور اظہار کے درمیان اختیار ہوگا، اس لئے کہ وہ دو نیکیوں کے درمیان ہے، حد شرعی کا قائم کرنا، مسلمان کی ہتک حرمت سے بچنا، البتہ ستر افضل ہے۔

اور فقہاء کی یہ رائے خود آپ ﷺ کے ارشاد پر مبنی ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

من ستر مسلما ستره الله في الدنيا والآخرة (مشکوٰۃ، نصب الرایہ ۳/۷۹، بحوالہ بخاری و مسلم)

جس نے کسی مسلمان کی رازکا ستر کیا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا ستر کرے گا۔

دوسری طرف حیات انسانی کا تحفظ و بقاء جس درجہ اہم ہے، وہ بھی محتاج اظہار نہیں کہ کسی اجنبی کی جان بچانے کے لئے بھی، ضرورت پڑے تو نماز کا توڑنا واجب ہے (بحر ۱/۲۱۰) ۔۔۔ اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ:

ينبغي للملتقط اذا كان لا يريد الانفاق من مال نفسه ان يرفع الامر الى الامام (الفتاوی ۲/۲۹۰)

جو کسی گم شدہ کو پائے تو اگر اپنے مال سے اس کے اخراجات ادا کرنے کا ارادہ نہ ہو تو معاملہ کو حاکم کے سپرد کردینا چاہئے۔

پس ان دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر بچہ کی ماں کی شناخت اور اظہار کے بغیر بچہ کے متعلق اطلاع

اور اس کی جان بچانا ممکن ہو تب تو ایسا ہی کرے اور سرکاری یا کسی ایسے غیر سرکاری ادارہ کو اس سے مطلع کردے جو ایسے بچوں کی سرپرستی کو قبول کرتا ہو۔ اور اگر اس بچہ کی پرورش اور بقا اس کے بغیر ممکن نہ ہو کہ اس عورت کا راز فاش کیا جائے، تو پھر اس کے بارے میں اظہار جائز ہے کہ انسانی زندگی کا تحفظ بہر حال زیادہ اہم ہے۔

علاج بہ ذریعہ شراب

(جواب سوال ۷)

یہ مسئلہ حرام اشیاء سے علاج کے جواز و عدم جواز سے متعلق ہے۔ گو متقدمین کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف رائے تھا، لیکن متاخرین اور فقہاء معاصرین اب اس کے جواز پر متفق ہیں، بہ طور نمونہ زیلعی کی ایک عبارت نقل کی جاتی ہے:

وفي النهاية: يجوز التداوي بالمحرم كالخمر والبول إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء ولم يجد غيره من المباح ما يقوم مقامه، والحرمة ترتفع للضرورة فلم يكن متداويا بالحرام (تبیین الحقائق ۶/ ۳۳)

نہایہ میں ہے، حرام اشیاء جیسے شراب اور پیشاب سے علاج جائز ہے بشرطیکہ کسی مسلمان طبیب نے اس میں شفاء کی خبر دی ہو اور اس کا کوئی جائز متبادل موجود نہ ہو، کیوں کہ ضرورت کے موقع پر حرمت ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا وہ حرام سے علاج کا مرتکب ہی نہیں ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصحاب عرینہ کو اونٹ کا پیشاب بغرض علاج پینے کی اجازت دینا (ترمذی ۱/ ۲۱، باب ما جاء فی بول ما یؤکل لحمہ) اور حضرت عرفجہ کو سونے کی ناک لگوانے کی ہدایت فرمانا (ابوداؤد ۲/ ۲۲۰) اس کے جائز ہونے کی واضح دلیل ہے — اس لئے خود شراب کے ذریعہ شراب نوشی کا علاج کرنا جائز و درست ہے۔

مجرمین کی بابت اطلاع

(جواب سوال ۸)

اگر مریض اصلاح حال پر آمادہ نہ ہو تو ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے متعلقہ افراد، محکمہ جات یا حکومت کو اس کی اطلاع کر دینی چاہئے کہ گو اس سے اس شخص کی ایک ذاتی منفعت فوت ہو رہی ہے لیکن "دفع مضرت" کو "جلب منفعت" پر ترجیح حاصل ہے۔

بے گناہ شخص کی براءت کے لئے اظہار حقیقت

(جواب سوال ۹)

شہادت دینا فرض ہے، کیوں کہ ارشاد خداوندی ہے:

لا تكتموا الشهادة ومن يكتمها فإنه آثم قلبه۔ (البقرہ: ۲۸۳)

گواہی کو نہ چھپایا کرو، اور جس نے گواہی چھپائی اس کا دل گنہگار ہے۔

یہ فرضیت دو صورتوں سے متعلق ہے۔ ایک اس وقت جب مدعی گواہی دینے کا مطالبہ کرے، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

ولا يسعهم كتمانها إذا طالبهم المدعي۔ (ہدایہ مع الفتح ۷/ ۳۶۳)

مدعی کے مطالبہ کے بعد گواہی چھپانے کی گنجائش نہیں۔

جواب سوالنامہ متعلقہ طبی اخلاقیات

مولانا عبید اللہ الاسعدی

محور اول

(۱)

(الف) مریض کی اجازت کے باوجود ایسے شخص کو علاج و معالجہ کی اجازت نہیں جسے عرفی یا قانونی طور پر وہ واقفیت و حیثیت حاصل نہیں ہے جس کے بعد علاج و معالجہ کی اجازت ہوتی ہے اس لئے کہ علماء محققین نے ایک اہم شرط باقاعدہ معالج ہونے کی ذکر کی ہے۔

(ب) طبیب کے حق میں مواخذہ و گرفت سے بری ہونے کی جو چار شرطیں علماء محققین نے ذکر کی ہیں۔ ان کے مطابق ایسا شخص جو کہ علاج و معالجہ کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اگر اس سے کوئی نقصان پہنچے گا تو اس پر اس کا ضمان واجب ہوگا۔

(التشریع الجنائی ۱/۵۲۲، الہدایہ مع الفتح، الاسلام و القانون الوضعی ص ۱۰۳)

البتہ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر تجویز کردہ دوا کی وجہ سے نقصان ہوا ہے تو ضمان نہیں ہوگا اور اگر کسی جیسے پھاڑ اور قطع و دیہ کے نتیجہ میں ایسا ہوا ہے تو ضمان ہوگا۔ (اعلاء السنن ۱۸/۲۲۲)

لیکن مجھ میں یہ آتا ہے کہ دوا کی تجویز کی صورت میں بھی ضمان ہونا چاہئے اس لئے کہ ایسا طبیب اصطلاحی طور پر مباشر تو نہیں لیکن حقیقی متسبب ضرور ہے۔ جو کہ تعدی کی وجہ سے ضامن ہوا کرتا ہے اور محض مریض درمیان میں فاعل مختار کا واسطہ ہوتا ہے اس کے باوجود اس پر ضمان ہوتا ہے۔ (الاشباہ ص ۱۰۳)

دوسرے حضرات اس تفصیل و فرق کے قائل نہیں ہیں۔ (مرجع سابق، ص ۱۰۲)

ضمان کا مطلب یہ ہے کہ نقصان کا بصورت نقد ہرجانہ و تاوان ادا کرنا ہوگا۔ جس کی ادائیگی ایسے طبیب اور اس کے متعلقین پر ہوگی اور حکام و حکومت کی طرف سے وہ تعزیر کا بھی مستحق ہے اور حق کے ساتھ اس پابندی کے عائد کئے جانے کا کہ وہ علاج و معالجہ کا کام نہ کرے۔ (اعلاء السنن ۱۸/۲۲۲، الفتاوی ۱۰/۲۰۶)

(۲) جس شخص کو قانوناً و عرفاً علاج و معالجہ کی اجازت ہے۔ اس پر اس کے فن کی رو سے جو ذمہ داریاں عائد ہیں اور جو علاج وہ کر رہا ہے اس کے جو اصول و تقاضے ہیں ان کی خلاف ورزی و لاپرواہی کی صورت میں جو نقصان ہوگا اس کا اس پر ضمان و تاوان ہوگا۔ اس لئے کہ محققین کی صراحت کے مطابق تعدی کی صورت میں طبیب پر ضمان ہوتا ہے اور یہ بھی ایک طرح کی تعدی اور زیادتی ہے۔ نیز یہ کہ عدم ضمان اور عدم مواخذہ کی ایک شرط یہ بھی ذکر کی گئی ہے کہ طبیب اصول طب کے مطابق کام کرے اور پھر اس سے کوئی نقصان ہو جائے۔

(مرقاۃ ۷/۱۰۰، التشریع الجنائی فی الاسلام ۱/۵۲۲)

(۳) مریض کے جسم میں قطع و دیہ وغیرہ کا ایسا عمل جس سے اس کو نقصان پہنچ سکتا ہے اگر مریض یا متعلقین کی اجازت کے بغیر انجام دیا گیا جب کہ وہ موجود ہیں اور ان سے اجازت لینا ممکن ہے۔ تو طبیب کے تجربات کے باوجود نقصان کا اس پر ضمان واجب ہے۔

(التشریع الجنائی فی الاسلام ص ۵۲۲ ج ۱)

ان حالات میں مریض کی اجازت کو پانا ممکن نہ ہو تو متعلقین کی اجازت کو مذاہب اربعہ میں اور ائمہ اربعہ کے نزدیک اہمیت حاصل ہے۔ (بدائع [illegible]، مواہب الجلیل [illegible]، نہایۃ المحتاج [illegible]، المغنی [illegible]، موقف الشریعۃ الطبی فی الاسلام [illegible])

(۲) اگر کسی مریض کو وہیں فوری عمل کی ضرورت ہے اور خود اس سے یا اس کے متعلقین اعزہ و رشتہ دار وغیرہ سے اجازت لینا ممکن نہیں تو اس کا حل یہ ہے کہ اسپتال یا محلہ و گاؤں اور شہر کے حکام و ذمہ داران سے اجازت لی جائے۔ اس اجازت کو بھی مریض اور متعلقین کی اجازت کی حیثیت حاصل ہوگی اس لئے کہ حکام بھی ایک قسم کے ولی و ذمہ دار ہوتے ہیں اور اگر طبیب ماہر و حاذق ہے اور واقعۃً و دیانۃً وہ محسوس کرتا ہے کہ اجازت کی کارروائی کی تاخیر مریض کے لئے جان لیوا ثابت ہوگی اور وہ اقدام کر بیٹھتا ہے۔ تو اس پر ضمان نہیں ہونا چاہئے۔ اس کے اس ایمان و احساس کے اعتبار کے لئے قرینہ اس کو قرار دیا جائے گا کہ دوسرے اطباء بھی مریض کا حال جاننے کے بعد تصدیق و تائید کریں۔

محور دوم

بیماریوں کا تعدیہ اور چھوت شریعت کی نگاہ میں

اس محور کے سوالات کے جواب سے پہلے ایک تمہید مناسب معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ اسلامی و ایمانی نقطہ نظر سے اللہ تعالیٰ ہی جملہ امور میں موثر ہے اور وہی مسبب الاسباب ہے۔ اس بنیادی عقیدہ کے ساتھ مرض کے تعدیہ و چھوت سے متعلق وارد ہونے والی مختلف قسم کی احادیث کے پیش نظر علماء امت کے اس بابت دو نقطہ نظر رہے ہیں۔

ایک سرے سے مرض کے تعدیہ اور چھوت کی نفی کا اور یہ کہ مرض جہاں پیدا ہوتا ہے محض اللہ کے پیدا کرنے سے سابق مریض و مرض سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

دوسرا یہ کہ اگرچہ اصل فاعل و موثر اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے مگر دوسرے اسباب کی طرح اس نے بعض امراض میں اس قسم کی صفت رکھی ہے کہ ایک سے دوسرے کو وہ امراض لگ جاتے ہیں۔

تاہم دونوں نقطہ نظر ایسے مریضوں سے احتیاط اور اجتناب کی گنجائش دیتے ہیں اور اس کو بالکل ناجائز و غلط نہیں کہتے۔

(المجموع [illegible]، فتح الباری [illegible])

اس قسم کے لوگوں کی نسبت سے کچھ پابندی وغیرہ کی ہدایت و اجازت ان روایات سے ملتی ہے جن میں مجذوم سے اجتناب کا ذکر ہے اور جن میں طاعون زدہ جگہ کی آمد و رفت کی بابت کچھ ہدایات آئی ہیں۔

اس طرح فقہاء نے بھی جو کچھ طاعون اور خصوصیت سے اس شخص کے لئے ذکر کیا ہے جس کی نظر لگتی ہے۔ اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ علامہ عینی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب کسی کے متعلق معلوم ہو کہ اس کی نظر لگ جایا کرتی ہے تو اس سے اجتناب و احتراز چاہئے اور امام و حاکم کو چاہئے کہ ایسے شخص کو لوگوں کے پاس آنے جانے سے منع کردے اور اس کو اپنے گھر و ٹھکانے پر ہی رہنے کا پابند بنادے۔ اگر محتاج کا تعلق نہ ہو تو اس کا انتظام کرے جب کہ اس کا ضرر تھوک و لہسن کھانے والے کے ضرر سے نیز مجذوم کے ضرر سے کہیں زیادہ ہے۔ (فتح [illegible])

گنجائش ہوگی۔ آگے کے مرحلہ میں اس سے بچنا ہی ضروری ہوگا۔ اس لئے کہ اسقاط حمل کا مسئلہ سخت ہے نہایت مجبوری میں اس کی اجازت فقہاء دیتے ہیں اور وہ بھی جان پڑجانے کے بعد حکم مزید سخت ہوجاتا ہے قاضی خاں وغیرہ کا ذکر کردہ ایک جزئیہ پیش نظر رکھا جاسکتا ہے فرماتے ہیں ایک عورت کی گود میں شیر خوار بچہ ہے اسے حمل ٹھہر گیا اس کی وجہ سے دودھ اس کا ختم ہوگیا اب شیر خوار بچے کا دوسرا نظم ممکن نہیں تو اجازت ہے کہ جب تک جان پڑنے کا مرحلہ نہ آئے حمل کو ساقط کرادے۔ (الفتاویٰ ۵/۲۰۲)

(۶) جب یہ طے ہے کہ عام مخالطت کی وجہ سے یہ مرض متعدی نہیں ہوتا۔ اور زوجین کے علاوہ بقیہ لوگوں اور بالخصوص بچوں کے لئے تعدیہ صرف خون کے چھونے و لگنے کی وجہ سے ہی ہوسکتا ہے۔ تو ایڈز کے مریض بچوں کو مدارس و اسکول سے محروم کرنا کسی طرح درست معلوم نہیں ہوتا۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ ایسے بچوں کا کوئی مستقل تعلیمی نظام قائم کیا جائے۔ ورنہ محض خون کے لگنے لگانے کی وجہ سے جس کی نوبت کم ہی آتی ہے۔ اور احتیاط بھی کرائی جاسکتی ہے۔ ایسے بچوں کو تعلیم سے محروم کرکے ان کے مستقبل کو برباد کرنا کسی طرح درست معلوم نہیں ہوتا۔

(۸) ۲ کے تحت اس قسم کا سوال آیا ہے، جواب گذر چکا ہے۔ اور ایسے کمسن مریضوں کے علاج کی فکر کے ساتھ ان کے مستقبل کی بہرحال فکر کرنی ہوگی۔

(۹) ایڈز اور طاعون و کینسر جیسی بیماریوں میں ایک مرحلہ ایسا آتا ہے کہ مرض کو لاعلاج قرار دے دیا کرتے ہیں۔ اور موت کی مدت وحد بھی متعین کردیتے ہیں لیکن موت و زیست جس کے ہاتھوں میں ہے اس کی قدرت کے کرشمے ہم کو یہ بھی دیکھنے میں آتے ہیں کہ ایسے مریض بسا اوقات سالہا سال زندہ رہتے ہیں یا کسی دوسرے اور مزید علاج سے ان کے حالات بدل جاتے ہیں اس لئے اس حال کو مرض موت کا حکم نہیں دیا جاسکتا مزید یہ کہ فقہاء نے مرض موت و وفات کی تفصیل و تحدید میں جو کچھ کہا ہے اس کے مطابق بھی اس حال کو اطلاقیہ حیثیت نہیں دی جاسکتی۔ علامہ شامی اس بابت بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "حاصلہ انہ ان صار قدیما بان تطاول سنۃ ولم یحصل فیہا ازدیاد فہو صحیح اما لو مات حالۃ الازدیاد الواقع قبل التطاول او بعدہ فہو مریض۔ (الشامی ۲/۲۸۸)
مریض اگر ایسا ہے کہ اس کے مرض میں اور حالت میں برابر فرق آتا جارہا ہے اور شدت پیدا ہورہی ہے۔ خواہ کتنا عرصہ گزر چکا ہو تو اس کو مریض کا حکم دیں گے یعنی مرض موت کے مریض کا اور اگر ایک جگہ پر مرض رک گیا۔ تو اس پر سال بھر کا عرصہ گزرنے سے پہلے پہلے اس کو مریض قرار دیں گے اور سال بھر کے بعد وہ صحت مند کا حکم رکھے گا۔

لہذا ایڈز وغیرہ میں اطباء کے ایسے فیصلے کے بعد بھی اگر مرض میں ترقی ہورہی ہے یا اس کے بعد ابھی سال بھر کا عرصہ نہیں گزرا ہے تو اس کو مرض وفات مانیں گے ورنہ نہیں۔ اور یوں تو فقہاء ہلاکت کے ظن غالب کی وجہ سے یہ حکم دے دیا کرتے ہیں لہذا لکھا ہے کہ جس بستی میں طاعون عام ہوجائے اور قوی اندیشہ ہو کہ شاید ہی کوئی بچے تو صحت مندوں کو بھی مریض اور مرض وفات میں گرفتار و شکار مان لیا جاتا ہے۔ (الشامی ۲/۲۸۹)

البتہ طاعون اور ایڈز و کینسر میں یہ فرق ہے کہ طاعون کے اثرات فوری اور تیزی سے ہوتے ہیں بیماری عموماً موت تک زیادہ وقفہ نہیں لیتی بخلاف کینسر وغیرہ کے۔ اس لئے طاعون کے شدید مریض کو اطلاقیہ حکم دیا جاسکتا ہے۔

(۱۰) شریعت نے خود یہ پابندی لگائی ہے کہ کسی علاقے میں جب طاعون جیسی وبائی بیماری پیدا ہوجائے تو اس میں آمد و رفت بند رکھی جائے لہذا حکومت کی یہ پابندی لائق لحاظ ہے۔ حکومت ایک جگہ اور متاثر لوگوں کے انتظامات کو زیادہ اچھی طرح دیکھ سکتی ہے اور آمد و رفت اس میں ... اور کام کو دشوار بنا سکتی ہے۔

(۵) مذکورہ مخصوص حالات میں گھر سے رخصت کی اجازت ہے، پابندی لازمی اور دینی نہیں کہ مستثنیات نہ ہوں۔ حدیث میں بھی طاعون کے خوف سے بھاگنے کی ممانعت آئی ہے۔ لہذا اگر کسی ضرورت کی وجہ سے جانا پڑتا ہو تو اس کے تحت داخل نہیں جیسا کہ طیبی وغیرہ نے صراحت بھی کی ہے۔ (مرقاۃ ۲/ ۳۰۰، فتح الباری ۱۰/ ۱۹۰)

محور سوم

(۱) اگر رشتہ کے خواہش مند حضرات ڈاکٹر سے اپنی اس ضرورت کا اظہار کر کے معلومات کریں تو ڈاکٹر کو چاہئے کہ مریض کے عیب کا اظہار کر دے اس لئے کہ اس صورت میں اگر عیب کو چھپانے کا مسئلہ امانت کا ہے ایک طرف تو دوسری طرف خیانت کا بھی ہے کہ پوچھنے والوں کی ضرورت و اہمیت سے صرف نظر کر کے خلاف واقعہ بات ان کو بتائے گا یا یہ کہ حقیقت کو ان سے چھپائے گا۔ حدیث نبوی سے یہی ہدایت ملتی ہے کہ شادی کے خواہش مند میں جب کوئی عیب ہو اور اس کی بابت معلومات و مشورہ کی بات آئے تو جاننے والا حقیقت کا اظہار کر دے۔ (مشکوۃ ص ۲۰۰، بحوالہ مسلم) المستشار مؤتمن ایک مشہور حدیث ہے جس کا مقتضی بھی یہی ہے۔

(۲) استفسار کی صورت میں بتانا چاہئے۔

(۳) اور ۲ کا جواب ہے۔

(۴) جب کسی شخص کے اندر ایسی کمزوری ہے کہ جس کی وجہ سے کوئی بڑا حادثہ و نقصان ہو سکتا ہے تو جاننے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ لوگوں کو باخبر کر دے یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ کسی شخص کے اندر کوئی عیب ہو اور وہ کسی جرم کا مرتکب ہو اور اس کے خراب نتائج و ثمرات سامنے آتے ہوں تو اس کے متعلق اس کے سرپرستوں یا حکام کو اطلاع دی جائے۔ یہ نہ غیبت ہے اور نہ منع۔

(شامی ۵/ ۲۶۳، ۵/ ۲۰۸)

اس طرح جسمانی ایسے کسی عیب کی ذمہ داروں کو اطلاع کرنا امانت و دیانت کے خلاف نہیں بلکہ یہ بھی ایک قسم کی امانت ہے۔

رہا مسئلہ ملازمت کے نقصان اور ملازم کی معاش کے فساد کا تو قاعدہ معروف ہے کہ ضرر عام کے دفعیہ کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔

(۵) ۴ کا حکم ہے۔

(۶) بچے کی حفاظت کی فکر کرے اور اولاد یا بچوں کو دیکھنے والے اداروں کو مطلع کرے صورت کے نقل اطلاع کی تشہیر و اشتہار کی ضرورت نہیں ہے

(۷) کر سکتا ہے۔ حرام چیز کا استعمال کرانا ضرورۃً جائز ہے اور کرنا بھی اور جب اطباء نے یہ طے کر دیا ہے کہ اب اس کے علاوہ کوئی دوسرا علاج اس کے لئے نہیں ہے تو اس کے حق میں یہ علاج جائز ہے جب کہ اس حرام چیز سے پیچھا چھڑانے کے لئے اس کو ذریعہ بنایا جا سکتا ہے اور بنایا جا رہا ہے۔

(۸) ۲ و ۵ کا جواب ہے۔ اور اس کے تحت جرم کے اظہار اور اس کے حوالہ کا بھی تذکرہ آیا ہے اور مسئلہ یہاں ۲ و ۵ سے کہیں شدید ہے اور ضرر خاص بھی وہ حیثیت نہیں رکھتا اس لئے کہ آدمی حرام اور معاشرہ اور ملک و ملت کے لئے کسی مضر چیز کو ذریعہ معاش بنائے ہوئے ہے۔

(۹) جب کسی بے گناہ شخص کو سزا اور قتل سے بچانے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے تو بے گناہی کی بے گناہی جو ڈاکٹر کو معلوم ہے اس کا اور موقع اظہار کر کے بے گناہ کی جان کو بچانا اور اس کو نجات دلانا بدرجہ اولیٰ جائز بلکہ ضروری ہے۔ فقہاء نے کتاب الشہادۃ میں، شہادت کے جو احکام بیان کئے

محور دوم

(۱) ایڈز کے مریض کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنا مرض اپنے اہل خانہ اور متعلقین سے چھپائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ڈاکٹر کے مشورہ سے وہ تمام طبی احتیاطیں کرے جن کی بناء پر جراثیم کے تعدیہ کو روکا جا سکے۔ اپنے اہل خانہ اور متعلقین کو بھی اپنے مرض سے باخبر کردے تاکہ وہ لوگ بھی متعلقہ طبی احتیاطیں ملحوظ رکھیں۔

(۲) اگر ایڈز کا مریض اپنے اہل خانہ اور متعلقین سے اپنا مرض چھپاتا ہے اور ڈاکٹر سے بھی اصرار کرتا ہے کہ اس کا مرض کسی پر ظاہر نہ کرے اور ڈاکٹر کو ظن غالب ہے کہ اس کے اہل خانہ اور متعلقین بے خبری کی بناء پر اس مرض میں مبتلا ہو سکتے ہیں تو اس کی ذمہ داری ہے کہ مریض کی خواہش کے علی الرغم اس کے اہل خانہ اور متعلقین نیز حکومت کے محکمہ صحت کو اس کے اس مرض کی خبر کردے۔

(۳) ایڈز، سرطان وغیرہ کے مریضوں کے بارے میں اس کے اہل خانہ، متعلقین اور سماج کی ذمہ داری یہ ہے کہ ایسے مریضوں کے علاج معالجہ کا پورا انتظام کریں۔ ان کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کا برتاؤ کریں۔ ایسے مریضوں کا معاشی تحفظ کریں۔

(۴) ایسا مریض قابل سزا ہے اور اس کا یہ عمل گناہ اور جرم ہے۔

(۵) اگر شوہر نکاح سے پہلے ہی سے ایڈز کا مریض تھا اور بیوی نے اس مرض کا علم ہونے کے باوجود نکاح کیا تو اسے نکاح کے بعد خیار فسخ حاصل نہ ہوگا اور اگر عورت اس بات سے ناواقف تھی کہ اس کا ہونے والا شوہر ایڈز کا مریض ہے اور نکاح کے بعد بیوی کو شوہر کے اس مرض کا علم ہوا تو بیوی کو خیار فسخ حاصل ہوگا۔ اس لئے کہ برص اور جذام جیسے امراض میں امام محمد اور ائمہ ثلثہ بیوی کو خیار فسخ نکاح دیتے ہیں، ایڈز مذکورہ بالا امراض سے کہیں زیادہ خطرناک مرض ہے لہٰذا اس میں بدرجہ اولیٰ خیار فسخ ہونا چاہئے۔ اگر شوہر کو نکاح کے بعد ایڈز کا مرض لاحق ہوا ہے اور بیوی اس کے ساتھ رہنے پر آمادہ نہیں ہے تو مالکیہ کے قول کو اختیار کرتے ہوئے بیوی کو خیار فسخ نکاح حاصل ہوگا۔

(۶) ایڈز کے مرض میں گرفتار خاتون کو اگر حمل ٹھہر جائے اور ماہر ڈاکٹروں کو ظن غالب ہے کہ اگر بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی ایڈز کا مریض ہوگا تو حمل میں جان پڑنے کے مرحلہ سے پہلے وہ عورت اسقاط حمل کرا سکتی ہے۔ عورت اگر اسقاط حمل پر آمادہ نہیں تو اس کے شوہر یا محکمہ صحت کی طرف سے جبراً اسقاط حمل کرایا جانا جائز نہیں ہے۔ حمل میں جان پڑنے کے مرحلہ کے بعد اگر عورت کی جان کو حمل کی وجہ سے ڈاکٹروں کی رائے میں کوئی سنگین خطرہ درپیش نہ ہو تو ایڈز کی مریضہ کا اسقاط حمل کرانا یا شوہر وغیرہ کی طرف سے جبراً اسقاط حمل کرایا جانا جائز نہیں ہے۔

(۱۰) ایڈز کے مرض میں مبتلا بچے اور بچیوں کو تعلیم سے محروم کرنا درست نہیں، بہتر یہ ہے کہ ایسے بچے، بچیوں کے لئے الگ مدارس اور اسکول قائم کئے جائیں تاکہ دوسرے بچوں کے لئے جو ایڈز کے جراثیم سے پاک ہیں اس متعدی مرض کا خطرہ نہ پیدا ہو لیکن اگر ایڈز کے مریض بچوں کے لئے علیحدہ مدارس اور اسکول قائم کرنا ممکن نہ ہو تو عام مدارس اور اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے سے انہیں محروم کرنا درست نہیں ہوگا۔ یہ مریض بچے بھی انہیں مدارس اور اسکولوں میں تعلیم حاصل کریں لیکن ادارہ کے ذمہ داروں کے لئے ایسے انتظامات کرنا لازم ہوگا جن کی وجہ سے یہ مرض دوسرے بچوں تک منتقل نہ ہو۔

(۱۱) جو بچے یا بچیاں ایڈز کے مرض میں گرفتار ہیں ان کے تئیں ان کے والدین، اہل خانہ اور سماج کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کے علاج معالجہ کا معقول بندوبست کریں، طبی احتیاطوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی تعلیم و تربیت کا پورا بندوبست کریں اور ان کے تئیں نفرت و حقارت کا رویہ اختیار کرنے کے بجائے ہمدردی اور خیر خواہی کی روش اپنائیں۔ دیکھا یہ جاتا ہے کہ اس طرح کے مریضوں کو عموماً اچھوت بنا کر الگ

تنگ کر دیا جاتا ہے۔ قریب ترین اقرباء اور اعزا ان کے قریب آنے اور ان سے اظہار ہمدردی کی ہمت نہیں کرتے اس صورت حال کا مریضوں کی صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ حتی الامکان طبی احتیاطوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان مریضوں کی نگہداشت کی جائے ان کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا رویہ اپنایا جائے۔ تاکہ انھیں اس بات کا احساس نہ ہو کہ گھر اور سماج کے تمام لوگ انھیں نفرت اور خوف کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔

(۹) ایڈز، طاعون اور کینسر جیسے امراض جب طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلہ میں پہنچ جائیں اور مریض کو درمیان میں صحت یاب ہوئے بغیر اسی مرض میں انتقال ہو جائے تو اس پر شرعاً مرض الموت کے احکام جاری ہوں گے۔ لیکن ڈاکٹروں کی رائے میں کسی مرض کے لاعلاج ہو جانے پر مریض کی وفات کا حکم نہیں لگایا جا سکتا یعنی جب مریض زندہ ہے اور زندگی کے آثار وعلامتیں اس میں موجود ہیں تو خواہ اس کی شفایابی سے ڈاکٹر کتنے ہی مایوس کیوں نہ ہوں اسے شرعاً زندہ ہی قرار دیا جائے گا اور مردہ کے احکام اس پر جاری نہیں ہوں گے۔

(۱۰) طاعون اور اس طرح کے دوسرے مہلک متعدی امراض کسی علاقہ میں پھیلنے کی صورت میں حکومت کی طرف سے اس علاقہ میں داخل ہونے اور وہاں سے نکلنے پر پابندی عائد کیا جانا نہ صرف جائز ہے بلکہ شرعاً مطلوب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے جب تم سنو کہ فلاں علاقہ میں طاعون پھیلا ہوا ہے تو اس علاقہ میں داخل نہ ہو اور اگر جہاں تم ہو وہاں طاعون پھیل جائے تو طاعون سے بھاگنے کے لئے اس جگہ سے نہ نکلو۔ (بخاری شریف)

جس علاقہ میں مہلک وبائی مرض پھیلا ہوا ہے وہاں جانا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے لہذا بلاضرورت وہاں جانے کی اجازت نہیں

ہے اور جس علاقہ میں انسان موجود ہے وہاں اگر مہلک متعدی مرض خود نمودار ہو جائے تو اس مرض سے بھاگنے کی نیت سے وہاں سے نکلنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے بہت سے مفاسد کا خطرہ ہے کوئی شخص اگر اپنی کسی ضرورت سے سفر میں گیا ہوا تھا اسی دوران اس مقام پر طاعون پھوٹ پڑا جہاں پر اس کا قیام تھا اب اگر اس کا مقصد سفر پورا ہو گیا یا مقصد سفر پورا ہوئے بغیر وہ اپنے وطن لوٹنا چاہتا ہے تو اسے مقام طاعون سے نکلنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح اگر ایک شخص سفر میں تھا اسی دوران اس کے وطن میں طاعون پھوٹ پڑا جس کی اسے اطلاع ہوئی تو وہ محفوظ علاقہ سے مقام طاعون (جو اس کا وطن ہے) میں اپنے اہل خانہ کی نگہداشت کے لئے اور اپنے وطن میں قیام کے لئے واپس جا سکتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ وبائی علاقہ میں داخل اور وہاں سے خروج کی پابندی عام حالات میں ہے ضرورت کے مواقع اس سے مستثنیٰ ہیں۔

محور سوم

(۱) مذہب اسلام میں رازداری کا حق دیا گیا ہے افشائے راز سے منع کیا گیا ہے مجلس کی گفتگو کو بھی امانت قرار دیا گیا ہے لیکن کسی کے عیب یا راز کا اخفاء اسی وقت تک درست ہے جب تک اس افشائے راز سے کسی دوسرے شخص کو شدید ضرر لاحق ہونے کا قوی خطرہ نہ ہو اگر ایک شخص کی عیب پوشی سے دوسرے شخص کو شدید ضرر پہنچنے والا ہو اور پہلا شخص اپنے عیب اور راز کو چھپا کر دوسرے شخص کو دھوکا دینا چاہتا ہے تو جس تیسرے شخص کو اس عیب یا راز کی اطلاع ہے اس کی شرعی ذمہ داری ہے کہ متعلقہ شخص (جس کو ضرر لاحق ہونے کا خطرہ ہے) کو اس عیب اور راز سے مطلع کر دے۔

صورت مسئولہ میں ماہر امراض چشم (ڈاکٹر) کی ذمہ داری ہے کہ وہ لڑکی یا اس کے گھر والوں کی جانب سے رابطہ قائم کئے جانے کی صورت میں انھیں صحیح صورت حال سے مطلع کر دے اور اگر اس سے رابطہ قائم نہیں کیا گیا ہے لیکن اسے یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ

نوجوان اپنا عیب چھپا کر فلاں خاتون سے یا اس کے گھر والوں سے نکاح کی بات طے کر رہا ہے تو اس خاتون یا اس کے اہل خانہ کو صحیح صورت حال سے باخبر کرے۔

(۲) صورت مسئولہ میں ڈاکٹر کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ دوسرے فریق کو اپنے مریض کے عیب یا مرض سے مطلع کرے۔

(۳) اس سوال کا جواب نمبر ۱ کی طرح ہے۔

(۴) جس شخص کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہے اگر اس کی بینائی مکمل طرح متاثر ہو چکی ہے اور ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گاڑی چلانا اس کے اور دوسروں کے لئے مہلک ہو سکتا ہے ایسا شخص اگر ڈاکٹر کے منع کرنے کے باوجود گاڑی چلاتا ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں مطلع کرے اور ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش کرے کیوں کہ اگر ڈاکٹر نے راز داری برت کر خاموشی اختیار کی اس ڈرائیور کے ساتھ دوسرے بہت سے لوگوں کی جان بھی ضائع ہو سکتی ہے۔ بلاشبہ نوکری ختم ہونے میں ڈرائیور کا

نقصان ہے لیکن شریعت کا قاعدہ ہے کہ ضرر عام سے بچنے کے لئے ضرر خاص کو اختیار کیا جائے گا مسئلہ زیر بحث میں اگر ڈاکٹر نے ڈرائیور کے نقصان کا خیال کرتے ہوئے متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں خبر نہیں کی اور وہ حسب سابق گاڑی چلاتا رہا تو بہت سے لوگوں کی جان ضائع ہو سکتی ہے لہذا اس ضرر عام کو روکنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔

(۵) اس سوال کا جواب وہی ہے جو سوال ۴ میں تحریر کیا گیا۔

(۶) صورت مسئولہ میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس عورت کی راز داری کرے ہاں اگر اس سے یہ خطرہ ہو کہ بچہ کی جان ضائع ہو جائے گی تو وہ حکومت کے متعلقہ محکمہ کو اس بات کی خبر کر دے کہ ایک بچہ فلاں جگہ پڑا ہوا ہے اسے اٹھا لیا جائے۔ چوری کیس کی خبر دینی ضروری نہیں۔

(۷) اگر مجبوری ہے کوئی طریقہ علاج کارگر نہیں ہو رہا ہے تو ایک مسلمان ڈاکٹر اس طریقہ علاج کو استعمال کر سکتا ہے بشرطیکہ اسے اس بات کا ظن غالب ہو کہ اس طریقہ علاج سے شراب یا منشیات کا رسیا شخص اپنی بری عادت چھوڑ دے گا۔

مفتی محمد زید مظاہری
([illegible])

محور اول

علاج معالجہ کی اجازت کس ڈاکٹر کو ہے اور کس کو نہیں

ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کی روایت ہے

"عمرو بن شعیب سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے علاج معالجہ کیا حالانکہ اس سے پہلے اس معالجے سے طب کو نہ جانا گیا ہو یعنی وہ اس فن سے ناواقف ہو تو وہ ضامن ہے۔ ([illegible])

اس حدیث کی روشنی میں عام طور پر فقہاء محدثین نے تصریح فرمائی ہے کہ علاج کی اجازت ہر کس و ناکس کو نہیں بلکہ اس کے لئے اہلیت و اجازت ضروری ہے اور جو اس کا مجاز نہ ہو اس کے لئے اس راہ میں قدم رکھنا جائز نہ ہوگا اور ہلاکت یا نقصان ہوجانے کی صورت میں اس پر ضمان بھی ہوگا۔ مسئلہ کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ سطور میں آئے گی۔ اس موقع پر اچھی وضاحت ضروری ہے کہ علاج معالجہ کے لئے جس اجازت کی ضرورت ہے وہ کون سی اجازت ہے۔ اجازت کی کتنی قسمیں اور ان کے کیا احکام ہیں اس مسئلہ کی تفصیل ذیل میں درج ہے

اجازت کی تین قسمیں ہیں۔ شرعی۔ قانونی۔ شخصی۔

"شرعی اجازت" کا مفہوم علاج کی اہلیت و صلاحیت اور فن سے واقفیت ہے۔ یعنی ہر وہ شخص جو فن علاج سے واقف ہو۔ تجربہ و مشق بھی رکھتا ہو شرعاً ایسا شخص علاج کا مجاز ہے کیونکہ شریعت میں جس معالج کے لئے فن سے واقفیت کی شرط ہے اس سے قانونی اجازت مراد نہیں بلکہ شرعی اجازت مراد ہے یعنی اہلیت، صلاحیت و تجربہ۔

لہٰذا ایسا شخص جو رسمی تعلیم ڈگری سرٹیفکٹ وغیرہ کے بغیر کسی ماہر فن کی صحبت میں رہ کر علاج معالجہ کی مشق اور تجربہ حاصل کرلے یا بعض امراض کے علاج اور بعض ادویہ کے خواص پر عبور حاصل کرلے ان امراض میں بھی اس کو علاج کی اجازت ہوگی گو قانونی طور پر وہ اس کا مجاز نہ ہو۔ کیونکہ اجتہاد کی طرح فن علاج میں بھی تجزی ممکن ہے کہ ایک شخص تمام امراض کے علاج کا ماہر نہ ہو بلکہ مخصوص امراض ہی میں مہارت اور تجربہ رکھتا ہو۔ اور فقہاء نے فتویٰ دینے کے لئے تو کسی ماہر فن کی زیر نگرانی مشق و تربیت کو ضروری قرار دیا ہے لیکن علاج

معالجہ میں اس قسم کی شرط کو ذکر نہیں فرمایا بلکہ اہلیت و صلاحیت پر اس کا مدار رکھا ہے۔ بعض امراض ہی میں اگر کسی شخص کو تجربہ اور مشق ہوجائے ان امراض کا علاج بے شک وہ کرسکتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ فن طب اصلاً تجربہ ہی سے ماخوذ ہے۔

علامہ ابن الحاج مالکی المدخل میں تحریر فرماتے ہیں:

"بے شک طب کی اصل تو تجربہ ہے، اور تجربہ ہی سے اس کو حاصل کیا گیا ہے، اور کثرت مشغلہ اس فن سے واقفیت رکھتے ہیں اور اس کی اہلیت تجربہ کی کثرت ہی سے ہوتی ہے۔ جس کے تجربات زیادہ ہوں گے اس کی واقفیت بھی خوب ہوگی، تم بکثرت بوڑھی عورتوں اور دایہ کو دیکھو گے اس نوع کی اچھی واقفیت رکھتی ہیں۔"

(المدخل لابن امیر الحاج مالکی ۴/ ۱۳۰)

اسی تجربہ ہی کی بنا پر قرون اولیٰ سے معمول چلا آرہا ہے کہ جو شخص جس مرض کا ماہر یا جن خاص دواؤں سے واقفیت رکھتا ہے دوسروں کو اپنے تجربہ سے نفع پہنچاتا ہے اور کسی نے اس پر نکیر نہیں کی، آج بھی اگر کوئی شخص رسمی تعلیم و ڈگری کے بغیر علاج کی مشق اور تجربہ حاصل کرلے اس کے لئے بھی یہی حکم ہوگا۔ حکام وقت کی اجازت کی ضرورت از روئے شرع ضروری نہیں، چنانچہ محققین نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

التشریع الجنائی میں ہے:

"شریعت میں ایسا کوئی حکم نہیں ہے کہ علاج معالجہ صرف وہی کر سکتا ہے جس کو حاکم وقت نے اجازت دے دی ہو اور نہ کوئی ایسا حکم ہے کہ حاکم طبیب (معالج) کے حق میں ایسی کوئی شرط لگائے کہ طبیب (ڈاکٹر) کو مخصوص درجہ کا علم (ڈگری) یا مخصوص قسم کی صلاحیت ہونی چاہئے۔ شریعت میں ایسا کوئی حکم نہیں ہے۔ البتہ امام مالک نے معالج کے لئے حاکم کی اجازت کو بعض حالات میں شرط قرار دیا ہے یعنی جب کسی معالج سے نقصان ہوجائے تو ضمان سے برات اسی طبیب کو ہوگی جس کو حاکم نے اجازت دی ہو ورنہ ضامن ہوگا۔" (التشریع الجنائی الاسلامی ۱/ [illegible])

فقہاء احناف نے اس سلسلہ میں بعض جزئیات ذکر فرمائی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ علاج کے لئے حاکم وقت کی اجازت ضروری نہیں بلکہ اہلیت و صلاحیت کافی ہے، چنانچہ البحر الرائق اور فتاویٰ ہندیہ میں صریح جزئیہ موجود ہے کہ:

"آنکھ کے علاج اور فصد کرنے والے سے اگر کوئی نقصان ہوجائے تو ضمان نہ ہوگا الا یہ کہ وہ غلطی ہی کر بیٹھے اگر دو آدمیوں نے کہا کہ یہ شخص علاج کا اہل نہیں ہے اور دوسرے دو لوگوں نے کہا نہیں یہ اہل ہے تب بھی ضمان نہ ہوگا۔ لیکن اگر معالج کی اہلیت کی شہادت دینے والا صرف ایک آدمی ہو اور دوسری جانب دو ہوں تو ضامن ہوجائے گا۔" (دیکھئے، بحر [illegible]، ہندیہ [illegible])

اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ علاج کے لئے اور ضمان سے برات کے لئے احناف کے یہاں حاکم وقت کی قانونی اجازت ضروری نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

قانونی اجازت

اب رہی یہ بات کہ پھر قانونی اجازت کی شرعی حیثیت کیا ہے، ایسا شخص جس کو فن سے واقفیت بھی ہے اور تجربہ و مشق کی بنا پر شرعی اجازت کا تو وہ مستحق ہے لیکن قانونی طور پر حکام کی جانب سے اس کو علاج کی اجازت نہیں، ایسا شخص قانون حکومت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے علاج کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کی تحقیق کے لئے پہلے ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ حکام وقت کے مقرر کردہ قانون کی شرعاً کیا حیثیت ہے اس کی پابندی کس حد تک ضروری ہے؟ اس سلسلہ میں محقق تھانوی نے بڑا محققانہ تجزیہ اور شرعی حکم تحریر فرمایا ہے۔ اپنے

ہوتا، دوسرے اسباب مظنونہ یعنی جس میں رفع ضرر اور شفا یقینی نہ ہو، جیسے علاج معالجہ اور طب کی تمام انواع (واشباہی، و ردھا) دونوں کے احکام میں بھی فرق ہے اسباب مقطوعہ کا اختیار کرنا ضروری اور فرض ہے، نہ اختیار کرے گا اور ہلاک ہو جائے گا تو گنہگار ہوگا، برخلاف اسباب مظنونہ (یعنی علاج معالجہ) کے اس کے اختیار نہ کرنے کی صورت میں ہلاک ہوگا تو گنہگار نہ ہوگا۔ البتہ اگر کرے گا تو عاصی ہوگا۔ اور مریض علاج نہ کرنے کے سبب مرجائے گا تو گنہگار نہ ہوگا۔ (اشباہ ۱/۲۹۰)

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء نے جس موقع پر جان بچانے کو مثلاً کنویں میں گرنے والے کی جان بچانے کو فرض قرار دیا ہے اس کا تعلق اسباب مقطوعہ سے ہے لہذا یہ تو واقعی فرض ہوگا۔ اور زیر بحث مسئلہ کا تعلق اسباب مظنونہ سے ہے اس لئے یہاں پر یہ حکم نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

خلاصہ یہ کہ مذکورہ صورتوں میں اجازت کے بغیر ڈاکٹر کا علاج کرنا یا آپریشن کرنا نہ صرف " کہ جائز ہے اور ڈاکٹر محسن، واجب شکر، مستحق اجر و ثواب ہوگا لیکن ہلاکت کی صورت میں وجوب ضمان کا سبب پائے جانے کی وجہ سے ضامن بھی ہوگا کیوں کہ جو مستحق ثواب و شکر کے لئے ضمان سے بری ہونا ضروری نہیں اور جو عاصی و ظالم ہو وجوب ضمان لازم نہیں۔ واللہ اعلم

بحث کا ایک جزء یہ بھی ہے کہ حدیث پاک میں جس جاہل طبیب کے علاج سے نقصان ہو جانے کی صورت میں ضمان کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے اس سے کون سا علاج مراد ہے؟ کیا ڈاکٹروں جیسی جراحی آپریشن وغیرہ یا مریض کو نسخہ لکھ کر دوا تجویز کرنا بھی اس حکم میں داخل ہے؟

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے بذل المجہود شرح ابوداؤد میں اس حدیث کے تحت فرمایا ہے،

او وصف له الدواء [illegible] المريض [illegible] فلا ضمان عليه (بذل المجهود [illegible])

"یعنی جب معالج نے مریض کے لئے نسخہ تجویز کیا اور مریض کو بتایا اور مریض نے اس کو اپنے ہاتھ سے کھایا تو (ہلاک ہو جانے کی صورت میں) طبیب پر کوئی ضمان نہ ہوگا۔"

مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی اعلاء السنن میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ،

"حدیث پاک میں طبیب پر ضمان کا جو ذکر آیا ہے اس سے مراد وہ طبیب ہے جو اپنے ہاتھ سے علاج کرے مثلاً آپریشن کرنا، پچھنا لگانا، نشتر لگانا وغیرہ۔ اور وہ معالج جو نسخہ تجویز کرکے دیتا ہو اور مریض دوا کھا کر ہلاک ہو جاتا ہو، ایسی صورت میں طبیب ضامن نہ ہوگا کیوں کہ ہلاکت تو خود مریض کے فعل سے ہوئی ہے البتہ طبیب کا نسخہ تجویز کرنا اس کا سبب بن گیا۔ یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے کوئی شخص کسی کو دھوکہ میں ڈال کر یوں کہے کہ یہ راستہ بڑا پر امن ہے اس میں چلے جاؤ حالاں کہ وہ خوب جانتا ہے کہ اس راستہ میں حملہ کرنے والا شیر یا ڈاکوؤں کی جماعت ہے جو اس کو قتل کردے گی پھر واقعی قتل کردیا گیا تو ایسی صورت میں اس غلط راستہ بتلانے اور دھوکہ دینے والے پر قصاص اور ضمان نہ ہوگا گو گنہگار ہوگا۔ اور ضمان اس وجہ سے نہ ہوگا کہ یہ مباشر نہیں بلکہ متسبب ہے۔" (۱۰/۱۳۳)

نیز اصول و قیاس کا مقتضی بھی یہی ہے کہ نسخہ تجویز کرنے والے پر ضمان نہ ہو بلکہ خود دوا استعمال کرنے والے پر ہو کیوں کہ

قاعدہ یہ ہے کہ جب مباشر اور متسبب جمع ہو جائیں تو متسبب کے بجائے مباشر اور وصف اخیر کی طرف حکم منسوب ہوتا ہے (الاشباہ [illegible]) اور یہاں وصف اخیر جس سے ہلاکت ہوئی ہے وہ مریض کا دوا استعمال کرنا ہے نہ کہ دوا تجویز کرنا، اس لئے بھی طبیب پر ضمان نہ ہونا چاہئے۔

تعدیہ امراض کے قائل تھے۔ حدیث میں صرف اس کی نفی مقصود ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے مریضوں سے اختلاط کو مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنایا ہے۔ (تیسیر العزیز الحمید شرح کتاب التوحید ص ۳۰۰)

فقہاء کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی تعدیہ امراض کے قائل ہیں۔ چنانچہ اس بحث کے ضمن میں کہ عورت کو کن کن عیوب کی وجہ سے خیارِ فسخ حاصل ہوتا ہے اس میں بعض امراض جذام وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے فقہاء تحریر فرماتے ہیں "لانها من الادواء المتعدیة" (ارواح الصحیح ۱/۲۰۰) یعنی بے شک یہ امراض ایسے ہیں جو عادۃً متعدی ہو جاتے ہیں یعنی دوسرے تک اختلاط کی وجہ سے منتقل ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے عورت کو خیارِ فسخ حاصل ہوتا ہے، تاکہ عورت ضرر سے محفوظ رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء بھی تعدیہ امراض کے قائل ہیں۔

اس سلسلہ میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی "حجۃ اللہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"شارع نے تعدیہ امراض کی نفی کی ہے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ بالکلیہ نفی کی ہے۔ اہل عرب یہی کہ تعدیہ امراض کو مستقل بالذات سمجھتے تھے کہ مشیت خداوندی کے بغیر بھی امراض متعدی ہو سکتے ہیں اس لئے اس کی نفی کی ہے اور امراض متعدی ہونے کے اسباب عادیہ میں سے یہ بھی ایک سبب ہے۔ یعنی امراض متعدی ہوتے ہیں۔ اور تعدیہ امراض کے ثبوت میں احادیث بھری پڑی ہیں لہٰذا تم کو اس میں شک نہ ہونا چاہئے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ۲/۱۹۰)

اخیر میں محقق تھانوی کی رائے بھی ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

"حدیث لاعدوی میں، مطلق عدوی کی نفی مقصود نہیں بلکہ اس عدوی کی نفی مقصود ہے جس کے قائل اہل جاہلیت تھے، اور جس کے معتقدین سائنس اب بھی قائل ہیں۔ یعنی بعض امراض میں خاصیت طبعی لازمی ہے کہ ضرور متعدی ہونے میں تخلف کبھی ہوتا ہی نہیں سو اس کی نفی فرمائی گئی ہے ___ اور اگر مثل دوسرے اسباب محتملہ کے اس کو بھی مؤثر مان لیا جائے، اس طرح عدوی کے قائل ہونے میں کچھ حرج نہیں۔ اقرب الی التحقیق مجھ کو یہی مسلک معلوم ہوتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۴/۲۰۰)

یہ ہیں شراح حدیث و فقہاء کی تحقیقات و تصریحات جن سے واضح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض امراض واقعی متعدی ہوتے اور ہو سکتے ہیں اور ان سے احتیاط و اجتناب کا شریعت میں حکم بھی آیا ہے۔

متعدی امراض میں مبتلا شخص سے پرہیز کرنا واجب ہے یا مستحب؟

تقریباً تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ متعدی امراض میں مبتلا شخص سے دور رہنے، پرہیز کرنے کا حکم وجوبی نہیں استحبابی ہے۔ اس سلسلہ میں مجھے کسی کا اختلاف معلوم نہیں۔ (اوجز المسالک، فیض الباری ۴/۲۰، شرح نووی علی مسلم ۲/۲۳۰، کتاب الطب لابن القیم ۱۰، شرح الطیبی ۸/۲۹۵، ...) محقق تھانوی کی تحقیق یہ ہے کہ ظنی اسباب کا اختیار کرنا ضعیف النفس کے لئے ضروری ہے۔ (بوادر النوادر ۱/۱۰۷)

ماحصل بحث خلاصہ کلام یہ کہ امراض واقعی بے شک متعدی ہوتے ہیں اس لئے ان سے پرہیز کا حکم بھی وارد ہوا ہے لیکن یہ حکم وجوبی نہیں بلکہ استحبابی و اختیاری ہے۔ نیز شرعی قاعدہ ہے کہ بڑے نقصان اور یقینی ضرر کی وجہ سے چھوٹے نقصان اور محتمل و مشکوک ضرر کو گوارا کر لیا جائے گا۔ مذکورہ بالا امور کو ملحوظ رکھنے کے بعد تمام سوالوں کے جوابات بالکل واضح اور آسان ہیں۔ اب ہر سوال کا الگ الگ

جواب تحریر کیا جاتا ہے۔

متعدی امراض کے مریض کا اپنے مرض کو چھپانے کا شرعی حکم

جواب گزشتہ تفصیلات کے پیش نظر جب متعدی امراض کے مریض سے احتیاط و پرہیز کرنے کا حکم وجوبی نہیں بلکہ استحبابی ہے، پرہیز نہ کرنا بھی جائز ہے لہذا اگر کوئی شخص پرہیز نہیں کرتا ہے یا خود مریض اپنے مرض کا اخفاء کرتا ہے تو زائد سے زائد ترک مستحب کا ذریعہ بن رہا ہے اور ظاہر ہے کہ ترک مستحب پر کوئی ملامت نہیں اس لئے مریض کا ایسا کرنا بلاشبہ جائز ہے۔

خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ اگر مریض اپنے مرض کو ظاہر کر دیتا ہے تو وہ اچھوت بن کر رہ جائے گا حتیٰ کہ جس اعانت و خدمت کا وہ محتاج و مستحق ہے اس سے بھی محروم ہو جائے گا اور یہ ایک ایسا ضرر ہے جو یقینی بھی ہے اور بڑا بھی۔ اس کے برخلاف مرض کو ظاہر نہ کرنے میں دوسروں کا نقصان نہیں اور ہے تو محض محتمل و مشکوک اور اس سے کم درجہ کا لہذا یقینی ضرر کے مقابلہ میں غیر یقینی ضرر کا اعتبار ہرگز نہ کیا جائے گا اور مریض کو اپنے آپ کو یقینی ضرر سے محفوظ رکھنے کے لئے مرض کا اخفاء کرنا بلاشبہ جائز ہوگا۔ اور یہی علت و بنیاد ہے اس حکم کی کہ جس جگہ طاعون پھیلا ہو وہاں سے بھاگنا ممنوع ہے کیونکہ بھاگنے میں مریضوں کا ضرر یقینی ہے اور نہ بھاگنے میں صحت مندوں کا کوئی ضرر نہیں اور جو ہے وہ غیر یقینی۔ لہذا جس طرح سے یہاں پر یقینی ضرر سے بچا کر غیر یقینی ضرر کو گوارا کیا گیا ہے زیر بحث مسئلہ میں بھی یہی حکم ہوگا۔ واللہ اعلم

ڈاکٹر کی ذمہ داری

جواب مذکورہ بالا تفصیل سے اس سوال کا جواب بھی واضح ہوگیا کہ مریض اگر ڈاکٹر سے اپنے متعدی مرض کے اخفاء کی تاکید و اصرار کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اظہار کے بعد میرا مقاطعہ ہو جائے گا اس صورت میں ڈاکٹر پر بھی یہی لازم ہے کہ اس کے مرض کا اخفاء کرے، اظہار کرنے میں یقینی ضرر کے مقابلہ میں غیر یقینی ضرر کو ترجیح دینا لازم آئے گا جو اصولی حیثیت سے غلط ہے۔ نیز واجب پر مستحب کو ترجیح دینا لازم آئے گا کیونکہ مریض کی دیکھ ریکھ حسب حقوق واجب ہے، پرہیز کرنا مستحب ہے اور ڈاکٹر کا اس کے مرض کو ظاہر کرنا مریض کے حقوق کے تلف کا ذریعہ بنے گا۔ واللہ اعلم

متعدی امراض کے مریضوں کے حقوق اور ان سے متعلق ذمہ داریاں

جواب متعدی امراض کے مریضوں کے بھی حقوق ہوتے ہیں جن میں کوتاہی کرنا ان پر ظلم کرنا ہے۔ احادیث پاک میں عام مریضوں کے جو حقوق اور ان کی خدمت کے جو فضائل وارد ہوئے ہیں وہ سب بلکہ اس سے بھی زائد یہاں ہوں گے اور ان کی خدمت بڑے اجر و ثواب کا باعث ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "عودوا المریض" "مریضوں کی عیادت کرو"۔ اس کے تحت علامہ عینی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عودوا المریض کے عموم سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ ہر قسم کے مرض کے مریض کی عیادت کرنا مشروع ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ،

ظاہر حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ عیادت کرنا واجب ہو اور اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ امر استحبابی ہو لیکن بعض افراد لوگوں کے حق میں تاکیدی اور وجوبی ہو۔" (عمدۃ القاری [illegible])

علامہ زیلعی نے تصریح فرمائی ہے،

يجوز ان يعود متوهما و يثاب على عدم متوهم [illegible] و على اقدام بمصابعة [illegible] (تحقيق العلماء ۲۰ / ۲۰)

جذام میں مبتلا شخص کے قریب ہونا جائز ہے اس کی خدمت کرنے، تیمارداری کرنے اور اس کی ضروریات کو پورا کرنے میں اس کو اجر و ثواب دیا جائے گا۔

اہل خانہ و دیگر متعلقین کی ذمہ داری

ماقبل میں جو حکم بیان کیا گیا یہ تو عام لوگوں سے متعلق ہے باقی علامہ عینی کی تصریح کے مطابق خاص لوگوں کے لئے یہ حکم نہیں ہے، خصوصیت کے تعلق سے ایسے مریضوں کی نگہداشت، دیکھ ریکھ اور ہر نوع کی ذمہ داری لازم ہو جاتی ہے۔ مثلاً عورت پر لازم ہے کہ جب تک وہ ایسے مریض کی زوجیت و ماتحتی میں ہے اپنے شوہر کی دیکھ بھال کرے اسی طرح اس کے برعکس، اور والدین بیمار ہوں تو اولاد پر ان کی تیمارداری ضروری ہے اسی طرح اس کا برعکس۔

فرمان نبوی "کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ" بھی اس کی مؤید ہے۔

الغرض متعدی امراض کے مریضوں سے اس طرح اجتناب کرنا کہ وہ مشقت میں پڑ جائیں درست نہیں۔

حکام اور سماج کی ذمہ داری

اس نوع کے مریضوں کی خاص ذمہ داری حکام پر بھی عائد ہوتی ہے، اور حکومت کی جانب سے انتظام نہ ہونے کی صورت میں یہی ذمہ داری مجموعی حیثیت سے سماج اور عام لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ جیسا کہ لاوارث میت کی تجہیز و تکفین اور علم دین کی نشر و اشاعت، مثلاً ویلفا، علما، خلفاء و متعلمین کرام کے وظیفے اور اس نوع کے اخراجات کی ذمہ داری حکام پر عائد ہوتی ہے لیکن اگر حکام اس میں کوتاہی کریں یا اس کی کوئی صورت اور ناظر نہ ہو انتظام نہ ہوتا ہو تو ایسی حالت میں وہ ذمہ داری مجموعی حیثیت سے پوری قوم اور سماج پر عائد ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے، رد المحتار ۲ / ۲۰۰) یہی حکم اور ذمہ داری یہاں پر بھی ہوگی۔ گو اس کے لئے چندہ کرنا پڑے۔ اور اس نوع کے یعنی متعدی امراض کے مریضوں کے متعلق حکام کی ذمہ داری حافظ ابن حجر کی تصریح کے مطابق یہ ہے کہ حکومت ان کے قیام و طعام اور عبادت کا مستقل علاحدہ انتظام کرے۔ ان کی معاشرت و معیشت عام لوگوں سے اس طرح علاحدہ کردے کہ لوگوں سے اختلاط بھی نہ ہو۔ اگر وہ غریب محتاج ہوں تو علاج معالجہ کے ساتھ بیت المال سے ان کے نفقہ کا بھی انتظام کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق منقول ہے کہ آپ نے جذامی شخص کو لوگوں سے ملنے جلنے سے منع فرمایا تھا۔ (فتح الباری ۱۰ / ۱۶۰) یہ بیان حافظ ابن حجر کا ہے جو ابن بطال سے انھوں نے نقل فرمایا ہے۔ امام نووی اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ قول بالکل صحیح اور متعین ہے اس کے خلاف کوئی دوسرا قول نہیں ملا علی قاری نے بھی اس کو نقل فرمایا ہے۔

امام نووی نے شرح مسلم میں صراحت فرمائی ہے کہ:

"اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں، سارے علماء اس پر متفق ہیں کہ اگر ایسے مریض اکا دکا تھوڑی مقدار میں ہوں تو ان کو اختلاط سے منع نہ کیا جائے گا۔ اسی طرح جمعہ کی نماز سے بھی ان کو نہ روکا جائے گا البتہ جمعہ کے علاوہ دوسری نمازوں سے منع کیا جائے گا (یعنی مسجد اور جماعت میں حاضر ہونے سے)

اور اگر کسی بستی میں جذامی یا کوئی اسی نوع کا مریض موجود ہو اور لوگوں کو ان کے اختلاط سے گھاٹ وغیرہ سے پانی پینے کے وقت نقصان ہوتا ہو تو اگر ایسے مریض اپنے خود پر علاحدہ پانی کا نظم کرنے پر قادر ہوں تو ٹھیک ہے ورنہ دوسرے لوگوں کو (یعنی سماج کو) اس کا انتظام کرنا چاہئے۔ اور اگر نہیں کرتے تو پھر ان مریضوں کو پانی پینے اور اختلاط سے منع نہ کیا جائے۔ (شرح مسلم ۲/۲۳۰)

دوسروں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے اختلاط

متعدی امراض کے مریض دوسروں کے ساتھ اس طرح قصداً اختلاط کریں جس سے کہ وہ مرض دوسروں تک بھی متعدی ہو جائے شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ میں تین مواقع پر کلام ہے۔ گناہ، تعزیر، ضمان۔

گناہ

جہاں تک تعلق گناہ کا ہے سو ظاہر ہے کہ جب اس نے دوسروں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے کوئی حرکت کی تو بموجب انما الاعمال بالنیات ایسا شخص سخت گنہگار ہوگا۔ نیز اس وجہ سے بھی گناہ ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدی امراض کے مریضوں کو صحت مند صحت مندوں سے علاحدہ رہنے کا حکم فرمایا اور یہ شخص بلا ضرورت قصداً اس حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے اس لئے ایسے شخص کے گنہگار ہونے میں کلام نہیں خواہ دوسرے تک اس کا مرض سرایت کرے یا نہ کرے۔ اور اگر واقعی سرایت بھی کر جائے تو اس کا گناہ شدید تر ہو جائے گا۔

ضمان

جہاں تک تعلق ضمان کا ہے سو اس مسئلہ میں فقہاء کی تصریح اور صریح جزیہ ملنا تو مشکل ہے لیکن اصولی طور پر اتنی بات سمجھ میں آتی ہے کہ جب امراض کا متعدی ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ جمہور محققین و محدثین کا یہی مسلک ہے۔ اس لئے جب ظن غالب کے ساتھ یہ بات معلوم ہو جائے کہ اسی کی اس حرکت ہی کی وجہ سے مرض متعدی ہوا ہے اور اس کا یہ عمل ہی اس کے مرض و ہلاکت کا سبب بنا ہے تو ضمان اسی کو مباشر قرار دیا جائے گا اور ہلاکت یا نقصان کا ضمان بھی اسی پر ہوگا۔ (والضمان علی المباشر)

اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ جس طرح علاج معالجہ کی تاثیر تجربہ سے ثابت ہے اسی طرح امراض کا متعدی ہونا بھی عادت و تجربہ سے ثابت ہے جب قصداً غلط علاج کرنے اور علاج کے ذریعہ نقصان پہنچ جانے کی صورت میں ضمان واجب ہوتا ہے اسی طرح یہاں پر بھی ضمان واجب ہونا چاہئے کیوں کہ نفس تاثیر اور قصداً اضرار میں دونوں ہی برابر ہیں لہذا دونوں کا حکم بھی یکساں ہوگا۔

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ یہ ضمان اسی وقت ہوگا جب کہ یقین سے معلوم ہو جائے کہ اس مریض کی یہ حرکت ہی اس کی ہلاکت یا مرض کا سبب بنی ہے ورنہ محض احتمال و شک کی بنا پر ضمان عائد کرنا درست نہ ہوگا۔ اب رہی یہ بات کہ اس امر کا یقین اور اطمینان حاصل ہونے کا طریقہ کیا ہے جس کے ذریعہ یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ واقعی اس مریض کا مرض متعدی اور مہلک ہوتا ہے لہذا اس پر ضمان لازم ہوگا؟

سو اس کے لئے تجربہ اور عادت کافی ہے اگر کسی مرض کی عادت اور مریض یا ڈاکٹروں کے تجربہ سے یہ ثابت ہو چکا ہو کہ یہ مرض یا اس مریض کا مرض متعدی ہوتا ہے اور پھر بھی قصداً اس شخص نے کسی کو نقصان پہنچانے کی نیت سے کوئی حرکت کی ہے جس کے نتیجہ میں

دوسرا شخص بھی اس مرض کا شکار یا ہلاک ہوگیا تو ایسی صورت میں بے شک اس پر ضمان عائد ہوگا۔

اس کی واضح نظیر وہ مسئلہ ہے جس کو علامہ عینی نے ذکر فرمایا ہے کہ:

"اگر کسی نظر لگنے والے شخص کے متعلق یہ بات معلوم ہوجائے کہ یہ شخص جب بھی کسی اچھی شئی کو بنظرِ تعجب اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اس کی نظر لگ جاتی ہے اور اس شئی کو نقصان پہنچ جاتا ہے اور کئی مرتبہ اس کا ظہور بھی ہوچکا ہو حتیٰ کہ اس کی عادت بن گئی ہو ایسی صورت میں اس نظر لگنے والے کی نظر سے جو بھی نقصان ہوگا وہی اس کا ضامن ہوگا۔ حتیٰ کہ نظر کے ذریعہ اگر کسی کو قتل کردے تو اس کے بدلہ اس کو قتل بھی کیا جائے گا۔"

(عمدۃ القاری ۱۰/ ۲۷۰)

اس جزئیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر تجربہ و عادت سے کسی شخص کے متعلق یہ معلوم ہوجائے کہ اس کا مرض متعدی ہوتا ہے پھر بھی وہ کسی سے اختلاط کرے تو وہ ضامن ہوگا۔ بلکہ اس جزئیہ سے تو یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ تجربہ و یقین سے جب کسی مریض کے مرض کا متعدی ہونا ثابت ہوچکا ہو اگر نقصان کے قصد کئے بغیر بھی بلا ضرورت کسی سے اختلاط کرے اور کسی کو نقصان پہنچ جائے تو وہ ضامن ہوگا۔ البتہ ضرورت کی حالت میں خود اس کو اختلاط کی اجازت ہے علامہ نووی کی تصریح ابھی میں گزر چکی ہے۔

تعزیر

بدنیتی یعنی دوسرے کو نقصان پہنچانے کی نیت سے مریض کا کسی قسم کا اقدام کرنا تاکہ دوسرا بھی اس مرض میں مبتلا ہوجائے، بے شک گناہ کبیرہ ہے گو اس سے نقصان پہنچ جانا صرف احتمال ہی کے درجہ میں ہے جیسے کوئی شخص لوگوں کو نقصان پہنچانے کی غرض سے عام راستہ پر پیشاب پاخانہ کرنے لگے تو اس کا یہ عمل گناہ کبیرہ اور خود یہ شخص لائق تعزیر ہوگا۔ فقہاء کی تصریح کے مطابق گناہ کبیرہ کے مرتکب پر تعزیر کرنا واجب ہے پوری امت کا اس پر اتفاق ہے۔ (فتح القدیر ۵/ ۱۱۲)

التشریع الجنائی میں اس کی تصریح موجود ہے کہ: "اگر کوئی طبیب اپنے علاج میں کسی مریض کے ساتھ بدخواہی یعنی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے گو اس کے علاج سے وہ مریض شفایاب ہی کیوں نہ ہوجائے لیکن اس کی بدنیتی کی وجہ سے اس کا یہ عمل حرام اور خود وہ طبیب مجرم لائق سزا ہے۔" (۱/ ۱۰۲)

اسی طرح یہاں بھی کسی مریض کا دوسرے شخص کو اس نیت سے مس کرنا یا کسی قسم کی حرکت کرنا تاکہ اس کو نقصان پہنچ جائے بے شک گناہ ہوگا اور وہ شخص مجرم اور لائق سزا ہوگا۔ واللہ اعلم

اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ ایسے مریضوں کا کسی کو ازراہ ہمدردی خون دینا یا کسی قسم کا ڈونیٹ کرنا، جس سے کہ دوسرے کی خیرخواہی و ہمدردی مقصود ہو چونکہ ایسی صورت میں بدنیتی نہیں، لہٰذا ایسی صورت میں اگر نقصان بھی پہنچ جائے تب بھی نہ تو گناہ ہوگا اور نہ ہی وہ شخص لائق تعزیر ہوگا۔ کیوں کہ وہ گناہ کا مرتکب نہیں۔ لیکن اگر حکومت کی طرف سے اس کی پابندی تھی اور حاکم نے صراحتاً کسی قسم کے اختلاط سے اس کو منع کردیا تھا پھر بھی بلا ضرورت شرعیہ اس نے حاکم وقت کی خلاف ورزی کی ایسی صورت میں حاکم مصلحت عامہ کے پیش نظر تعزیر جاری کرسکتا ہے۔

لیکن امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ محققین کی تصریح کے مطابق صرف جنون کے متعلق ہے اس کے علاوہ دیگر امراض مثلاً جذام و برص کے متعلق محققین یہی فرماتے ہیں کہ شیخین کے مسلک پر عمل کیا جائے گا۔ (حاشیہ ابو داؤد حاشیہ ص ۱۰۷) کیونکہ جس ضرورت کی وجہ سے شیخین کے قول کے مقابلہ میں امام محمدؒ کا قول لیا گیا ہے وہ ضرورت جنون کے متعلق پائی جاتی ہے۔ اس لئے اس درجہ کی ضرورت کے بغیر شیخین کے قول سے عدول نہ کیا جائے گا اور جنون کا ضرر ایسا ہے کہ اس میں قتل کا بھی اندیشہ ہے۔ واضح رہے یہ تفصیل اس وقت کی ہے جب کہ نکاح سے پہلے شوہر میں یہ امراض و عیوب پائے جاتے تھے اور نکاح ہوجانے کے بعد اگر یہ امراض پیدا ہوجائیں اس کا حکم آگے آرہا ہے۔

نکاح کے بعد شوہر کو ایڈز یا اس جیسا مرض لاحق ہوجائے تو عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا یا نہیں

مسلک فقہ حنفی کی رو سے تو نکاح لازم ہوجانے کے بعد کسی بھی مرض یا عیب کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق باقی نہیں رہتا۔ اور نکاح لازم ہونے سے پہلے عورت کو بعض عیوب کی وجہ سے اختیار ہوتا ہے اور لزوم نکاح کا مطلب یہی ہے کہ نکاح سے پہلے جو امراض مرد میں پائے جاتے تھے عورت کے علم میں آجانے کے بعد اس کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔ نکاح ہوجانے کے بعد کوئی مرض یا عیب پیدا ہوجائے تو نکاح تو لازم ہو ہی چکا اور بقاء نکاح کے واسطے ان امراض سے خالی ہونا ضروری نہیں۔ علامہ کاسانیؒ بدائع میں تحریر فرماتے ہیں:

وأما خلو الزوج عما سوى هذه العيوب الخمسة من الجب والعنة، فهل هو شرط لزوم النكاح؟ قال أبو حنيفة وأبو يوسف ليس بشرط ولا يفسخ النكاح به، وقال محمد خلوه من كل عيب يتضرر به شرط لزوم النكاح حتى يفسخ به النكاح. (۲/۳۲۷)

اس عبارت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لزوم نکاح اور بقاء نکاح علاحدہ علاحدہ ہیں فقہاء نے جن امراض میں عورت کو اختیار دیا ہے اور مرد کے لئے ان امراض سے خالی ہونے کو نکاح لازم ہونے کی شرط قرار دیا ہے اس کا تعلق ان ہی امراض سے ہے جو نکاح سے پہلے مرد میں ہوں اور اسی وقت تک ہے جب تک نکاح لازم نہ ہوا ہو۔ لازم ہوجانے کے بعد بقاء نکاح کے لئے شوہر کا ان امراض سے خالی ہونا ضروری نہیں اور یہی کتب فقہ میں اس قسم کی تصریح ہے۔

دوسرے یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ فقہاء نے فسخ نکاح اور تفریق دو اصطلاحیں استعمال کی ہیں فسخ نکاح ان عیوب کی وجہ سے ہوتا ہے جو عیوب قبل العقد موجود ہوں: وهو الفسخ [illegible] القسمين [illegible] بدل [illegible] وخيار [illegible] والفسخ بخيار العيب موجود قبل العقد. (الاشباہ والنظائر ۱۰۰)

اور کسی صریح عبارت سے یہ مستفاد نہیں ہوتا کہ نکاح لازم ہوجانے کے بعد شوہر میں مرض پیدا ہوجائے تب بھی عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری کی ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ "قال محمد إن كان الجنون حادثا يؤجله سنة" (عالمگیری ۱/۵۲۶) یعنی اگر جنون حادث ہو تو شوہر کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی صحت نہ ہونے کی صورت میں عورت کو اختیار ہوگا۔

اس عبارت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نکاح لازم ہوجانے کے بعد مرض حادث ہوجانے کی صورت میں بھی عورت کو اختیار ہوگا۔ لیکن یہ محل غور ہے "حادث" کا یہ مفہوم متعین نہیں ہے جو بظاہر مفہوم شیادر ہے، "حادث" کی تفسیر غیر مطبق، غیر مستوعب سے بھی کی گئی ہے۔ (حاشیہ ابو داؤد ص ۱۰۷) اور کتب فقہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر یہ مفہوم مراد نہیں ہے کہ بعد میں جنون پیدا ہوجائے تو بھی عورت کو اختیار ہوگا۔ اولاً تو اس وجہ سے کہ اصولی طور پر یہ غلط ہے جیسا کہ بدائع کی عبارت سے معلوم ہوا۔ دوسرے اس وجہ سے بھی کہ یہ مسئلہ امام محمدؒ سے منقول ہے اور عالمگیری میں بھی یہ جزئیہ امام محمدؒ ہی کی طرف منسوب ہے اور کتب فقہ میں امام محمدؒ نے اس مسئلہ کو جس باب و عنوان کے تحت ذکر فرمایا ہے اور جو عبارت بیان فرمائی ہے اس سے یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حادث

اختیارات اس وقت میں ہے جب کہ قبل عقد شوہر میں یہ عیب پایا جاتا تھا اور عورت نے شوہر کو اس عیب میں پایا ایسی صورت میں اس کو فسخ کا اختیار ہوگا۔

ذرا عبارت میں غور فرمایئے،

"باب الرجل یتزوج وبه العیب وکذلک اذا وجدته مجنونا او موسوسا یخاف علیه قتله او وجدته مجذوما مقطعا،"

(کتاب الآثار ص ۹۰، کراچی)

"اس بات کا بیان کہ مرد نکاح کرے حالاں کہ اس میں عیب موجود ہو ــــــ اسی طرح (عورت کو حق تفریق ہوگا) جب کہ عورت نے شوہر کو مجنون یا جذام کے مرض میں مبتلا پایا۔"

اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختیار اس وقت ہے جب کہ نکاح سے پہلے اور نکاح کے وقت بھی وہ عیب مرد میں موجود ہو، باقی بعد میں کوئی مرض پیدا ہوجانے کی صورت میں عورت کو اختیار نہیں ہوگا۔

الحیلۃ الناجزۃ میں ہے:

"جو جنون بعد نکاح کے پیدا ہوگیا ہو اس کے متعلق امام محمدؒ سے کوئی تصریح نہیں ملی۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک (فسخ نکاح کا حق) کتاب الآثار کی عبارت میں (اس صورت میں ہے جب کہ جنون نکاح سے پیشتر موجود تھا۔" (الحیلۃ الناجزۃ ص ۱۰۰)

اور اگر امام محمدؒ کے قول کو اختیار کرتے ہوئے (ایسے مرض و عیب جس کے ساتھ عورت کا رہنا دشوار ہو) یہ کہا جائے کہ جو امراض نکاح لازم ہوجانے کے بعد پیدا ہوجائیں جن کے ساتھ رہنا دشوار ہو ایسی تمام صورتوں میں عورت کو اختیار ہونا چاہئے۔ اس سے تو لازم آئے گا کہ کسی عورت کے شوہر کو جب بھی کوئی مہلک مرض لاحق ہوا (کیونکہ اگر مرد میں یہ عیب ہوتا تو عورت نکاح پر راضی نہ ہوتی) مثلاً طاعون، ٹی بی وغیرہ مہلک امراض جب بھی کسی مرد کو لاحق ہوں فوراً عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوجائے۔ شوہر کا ایکسیڈنٹ ہوجائے اور اس کے ساتھ رہنا دشوار ہو جب بھی عورت کو فسخ کا حق حاصل ہوجائے کیا اس کا بھی کوئی قائل ہوسکتا ہے؟ ایسا عموم و توسع تو کسی امام کے نزدیک بھی نہیں۔ ائمہ ثلاثہ کے یہاں بھی صرف پانچ قسم کے عیوب کی تخصیص ہے۔

مالکیہ کے مسلک میں گنجائش ہے یا نہیں

البتہ امام مالکؒ کے نزدیک ان عیوب (یا برص) سے عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوتا ہے اگر نکاح ہوجانے کے بعد بھی مرد میں وہ عیوب پیدا ہوجائیں تو (صرف ان عیوب کی وجہ سے) عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔ چنانچہ مدونہ میں تصریح ہے کہ: "اگر نکاح کے بعد جنون ہوجائے تب عورت کو علاحدگی کا اختیار ہے۔" (مدونہ ۲/۱۰۰) اور ضرورت کی بنا پر مجنون کے مسئلہ میں مالکیہ کے اس مسئلہ کو اختیار کیا گیا ہے۔ (الحیلۃ الناجزۃ ص ۱۰۰)

اب سوال یہ ہے کہ مالکی مذہب میں مجنون کی طرح کیا ایڈز اور اس جیسے مہلک امراض (جو بعد عقد پیدا ہوجائیں) کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا یا نہیں؟ اس کی تحقیق علماء مالکیہ سے کی جاسکتی ہے اس کے بغیر فیصلہ دشوار ہے جب مالکی مسلک میں بھی اس کی اجازت ثابت ہوگی کہ ایڈز کا مرض شوہر میں پیدا ہوجائے تب عورت کو علاحدگی کا حق ہے۔ اس کے بعد دوسرا سوال ہوگا کہ مجنون کی طرح اس مسئلہ میں بھی مالکی مذہب کو اختیار کرکے عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا یا نہیں؟ یعنی مالکی مسلک کو اختیار کیا جائے گا یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اس کا مدار ضرورت پر ہے۔ غور کرنا چاہئے کیا اس درجہ کی ضرورت ہے کہ مجنون کی طرح اس میں بھی مالکیہ کے مسلک کو اختیار کرلیا جائے

کر سکے، صاحب فراش ہو، عورت کھانا پکانے پر قادر نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب مرض الموت کی حقیقی تعریف میں داخل نہیں بلکہ اس کے آثار و علامات ہیں جن میں تغیر و تخلف بھی ہو سکتا ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں:

"اعتبار غلبہ ہلاکت کا ہے۔ اگر اس مرض میں موت کا گمان غالب ہو تو وہ مرض الموت ہے اگرچہ گھر سے باہر آتا جاتا ہو۔ صدر الشہید اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔ امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں کئی مسائل ذکر فرمائے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے مرض الموت کے لئے ہلاکت کا گمان غالب ہونا شرط ہے صاحب فراش ہونا ضروری نہیں"۔ (شامی ۱/ ۱۰۱)

اب یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ غلبہ ہلاکت کا اعتبار کب تک کیا جائے گا اور اس کی کیا مدت ہوگی۔ کیوں کہ "عموماً مرض الموت" سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ مرض الموت اس کو کہتے ہیں کہ موت اس سے متصل ہو یعنی بلا وقفہ ہو جائے سو اس موت کی کیا تحدید ہوگی؟

اس کے لئے ہمارے فقہاء در مختار، شامی، شمس الائمہ، طحاوی، تمرتاشی نے ایک سال کی مدت نقل فرمائی ہے۔ [illegible] میں بھی یہی مذکور ہے۔ یعنی ایسی حالت اور ایسا مرض جس میں صحت کی امید کم اور ہلاکت کا گمان غالب ہوتا ہے اگر ایک سال کی مدت میں انتقال ہو جائے تب تو وہ مرض الموت ہے۔ اور اگر ایک سال بعد بھی زندہ ہے اب وہ مرض الموت کے حکم میں نہیں ہوگا۔ پھر اس میں بھی کچھ تفصیل ہے۔

اس کے بعد یہ دیکھنا چاہئے کہ ایک سال بعد بھی مرض اپنی جگہ پر ٹھہر گیا ہے یا ترقی پر ہے۔ مثلاً مرض اگر ایک جگہ پر ٹھہر گیا اور ایک سال کی مدت بھی پوری ہو چکی تو اب وہ مرض الموت کے حکم میں نہیں اور اگر وہ مرض بڑھتا ہی جارہا ہے۔ ایک حد پر ٹھہرا نہیں تو وہ مرض الموت کے حکم میں ہے گو ایک سال کی مدت سے زائد گذر جائے۔ علامہ زیلعی نے بدائع سے نقل فرمایا ہے کہ اگر مرض برابر ترقی پر ہے تو وہ مرض الموت کے حکم میں ہے اور اگر کمی و زیادتی دونوں ہوتی رہتی ہے تو وہ صحیح کے حکم میں ہے۔ (تبیین الحقائق ۱/ ۲۰۰) علامہ شامی نے مختار کی عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اگر مرض قدیم ہو چکا اور ایک سال سے بھی متجاوز ہو چکا تو اگر ترقی پر نہ ہو یعنی مرض میں اضافہ نہ ہو رہا ہو تو وہ صحیح کے حکم میں ہے اور اگر زیادتی پر ہے اور اسی حال میں انتقال ہو جائے خواہ ایک سال کے پہلے یا ایک سال بعد تو وہ مرض الموت کے حکم میں ہے (شامی ۱/ ۱۰۱) ان ساری تفصیلات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب فیصلہ کرنا بالکل آسان ہے کہ ایڈز، طاعون، کینسر وغیرہ کے مریض مرض الموت کے حکم میں ہیں یا نہیں؟ ان سب کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(۱) ایڈز، کینسر وغیرہ کے مریض اگر اس درجہ کو پہنچ چکے ہوں کہ جس میں ہلاکت و موت کا غالب گمان ہے صحت کی امید کم ہے تو وہ مرض الموت کے حکم میں ہیں۔

(۲) لیکن اگر مرض طول پکڑ گیا اور ایک سال کی مدت پوری ہو چکی تو اب یہ دیکھنا چاہئے کہ مرض ایک جگہ پر ٹھہر گیا یا نہیں اگر ٹھہر گیا تو اب ایک سال بعد وہ مرض الموت کے حکم میں نہیں۔

(۳) اور اگر مرض ترقی پر ہے گو ایک سال کی مدت پوری ہو چکی ہو تب بھی وہ مرض الموت کے حکم میں ہے۔

(۴) زمانہ طاعون میں بھی چوں کہ ہلاکت کا گمان غالب ہوتا ہے اس لئے وہ بھی مرض الموت کے حکم میں ہے۔ علامہ شامی نے شوافع سے نقل فرمایا ہے کہ طاعون مرض الموت کے حکم میں ہے اور لکھا ہے کہ احناف کے قواعد کا مقتضی یہ ہے کہ صحیح کے حکم میں ہو۔ اس کے

ہرگز اس کی اجازت نہ دی جائے گی۔ اور مخصوص حالات میں ہر زمانہ کے علماء یا مفتیان حسب حالات جو فتویٰ دیں گے وہ معتبر ہوگا۔

ایڈز کے مریض بچوں کو اسکولوں اور مدرسوں میں داخلہ سے محروم کرنا

یہ صحیح ہے کہ ضرر عام سے بچانے کے لئے ضرر خاص کو گوارا کیا جاتا ہے فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ ضرر عام و خاص دونوں ہی یقینی ہوں اور اگر ایک طرف تو محض ضرر کا احتمال ہو اور دوسری طرف ضرر یقینی ہو، خواہ عام ہو یا خاص، بہر صورت ضرر محتمل کو گوارا کر کے یقینی ضرر سے حفاظت کی جائے گی۔ جیسے طاعون زدہ علاقوں میں مقامی لوگوں کا بھاگنا ممنوع ہے کیوں کہ طاعون سے متاثر ہونا ضرر محتمل اور بھاگ جانے کی صورت میں مریضوں کا ضرر یقینی ہے اس لئے بھاگنے کی ممانعت ہوئی یعنی ضرر محتمل کو گوارا کر کے یقینی ضرر سے حفاظت کی گئی۔

اسی طرح یہاں سمجھنا چاہئے کہ ایڈز کے مریض سے اختلاط کی وجہ سے دوسرے بچوں تک یہ مرض سرایت کر جانا ایسا ضرر ہے جس کا صرف احتمال ہی احتمال ہے اور احتمال بھی بعید بلکہ ابعد، کیوں کہ یہ مرض محض قرب و اختلاط سے متعدی نہیں ہوتا بلکہ جنسی اختلاط یا مریض کی رطوبات مخلوطون وغیرہ لگ جانے سے متعدی ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف ایسے بچوں، بچیوں کو اسکول اور مدرسہ کی تعلیم (جو کہ وقتی تعلیم ہو اس) سے محروم کر دینا بے شک یقینی ضرر ہے اس لئے قاعدہ کے مطابق صورت مسئولہ میں ضرر محتمل کو گوارا کر کے یقینی ضرر سے بچوں اور بچیوں کی حفاظت کی جائے گی اور ایڈز کے مریض بچوں، بچیوں کو تعلیم سے اور اسکول میں داخلہ سے نہ روکا جائے گا۔

امام نوویؒ نے شرح مسلم میں مجذومین کے متعلق جو حکم بیان فرمایا ہے وہی حکم یہاں بھی ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ ۔ اگر اس طرح کے مریض (جن کے امراض متعدی ہو سکتے ہوں) ایک ہی دو ہوں تو ان کو منع نہ کیا جائے گا۔ البتہ اگر ایسے مریض کثیر تعداد میں ہوں تو عام کو چاہئے کہ ایسے مریضوں کے لئے رہائش، قیام، طعام وغیرہ علاحدہ مستقل انتظام کرے (جس میں تعلیم بھی داخل ہے) اور اگر حکومت نہیں کرتی یا لوگ نہیں کرتے تو پھر ان مریضوں کو منع نہ کیا جائے گا۔

بس یہی حکم یہاں بھی ہوگا کہ ایڈز کے مریض ایک دو ہوں تو ان کو نہ روکا جائے گا کثیر تعداد میں ہوں تو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ان کی تعلیم کا علاحدہ نظم کرے اور اگر کوئی صورت نہیں بنتی تو عام اسکولوں، مدرسوں کے داخلہ سے ان کو محروم اور منع نہیں کیا جا سکتا۔

واللہ اعلم۔

سوال (۸) کا جواب اصل میں جواب (۴) کے تحت گذر چکا ہے۔

ایڈز، طاعون، کینسر کے مریض مرض الموت کے حکم میں ہیں یا نہیں

"مرض الموت" کی ایک تو ہے حقیقی تعریف اور ایک ہے اس کے آثار و علامات۔

تعریف تو صرف اتنی ہے کہ "انسان کی ایسی حالت یا ایسا مرض جس میں ہلاکت اور موت غالب ہو، بچنے اور صحت کی امید کم ہو بس یہی "مرض الموت" ہے۔

علامہ زیلعی، شیخ شلبی نے اور صاحب مجمع الانہر نے نیز ابن نجیم نے بھی یہی تعریف کی ہے (زیلعی ۶/۲۰۱ مع حاشیہ شلبی، مجمع الانہر ۲/۷۰۲، البحر الرائق ۶/۲۰۲) اور اس کے آگے فقہاء نے جو کچھ بھی لکھا ہے مثلاً مرض الموت وہ جس میں آدمی خود ضروریات زندگی پوری نہ

نیز عورت کی ضرورت کے ساتھ مرد کی ضرورت اور علاحدگی کے بعد اس کے ضرر کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے ۔ علماء کی ایک جماعت نے مالکیہ
کے مسلک کو صرف مجنون کے متعلق اختیار کیا ہے اس کے علاوہ برص جذام کے متعلق مالکیہ کے مسلک کو اختیار نہیں کیا۔ اور یہ سچ ہے کیوں
کہ جس درجہ کا ضرر و خطرہ مجنون سے ہو سکتا ہے دوسرے امراض کے مریض سے نہیں۔ دار قطنی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ
اس مجنون کی بیوی کو اختیار دیا گیا تھا جس کو اپنی جان کا خطرہ تھا۔ (دار قطنی [illegible]) ظاہر ہے کہ ایڈز وغیرہ امراض میں اس نوع کا
خطرہ نہیں۔

خلاصہ یہ کہ فقہ حنفی کی رو سے ان امراض و عیوب کی وجہ سے جو نکاح کے بعد پیدا ہو جائیں عورت کو فسخ نکاح کا حق نہیں ۔ البتہ
مالکیہ کے نزدیک مجنون والی صورت میں ہے کیوں کہ اس میں جان تک کا خطرہ ہے ۔ ضرورت کی بنا پر مجنون کے مسئلہ میں ہمارے علماء
نے مالکی مسلک کو اختیار کیا ہے اس کے علاوہ دیگر امراض و عیوب میں مالکی مسلک کو اختیار نہیں کیا۔ اولاً تو ایڈز کی وجہ سے مالکیہ کے نزدیک
فسخ نکاح کا حق ہوگا یا نہیں اس کی تحقیق ضروری ہے ۔ دوسرے اگر ہو بھی تب بھی ہمارے علماء نے مجنون کے علاوہ چوں کہ دوسرے
عیوب میں مالکی مسلک اختیار نہیں کیا۔ (دیکھئے: الحیلۃ الناجزۃ [illegible]) لہذا ایڈز کی زیر بحث صورت میں بھی عورت کو اختیار نہیں ہونا چاہئے ۔
واللہ اعلم ۔

ایڈز کی وجہ سے اسقاط حمل

بے شک بعض امراض ایسے ہوتے ہیں کہ زمانہ حمل، ولادت، رضاعت میں بچہ کی طرف بھی متعدی ہو سکتے ہیں ابن قیم اور ابن
الہمام نے اس کی تصریح فرمائی ہے ۔ فقہاء احناف نے مسئلہ لکھا ہے کہ دودھ پلانے والی عورت اگر بیمار ہو جائے جیں کہ ایسی عورت کا
دودھ بچہ کو نقصان کرتا ہے لہذا اجارہ فسخ ہو جائے گا۔ (او اصابت المرضعۃ او مرضت تفسخ الاجارۃ لان [illegible] بالصغیر) اس سے
بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ کیوں کہ مقصود ضرر سے حفاظت ہے ۔ ([illegible]) لہذا اس ضرر سے بچنے کے لئے اسقاط کرانا جائز ہے
ہمارے فقہاء نے بھی تصریح فرمائی ہے کہ عورت کی صحت اور اس کی حفاظت نیز موجودہ بچہ کی صحت و حفاظت کی غرض سے بھی اسقاط کی
اجازت ہے فتاویٰ عالمگیری میں اس کی تصریح موجود ہے ۔ محقق تھانوی کے فتاوی سے بھی اجازت مستفاد ہوتی ہے ۔ (امداد الفتاوی [illegible])

لیکن یہ اسقاط اسی وقت جائز ہے جب کہ یقینی طور سے معلوم ہو کہ بچہ میں ابھی جان نہیں پڑی ورنہ جان پڑ جانے کے بعد اس کی
قطعی اجازت نہیں۔ اور فقہاء کی تصریح کے مطابق بچہ میں جان ایک سو بیس دن میں پڑ جاتی ہے ۔ (عالمگیری [illegible])

جن صورتوں میں اسقاط کی اجازت ہے اگر عورت اس پر آمادہ نہ ہو تو شوہر چوں کہ اس کا حاکم و راعی ہے ۔ عورت ناقص العقل
اور مرد صائب الرائی و کامل العقل ہے لہذا جب مرد کے نزدیک اسقاط ہی میں مصلحت ہو ایسی صورت میں عورت پر جبر بھی کر سکتا ہے ۔

اور قاعدہ کے مطابق فی نفسہ یہی حکم تحفظ صحت اور حکام کے لئے بھی ہو سکتا ہے کہ مصلحت عامہ کے پیش نظر اس نوع کا اقدام ضرر
عام کو دفع کرنے کے لئے کرے کیوں کہ حاکم کو رعایا پر اس درجہ کی ولایت حاصل ہوتی ہے ۔ چنانچہ مریض کی اجازت کے بغیر آپریشن کرنے
کی صورت میں اگر مریض ہلاک ہو جائے تو ضمان واجب ہوتا ہے لیکن اگر حاکم کی اجازت سے ہوا ہے تو ضمان واجب نہیں ۔ کیوں کہ حاکم کو
ولایت عامہ حاصل ہے ۔ ([illegible]) اس لئے فی نفسہ اصل حکم تو وہی یہی ہے جب تک کہ مقصود محض دفع ضرر ہو ۔ لیکن اس کا فتویٰ
ہرگز نہ دیا جائے گا اور نہ ہی ایسی تجویز اور قانون سازی کا مشورہ دیا جا سکتا ہے کیوں کہ اس میں دوسرے خطرات اور فتنہ کا اندیشہ ہے ۔ لوگ
بے قابو ہو کر اس کو فیملی پلاننگ کے جواز کا حیلہ اور ذریعہ بنالیں گے اور اس مسئلہ کا غلط استعمال کیا جانے لگے گا ۔ اس لئے سد باب

جو مقدر ہو گا وہی ہو کر رہے گا۔ طاعون زدہ علاقوں میں داخل ہونے سے ایسا نہیں کہ تقدیر کے خلاف بھی مرض لاحق ہو جائے۔ ایسے اعتقاد کے ساتھ آنا جانا سب ہی کچھ جائز ہے۔" (۱۰/ ۲۲۲)

الغرض سوالنامہ میں جن صورتوں کا ذکر ہے دونوں ہی صورتوں میں باہر آنا جائز ہے کیوں کہ یہ علی سبیل الفرار نہیں بلکہ علی سبیل الضرورت ہے اور حدیث پاک میں ممانعت صرف علی سبیل الفرار کی ہے۔ واللہ اعلم

محور سوم

امراض و عیوب چھپانے کے متعلق ڈاکٹروں کی ذمہ داری

اس بحث سے متعلق جتنے سوالات ہیں ان کے جوابات سے قبل چند ضروری مقدمات و مبادی عرض کئے جاتے ہیں جن کو پیش نظر رکھنے سے اس نوع کے جملہ سوالات کے جوابات بالکل واضح ہو سکیں گے۔

علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ معالج اور طبیب کو امین و رازدار ہونا چاہئے کسی مریض کے عیب کو دوسروں کے سامنے ظاہر کرنے کی ممانعت ہے۔ حدیث المجالس بالامانة کا بھی یہی مقتضا ہے۔

علامہ ابن الحاج المالکی المدخل میں یوں فرماتے ہیں:

"طبیب کو مریضوں کے اسرار (مخفی امور) اور عیوب کا امین ہونا چاہئے۔ مریض نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کو کسی سے بھی ظاہر نہ کرے۔ کیوں کہ مریض نے دوسرے کو ظاہر کرنے کی اجازت تو دی نہیں اور اگر اجازت دے بھی دے تب بھی طبیب کو یہی چاہئے کہ کسی سے اس کے عیوب اور امراض کو ظاہر نہ کرے۔" (۴/ ۱۰۶)

لیکن ظاہر ہے کہ غیبت جیسا سخت گناہ جس کے کبیرہ ہونے پر سارے علماء متفق ہیں اور حدیث پاک میں جس کو زنا سے زیادہ سخت قرار دیا گیا ہے ضرورت کے وقت جب غیبت کی اجازت ہو جاتی ہے چنانچہ علماء نے تفصیل سے وہ مواقع ذکر فرمائے ہیں جہاں غیبت کی اجازت ہے۔ ضرورت کے وقت جب غیبت کی اجازت ہے اسی ضرورت کی وجہ سے مریضوں کے عیوب اور ان کے امراض کو ظاہر کرنے کی بھی بدرجہ اولیٰ اجازت ہوگی۔ امام غزالی اور امام نووی اور ان کے علاوہ دیگر علماء نے جن مواقع میں غیبت کی اجازت ذکر فرمائی ہے ان میں ایک موقع یہ بھی ہے "تحذیر المسلم من الشر" (احیاء العلوم ۳/ ۱۵۲) "تحذیر المسلم من الشر" (ریاض الصالحین ص ۵۳۸) یعنی دوسرے شخص کو شر اور کسی نقصان سے بچانے کے لئے غیبت کرنا۔ اس کی اجازت ہے۔ جب یہ ہے تو اسی طرح ضرورت کی وجہ سے بھی دوسرے شخص کو ضرر اور نقصان سے بچانے کے لئے مریض کے مرض اور عیب کو ظاہر کرنے کی بھی اجازت ہوگی۔ اب رہی یہ بات کہ ضرورت کی بناء پر مریض کے مرض کو ظاہر کرنا صرف جائز ہے یا واجب؟ اصولی بات تو یہ ہے کہ جس درجہ کی ضرورت اور نہ بتلانے کی صورت میں جس درجہ کا ضرر ہوگا اسی اعتبار سے اس کا حکم ہوگا۔

اور تنقیح کے بعد اس کی کل تین صورتیں سمجھ میں آتی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ضرورت کے وقت مرض ظاہر کرنا واجب ہے یا جائز

پہلی صورت

یہ کہ اگر مریض کا مرض اور اس کا عیب اس نوعیت کا ہے کہ اس کے ظاہر نہ کرنے سے دوسروں کی جان جانے کا قوی اندیشہ ہے اور متعلقین میں اس سے حفاظت کی امید ہے تو ایسی صورت میں اطلاع کرنا ضروری ہے۔ قدرت کے باوجود اطلاع نہ کرنے کی صورت میں جانی و مالی نقصان جو بھی ہوگا تو ضمان تو نہ ہوگا لیکن گناہ اس پر ضرور ہوگا۔ جیسے کوئی شخص جانتا ہے کہ یہ راستہ پر خطر ہے مثلاً راستہ میں شیر ہے جو حملہ کردے گا، یا کوئی نابینا کنویں میں گرنے والا ہو تو دیکھنے اور جاننے والے کو آگاہ کرکے اس کی جان بچانے کی کوشش کرنا ضروری اور فرض ہے۔ فقہاء کے یہاں اس کی نظیریں پائی جاتی ہیں۔

اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ وہ ڈرائیور جو آنکھ سے معذور ہوچکا ہو اور لوگوں کی جان تک جانے کا قوی خطرہ ہو ایسی حالت میں اس کے مرض اور عیب کو حتی الوسع حتی الامکان ظاہر کرنا ضروری ہے۔ اور اس سلسلہ میں جو کوشش کی جائے گی ان شاء اللہ اس کا اجر و ثواب ہوگا۔ اور ایسی حالت میں اس ڈرائیور کی روزی روٹی اور ملازمت سے معزول ہوجانے کا قطعاً لحاظ نہ کیا جائے گا کیوں کہ ضرر عام سے بچانے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کرلیا جاتا ہے اور روزی، معیشت صرف اسی پر موقوف بھی نہیں اس کے علاوہ بے شمار صورتیں ہیں۔

دوسری صورت

یہ کہ مریض کے مرض اور اس کے عیب کو ظاہر نہ کرنے میں کسی کی جان کا تو قوی خطرہ نہیں لیکن ضرر عظیم، فتنہ اور فساد کبیر کا خطرہ ہے مثلاً چور، بدمعاش، ڈاکو، غنڈے جو بغرض علاج کسی طبیب کے پاس آئیں اور ڈاکٹر کو پوری تحقیق بھی ہوجائے کہ یہ شخص فسادی، مجرم ہے۔ ایسی صورت میں ڈاکٹر پر واجب نہیں کہ پولیس تھانہ میں اس کی اطلاع کرے۔ البتہ اگر حکام، پولیس تھانہ کی طرف سے معاہدہ ہوچکا ہو کہ یہ ڈاکٹر اس طرح کے مجرموں کی خبر کردیا کرے، وعدہ کے بغیر بھی کسی وقت اہل حکومت تحقیق کرنا چاہیں تو ایسی حالت میں ڈاکٹر کو اطلاع کرنا ضروری ہوگا۔ اس کی تائید فقہاء کرام کے ذکر کردہ اس جزیہ سے بھی ہوتی ہے جس میں بیان فرمایا ہے کہ۔

> اگر کسی والی نے کسی ذمہ دار سے قسم اور حلف لیا کہ شہر میں جو بھی بدمعاش مفسد داخل ہو وہ اس کی اطلاع ضرور کرے فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ یمین اور یہ وعدہ اسی وقت تک ہوگا جب تک اس والی کی ولایت باقی ہے، والی کے معزول ہونے کے بعد اس کی اطلاع ضروری نہیں۔ (ہدایہ [illegible])

اگرچہ یہ مسئلہ یمین سے متعلق ہے لیکن اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بدمعاش کی آمد اور علم ہوجانے کے باوجود وعدہ اور یمین نہ ہونے کی صورت میں اطلاع واجب نہیں۔ البتہ تحقیق و استفسار کی صورت میں بتلانا ضروری ہوگا جیسا کہ آگے بھی آرہا ہے۔

تیسری صورت

یہ کہ مریض کے مرض اور اس کے عیب کو ظاہر نہ کرنے میں کسی کی جان کا خطرہ یا عام لوگوں کا ضرر تو نہیں لیکن شخصی طور پر کسی فرد کو ضرر پہنچ سکتا ہے مثلاً کسی مریض یا مریضہ کی بابت ڈاکٹر کو معلوم ہوجائے کہ کسی نقص یا عیب کی وجہ سے اس کے اولاد نہ ہوگی، یا اور کوئی ایسا عیب ہو کہ جس کے ظاہر کردینے کے بعد لڑکا یا لڑکی والے رشتہ کرنے پر آمادہ نہ ہوسکیں گے۔ ایسی صورت کا حکم یہ ہے کہ ڈاکٹر پر ضروری اور واجب نہیں کہ تحقیق کرکے صاحب معاملہ (فریق ثانی) کو اطلاع کرتا پھرے۔ البتہ اس مرض اور عیب کو ظاہر کردینے کی اجازت

ہے۔ البتہ دوسرے حضرات کسی ضرورت سے مریض کے مرض کی تحقیق و تفتیش اور ڈاکٹر سے مشورہ کریں۔ ایسی صورت میں اب ڈاکٹر کو پوری حقیقت اور مریض کے مرض و عیب کو ظاہر کرنا واجب ہے اخفا جائز نہیں۔ الدین النصیحہ اور نصح اہل مسلم کا بھی یہی مقتضی ہے۔

امام نووی نے ریاض الصالحین (ص ۵۰۰) میں اور علامہ شامی کے استاذ شیخ عبد الغنی النابلسی نے الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقۃ محمدیہ (ص ۱۰۰) میں تصریح فرمائی ہے کہ:

> مشورہ کے سلسلہ میں اگر کسی سے مشورہ لیا جائے تو اس پر واجب ہے کہ اس کے حال کا اخفاء نہ کرے۔ اس کے امراض و عیوب کو ظاہر کردے۔ اگر یہ محسوس کرے کہ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ "یہ رشتہ آپ کے مناسب نہیں" بات نہ بنے گی تو صاف صاف مرض اور عیب کی تصریح کردے کہ اس میں یہ عیب موجود ہے"۔

لیکن اگر ڈاکٹر اس سے پہلے مریض سے وعدہ کرچکا ہے کہ کسی سے اس کا اظہار نہ کروں گا، پوچھنے پر بھی نہ بتلاؤں گا، تو اگرچہ اس طرح کا وعدہ کرنا مناسب نہیں لیکن وعدہ کرلینے کے بعد اب ڈاکٹر پر بتلانا ضروری نہیں۔ مرض کا اخفاء بھی اس کے لئے جائز ہے کیوں کہ مرض کی تحقیق و علم کا ذریعہ صرف اسی ڈاکٹر پر موقوف نہیں۔ دوسرے ذرائع سے بھی معلوم کیا جاسکتا ہے اور مستقل اس کے لئے تحقیق بھی ممکن ہے۔ اور یہ نہ بتلانے کا وعدہ کرچکا ہے اور ڈاکٹر کو چاہئے کہ اس قسم کے موقع پر یہ کہہ دے کہ از خود نہ بتلاؤں گا لیکن کوئی پوچھنے مشورہ کرنے آئے گا تو بتلادوں گا۔ حدیث شریف میں بھی اس کی ایک نظیر موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا تھا جس سے متعلق واقعہ معروف و مشہور ہے حضرت عائشہؓ نے فرمایا تھا یا رسول اللہؐ میں آپ کو اختیار کرتی ہوں لیکن آپ میری سوکنوں (دوسری ازواج) کو میری اس رائے کی خبر نہ دیجئے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ از خود نہ بتلاؤں گا کوئی پوچھے گی تو اخفاء نہ کروں گا۔ واضح رہے کہ یہ صورت مسئولہ کا قیاس نہیں ہے بلکہ نمونہ فرق کی ایک نظیر ہے۔ فقط

اس تمہید و تفصیل کے بعد تمام سوالوں کے جوابات بالکل واضح ہیں۔ اختصار کے ساتھ فرداً فرداً تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱) ایسا مریض جس کی ایک آنکھ کی بصارت ختم ہوچکی ہو لیکن دیکھنے میں صحیح سالم معلوم ہوتی ہو ایسی صورت میں ڈاکٹر اس کا مکلف نہیں کہ از خود لڑکی والوں کو مطلع کرے۔ لیکن اگر لڑکی والے معلوم کرنے آئیں تو ڈاکٹر کو بتلانا واجب ہے۔ (الحدیقۃ ص ۱۰۰) لیکن اگر نہ بتلانے کا وعدہ کرچکا ہے تو نہ بتلانا بھی جائز ہے کیوں کہ مرض کی حقیقت معلوم کرنا اسی ڈاکٹر پر موقوف نہیں اور نہ بتلانے کا وعدہ کرچکا ہے۔

(۲) اس کا بھی یہی حکم ہے کہ از خود بتلانا واجب نہیں اور پوچھنے کے بعد اخفاء جائز نہیں۔

(۳) اس کا بھی یہی حکم ہے دونوں ہی صورتوں میں پوچھنے اور مشورہ کے بعد ڈاکٹر کو بتلانا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔

(۴) ایسے بس ڈرائیور سے جب خطرہ ہے لوگوں کی ہلاکت اور جان جانے کا تو ضرور ایسے ڈاکٹر پر واجب ہے کہ حتی الوسع محکمہ کو باخبر کرے ورنہ وہ سخت گنہگار ہوگا۔ لیکن ضمان اور تاوان لازم نہ ہوگا کیوں کہ یہ مباشر نہیں۔ لیکن لائسنس ضبط کرانے کی کوشش کرنا اس پر ضروری نہیں، یہ کام خود محکمہ کا ہے اس کا کام تو صرف اطلاع ہے اور بس۔

(۵) اگر شراب و نشہ کا اس طرح عادی ہے کہ واقعی لوگوں کی جان خطرہ میں ہے تو لوگوں کی جان بچانے کے لئے اس کا بھی یہی حکم ہے یعنی اطلاع کرنا واجب ہے ورنہ نہیں۔

(۱) اصل مقصود بچہ کی حفاظت اور اس کی پرورش کا مسئلہ ہے۔ اگر واقعی نہ بتلانے میں بچہ کی جان خطرہ میں ہے اور بتلانے میں اس کی جان کا تحفظ ہے ایسی صورت میں تو بتلانا ہی ضروری ہے لیکن اگر دوسرا ذریعہ اختیار کرنے سے بچہ کے جان کی حفاظت و پرورش کا مسئلہ حل نہیں ہوتا اور سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ اور نتیجہ نہیں نکلتا تو ایسی صورت میں اخفاء ضروری ہے۔ مسئلہ کا مدار ضرورت و حالات پر ہے ہر جگہ اور ہر وقت کا حکم یکساں نہیں ہوگا۔

(۱) کا جواب آگے مذکور ہوگا۔

(۵) اگر ڈاکٹر نے اس کا وعدہ کیا ہے یا اس سے پوچھا گیا ہے تب تو اس کو بتلانا ضروری اور واجب ہے ورنہ نہیں البتہ اگر بغیر بتلائے اطلاع کردے تاکہ لوگ ضرر سے محفوظ رہیں تو عنداللہ ماجور و مستحق ثواب ہوگا۔ لیکن اگر ڈاکٹر کو یقین ہے کہ مریض شکایت کے نتیجہ میں اس کے ظلم کا ارتکاب ہو سکتا ہے اور لوگ اس کے شر اور ضرر سے محفوظ رہ سکتے ہیں تو ایسی صورت میں از خود متعلقہ محکمہ کو باخبر کرنا ضروری ہے۔ "قولہ علیہ السلام: انصر اخاک ظالما او مظلوما۔"

(۹) اس کا بھی یہی حکم ہے۔ حدیث بالا کا مقتضی یہی ہے کہ ظالم کو ظلم سے بچانے کے لئے اصل مجرم کے جرم کو ظاہر کر دیا جائے تاکہ مظلوم ظلم سے محفوظ ہو جائے اور ظالم کو ظلم کی سزا ملے تاکہ آئندہ باز رہے۔ اس کے حق میں مدد اور نصرت یہی ہے۔ فقہاء نے اس طرح کے مواقع میں شہادت کو واجب قرار دیا ہے۔ (شامی [illegible])

(۱۰) اس کا تفصیلی و تحقیقی جواب ماقبل میں سوال (۲) کے تحت گزر چکا ہے۔ یہ سوال مکرر ہے۔

شراب چھڑانے کے لئے شراب سے علاج

یہ طریقہ نہایت مستحسن اور مناسب ہے کہ ازالہ منکر کے واسطے وقتی طور پر کسی ایسے عمل کو کیا جائے جو صورۃً منکر اور معصیت ہے لیکن حقیقت و نتیجہ کے اعتبار سے وہ معصیت نہیں۔ مثلاً مجلس منکر میں شرکت، سحر جادو کے تماشوں کو دیکھنا معصیت ہے لیکن اس کو مٹانے اور ختم کرنے کے لئے موسیٰ علیہ السلام نے ساحروں کو اپنے کرتب دکھانے کا حکم فرمایا، اس مجلس میں شریک ہوئے "قال بل القوا" فرمایا تم ہی اپنی رسیاں ڈالو۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ: "ایک مرتبہ قبیلہ بنی ثقیف کا ایک وفد آیا اور یہ کہا کہ ہم دو شرطوں سے اسلام لاتے ہیں ایک تو یہ کہ زکوٰۃ نہیں دیں گے دوسرے یہ کہ جہاد نہیں کریں گے یعنی مال خرچ کریں گے نہ جان۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں شرطوں کو منظور فرمایا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ یہ شرطیں کیسے تسلیم کر لیں؟ جبکہ جہاد اور زکوٰۃ دونوں فرض ہیں۔ حضور نے فرمایا تم ان کو مسلمان تو ہونے دو جب اسلام ان کے دل میں گھر کرے گا اس وقت سب کچھ خود ہی کریں گے کہنے کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔" (ابوداؤد شریف [illegible])

ظاہر ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے جہاد نہ کرنے کی شرط قطعی طور پر غلط ہے لیکن اصل بات یہی ہے کہ یہ ظاہری غلط عمل حقیقت اور نتیجہ کے اعتبار سے تمام غلط کاموں کو ختم کر دے گا اس لئے اس کو گوارا کر لیا گیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ احکام کا مدار و مرتبہ نتائج پر ہوتا ہے نہ کہ محض اسباب پر۔

دوسرے یہ بھی قاعدہ شرعیہ ہے کہ اشد الضررین کو دفع کرنے کے واسطے اخف الضررین کو اختیار کیا جاتا ہے۔ اس کے حق میں اخف یہی صورت ہے کہ اس تدبیر سے ہمیشہ کے لئے اس کی شراب ترک کرا دی جائے۔ واللہ اعلم۔

سوالات بابت طبی اخلاقیات کے جوابات

مولانا زبیر احمد قاسمی
جامعہ اشرف العلوم کنہواں سیتامڑھی

فقہی تصریحات اور اس کی جزئیات سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ معالج کے لئے فن طب سے اتنی مناسبت اور اس میں اتنی حذاقت و مہارت ہونی ضروری ہے جس سے مرض کی صحیح تشخیص میں عموماً غلطی نہ ہو اور پھر طریقۂ علاج کا اتنا تجربہ ہونا چاہئے کہ اس کا علاج معتاد و معروف طریقہ کے مطابق صحیح اور ازالۂ مرض میں موثر ہوا کرتا ہو۔

مثلاً فصاد و جراح اس کا طریقۂ علاج جیسے پھوڑا چیرنا یا نشتر لگانا ہے تو اس کا جیسے پھوڑا چیرنا اور نشتر لگانا معتاد و معروف حد کے اندر ہی ہوتا ہو۔ تو اس حذاقت و تجربہ کے بعد وہ خواہ کسی ملکی قانون کے تحت کسی بنیاد پر علاج کرنے کا مجاز نہ ہو۔ مگر شرعاً یقیناً وہ علاج کرنے کا مجاز قرار دیا جا سکتا ہے۔

اب معالج کے علاج کرنے کی دو حیثیت ہو سکتی ہے اور ہمارے خیال میں دونوں کا حکم ایک دوسرے سے مختلف ہونا چاہئے۔

(الف) علاج محض خدمت خلق کے نیک جذبہ کے تحت محض مفت و رضاکارانہ ہو۔

(ب) علاج مریض کے طلب و درخواست پر عقد اجارہ کے تحت بالمعاوضہ ہو۔

پہلی صورت میں معالج کا رضاکارانہ علاج کرنا اپنی جگہ جتنا بھی لائق ستائش ہو اور حسبۃً للہ جتنے بھی اجر و ثواب کا وہ مستحق بن جائے، اور یہ رضاکارانہ علاج اس پر گو دیانۃً لازم ہی ہو لیکن قضاءً واجب و لازم نہیں صرف مباح کے درجہ میں اس کی اجازت ہوتی ہے اور بس۔

جب کہ دوسری صورت میں عقد اجارہ کے بعد معالج کی حیثیت ایک اجیر کی ہو جاتی ہے اور اس پر اس عقد اجارہ کے سبب علاج کرنا قضاءً بھی لازم و واجب ہو جاتا ہے۔

اور فقہاء اصول الفقہ کے قاعدہ مشہورہ میں یہ فرماتے ہیں "والاصل ان الواجب لا یتقید بوصف السلامۃ والمباح یتقید به" (الاشباہ ص [illegible] و شرح [illegible] الفقہ ص [illegible])

جس کا حاصل یہی نکلتا ہے کہ عمل واجب کی ادائیگی میں معمول علیہ کا ضرر و ہلاکت سے سلامت رہنا صحت عمل کے لئے قید اور لازمی نہیں مگر عمل مباح سلامت من الضرر والہلاکت کے ساتھ مقید و مشروط ہوگا۔

چنانچہ حاکم و امیر پر شرعاً لازم ہوتا ہے کہ وہ مجرموں کی مناسب تعزیر کرے چوروں کا ہاتھ کاٹے اب اگر کوئی حاکم اس عمل واجب کی تعمیل میں مجرم کی تعزیر کرتا ہے اور چور کا مثلاً صرف ہاتھ کاٹتا ہے مگر نتیجتاً اس مجرم اور چور کی ہلاکت ہی ہو جاتی ہے تو حاکم پر کوئی تاوان و ضمان لازم نہیں کرتا۔ بخلاف بچوں کے اولیاء کو تادیباً بچوں کی ضرب و تعزیر کی اجازت ہوتی ہے گویا یہ تادیب و تعزیر بدرجہ مباح اولیاء کا حق ہوتا ہے اب اگر کوئی ولی اس حق مباح کی تعمیل کے طور پر بچے کی تادیب و تعزیر کرتے ہوئے اسے مارے اور نتیجتاً بچہ تلف عضو یا ہلاکت کا شکار ہو جائے تو اولیاء پر اس کا ضمان و تاوان لازم ہو جاتا ہے۔

مظلوم یا مدعا شخص کا حق جب اس ڈاکٹر کے بیان و شہادت کے بغیر حاصل ہونا ممکن نہیں ہو تو اس کی شہادت دینی ضروری ہوگی ورنہ « ولا تکتموا الشهادة » کی خلاف ورزی کر کے کتمان شہادت کا مجرم و گناہ گار رہے گا۔ آخر مظلوم بے حق پر ظلم ہے تماشائی کی صورت پیدا کرنا کون سی دیانت ہوگی اور کس عدل و انصاف کا تقاضہ کہا جا سکتا۔

۱۰۔ کسی متعدی مرض کا مریض کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے۔ گو مریض کا اصرار ہے کہ ڈاکٹر ہمارے اس مرض کی اطلاع کسی کو نہ کرے ورنہ سماجی طور پر ہم اچھوت ہو جائیں گے۔ تاہم مفاد عامہ کی ترجیحی حیثیت کا لحاظ کر کے ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ بظاہر مریض کے ضرر خاص کو گوارا کرے اور اس کی اطلاع متعلقین کو دے دے۔ کیوں کہ در حقیقت یہ افشاء راز مریض کے ضرر خاص کو بھی مستلزم نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایسے مریض کو شرعاً اخلاقاً کسی طرح جائز نہیں کہ اچھوت بنایا جائے۔ اگر کسی سماج کی ضعیف الاعتقادی اور جہالت کے سبب اس کا امکان نظر آئے تو اس کی اصلاح ہونی چاہئے نہ کہ طبی اخلاقی رازداری برتی جائے کہ پورے سماج کے لئے خطرہ پیدا کیا جائے۔ فقط هذا ما عندي والعلم عند الله۔

جناب شمس پیرزادہ (ممبئی)

محور اول

(۱) امراض کے علاج کا مجاز بنانے کے لئے جو قوانین وضع کئے گئے ہیں ان کی بنیاد مصالح عامہ ہی پر ہے۔ اگر یہ قوانین نہ ہوں تو جاہل اور نیم حکیم قسم کے لوگوں کے ذریعہ مریضوں کی جانیں خطرہ میں پڑجائیں اس لئے ان کی پابندی ضروری ہے۔ مجاز بنانے کا یہ طریقہ معروف ہے جس کے خلاف طور طریقے اختیار کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

جو شخص - معروف - قوانین کی رو سے علاج کا مجاز نہیں ہے اس نے اگر محض ذاتی واقفیت کی بنیاد پر کسی مریض کا اس کے کہنے پر علاج کیا اور اس کے علاج سے اس کو غیر معمولی ضرر پہنچا یا اس کا انتقال ہوگیا تو اس پر تاوان لازم ہوگا۔

(۲) جو ڈاکٹر قانوناً علاج و معالجہ کا مجاز ہے اگر اس نے علاج کرنے میں بے پرواہی برتی جس کی وجہ سے مریض کو کوئی بڑا نقصان پہنچا یا مریض فوت ہوگیا تو اس ڈاکٹر پر تاوان لازم آئے گا۔

علامہ ابن قیم کی کتاب طب نبوی کے اردو ترجمہ میں جو الدار السلفیہ بمبئی نے شائع کیا ہے درج ہے کہ:

"طبیب کی غلطی ۔۔۔ تیسری صورت: طبیب ماہر ہے، اس کو علاج کی بھی پوری طرح اجازت ہے، اور اس کو فن طب میں بھی پوری دسترس ہے۔ لیکن اس سے غلطی ہوگئی، جس کا اثر مریض کے کسی درست عضو تک پہنچ گیا اور اسے تلف کردیا جیسے کسی ختنہ کرنے والے کا ہاتھ بہک کر کے غلطی سے حشفہ تک پہنچ جائے تو اسے تاوان دینا ہوگا اس لئے کہ یہ کھلا جرم ہے۔" (طب نبوی ص ۱۰۱)

اور فقہ السنہ میں ہے:

"لیکن اگر طبیب نے غلطی کی جب کہ وہ طب کا جاننے والا ہے تو فقہاء کی رائے میں اس پر دیت لازم آئے گی اور امام مالک سے منقول ہے کہ اس پر کچھ بھی لازم نہیں آئے گا۔" (فقہ السنہ سید سابق ۲/۵۰۷)

اور عبد القادر عودہ اپنی مشہور اور مستند کتاب التشریع الجنائی الاسلامی میں فرماتے ہیں:

"اگر طبیب اپنے کام میں غلطی کر بیٹھے تو وہ جواب دہ نہیں ہوگا الا یہ کہ وہ زبردست غلطی کا مرتکب ہو، اور زبردست غلطی (خطا فاحش) وہ غلطی ہے جسے فن طب کے اصول تسلیم نہیں کرتے اور نہ فن طب کے ماہرات تسلیم کرتے ہیں۔" (۱/۵۲۲)

(۳) اگر ڈاکٹر کی رائے میں زیر علاج مریض کا آپریشن ضروری تھا اور اس نے مریض یا اس کے قریبی اعزہ سے اجازت لئے بغیر آپریشن کرا دیا اور وہ آپریشن مہلک یا مضر ثابت ہوا تو ایسی صورت میں ڈاکٹر نقصان کا ضامن ہوگا۔

عبد القادر عودہ لکھتے ہیں:

"مریض کی اجازت ۔۔۔ طبیب کی ذمہ داری اس صورت میں رفع ہوجاتی ہے جب کہ وہ مریض یا اس کے ولی یا

وصی کی اجازت سے علاج معالجہ کرے۔ اگر مریض کا کوئی ولی یا وصی نہ ہو تو حاکم کی اجازت ضروری ہے کہ وہ اس شخص کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں۔ (بحوالہ الفقہ الاسلامی ۱/ ۰۰۰)

(۳) اگر ضرورت فوری طور پر آپریشن کی ہے اور مریض اجازت دینے کے لائق نہیں اور اس کے اولیاء سے فی الفور رابطہ قائم نہیں کیا جا سکتا اس صورت میں ڈاکٹر نے مریض کا آپریشن کر دیا اور یہ آپریشن ناکام رہا۔ مریض کی جان چلی گئی یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو گیا تو اس صورت میں ڈاکٹر کو ضامن نہیں قرار دیا جائے گا کیوں کہ یہ مجبوری کی صورت ہے اور مریض کی جان بچانا بھی ضروری ہے بشرطیکہ آپریشن کی ناکامی ڈاکٹر کی لاپرواہی کا نتیجہ نہ ہو۔

ایڈز کے بارے میں طبی تحقیقات

محور دوم

سوالات کا جواب دینے سے پہلے ایڈز (Aids) کے مرض کے بارے میں طبی تحقیقات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے اس مسئلہ پر سید قیصر محمود کی کتاب Islam: ultimate Answer to the challenge of Adids جو امریکہ سے شائع ہوئی ہے مفید معلومات کی حامل ہے۔ اس میں وضاحت کی گئی ہے کہ ایڈز کا مرض ایک خاص وائرس کے ذریعہ ہوتا ہے۔

The virus which causes Aids is called Human Immunodeficiency virus.

اس لئے اس وائرس کو HIV کہتے ہیں جو دو قسم کا ہوتا ہے (HIV 1) اور (HIV 2) یہ وائرس بہت دنوں تک انسان کے جسم میں رہ سکتا ہے بغیر کسی ظاہری تغیر کے:

In fact, the virus may remain in the body of a man over a span of a decade, without any external manifastations indicating its ugly presence. (p. 14)

ایڈز کے وائرس سے خون کے سفید خلئے متاثر ہو جاتے ہیں اور مریض کی قوت مدافعت ختم ہو جاتی ہے

There are some white blood cells which are infected by the virus of AIDS. ___

___ when these extremely important white blood cells are infected by the virus of AIDS. The usual activity of the immune system is burst apart. (p. 13)

اس مرض کی ایک شخص سے دوسرے شخص کو منتقلی کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

ناجائز جنسی تعلقات — 1. Illicit Sexual Relations

جن میں ہم جنسی اور فاحشہ عورتوں (Prostitutes) سے تعلقات۔

A large number of men who visit prostitues may transfer the virus through seemen.

خون کی منتقلی ۔ 2. Blood Transfusion

جس شخص کے خون میں ایڈز کا وائرس 'HIV' موجود ہو اگر اس کا خون دوسرے شخص کو دیا گیا تو ایڈز کا وائرس اس میں منتقل ہو جائے گا۔

If the blood is donated by a person carrying the HIV, the virus gets transferred to the person injected.

موروثی اثرات ۔ 3. Hereditary Infection

ایڈز کی مریضہ اگر حاملہ ہو تو ایڈز کا وائرس جنین میں منتقل ہو جاتا ہے۔

If a women carrying the human immunodeficiency infection, becomes pregnant, there is often no way to stop her from trammitting the virus to her unborn young. (p.19)

کسی شخص میں ایڈز کا وائرس موجود ہے یا نہیں اس کے Test کرانے کی ضرورت ہوتی ہے اور تشخیص کا طریقہ (Complicated) ہے۔

The procedure of the diagnisis of Aids is thus, fairly complicated. And if it has been diagosed that a person is suffering from AIDS, full treatment is difficult, as no cures have been found as yes. (p. 20)

ایڈز کا مرض کثرت سے پھیلتا جا رہا ہے۔ عالمی تنظیم صحت کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا میں کم از کم پندرہ لاکھ عورتیں اس مرض میں مبتلا ہیں۔

The World Health Organisation says that HIV has already infected of minimum of 1.5 million women in the world. (p. 24)

موجودہ ترین صورت حال کے مطابق صرف ہندوستان میں سولہ لاکھ افراد HIV سے متاثر ہیں۔

سوالات کے جوابات

(۱) جس مریض میں ایڈز کے وائرس پائے گئے وہ اگر اپنے متعلقین سے اس مرض کو چھپاتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیوں کہ یہ مرض ایسا نہیں ہے کہ چھوت سے دوسرے کو لگ جائے البتہ بیوی پر واضح کرنا ضروری ہے تاکہ مباشرت سے مرض اس میں منتقل نہ ہو جائے لیکن یہ واضح کرنا اس صورت میں اور بھی ضروری ہوگا جب کہ Test کے ذریعہ معلوم ہو جائے کہ HIV نے مرض AIDS کی شکل اختیار کر لی ہے۔ کیوں کہ کسی شخص کے خون میں محض HIV یعنی وائرس کی موجودگی یہ معنی نہیں رکھتی کہ وہ ایڈز کے مرض کا مصور ہوا ہے۔

(۲) ایڈز کے مریض کے راز کو افشا کرنا ڈاکٹر کی ذمہ داری نہیں ہے۔

(۳) ایڈز کا مرض تو مخصوص صورتوں ہی میں متعدی ہے اس لئے اہل خانہ کے اس کے ساتھ رہنے سے مرض کے لگ جانے کا کوئی خطرہ ہے ہی نہیں۔ البتہ طاعون جیسے امراض متعدی ہیں لیکن اسلام کی رو سے ان کے بارے میں نہ تو یہ تصور صحیح ہے کہ وہ بجائے خود متعدی ہیں کہ اسباب ہی پر بھروسہ کیا جائے اور نہ لازماً یہ بیماریاں دوسروں کو لگ جاتی ہیں۔ طبی نقطہ نظر سے بیماری لگنے کے Chances ہوتے ہیں نہ کہ بیماری لازماً دوسرے شخص کو لگ جاتی ہے اور اسلام کی رو سے اللہ کے اذن کے بغیر کوئی بیماری کسی کو نہیں لگتی۔ اسلام احتیاطی تدابیر کے خلاف نہیں ہے لیکن ذمہ داریوں سے گریز توکل کے منافی ہے لہٰذا طاعون وغیرہ کے مریض کے علاج کے سلسلے میں اس کے متعلقین اور سماج کی جو ذمہ داریاں ہو سکتی ہیں ان سے فرار کی راہ اختیار کرنا جائز نہیں۔

(۴) ایڈز کے مریض نے جب کہ Test کے ذریعہ معلوم ہوا ہو کہ اس کے وائرس نے مرض کی شکل اختیار کر لی ہے اپنی بیوی سے مباشرت کرتا ہے یا کسی دوسرے کو خون دیتا ہے جب کہ اسے خون دینے کے لئے مجبور نہیں کیا گیا ہے تو وہ دوسروں کو ضرر پہنچانے کی وجہ سے گنہگار ہے اور اگر اس کے اس عمل سے واقعی کسی کو ضرر پہنچ گیا تو وہ تاوان ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔

(۵) ایڈز کا مرض مہلک امراض میں سے ہے بشرطیکہ Test سے یہ ثابت ہو جائے کہ وائرس اس پر حملہ آور ہوا ہے اور اس نے مرض کی شکل اختیار کر لی ہے ورنہ کسی شخص کے خون میں وائرس کی محض موجودگی یہ معنی نہیں رکھتی کہ وہ ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو گیا ہے۔

اگر کوئی شخص واقعی ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے تو عورت کو فسخ نکاح کا مطالبہ کرنے کا اختیار ہے۔

(۶) اگر ایڈز کے مرض میں مبتلا عورت حاملہ ہو جائے تو اسقاط (Abortion) کرانا ضروری نہیں کیونکہ وائرس کی بچے کے جسم میں منتقلی لازماً یقینی نہیں، ممکن ہے کہ بچہ ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور اگر ہو جائے تب بھی کسی بچہ کو پیدا ہونے سے پہلے مار ڈالنے کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔ وجہ جواز اسی صورت میں ہے جب کہ ماں کی جان خطرہ میں ہو۔

(۷) جب ایڈز کا مرض چھونے سے دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوتا تو جو بچہ ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو اس کو اسکول میں داخلہ سے روکنا صحیح نہیں۔

(۸) جو بچہ ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو اس کا ممکن حد تک علاج کرنے کی ذمہ داری اس کے والدین وغیرہ پر عائد ہوتی ہے۔ لیکن اس مرض کا علاج اتنا مہنگا ہے کہ عام آدمی کے بس کی بات نہیں اس لئے سماج اور حکومت پر اس کے علاج کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

(۹) سوال واضح نہیں ہے۔

(۱۰) طاعون یا اس جیسے مہلک مرض کے پھیلنے کی صورت میں اگر کسی علاقے کے اندر حکومت کی طرف سے آمد و رفت کی پابندی لگتی ہے تو یہ پابندی شرعاً درست ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ

"جب تم سنو کہ کسی علاقہ میں طاعون پھیلا ہے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر تم کسی ایسے علاقہ میں ہو جہاں طاعون پھیلا ہے تو وہاں سے نہ نکلو" (بخاری، کتاب الطب)

لہٰذا حکومت جو معقول پابندیاں لگائے گی وہ احتیاطی تدابیر کے لئے ضروری ہیں۔

(۱۱) استثنائی صورتوں میں طاعون زدہ علاقہ میں جانے یا وہاں سے نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے ورنہ ڈاکٹروں کا باہر سے آنا اور پولیس کا انتظامی امور کے لئے باہر جانا بھی ممنوع قرار پائے گا۔ اور شریعت کا منشا رفع حرج ہے نہ کہ حرج پیدا کرنا۔

محور سوم

(۱) ڈاکٹر کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ مریض کے عیوب اور اس کے امراض سے دوسرے لوگوں کو جو اس مریض کے Contact میں ہوں باخبر کرے کیونکہ یہ صورت رازداری حد تک عملی نہیں ہے اور ملکی قانون بھی اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مریض کے راز کو افشا کرے۔ علاوہ ازیں اس میں فتنہ کا احتمال ہے کہ اس صورت میں مریض ڈاکٹر سے لڑنے لگے گا۔ البتہ اگر اس مریض کے متعلقین ڈاکٹر سے پوچھتے ہیں تو اسے صحیح بات بتا دینا چاہئے۔

(۲) اگر ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان رشتۂ نکاح کی بات چل رہی ہے اور وہ اس غرض سے ڈاکٹر کے پاس طبی جانچ کے لئے آتے ہیں تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ صحیح صورت حال سے ایک دوسرے کو واقف کرائے۔

(۳) اگر دوسرا فریق ڈاکٹر سے پہلے فریق کے بارے میں جس کی جانچ اس نے کی ہے معلومات طلب کرتا ہے تو ڈاکٹر کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس کو صحیح معلومات بہم پہنچائے۔

(۴) جس کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہے اور اس کی بینائی بری طرح متاثر ہوئی ہے تو متعلقہ محکمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وقتاً فوقتاً ڈرائیوروں کی بینائی کی طبی جانچ کرائے۔

دوسروں کی ذمہ داری ڈاکٹر پر کیوں کر ڈالی جاسکتی ہے اور جس کی بینائی بری طرح متاثر ہو چکی ہو وہ آخر گاڑی چلانے لگ کیسے؟ اور اگر یہ شخص بس چلاتا ہے تو مسافروں کو اس کی ڈرائیونگ ہی سے ضرور محسوس ہوگا اور ان کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ متعلقہ محکمہ میں Complaint درج کرائیں۔

(۵) ہوائی جہاز کے پائلٹ کی اس کے ڈیوٹی پر آتے وقت ہی جانچ ہوتی ہے کہ اس نے شراب تو نہیں پی ہے۔ اس لئے اس کے بارے میں یہ سوال خارج از بحث ہے۔ رہے ٹرین اور بس کے ڈرائیور تو وہ اپنی ڈیوٹی کے اوقات میں شراب پیتے ہیں یا دیگر اوقات میں اس کے بارے میں ڈاکٹر کو کیا معلوم؟

(۶) جان کو بچانا اس ڈاکٹر کی بھی ذمہ داری ہے جس کو معلوم ہوا ہے کہ ناجائز حمل کی وجہ سے عورت نے بچہ کو کہیں پھینک دیا ہے۔ ایسی صورت میں وہ عورت کی رازداری ہرگز نہ کرے بلکہ معصوم زندہ بچہ کو بچانے کی تدبیر کرے۔

(۷) جو شخص شراب کا عادی ہو اس کی اس عادت کو چھڑانے کے لئے ڈاکٹر ایک ایسی گولی اسے کھلاتے ہیں جس سے وہ قے کرنے لگتا ہے اور اسے یہ باور کرایا جاتا ہے کہ یہ شراب کے اثرات ہیں۔ نہ یہ کہ شراب میں گولی ملا کر اسے پلائی جاتی ہے۔ ایک ڈاکٹر سے تحقیق کرنے پر راقم سطور کو یہ بات معلوم ہوئی ہے اور اس کے پیش نظر بطور علاج شراب استعمال کرانے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

(۸) جزئیات اور تفصیلات میں گئے بغیر اصولی بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ جو مجرم کھلے مفسد ہیں ان کے فساد سے لوگوں کو بچانے کی کوئی کارگر تدبیر کی جاسکتی ہو تو وہ ضرور کی جانی چاہئے۔ ڈاکٹر بھی اس ذمہ داری میں شریک ہے۔

(۹) اگر کسی بے گناہ شخص پر قتل کا مقدمہ چل رہا ہے اور ڈاکٹر کو اصل مجرم کا علم ہے جو اس کے زیر علاج ہے تو ڈاکٹر کی یہ ذمہ داری ہے کہ بے گناہ شخص کو بچانے کے لئے عدالت میں بیان دے جس سے مجرم مریض کے راز کا افشا ہو جائے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص کسی متعدی مرض میں مبتلا ہے اور اس کے گھر والے یا اور لوگ ڈاکٹر سے اس کی بابت پوچھتے ہیں یا حکومت کو اس سے مطلع کرنا ضروری ہے تو ڈاکٹر ان کو اس سے باخبر کرے اگرچہ مریض نے اصرار کے ساتھ اس سے منع کیا ہو۔ بصورت دیگر ہر متعدی مرض کے مریض کی تشہیر کرنا ڈاکٹر کی ذمہ داری نہیں ہے اور کتنے ہی متعدی امراض ایسے ہیں جن کے بارے میں ڈاکٹر کو وہم ہوتا ہے اور وہ خوف اور دہشت پیدا کرتے ہیں۔ گزشتہ سال کا واقعہ ہے کہ سورت میں طاعون کی وبا کا کافی زبردست پروپگنڈا کیا گیا جس سے پورے ملک میں خوف پیدا ہو گیا لیکن اس مرض کے اثرات بہت محدود رہے اور بعد میں ڈاکٹروں نے تردید کی کہ وہ طاعون تھا ہی نہیں بلکہ نمونیہ جیسی بیماری تھی۔ لہٰذا احتیاطی تدابیر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ متعدی امراض کے بارے میں خوف کی فضا پیدا کی جائے۔ ڈاکٹروں کے وہم ہی کو حقیقت سمجھ لیا جائے اور لوگوں کا امن چھوڑ دیا جائے۔

"طبی اخلاقیات ـــــ مسائل و احکام"

قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں

مولانا اختر امام عادل
(استاذ دار العلوم حیدرآباد)

آج دنیا طبی اعتبار سے کافی ترقی کر چکی ہے، جس کی وجہ سے بہت سے نئے مسائل کھڑے ہو گئے ہیں اور چونکہ یہ بہت بڑا ذریعہ آمدنی بھی ہے، اس لئے مکر و فریب کے بھی بہت سے نئے دروازے کھل گئے ہیں، مگر اسلام ہر دور کے لئے کامل و واضح ہدایات رکھتا ہے اس نے ایسے اصول و حدود مقرر کئے ہیں جن کی مدد سے ہر دور میں ایک مستقل طبی نظام اخلاق قائم کیا جا سکتا ہے۔

اسلام علم طب کی حوصلہ افزائی بلکہ سرپرستی کرتا ہے، اور لوگوں کو اس کے سیکھنے سکھانے کی ترغیب دیتا ہے، اس کے نزدیک اس کی کیا اہمیت ہے اس کا اندازہ حضرت امام شافعیؒ کے اس قول سے ہوتا ہے کہ

العلم علمان، علم الفقه للأديان و علم الطب للأبدان ([illegible])
علم تو اس دو ہیں، دینی معلومات کے لئے علم فقہ اور جسمانی صحت کے لئے علم طب۔

"محور اول (تعدی اور ضمان سے متعلق مسائل)"

اسلام علم طب میں مہارت پیدا کرنے کی تلقین کرتا ہے، اور بغیر مہارت و تجربہ کے محض ناقص طبی معلومات کی روشنی میں علاج معالجہ کو سخت جرم قرار دیتا ہے، اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ہے:

من تطبب ولم يعلم منه طب فهو ضامن (رواه ابوداود والنسائي- مشكوة شريف ص ۳۰۰)
جو طبی لیاقت حاصل کئے بغیر ڈاکٹری کرے تو اس ذیل میں ہونے والے تمام تر نقصانات کا ضامن وہ ہوگا۔

اگر اس نے مریض کو نقصان پہنچانے کی نیت سے اپنی ناقص طبابت کا استعمال کیا، تو اس پر ضمان عمد عائد ہوگا، اور اگر نیت یہ نہیں تھی، بلکہ اپنے طور پر مریض کو نفع ہی پہنچانا چاہتا تھا تو راجح قول کے مطابق اس پر ضمان خطا عائد ہوگا، اگرچہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ

اس شکل میں بھی وہ ضمان عمد کا مجرم ہے۔ ([illegible])

البتہ پوری طبی مہارت و اہلیت رکھنے اور نیک نیتی سے علاج کرنے کے باوجود مریض کو کچھ نقصان پہنچ جائے، تو وہ اس کا ضامن نہیں ہوگا، اس لئے کہ علاج معالجہ کرنا ڈاکٹر کا منصبی فریضہ ہے اور فرائض کی تکمیل کے دوران ہونے والے نقصانات کا قانونی طور پر انسان ذمہ دار نہیں ہوتا، اگر ڈاکٹر اپنے فن کا سپیشلسٹ اور متعلقہ بیماریوں کا واحد معالج ہو تب تو مریض کا علاج کرنا شرعاً اس پر فرض عین ہے، لیکن

شافعیہ

امام شافعیؒ بھی دو شرطوں کے ساتھ ڈاکٹر کو ضمان سے بری قرار دیتے ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ مریض یا اس کے اولیاء کی طرف سے ڈاکٹر کو عمل جراحی کرنے کی اجازت ہو۔

(۲) دوسرے یہ کہ ڈاکٹر نے پوری نیک نیتی اور توجہ کے ساتھ یہ خدمت انجام دی ہو، مریض کے ساتھ اس کا کوئی غلط ارادہ شامل نہ ہو۔ اگر یہ دونوں شرطیں پائی جائیں تو مریض کو پہنچنے والے نقصان کا ضمان ڈاکٹر پر واجب نہ ہوگا، بشرطیکہ اس نے تمام طبی ہدایتیں ملحوظ رکھنے میں کوئی کوتاہی نہ برتی ہو۔ (الام [illegible]، مواہب الجلیل شرح [illegible])

حنابلہ

امام احمد ابن حنبلؒ کی رائے بھی یہی ہے۔ (المغنی لابن قدامہ [illegible])

طبابت کے اصول و شرائط:

اس گفتگو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے ہر امام کے نزدیک کچھ خاص حدود ہیں جن کی رعایت اگر ڈاکٹر کرے تو مریض کو پہنچنے والے نقصان کا وہ ذمہ دار قرار نہیں پائے گا۔ اگر ہم ان تمام حدود و شرائط کو سمیٹ کر ایک ساتھ بیان کرنا چاہیں تو درج ذیل شرائط پیدا ہوتی ہیں، جن کی رعایت ہر ڈاکٹر پر لازم ہے۔

(۱) طبی اہلیت و مہارت

پہلی اہم ترین شرط یہ ہے کہ طبی خدمات انجام دینے والا شخص باقاعدہ ڈاکٹر ہو اور کسی مستند میڈیکل ادارے سے اس نے طبی تعلیم حاصل کی ہو، اس کا ثبوت درج ذیل حدیث پاک سے ملتا ہے۔

من تطبب ولم يعلم منه طب فهو ضامن۔ (۱۳)

جس نے بغیر طبی لیاقت حاصل کیے طبابت کی تو وہ ضامن ہوگا۔

صاحب ہدایہ کی یہ عبارت بھی اس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

قطع الحجام لحما من عينه وكان غير حاذق فعميت فعليه نصف الدية۔

(در مختار علی رد المحتار [illegible])

حجام نے آنکھ کا گوشت کاٹا حالانکہ وہ ماہر نہ تھا، پس آنکھ کی روشنی ختم ہوگئی، تو اس پر آدھی دیت لازم ہوگی۔

• اسی طرح الفتاوی الہندیہ جلد دوم میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ کسی کی بیمار آنکھ میں کسی ڈاکٹر نے سرمہ لگانے کی تجویز کی اور مریض نے اس کی اجازت دی، لیکن سوء اتفاق کہ آنکھ میں جو روشنی تھی وہ بھی چلی گئی تو یہ ضامن ہوگا یا نہیں؟ اس صورت میں لکھا ہے کہ اگر وہ واقعی امراض چشم کا ماہر تھا تب تو ضامن نہیں ہوگا اور اگر ماہر نہیں تھا تو ضامن ہوگا۔ لیکن اس کی اہلیت و مہارت میں اختلاف واقع

ہو جائے تو فیصلہ اس طرح ہوگا کہ یا تو کثرت رائے ہو مثلاً تین آدمیوں میں سے دو آدمی اس کو اہل قرار دیں اور ایک جاہل کہے، یا اہل و جاہل کہنے والوں کی تعداد برابر ہو تو ڈاکٹر جاہل کا مجرم قرار نہیں پائے گا اور اس پر ضمان عائد نہ ہوگا اور اگر کثرت رائے جاہل کی طرف ہو مثلاً تین میں سے دو اس کو جاہل کہتے ہوں اور ایک اہل، تو ڈاکٹر جاہل قرار پائے گا اور اس پر ضمان عائد ہوگا۔

(الفتاوی [illegible])

مذکورہ دونوں جزئیات میں ضمان کا مدار طبی اہلیت و مہارت کو قرار دیا گیا ہے۔

(۲) حسن نیت اور سچی دلچسپی

دوسری بنیادی شرط یہ ہے کہ ڈاکٹر نے نہایت نیک نیتی اور دلچسپی کے ساتھ مریض کا علاج کیا ہو، اور مریض کی شفایابی کے لئے مخلصانہ جذبات رکھتا ہو۔ (شرح الزرقانی [illegible]، ونہایۃ المحتاج [illegible])

اس کی مثال میں بعض وہ فقہی جزئیات پیش کی جا سکتی ہیں، جو کتاب الجنایات میں مذکور ہوئی ہیں۔

(۱) ایک جزئیہ یہ ہے کہ استاذ نے کسی بچے کو اس کے باپ یا ولی کی اجازت سے تعلیم و تربیت کے لئے حدود میں رہتے ہوئے مارا اور سو اتفاق کہ بچہ ضرب کی تاب نہ لا سکا اور مر گیا، تو اس کا قصاص استاذ پر واجب نہ ہوگا اس لئے کہ استاذ نے بچہ کو جسمانی سزا کسی بری نیت سے نہیں، بلکہ ہمدردانہ اور خیر خواہانہ طور پر دی تھی اس لئے اس سے پہنچنے والے نقصان کا تاوان اس پر عائد نہ ہوگا۔

(رد المحتار علی الدر المختار [illegible]، مبسوط سرخسی [illegible]، البحر الرائق [illegible])

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی نابالغ بچہ دیوار پر بیٹھا تھا، ایک آدمی کے چیخنے سے وہ گر پڑا اور مر گیا، تو اس صورت میں متفق علیہ قول کے مطابق اگر چیخنے والے نے چیختے ہوئے یہ کہا تھا کہ مت گرو، تو وہ ضامن نہیں ہوگا اور اگر کہا تھا کہ گر جاؤ تو ضامن ہوگا۔

(رد المحتار علی الدر المختار [illegible]، البحر الرائق [illegible]، عالمگیری [illegible])

ان دونوں جزئیات میں حسن نیت کی بنا پر انسان کو ضمان سے بری قرار دیا گیا ہے۔

(۳) طبی اصولوں کی مکمل رعایت

تیسری شرط یہ ہے کہ ڈاکٹر نے علاج کے دوران تمام طبی ہدایتیں ملحوظ رکھی ہوں اور فنی تمام نزاکتوں پر عمل کرنے کی کوشش کی ہو، لیکن اس کے باوجود مریض کو نقصان پہنچ جائے تو اس کا ضمان اس پر نہیں ہوگا۔ (نہایۃ المحتاج [illegible]، مواہب الجلیل [illegible])

اس کی مثال میں فقہ حنفی کی کتابوں سے یہ جزئیہ پیش کیا جا سکتا ہے (جو رد المحتار وغیرہ میں موجود ہے) کہ ایک بچی چھت سے گر پڑی اور اس کا سر پھٹ گیا، اس کے علاج کے لئے کئی ڈاکٹر پہنچے، ان میں اکثر ڈاکٹروں نے کہا کہ دماغ کی اندرونی چوٹ کا علاج کرنے کے لئے اگر سر کا آپریشن کیا جائے گا تو بچی مر جائے گی، لیکن ایک ڈاکٹر نے کہا کہ اگر آج ہی اس کے سر کا آپریشن نہ کیا گیا تو بچی زندہ نہ رہے گی، میں آپریشن کے ذریعہ اس کو ٹھیک کر دوں، چنانچہ اس نے بچی کے سر کا آپریشن کیا، مگر بچی ایک دو روز کے بعد مر گئی۔ فقہاء نے اس کے

اس موقعے پر ایک اصولی بات یہ بھی ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ کسی بھی کوشش کا نتیجہ اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے، بندہ مکلف ہے صحیح طریقے پر جد و جہد اور کوشش کا، اس کے آگے اس کی حد ختم ہے، ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ سب اسباب کے درجے میں ہے اور اسباب کے متعلق ہم ایک جانتے ہیں کہ وہ بالذات مؤثر نہیں، اللہ کی مرضی نہ ہو تو ہزار اسباب کے باوجود نتیجہ برعکس نکلتا ہے لہذا بندے کا کام یہ ہے

بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا تمام ڈاکٹروں سے اختلاف کرکے آپریشن کرنے والا ڈاکٹر اس موت کا ضامن ہوگا یا نہیں؟ چنانچہ تمام ماہرین نے تھوڑی دیر سوچ کر جواب دیا کہ اگر ڈاکٹر نے آپریشن ولی کی اجازت سے کیا تھا اور عام طبی اصولوں کی رعایت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی تو وہ ضامن نہیں ہوگا، پھر ان سے پوچھا گیا کہ اگر ڈاکٹر ٹھیک کرنے کی ضمانت لے کر علاج کرے اور مریض فوت ہو جائے تو کیا ضامن ہوگا؟ انھوں نے جواب دیا، نہیں، اس لئے کہ ڈاکٹر مریض کے حق میں امین ہوتا ہے اور امین کے لئے شرط ضمان لگانا باطل ہے۔ اس کے علاوہ شفا دینا اس کے اختیار میں نہیں اس لئے اس کی ضمانت لینے کا اعتبار نہیں۔ (رد المحتار علی الدر المختار ۵/۴۰، حاشیۃ الطحطاوی ۴/۴۰)

اس جزئیہ میں ضمان سے براءت کے لئے اجازت اور طبی اصولوں کی پوری رعایت مشروط کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ فقہاء بھی جراحی اور قلع وغیرہ کے مسائل میں حد معتاد سے تجاوز نہ کرنے کی شرط لگاتے ہیں۔

حد معتاد بھی معروف معنی میں یہی طبی اور فنی اصولوں کی رعایت ہی کی دوسری تعبیر ہے۔

(فتاوی شامی کتاب الاجارۃ ۵/۴۰، فتاوی بزازیہ (ذکر) علی ہامش الہندیہ ۵/۱۵، قاضی خان ۲/۴۳۴، ہدایہ ۳/۳)

(۴) مریض یا اس کے اعزہ کی طرف سے اجازت

چوتھی شرط یہ ہے کہ ڈاکٹر کو اس کے طبی عمل کے لئے مریض یا اس کے اعزہ و اولیاء کی طرف سے اجازت مل چکی ہو، اور اگر مریض لاوارث ہو تو حکومت وقت سے اس کے علاج کی اجازت لینا ضروری ہے ــــ اس شرط کو بہت سے فقہاء نے صراحت سے بیان کیا ہے، جزئیات سے قطع نظر شامی کی یہ عبارت اس تعلق سے بہت واضح ہے۔

> یعنی دونوں روایتوں کے مجموعے سے ضمان کے عدم وجوب کے لئے دو شرطیں سمجھ میں آتی ہیں ایک حد معتاد سے تجاوز دوسرے اجازت ان میں سے کوئی ایک یا دونوں مفقود ہو جائیں تو ضمان واجب ہوگا۔

(شامی کتاب الاجارۃ ۵/۴۰)

یوں جزئیات کے ضمن میں یہ شرط بہت سی کتابوں میں ملتی ہے، چند حوالے درج ذیل ہیں۔

(ہدایہ ۳/۳۰، فتاوی خانیہ ۲/۴۳۴، بزازیہ (ذکر) علی ہامش الہندیہ ۵/۱۵، عالمگیری ۴/۴۹۹، بدائع الصنائع ۴/۱۸۰، تکملہ ۴/۲۷۲، البحر الرائق ۸/۳۳، مبسوط سرخسی ۱۶/۱۷ وغیرہ)

یہی چار بنیادی شرطیں ہیں، جن کی رعایت ہر ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے، ان میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو جائے تو ڈاکٹر ضمان سے بچ نہیں سکتا۔

«سوالات کے جوابات»

ان شرطوں کی روشنی میں سوالنامہ میں مذکور آپریشن اور سرجری سے متعلق سوالات کے جوابات آسانی سے دیئے جاسکتے ہیں۔

(۱) غیر قانونی علاج

ایسا کوئی شخص جو قانوناً کسی مرض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے، لیکن اپنے ذاتی مطالعہ و تجربہ کی بناء پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے۔ اگر اس شخص نے کسی مریض کے کہنے پر اس کا علاج کیا، تو شرعاً اس کا یہ علاج کرنا جائز ہے یا نہیں، اور اگر اس کے علاج سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا، یا اس کا انتقال ہوگیا، تو اس پر کوئی ضمان یا تاوان لازم ہوگا یا نہیں؟ کیا اس کا عمل شرعاً قابل تعزیر جرم ہوگا۔

مالکیہ کے اصول کے مطابق تو ایسے شخص کو علاج کرنے کا کوئی حق ہی نہیں، کیوں کہ ان کے نزدیک طبابت کے لئے حاکم وقت سے باقاعدہ قانونی اجازت لینا ضروری ہے۔ اس کے بغیر طبی عمل صحیح نہیں، اس لئے اگر اس کے علاج سے مریض کو کوئی نقصان پہنچا تو اس کا ضمان اس پر ہوگا اور شرعاً یہ قابل تعزیر جرم قرار پائے گا، اگرچہ مریض کی اجازت ہی سے اس نے علاج کیا ہو۔

(مواہب الجلیل [illegible]، بحوالہ التشریع الجنائی الاسلامی [illegible])

ان کے علاوہ دوسرے ائمہ کے یہاں قانونی اجازت کی شرط نہیں ملتی، خصوصاً حنفیہ کے یہاں تو یہ بہرحال شرط نہیں، البتہ طبی لیاقت و مہارت اور فنی تجربہ شرط ہے، خواہ اس نے حکومت سے منظور ادارہ میں تعلیم حاصل کی ہو یا غیر منظور میں، یا اپنے طور پر مطالعہ و تجربہ سے ڈاکٹروں کے درمیان نمایاں مقام حاصل کر چکا ہو، اور کثرت تجربہ اس کے تجربہ و مہارت کے قائل ہوگئے ہوں، تو اس کے لئے طبی خدمات انجام دینے کی اجازت ہوگی، اس کی تائید میں فقہ کا وہ جزئیہ پیش کیا جا سکتا ہے، جو ڈاکٹر کے مریض چشم کے لئے سرمہ تجویز کرنے اور اس سے آنکھ کے بے نور ہو جانے کے بارے میں مذکور ہوا ہے۔ (ہندیہ [illegible])

اس کے علاوہ عہد نبوت یا عہد صحابہ میں جن اطباء کا ذکر ملتا ہے، ان میں سے کسی کے بارے میں یہ تذکرہ نہیں ملتا کہ ان سے علاج کرانے سے پہلے قانونی اجازت کا ثبوت مانگا گیا ہو، یا حکومت سے اجازت لے کر انہوں نے طبی خدمات انجام دی ہوں، اس میں صرف اہلیت و مہارت دیکھی جاتی تھی۔

اس لئے اصل مسئلہ کی رو سے تو مذکورہ صورت میں اگر معالج دواؤں اور امراض یا متعلقہ مرض کے بارے میں پوری واقفیت اور تجربہ رکھتا ہو اور اپنے اس علاج کو اس سے قبل بھی کامیاب طور پر آزما چکا ہو، تو وہ ضامن نہیں ہوگا اور نہ شرعاً اس کا یہ عمل قابل تعزیر ہوگا، لیکن عصر حاضر میں چوں کہ بہت سے نیم حکیم بھی ڈاکٹروں کی صف میں گھس گئے ہیں اور تجربہ و لیاقت کے بارے میں اشتہاری بیانات و شہادتوں پر اعتماد کرنا مشکل ہوگیا ہے، اس بناء پر قانونی اجازت کی شرط لگانا ضروری ہے، تاکہ عطائیوں کے وقت حکومت کی قانونی گرفت سے وہ بھی محفوظ رہ سکے اور مریض کو بھی ماہر ڈاکٹر کی خدمات حاصل ہونے میں سہولت ہو۔

(۲) طبی بے احتیاطی

جس ڈاکٹر کو قانوناً علاج و معالجہ کی اجازت ہے، اس نے اگر کسی مریض کا علاج کیا لیکن اس نے طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں،

مثلاً بعض ضروری جانچیں نہیں کروائیں، یا مریض کی پورے طور پر دیکھ ریکھ نہیں کی، اگر اس کے علاج کے باوجود مریض فوت ہوگیا یا اس کا کوئی عضو ضائع ہوگیا، تو ڈاکٹر مریض کو پہنچنے والے نقصان کا یا اس کی جان کے تاوان کا ضامن ہوگا، اس لئے کہ اس نے شرط نمبر (۲) کی تکمیل نہیں کی، اس کی ذمہ داری تھی کہ مریض کے علاج میں طبی تمام رہنمائی ملحوظ رکھتا اور اس کے ضروری تقاضوں کو پورا کرتا، لیکن اس نے ایسا نہ کرکے غلطی کی، اس لئے وہ ضامن ہوگا۔ (رد المحتار علی الدر المختار ۵/ ۴۰، الفروق ۴/ ۲۲۲)

البتہ نسیان یا اسباب و وسائل کی مجبوری کی شکل میں ضمان نہیں ہونا چاہئے، بشرطیکہ اس کی تحقیق ہوجائے۔

(۳) بلا اجازت آپریشن

اگر ڈاکٹر کی رائے میں زیر علاج مریض کا آپریشن ضروری ہے، اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے قریبی اعزہ سے اجازت لئے بغیر آپریشن کرڈالا، جب کہ اجازت لینا ممکن تھا، آپریشن کامیاب ہونے کے بجائے مہلک ثابت ہوا، مریض فوت ہوگیا یا اس کا آپریشن شدہ عضو بے کار ہوگیا، اس صورت میں ڈاکٹر اس مریض کو پہنچنے والے نقصان کا ضامن ہوگا، اگرچہ وہ ڈاکٹر قانونی طور پر اس آپریشن کا مجاز ہو اور تجربہ رکھتا ہو، اس لئے کہ ضمان سے بچنے کے لئے تمام ائمہ کے نزدیک محض قانونی اجازت کافی نہیں، امام مالک قانونی اجازت کی شرط ضرور لگاتے ہیں، مگر اس کو کافی تصور نہیں کرتے۔ مریض یا اس کے اولیاء کی طرف سے اجازت بہرحال ضروری ہے، اس کے بغیر ضمان سے ڈاکٹر محفوظ نہیں رہ سکتا۔ (الشامی کتاب الاجارہ ۵/ ۴۰)

اس سے ملتی جلتی شکل علامہ شامی نے کتاب الاجارات میں حامد الفتوی کے طور پر ذکر کی ہے، وہ یہ ہے کہ کسی نے کسی بچہ کے پیٹ پر چھری سے حملہ کیا اور پیٹ کی کچھ آنتیں باہر نکل آئیں، آپریشن کے ماہر ڈاکٹر کو بلایا گیا، تو اس نے کہا کہ باہر نکلی ہوئی آنتیں اندر داخل کرنے کے لئے پیٹ کو کچھ اور چیرنا پڑے گا، بچہ کے باپ نے ڈاکٹر کو اس کی اجازت دے دی، ڈاکٹر نے آپریشن کرکے پیٹ پر ٹانکے لگادیے، لیکن بچہ زخم سے جانبر نہ ہوسکا اور اسی رات اس کا انتقال ہوگیا، تو ڈاکٹر پر ضمان نہیں ہوگا۔ (الشامی ۵/ ۴۰)

اصل میں اجازت کے بعد جب عقد تام ہوجاتا ہے تو ڈاکٹر پر مریض کا علاج لازم ہوجاتا ہے، اور اصولی طور پر واجبات کی ادائیگی میں پیش آنے والے نقصانات کا ضمان نہیں ہوتا، اسی کو جمہور اور شامی وغیرہ میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

وما فعل الحجام ونحوه واجب بالعقد فلا يتقيد بالسلامة (الشامی ۵/ ۴۰، المبسوط للسرخسی ۱۶/ ۱۰)

البتہ یہاں اجازت کے تعلق سے اس کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اجازت صراحۃً بھی معتبر ہے، اور دلالۃً بھی، آپریشن کے یا کلینک میں اولیاء کا مریض کو لے جانا اس بات کی علامت ہے کہ وہ آپریشن وغیرہ ہر طرح کے علاج کے لئے رضامند ہیں۔

(۴) اس مسئلہ کی دوسری شکل یہ ہے کہ بعض اوقات مریض پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے، وہ اجازت دینے کے لائق نہیں ہوتا ہے، اور اس کے اعزہ زیر علاج مقام سے بہت دور ہوتے ہیں، ان سے فی الفور رابطہ قائم نہیں کیا جاسکتا، ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کی رائے میں آپریشن فوری طور پر ضروری ہے اور تاخیر ہونے میں اس کے نزدیک مریض کی جان یا عضو کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے، اس لئے اس نے مریض اور اس کے قریبی اعزہ سے اجازت حاصل کئے بغیر مریض کا آپریشن کردیا، اور یہ آپریشن ناکام رہا، مریض کی جان چلی گئی یا اس کا کوئی عضو ضائع ہوگیا، تو اس صورت میں ڈاکٹر کو ضامن نہیں قرار دینا چاہئے، بشرطیکہ اس طرح کے مریضوں کے بارے میں حکومت کی

طرف سے بلااجازت آپریشن کر دینے کا کوئی جواز ہو اس لئے کہ اس مریض کو لاوارث مریضوں کے درجے میں دیکھا جاسکتا ہے کیوں کہ اس کے اعزہ دنیا میں موجود ہونے کے باوجود اس کے حق میں فی الوقت غیر موجود کے درجے میں ہیں، اس وقت حکومت ہی اس کی ولی ہے اس بنا پر حکومت کی اجازت کافی ہوگی۔ (التشریع الجنائی الاسلامی ۱/۵۲۱)

دوسری وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر کی طرف سے یہاں کوئی تعدی یا بے احتیاطی نہیں پائی جاتی، کہ اس پر ضمان عائد کیا جائے اس نے تو مریض کی جان بچانے کی نیت سے طبی خدمت انجام دی تھی اس لئے وہ امین ہے اور امین پر کوئی ضمان عائد نہیں ہوتا جب تک کہ تعدی کا ثبوت نہ مل جائے۔ (الشامی ۵/۲۰۱)

یہاں یہ وضاحت بھی مناسب ہے کہ ڈاکٹر اگر شفایاب ہونے کی ضمانت کے ساتھ بھی علاج کرے تو مریض کو ضرر پہنچنے کی صورت میں وہ ضامن نہ ہوگا اس لئے کہ وہ امین ہے اور امین کے اوپر ضمان کی شرط لگانا باطل ہے۔ (ایضاً ۵/۲۹)

محور دوم (متعدی امراض کے احکام)

طبی طور پر یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ بعض امراض پھیلنے اور وبائی شکل اختیار کر لینے کی صلاحیت رکھتے ہیں، مثلاً طاعون، جذام اور ایڈز وغیرہ، ایک زمانہ میں طاعون لوگوں کے لئے پریشانی کی تھا آج سب سے زیادہ پریشانی کی ایڈز بن چکا ہے۔ یہ تمام علم طب کے مسلمہ حقائق ہیں، اسلام بھی ان امراض کی اس تاثیر کا بالکلیہ انکار نہیں کرتا، بعض احادیث سے اس موضوع کے لئے مشکلات سامنے آتی ہیں، لیکن حقیقت بین نگاہ سے دیکھا جائے، تو مسئلہ بالکل آسان ہے، علماء، فقہاء اور محدثین نے اس موضوع پر بہت تفصیلی کلام کیا ہے، میں اس تفصیل میں جانا نہیں چاہتا، اور نہ کسی نئی بحث کا دروازہ کھولنا چاہتا ہوں، البتہ اس تعلق سے کچھ ضروری اشارات پیش کرتا ہوں۔

امراض کی متعدی کے متعلق کئی احادیث آئی ہیں۔

۱- ایک مشہور حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر وفر من المجذوم كما تفر من الأسد رواه البخاري. (مشكوة ۱/۳۹۱)

بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگنا، بدشگونی، ہامہ اور صفر یہ سب چیزیں بے حقیقت ہیں (البتہ) تم جذامی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔

اس حدیث میں ایک طرف عدوی (امراض کے متعدی ہونے) کا انکار کیا جا رہا ہے، دوسری طرف مجذوم سے اس طرح بھاگنے کو کہا جا رہا ہے جیسے کہ انسان شیر سے بھاگتا ہے، گویا جذام منتقل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

۲- حضرت ابوہریرہؓ ہی کی سند سے ایک روایت اور نقل کی گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگنا، ہامہ اور صفر ان سب کی کوئی حقیقت نہیں، ایک دیہاتی نے عرض کیا، یا رسول اللہ تو پھر ان اونٹوں کے بارے میں کیا کہا جائے گا (جو اپنی تندرستی اور اپنی جلد کی صفائی ستھرائی کے اعتبار سے) ہرن کی مانند ریگستان میں دوڑتے پھرتے ہیں، لیکن

جب کوئی خارش والا اونٹ ان میں مل جاتا ہے تو وہ دوسروں کو بھی خارش زدہ بنا دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اچھا تو بتاؤ پہلے اونٹ کو کس نے خارش زدہ بنایا؟ (حوالہ سابق)

اس روایت میں بظاہر امراض کے متعدی ہونے کے تصور کو غلط قرار دیا گیا ہے۔

، جب کہ وہیں پر عمرو ابن شعیب عن ابیہ کی سند سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے۔

فرماتے ہیں کہ وفد ثقیف میں ایک مجذوم شخص تھا، جو حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے آیا تھا، لیکن حضورؐ نے اس کو یہ اطلاع بھجوا کر اپنے پاس آنے سے منع کر دیا کہ ہم نے تمہاری بیعت لے لی، اس لئے تم وہیں سے لوٹ جاؤ۔ (مشکوٰۃ)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض امراض متعدی ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں مگر اس کے بالمقابل ایک اور حدیث سامنے آتی ہے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑ کر اس کو کھانے کے پیالہ میں اپنے ساتھ شریک کیا اور فرمایا کہ کھاؤ، میرا اللہ پر اعتماد و بھروسہ ہے، اور میں اسی کی ذات پر توکل کرتا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

اس طرح کی مختلف روایات منقول ہوئی ہیں، جنھوں نے علماء کو حیرانی میں ڈال دیا ہے۔ بہت سے علماء کا خیال یہ ہے کہ اصل بات تو وہی ہے کہ (اصولی) بیماری متعدی نہیں ہوتی، لیکن جن روایات میں حضورؐ نے مجذوم یا مطعون سے الگ رہنے کو کہا ہے ان سے مقصود محض عقیدہ کا تحفظ اور کسی طرح کی بدگمانی کا دفاع ہے یعنی کوئی شخص جب کسی بیمار سے قریب ہوگا اور اللہ کی مرضی سے اس کو بھی وہی مرض ہو جائے گا، تو وہ خیال کر سکتا ہے کہ شاید فلاں کی بیماری میری طرف منتقل ہو گئی، حالانکہ بات یہ نہیں ہوگی، اس بناء پر بطور احتیاط ایسے بیماروں سے الگ رہنے کو کہا گیا۔

لیکن محققین علماء اس طرف گئے ہیں کہ اصولی طور پر انتقال مرض کی خاصیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ خود حضورؐ نے مجذوم سے بھاگنے کو کہا جیسے کہ انسان شیر سے بھاگتا ہے، شیر میں انسان کو ہلاک کرنے کی صلاحیت ہے، اسی طرح اس مرض میں انتقال کی صلاحیت ہے، اگرچہ سب کچھ اللہ کی مرضی و مشیت سے ہوتا ہے لیکن بطور تدبیر جس طرح ٹیڑھی دیوار کے پاس سے انسان بھاگتا ہے اسی طرح ان امراض کا حال ہے ـــ محض فساد عقیدہ سے بچانا اگر اس کی بنیاد ہوتی، تو خود حضورؐ نے وفد ثقیف کے مجذوم کو اپنے پاس کیوں نہ آنے دیا، حضورؐ کے پاس تو اس طرح کا کوئی خطرہ بہرحال نہیں تھا اور جن روایات میں عدویٰ کی بظاہر نفی کی گئی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ یہ امراض بطور خود بغیر خدا کی مرضی کے متعدی نہیں ہوتے، اس لئے یہ تصور غلط ہے کہ خود بیماری کسی اچھے آدمی سے لپٹ جاتی ہے، بلکہ اللہ کے حکم سے ایسا ہوتا ہے۔

البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم توکل کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، اس لئے کبھی مجذوم کے ساتھ خدا کے بھروسہ پر کھانا بھی تناول فرمایا۔ یا اس بناء پر کہ ہو سکتا ہے کہ حضورؐ کو بذریعہ وحی اس خاص مجذوم کے بارے میں معلوم ہو گیا ہو کہ اس کا مرض مجھ تک متعدی نہیں ہوگا، بعد کے لوگوں میں نہ یہ توکل ہو سکتا ہے اور نہ ایسا کوئی ذریعہ علم، اس لئے اس دور اسباب میں حسب کے طور پر ان امراض سے دور رہنا ہی

اس مرض کا اظہار مریض کے اہل خانہ پر کردے، تاکہ وہ لوگ اپنے طور پر اس سے محفوظ رہ سکیں۔ اگرچہ بظاہر یہ کسی مسلمان کے عیب کا اظہار کرنا ہے جس کی عام حالات میں ممانعت آئی ہے۔ لیکن بعض خاص حالات ایسے پیدا ہوجاتے ہیں، جن میں کسی ایک شخص کی ذاتی عزت و ناموس کی رعایت بہت سے لوگوں کے ضرر کا باعث بن جاتی ہے، مثلاً یہی ایڈز کا مرض ہے کہ اگر مریض خود احتیاط نہ کرے اور ڈاکٹر بھی اس کا راز افشاء نہ کرے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اس ایک آدمی کی عزت بچانے کے لئے بہت سے لوگوں کی جانیں خطرے میں پڑجائیں گی، اس لئے علماء اور شارحین حدیث نے ایسے حالات کا استثناء کیا ہے، جن میں ایک کی وجہ سے دوسرے کئی لوگوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۱/۲۰۰، شرح مسلم النووی ۲/۲۰۲)

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس قسم کی بعض چیزوں کا استثناء کیا ہے۔ حضرت جابرؓ کی سند سے ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجالس کی باتیں امانت ہیں، سوائے تین مجلسوں کے یعنی حرام خون بہانے، یا زناکاری، یا ناحق کسی کا مال لوٹنے کی مجلسیں۔ (مشکوٰۃ شریف ۴۲۰)

اس اصول کی روشنی میں ڈاکٹر اگر مریض کی بے احتیاطی سے خوف کرتا ہے تو اس کو اس کے خادمان یا متعلقین پر اصل صورت حال واضح کردینی چاہئے، اور اس مریض کے متعلق ضروری احتیاط کا مشورہ دے دینا چاہئے۔ البتہ ڈاکٹر کوشش کرے کہ خود مریض کو یہ معلوم ہو کہ اس کا راز کھل چکا ہے، اس کے لئے اہل خانہ اور متعلقین کو بھی چوکنا اور محتاط کردینا چاہئے۔

(۳) ایڈز کے مریض کے لئے سماج کا رویہ

ایڈز اور دوسرے خطرناک متعدی امراض مثلاً طاعون وغیرہ کے مریض سے اہل خانہ اور متعلقین کا سبب کے طور پر محتاط رہنا بہرحال ضروری ہے۔ لیکن اس طور پر کہ مریض اپنی ذلت محسوس نہ کرے اور نہ اس طور پر کہ اسے احساس ہو کہ اسے اچھوت سمجھا جاتا ہے۔ خصوصاً ایڈز کے مریض کے ساتھ حکمت عملی پر مبنی رویہ بآسانی برتا جاسکتا ہے، اس لئے کہ ایڈز کے بارے میں یہ معلوم ہے کہ وہ عام اختلاط سے منتقل نہیں ہوتا، اس لئے ضروری حد تک غیر محسوس طریقے پر احتیاط کریں جو مشکل نہیں۔ رہا اس کی شادی بیاہ کا مسئلہ تو اس کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے، جو سوال نمبر (۱) کے جواب میں عرض کرچکا ہوں۔

(۴) مرض کی منتقلی کی کوشش

ایڈز کا ایسا مریض جو کہ اپنے مرض اور اس کی نوعیت سے بخوبی واقف ہے، اگر وہ کسی دوسرے تک اپنے مرض کو منتقل کرنے کی غرض سے کوئی ایسا کام کرے، مثلاً اس نے بیوی سے مجامعت کی، جس کی وجہ سے ایڈز کے وائرس اس کی بیوی میں منتقل ہوگئے، یا کسی مریض کو خون کی ضرورت ہے، ایڈز کے اس مریض نے اپنا خون اس کے لئے پیش کیا، اور مریض کو وہ خون چڑھایا گیا، جس کے نتیجے میں اس مریض کو بھی ایڈز کا مرض لاحق ہوگیا، اس طرح کی تمام شکلوں میں قصاص کا اصول یہ ہے کہ جو شخص سبب قتل یا سبب ہلاکت بنا ہے وہ بہرحال قابل سزا ہے، البتہ ضمان کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اس عمل میں قتل یا زخمی ہونے والے شخص کے اختیار کا کچھ دخل تھا یا نہیں، اگر اس نے اس عمل کو اپنے اختیار سے کیا تھا، چاہے اس نے لاعلمی میں کیا ہو، تو سبب قتل بننے والے شخص پر ضمان [illegible] گا

ہوگا۔ لیکن اگر اس عمل کے وجود میں آنے کے اندر مقتول یا مجنی علیہ کا کوئی اختیار شامل نہیں تھا، تو اس صورت میں ضمان واجب ہوگا۔

فقہ کی کتابوں میں اس کی ایک مثال ملتی ہے۔ کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو شربت میں زہر ملا کر پینے کے لئے پیش کیا اور پینے والے نے لاعلمی میں اسے پی لیا اور ہلاک ہوگیا۔ یا کوئی سخت نقصان پہنچا۔ تو اگرچہ شربت پلانے والا سخت مجرم اور گنہگار ہے اور اسلامی عدالت اس کے لئے کوئی سزا تجویز کر سکتی ہے۔ لیکن ضمان اس پر واجب نہیں۔ اس لئے کہ پینے والے نے شربت اپنے اختیار سے پیا تھا، اگرچہ وہ زہر کے بارے میں بے خبر تھا اس موت یا نقصان کا ذمہ دار پلانے والا ہی نہیں ہے بلکہ خود پینے والا بھی اس میں کسی نہ کسی درجہ میں شریک ہے ـــ البتہ اگر کسی کو اکراہ کے ساتھ زہر میں ملا ہوا شربت پلایا گیا اس طور پر کہ زبردستی منہ میں انڈیل دیا گیا۔ یا ٹپکایا گیا تو پلانے والے پر ضمان واجب ہوگا۔ اس پر تمام ائمہ احناف متفق ہیں۔ (رد المحتار [illegible]، عالمگیری [illegible])

اس اصول اور فقہی جزیہ کی روشنی میں زیر بحث صورت کو دیکھا جائے تو ایڈز زدہ مریض جب اپنا خون کسی کو دیتا ہے۔ یا بیوی سے جماع کرتا ہے اور اس طرح ایڈز کے جراثیم منتقل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اس عمل میں مریض کے ساتھ خون لینے والے اور بیوی کی بھی کسی نہ کسی درجے میں شرکت پائی جاتی ہے۔ اس لئے مریض پر ضمان واجب نہ ہوگا۔ البتہ وہ قابل سزا ضرور ہے۔

اور اگر اس نے اپنے مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ تو نہیں کیا، مگر مرض کو اور اس کے منتقل ہونے کی بات کو جاننے کے باوجود مباشرت کی یا خون دیا تو اس صورت میں بھی اس پر قانونی ضمان واجب نہ ہوگا۔ البتہ وہ گنہگار مجرم اور قابل سزا قرار پائے گا۔ مگر شکل اول سے کچھ کم۔ اس لئے کہ اس شکل میں تعدی کا قصد موجود نہیں ہے۔

(۵) ایڈز کی بناء پر فسخ نکاح

اگر کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈز میں گرفتار ہوگیا۔ یا ایڈز کے مریض نے اپنا مرض چھپا کر کسی عورت سے نکاح کرلیا۔ تو کیا عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

اس سلسلے میں فقہاء احناف کے نزدیک اصولی بات یہ ہے کہ جب تک مرد کے اندر کوئی ایسا مرض نہ لاحق ہو جائے جس کی وجہ سے وہ جماع کی قدرت ہی سے محروم ہو جائے، اس وقت تک عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور خطرناک سے خطرناک مرض بھی اگر قوت جماع کو ختم نہیں کرتا تو فسخ نکاح کا اختیار نہیں۔ اس کی مثال میں جنون، جذام اور برص وغیرہ امراض کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ مقصد نکاح جماع ہے جب تک یہ مقصد حاصل ہو رہا ہے، امراض کی بناء پر نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔ حنفیہ میں شیخین کا یہی مسلک ہے۔ ان کے علاوہ امام عطاء، نخعی، عمر ابن عبد العزیز، ابی زیاد، ابو قلابہ، ابن ابی لیلیٰ، امام اوزاعی، ثوری، خطابی اور داؤد ظاہری وغیرہ کا بھی مسلک یہی ہے۔ اور صحابہ کرام میں حضرت علی اور حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کی رائے بھی یہی ہے ـــ البتہ حنفیہ میں امام

محمدؒ اور ائمہ ثلاثہ اس کے قائل ہیں۔ کہ مرض اگر خطرناک اور بھاری ہو، تو فسخ نکاح کا عورت مطالبہ کر سکتی ہے۔ صاحب فتح القدیر نے ان حضرات کے دلائل کا بہت ہی مفصل اور عمدہ جائزہ لیا ہے۔ جس سے بجا طور پر مسلک حنفیہ کی قوت ثابت ہوتی ہے۔

(رد المحتار [illegible]، عالمگیری [illegible]، فتح القدیر [illegible])

اس اصول کی روشنی میں عورت کو ایڈز کی بناء پر حنفیہ کے نزدیک فسخ نکاح کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ چاہے یہ کتنا ہی

خطرناک مرض ہو مگر اس سے جماع کی قدرت ختم نہیں ہوتی اور جہاں تک مرض کے منتقل ہونے کی بات ہے تو برص اور جذام بھی تو طبی لحاظ سے منتقل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں، لیکن اس کے باوجود فقہاء نے فسخ نکاح کا حق نہیں دیا۔

البتہ امام محمد اور ائمہ ثلاثہ کے اصول کے مطابق ایڈز کی بناء پر فسخ نکاح کا اختیار ہوگا۔ اور ایسا خیال یہ ہے کہ آج کے دور میں ایڈز کی خطرناک صورت حال دیکھتے ہوئے اگر امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا جائے، تو حالات کے زیادہ مناسب اور فقہی اصطلاح میں اوفق للناس ہوگا ۔۔۔ یا دوسری صورت جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ کوئی شافعی، مالکی، حنبلی یا حنفی قاضی جو فروعات میں دلائل کی بناء پر اپنے امام سے اختلاف کرنے کا اہل ہو، ایڈز کی بناء پر فسخ نکاح کا فیصلہ کرے، تو یہ فیصلہ درست اور نافذ ہوگا اس لئے کہ مجتہد فیہ مسائل میں حکم حاکم یا فیصلہ قاضی رافع کی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے عورت اپنا مسئلہ اس طور پر حل کرانا چاہے تو کرا سکتی ہے۔ (ایڈز ۔۔۔ ۱۴۲)

(۲) ایڈز کی بناء پر اسقاط حمل

جو خاتون ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو، اگر اسے حمل قرار پاگیا تو اس کا مرض دوران حمل یا دوران ولادت یا دوران رضاعت بچے کی طرف منتقل ہونے کا طبی لحاظ سے پورا اندیشہ ہے، ایسی صورت کیا بچے تک اس مرض کی منتقلی کے خوف سے اسقاط حمل کرا سکتی ہے؟ اور اگر عورت اس کے لئے تیار نہ ہو تو کیا اس کا شوہر یا حکومت کا محکمہ صحت اسے اسقاط حمل پر مجبور کرسکتا ہے؟ کیوں کہ ایڈز کا مریض بچہ سماج کے لئے خطرہ اور حکومت کے لئے بار ہوگا۔

اس مسئلہ کی دو شکلیں ہیں۔

(۱) اسقاط حمل اس مدت سے پہلے کرا دیا جائے جس کے بعد بچے کے اندر روح ڈال دی جاتی ہے اور اس کی تخلیق اعضاء کا کام شروع ہو جاتا ہے

(۲) دوسری شکل یہ ہے کہ اسقاط حمل نفخ روح کی مدت کے بعد کیا جائے۔ نفخ روح کی مدت عام فقہاء نے ایک سو بیس دن یا چار ماہ قرار دی ہے، مگر علامہ شامی کے بقول یہ مدت بذات خود مقصود نہیں ہے، بلکہ مقصود نفخ روح اور تصویر اعضاء ہے اور یہ مقصد اگر اس مدت سے قبل ہو جائے، تو بھی حکم میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ (ایڈز ۱۴۲)

(۱) پہلی شکل کی فقہاء نے عذر کے وقت اجازت دی ہے، اگر شوہر کی اجازت ہو جب تو کوئی بات ہی نہیں، اور نہ ہو تو بھی بہت سے فقہاء نے عورت کو اس کی اجازت دی ہے ۔۔۔ فقہ کی کتابوں میں اعذار کی جو فہرست دی گئی ہے اس میں ایک اہم عذر ولد سوء کی تخلیق کا اندیشہ بھی ہے، اس بنیاد پر ایڈز کی مریض خاتون نفخ روح کی مدت سے قبل بلا کراہت اسقاط حمل کرا سکتی ہے، اور اگر وہ اس کے لئے تیار نہ ہو تو شوہر یا حکومت کا محکمہ صحت اس کو اس پر مجبور کرسکتا ہے، اس لئے کہ ایڈز زدہ مریض بچے سے زیادہ ولد سوء کا مصداق آج کے دور میں کون ہوسکتا ہے؟

(۲) البتہ دوسری شکل میں جب طبی تحقیق و مشاہدہ کے بعد ثابت ہوگیا کہ بچے کے اندر جان پیدا ہوگئی ہے اس وقت اسقاط حمل ایڈز کے خوف کی بناء پر شوافع کے مطابق جائز ہے، لیکن فقہ کی دیگر کتابوں اور عام اصول کے لحاظ سے یہ قول قوی معلوم نہیں ہوتا، اس لئے کہ ماں کے ایڈز میں مبتلا ہونے کی صورت میں پیٹ کے بچے کو دو طرح کی ہلاکتوں کا سامنا ہے، ایک ہلاکت محتمل ہے، وہ یہ کہ حمل یا ولادت یا رضاعت کے دوران ایڈز کے جراثیم بچے میں منتقل ہو جائیں جو کسی زمانہ میں بچے کو ہلاک کرسکتے ہیں، دوسری صورت یقینی ہے وہ یہ کہ بچے کو اسقاط حمل کے ذریعہ اسی وقت ہلاک کر دیا جائے، ظاہر ہے کہ جس بچے میں جان ڈال دی جا چکی ہے اور وہ ایک انسان بن چکا

(۹) ایڈز ــــ مرض الموت کے حکم میں نہیں

یہاں ایک اہم ترین سوال یہ بھی ہے کہ ایڈز نیز طاعون و کینسر جیسے امراض جب طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلہ میں پہنچ جائیں تو کیا ان کے لئے مرض الموت کا حکم ہوگا؟ اور ایسے مریض کے لئے مرض وفات کے احکام جاری ہوں گے؟

اس سوال کے جواب کے لئے اولاً مرض الموت کا حقیقی مفہوم ہمارے ذہن میں ہونا ضروری ہے۔ فقہاء کی تصریحات کے مطابق مرض الموت وہ مرض کہلاتا ہے جس میں انسان ایسی پوزیشن میں پہنچ جائے کہ وہ صاحب فراش ہو جائے، اور عموماً لوگوں میں اس کے مرجانے کا اندیشہ ہو، اور وہ اپنے معمول کے مطابق حوائج اصلیہ کی تکمیل پر قادر نہ ہو۔ مثلاً ایک عالم کا مرض الموت یہ ہے کہ وہ مدرسہ میں کے فرائض انجام نہ دے سکے، دکان دار کا یہ ہے کہ وہ اپنی دکان کی ذمہ داری انجام نہ دے سکے اور عورت کا مرض الموت یہ ہے کہ وہ امور خانہ داری کی انجام دہی پر قدرت نہ رکھے وغیرہ۔ البتہ بیت الخلاء یا کھانے پینے کے لئے گھر میں چلنا پھرنا، یا وضو وغیرہ کے لئے ضرورتاً باہر نکلنا مرض الموت کے لئے مانع نہیں۔ (الفتاویٰ [illegible])

لیکن اگر مرض طول پکڑ جائے (جس کی مدت کم از کم بقول علامہ شامی فقہاء نے ایک سال مقرر کی ہے) اور اموات کی ہلاکت و موت کا خطرہ ٹل جائے یا اپنے روزمرہ معمولات وہ بخوبی انجام دے رہا ہو، تو یہ مرض الموت کے حکم میں نہ ہوگا۔ (الفتاویٰ [illegible])

مرض الموت کی اس تعریف کے لحاظ سے ایڈز اس کے ذیل میں نہیں آتا اور ایڈز کے مریض کے لئے موت و وفات کے احکام جاری نہ ہوں گے، اس لئے کہ ایڈز پیدا ہونے کے بعد مریض فوراً ہلاک نہیں ہو جاتا، بلکہ سالوں سال اس کے بعد بھی زندہ اور بظاہر تندرست رہتا ہے، اور اپنے سارے کام بھی کرتا رہتا ہے، اس لئے اگرچہ یہ ناقابل علاج مرض ہے، مگر مرض موت نہیں، ہاں اگر ایڈز اس درجہ پر پہنچ جائے کہ انسان صاحب فراش بن جائے، اس کے جسم کا سارا دفاعی نظام کھوکھلا ہو جائے، اور اپنے معمول کے کاموں کی طاقت و قدرت ختم ہو جائے، تو اب سے یہ مرض، مرض الموت کے دائرے میں داخل ہو جائے گا۔

رہا طاعون اور کینسر کا مسئلہ تو طاعون پر تو باقاعدہ فقہاء اظہار خیال کر چکے ہیں، وہ یہ کہ طاعون بلاشبہ مرض الموت ہے، اگر کوئی انسان اس میں مبتلا ہو جائے تو اس پر مرض وفات کے احکام جاری ہوں گے، اس میں کوئی کلام نہیں، اس لئے کہ طاعون کا مریض بالعموم بہت دنوں زندہ نہیں رہ سکتا، البتہ اگر طاعون کسی شہر، علاقہ یا محلہ میں پھیلا ہوا ہو اور خود وہ شخص (متاثرہ) اب تک اس میں مبتلا نہ ہوا ہو، تو اس پر فقہاء نے کلام کیا ہے، علامہ شامی نے فتح القدیر کے حوالہ سے شافعیہ کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ یہ حالت بھی مرض الموت کی ہے۔ علمائے حنفیہ سے اس سلسلے میں کوئی تصریح نہیں ملتی، البتہ ان کے قواعد کی رو سے اگر ہلاکت کا خوف غالب ہو، اس طور پر کہ طاعون دیکھتے ہی دیکھتے گھر میں داخل ہو جائے، اور افراد خانہ بھی اس میں مبتلا ہونے لگیں تو اس صورت میں یہ مرض الموت بن جائے گا، لیکن اگر ابھی طاعون کی وبا اس کے گھر سے دور ہو، اور ہلاکت کا خوف اس قدر غالب نہ ہو، تو یہ مرض الموت نہیں ہوگا۔ (ردالمحتار [illegible])

کینسر کو ہم طاعون پر قیاس کر سکتے ہیں، مگر اس وقت جب کہ یہ شدید صورت حال اختیار کر لے، اس لئے کہ دیکھا جاتا ہے کہ کینسر کا مریض انکشاف کے بعد اطباء کی اصطلاح میں طویل مدت تک زندہ نہیں رہتا، اس بناء پر کینسر کے مریض کو مریض موت قرار دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱۰) وبائی علاقہ میں آمد و رفت

ایک اہم ترین مسئلہ اس باب میں ان علاقوں میں آمد و رفت کا ہے جن میں طاعون یا اس جیسے متعدی امراض پھیلے ہوتے ہوں۔

اس سلسلے میں اتنی بات تو طے ہے (جیسا کہ حصہ دوم کے شروع میں عرض کیا جا چکا ہے) کہ بعض امراض میں طبی اعتبار سے متعدی ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے، جس کی تائید شریعت اسلامیہ بھی کرتی ہے۔ اس لئے فساد عقیدہ کی وجہ سے نہیں بلکہ خود طبی لحاظ سے بھی ان علاقوں میں آمد و رفت مناسب نہیں۔ اور اگر اس تعلق سے حکومت کوئی پابندی عائد کرتی ہے تو اس کا اقدام شرعاً درست ہوگا۔ یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔ علامہ نوویؒ نے بعض صحابہ کا اختلاف نقل کیا ہے، مگر وہ اس قدر موثر نہیں، مثلاً حضرت عمر فاروقؓ، حضرت

عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت عمرو ابن العاصؓ کے اختلاف کا ذکر کیا ہے، لیکن یا تو ان حضرات تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے متعلق حدیثیں نہیں پہنچیں یا کسی دوسری مصلحت کی بنا پر انھوں نے آمد و رفت کی اجازت دی، یا اس کا مطلب کچھ اور ہے۔

(شرح مسلم للنووی ۲/۲۲۸، ۲۲۹)

جب کہ اس بارے میں صحیح احادیث ملتی ہیں، ایک حدیث ابوداؤد شریف میں آئی ہے۔

حضرت یحییٰ ابن عبداللہ ابن بحیر کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا کہ جس نے حضرت فروہ ابن مسیک سے یہ روایت سنی تھی کہ انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، ہمارے پاس ایک زمین ہے جس کو ابین کہا جاتا ہے اور وہ ہماری زراعت اور غلہ کی زمین ہے یعنی وہ غلہ کی منڈی ہے، جہاں تجارت کے لئے دوسری جگہوں سے غلہ لاکر جمع کیا جاتا ہے، اور دوسرے شہروں میں بھیجا جاتا ہے، لیکن اس زمین کی وبا سخت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو کیوں کہ وبا اور بیماری کا قرب ہلاکت و موت کا باعث ہوتا ہے۔ (ابوداؤد ص)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی بھی وبائی علاقہ میں خواہ طاعون کا علاقہ ہو یا کسی وبائی مرض کا، اس کا حکم یہی ہے کہ وہاں جگہ نہیں جانا چاہئے اور اس کا تعلق محض عدوی سے نہیں بلکہ طب سے ہے۔ اس لئے کہ فرمان نبیؐ کے مطابق بیماری کے قریب رہنے یا وبائی آب و ہوا میں سانس لینے سے جسم کے اندر مرض کے جراثیم سرایت کر جانے کا اندیشہ ہے اس لئے ایسے مقامات پر نہیں جانا چاہئے۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ۴/۱۰)

اور اگر حکومت ایسے مقامات پر جانے پر پابندی لگاتی ہے تو شریعت اور طب دونوں اعتبار سے اس کا اقدام درست ہوگا۔ فقہاء کا منشا بھی یہی ہے۔ (الفتاوی ... کتاب الاباحات ۲۰۷)

طاعون کے بارے میں تو صراحت کے ساتھ حدیثیں آئی ہیں، مثلاً ایک روایت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان هذا السقم عذب به الامم قبلكم فاذا سمعتم به في الارض فلا تدخلوها واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فرارا (مسلم شریف ۲/۲۲۸)

یقیناً یہ وہ مرض ہے جس کے ذریعہ سابقہ امتوں کو عذاب دیا گیا، پس جب تم کو کسی جگہ اس کے ہونے کا علم ہو تو اس جگہ مت جاؤ اور اگر تمہاری موجودگی میں یہ وبا پھیل جائے تو اس سے بھاگ کر نکلنے کی کوشش نہ کرو۔

اسی مضمون کی ایک روایت حضرت عبدالرحمن ابن عوف سے بھی منقول ہے، جو انھوں نے حضرت فاروق اعظم کے سفر شام کے دوران مقام عمواس میں طاعون پھیلے ہوئے ہونے کی اطلاع ملنے کے بعد سنایا تھا۔ حضرت فاروق اعظم نے اکابر صحابہ کے مشورے سے یہ طے کرلیا کہ اب سفر کو ملتوی کرکے واپس ہوجائیں گے۔ جس پر حضرت ابوعبیدہؓ کو اعتراض بھی ہوا۔ انھوں نے کہا کہ آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگتے ہیں؟ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا (جو دراصل کسی موقع پر خود سرور دو جہاں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے صادر ہوا تھا) کہ "ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر ہی کی طرف بھاگتے ہیں"۔

اتفاق سے حضرت عبدالرحمن ابن عوفؓ جن کے پاس متعلقہ حدیث موجود تھی اس مشاورت کے وقت موجود نہ تھے۔ (ورنہ کوئی اختلاف ہی نہ ہوتا اور نہ مشورہ کی حاجت ہوتی) جب وہ تشریف لائے تو مذکورہ حدیث سنائی اور صحابہ کو اطمینان ہوا۔

(مسلم شریف ۲/۲۲۸، ۲۲۹)

طاعون کے مقام پر نہ جانے کی وجہ تو ظاہر ہے مگر وہاں سے فرار کرنے سے منع اس لئے کیا گیا کہ اگر ایسے مقامات سے لوگوں کے نکلنے کا سلسلہ شروع ہوجائے، تو مرنے والوں کی تجہیز وتکفین اور دوسرے مریضوں کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ دوسری خرابی یہ ہوگی کہ جو لوگ وہاں سے نکلیں گے ممکن ہے کہ ان کے اندر مرض کے جراثیم سرایت کرچکے ہوں اور وہ جراثیم دوسرے علاقوں میں بھی پھیل جائیں تیسرے ایسے علاقے سے فرار فساد عقیدہ پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ محض مرض کو موثر قرار دینے کے بجائے خدا تعالیٰ پر اعتماد کیا جائے۔

(۱۱) کسی ضرورت سے وبائی علاقہ میں آمدورفت

لیکن اگر وبائی علاقہ سے فرار کی نیت سے نہیں بلکہ ضرورت کی بناء پر نکل رہا ہو یا اس علاقہ میں داخل ہو رہا ہو۔ تو اس کی ممانعت نہیں ہے۔ مثلاً کسی جگہ سے کچھ لوگ اپنی ضرورت سے باہر گئے ہوئے ہیں اور پھر یہ صورت حال پیدا ہوگئی، اور ان کے قیام کی نہ اب ضرورت ہے نہ ممکن ہے نیز گھر و کاروبار کو بھی ان کی نگہداشت کی ضرورت ہے۔ تو ایسے لوگ طاعون کے مقام پر جاسکتے ہیں۔ یا اس کے برعکس کسی ضرورت سے آئے ہوئے لوگ جن کا کام ختم ہوچکا ہے۔ یا اب نہیں ہو رہا ہے۔ یا وہ شخص جس کی مناسب نگہداشت اور علاج وتیمارداری کا یہاں انتظام نہیں ہو پا رہا ہے۔ یا کسی وجہ سے اس کی دوسری جگہ ضرورت ہے۔ تو وہ طاعون کے علاقہ سے ضرورت کی نیت سے نکل سکتے ہیں۔ فرار کی نیت سے نہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں ممانعت فرار کے طور پر نکلنے کی ہے۔ نہ کہ ہر طرح کے نکلنے کی۔ اور ضرورت کی بناء پر نکلنا فرار نہیں ہے۔ اس لئے اس کی اجازت ہوگی۔ (حاشیہ مسلم شریف ۲/۲۲۹)

محور سوم (امانت اور غیبت سے متعلق مسائل)

اسلام نے امانت پر زور دیا ہے اور امانت کے بارے میں اسلام کا تصور بہت وسیع ہے۔ اگر کسی مجلس میں چند لوگ باہم بیٹھ کر باتیں کررہے ہیں ان باتوں کو امانت قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

> جب انسان کسی سے کوئی بات کرے پھر ادھر ادھر رازدارانہ طور پر دیکھے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اس بات کو راز رکھنا چاہتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ۴۰۲)

غیبت کے نقطہ نظر سے

کسی مستند مریض کا اظہارِ راز جہاں امانت داری کے خلاف ہوتا ہے، وہیں اسے ہم شرعی لحاظ سے غیبت بھی قرار دے سکتے ہیں۔ کہ ڈاکٹر کسی مسلمان کے عیب دوسروں پر ظاہر کرتا ہے، جو مریض کبھی پسند نہیں کر سکتا، اور اس کا نام غیبت ہے جو حرام ہے۔ لیکن اسلام میں غیبت بھی ان ہی مواقع پر حرام ہے، جن پر اس سے کوئی مصلحت وابستہ نہ ہو۔ لیکن اگر حقوق اور جائز مفادات کے تحفظ یا لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے کوئی کسی کے پیچھے اس کے عیب بیان کرتا ہے، تو یہ غیبت ناجائز نہیں، بلکہ بعض مواقع پر واجب ہو جاتی ہے۔ مثلاً راویوں، گواہوں، صدقات و اوقاف کے نگرانوں کی جرح و تحقیق اگرچہ بظاہر غیبت ہے، لیکن یہ جائز بلکہ واجب ہے، اس لئے کہ اس کے بغیر عام لوگوں کے حقوق کا تحفظ اور حدیث پاک کی صحت مشکل ہو جائے گی۔ (اذکار ص ۳۰۳)

علماء نے چھ مقاصد شرعی کے لئے غیبت کو جائز قرار دیا ہے، جن میں چوتھے نمبر پر مسلمانوں کو ضرر سے بچانے کے لئے بھی غیبت کی اجازت دی ہے، جس کی کئی شکلیں ہیں۔

(۱) راویوں، گواہوں اور مصنفین کی جرح و تعدیل، جو صرف جائز بلکہ متفقہ طور پر واجب ہے۔

(۲) نکاح کے سلسلے میں مشورہ کے وقت بھی عیب سے خبردار کرنا جائز ہے۔

(۳) کوئی شخص ملکیت میں کوئی عیب دار چیز یا چور، بدکار غلام فروخت کر رہا ہے، تو خیر خواہانہ طور پر اس کے عیوب سے مشتری کو واقف کرا دینا جائز ہے۔

(۴) کوئی شخص بدعتی فاسق کے پاس طلب علم کے لئے آمد و رفت رکھتا ہے، تو طالب علم کو اس کے معائب بتانا درست ہے۔

وغیرہ (شرح مسلم للنووی ۲/۳۲۰، ۳۲۲، الاذکار ۳۰۳، شامی ۵/۲۶۳، عالمگیری ۵/۳۶۲)

خود حضور ﷺ کے سامنے حضرت ہند نے ابو سفیان کی شکایت اپنے حقوق کے لئے کی، تو اس پر آپ نے نکیر نہیں فرمائی۔ (متفق علیہ)

ان تفصیلات کی روشنی میں سوالنامہ میں مذکورہ سوالات کے جوابات بآسانی دیئے جا سکتے ہیں۔

(۱) بوقت نکاح تحقیق حال

ایک ماہر امراض چشم مسلمان ڈاکٹر نے ایک نوجوان کی آنکھ کا علاج کیا۔ اس نوجوان کی ایک آنکھ کی بصارت ختم ہو چکی ہے، لیکن ڈاکٹر کی کوششوں سے اس مریض کی وہ آنکھ دیکھنے میں بالکل صحیح و سالم معلوم ہوتی ہے۔ اس نوجوان کا رشتہ کسی خاتون سے طے پا رہا ہے، ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اگر اس خاتون کو نوجوان کے اس عیب کا علم ہو جائے، تو ہرگز یہ رشتہ کرنے کو راضی نہیں ہوگی۔ نوجوان یہ عیب چھپا کر اس خاتون سے رشتہ نکاح کر رہا ہے۔ اگر لڑکی کے گھر والوں کو یہ بھنک لگ گئی کہ وہ نوجوان فلاں ڈاکٹر سے آنکھ کا علاج کروا رہا ہے، اور لڑکی یا اس کے گھر والے معلومات کرنے کے لئے اس ڈاکٹر کے پاس آئیں، تو ایسی صورت میں اس مسلمان ڈاکٹر کے لئے جائز ہوگا، کہ وہ خیر خواہانہ طور پر لڑکی اور اس کے گھر والوں کو نوجوان کے اس عیب سے باخبر کر دے۔ (اذکار ۳۰۳) مگر صرف اس صورت میں جب کہ لڑکی یا اس کے گھر والے اس سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں یا مشورہ کریں، بلا طلب و مشورہ ڈاکٹر کو اظہار راز کی ضرورت نہیں۔

اس لئے کہ عیب سے خبردار کرنا واجب نہیں بلکہ محض جائز ہے، کیوں کہ یہ کوئی ایسا عیب نہیں ہے جس سے عورت یا اس کے گھر والوں کو کوئی مضرت پہنچے۔

اس کا ماخذ وہ مشورہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو انصاری لڑکی سے شادی کرنے کے سلسلے میں دیا تھا کہ

فانظر الیها فان فی اعین الانصار شیئا رواہ مسلم۔ (مشکوۃ شریف کتاب النکاح ۲۶۸)

انصاری عورتوں کی آنکھ میں ایک خاص بات ہوتی ہے (جو ضروری نہیں کہ ہر ایک کو پسند آئے) اس لئے پہلے لڑکی کو دیکھ لو۔

اس سے ایک طرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس طرح کے عیوب شادی بیاہ کے مشورے کے وقت بتائے جاسکتے ہیں، دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشورے کے وقت ہی بتانا چاہئے، یہ کوئی واجب نہیں کہ بلا مشورہ بھی اس کا پرچار کرتا رہے۔

(۲) طبی معائنہ کے بعد ڈاکٹر کا رویہ

ایک مرد اور ایک عورت جن کے درمیان رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہے، کسی ڈاکٹر کے پاس طبی جانچ کے لئے آتے ہیں، طبی جانچ کے نتیجے میں ڈاکٹر کو کسی ایک کا کوئی ایسا مرض معلوم ہوجاتا ہے، جس کے نتیجے میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ ناقص الاعضاء بچے پیدا ہوں، یا یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ مرد یا عورت کے مادہ منویہ میں جراثیم تولید نہیں ہیں، ایسی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسرے فریق کو پہلے فریق کے عیب یا مرض سے باخبر کردے۔ عیب یا مرض کو چھپانا جائز نہیں، اس لئے کہ دونوں نے ڈاکٹر پر پوری رضامندی کے ساتھ صحیح صورت حال معلوم کرنے کے لئے اعتماد کیا ہے، اور طبی معائنہ کرکے گویا ڈاکٹر نے اس اعتماد کو قبول کرلیا ہے، اس لئے اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس معاہدہ سے پھر جائے، یا ان دونوں میں سے کسی کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائے۔ اس وقت ڈاکٹر کا خاموش رہنا خیانت کے زمرہ میں آتا ہے اور غیبت کے دائرے سے باہر ہیں۔

(۳) دوسری شکل

ایک شخص کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، ڈاکٹر کو طبی جانچ کے نتیجے میں یہ بات معلوم ہے کہ یہ شخص نامرد ہے، یا اس میں کوئی ایسا عیب پایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس کا نکاح پائدار نہیں ہوسکتا، ڈاکٹر کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ شخص کسی عورت سے نکاح کی بات چیت کررہا ہے، اور اپنے اس عیب کو چھپا کر اس عورت سے نکاح کرلینا چاہتا ہے، یا کوئی خاتون کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے وہ کسی ایسے اندرونی مرض یا عیب میں مبتلا ہے جس پر شادی ہونے کے بعد اس کا رشتہ نکاح باقی رہنا بہت مشکل ہے، اور وہ خاتون اپنے اس اندرونی مرض یا عیب کو چھپا کر کسی مرد سے نکاح کی بات چیت کررہی ہے، اور رشتہ نکاح کی بات ڈاکٹر کے علم میں آچکی ہے ـــــ ان دونوں صورتوں میں ڈاکٹر کے لئے جائز ہے کہ وہ دوسرے فریق کو اپنے مریض کے مرض یا عیب سے مطلع کردے، مگر اس وقت جب دوسرا فریق اس مریض یا مریضہ کے بارے میں معلومات کرنے کے لئے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرے۔

الا یہ کہ ڈاکٹر کو مریض کا کوئی ایسا مہلک مرض معلوم ہوجائے جو شادی کے بعد ایک بار بھی جنسی عمل سے دوسرے میں منتقل ہوسکتا ہو، اور دوسرے فریق کے لئے مہلک ثابت ہوسکتا ہو مثلاً ایڈز۔ تو اس صورت میں ڈاکٹر کے علم میں اگر دونوں کے درمیان رشتہ نکاح چلنے کی بات ہے، اور اس کے لئے خبر دینا ممکن ہے تو ڈاکٹر پر واجب ہے کہ وہ فریق ثانی کو مریض کے مرض کی اطلاع دے، خواہ فریق ثانی اس سے مشورہ طلب کرے یا نہ کرے۔

طبی اخلاقیات

ڈاکٹر سید کمال اشرف پٹنہ

محور اول:

۱۔ آج کے دور میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو بھی خاص طبی واقفیت رکھتے ہیں وہ دوا کے پیک کے ساتھ جو نسخہ ہوتا ہے اسے پڑھ کر دوائیں تجویز کرنے میں انہیں ذرا بھی جھجک محسوس نہیں ہوتی، لیکن ایسے لوگ قانوناً مجاز نہیں ہیں اور یہ بہت خطرناک ہے۔

۲۔ کوئی بھی ڈاکٹر جب کسی مریض کا علاج شروع کرتا ہے تو مرض کی نوعیت کے لحاظ سے وہ ضروری جانچ پڑتال میں کوتاہی نہیں کرتا اس کے باوجود اگر کسی مریض کا کوئی عضو ضائع ہو گیا یا وفات ہو گئی تو ایسی صورت میں نہ ڈاکٹر پر کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور نہ اسے تاوان دینے کی ضرورت ہے۔

۳۔ اگر مریض کو آپریشن کی ضرورت ہے تو اس کی اجازت کے اور دیگر کارروائیوں کی تکمیل کے بغیر ڈاکٹر اسے آپریشن تھیٹر میں نہیں لے جا سکتا، مریض اگر بالغ ہے تو وہ خود اجازت دے گا اور اگر نابالغ ہے تو اس کا ولی اجازت دے گا۔

۴۔ اگر مریض پر غشی طاری ہے اس کے اعزہ واقارب میں کوئی پاس نہیں ہے اور فوری طور پر مریض تک پہنچنے کا امکان بھی نہیں ہے اور جان کا خطرہ ہے آپریشن میں تاخیر اس کی موت کا سبب بن سکتی ہے تو ایسی صورت میں ڈاکٹروں کا گروپ اس بات کا فیصلہ کرے گا، آپریشن کر دیا جائے گا اگر وہ وفات ہو گیا یا کوئی عضو ضائع ہو گیا تو شرعی اور طبی قانون کے مطابق ان پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی، ورنہ انہیں تاوان دینا ہوگا، یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ صورت مسئولہ میں ڈاکٹروں کا مشورہ ضروری ہے، صرف ایک ڈاکٹر ایسی ذمہ داری قبول نہیں کر سکتا، طبی قانون میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

محور دوم:

۱۔ ایڈز کا مرض ایک مصیبت کے طور پر انسانیت کے لئے بڑا خطرہ بن گیا ہے، بین الاقوامی سطح پر اس کی روک تھام کی ہر ممکن کوششیں جاری ہیں، سائنسی تجربات اور تحقیقات مرض کے دفعیہ کا صرف ایک حصہ ہیں، لیکن اگر انسان اسلامی ہدایات کے مطابق اپنے کردار کو بداعمالیوں سے محفوظ رکھے تو اس مرض سے محفوظ رہ سکتا ہے اور اسے پھیلنے سے روکا جا سکتا ہے، اور اس میں صد فی صد کامیابی کے امکانات ہیں، پھر بھی اگر بد قسمتی سے کوئی شخص ایڈز میں مبتلا ہے تو اسے اپنے مرض کو چھپانا نہیں چاہئے، اگر وہ شادی شدہ ہے تو بیوی کو علم ہو، کیونکہ اخلاقی جرم ہے، اگر وہ ڈاکٹر کے پاس بغرض علاج آتا ہے تو ڈاکٹر کو چاہئے کہ محکمہ صحت کے متعلقہ حکام کو فوری طور پر مریض کے بارے میں تفصیلی معلومات بہم پہنچائے۔

۲۔ ایسی صورت حال میں مریض کے اصرار کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی، کیونکہ مرض کی نوعیت انفرادیت سے اجتماعیت کی طرف بڑھ گئی ہے اور اس طرح معاشرے کا ایک بڑا حصہ اس مرض کی لپیٹ میں آ سکتا ہے البتہ ڈاکٹر پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس مریض کے بارے میں سوال کرنے والوں کو یہ نوٹس مطلع کرے اور محکمہ صحت کو بھی باخبر کرے، ڈاکٹر پر شرعاً اخلاقاً راز کی پابندی عائد نہیں ہے۔

۳۔ کسی کو اگر ایڈز کا مرض لاحق ہو گیا ہے تو ضروری ہے کہ اسے ایک خاص مدت تک تنہا رکھا جائے، طبی اصطلاح میں اس مدت کو Quarantine period کہتے ہیں، اور اس مدت میں بغور جائزہ لیا جائے کہ مرض کس منزل میں ہے، آیا وہ تیزی سے بڑھ رہا ہے یا بڑھنے کی رفتار سست ہے، دونوں حالتوں میں یہ معالج کا فرض ہے کہ وہ قریبی ہیلتھ آفیسر کو مطلع کرے، اور مریض کو بھی باخبر کرے۔

۴۔ ایڈز کے مریض کو اگر اپنے مرض کا علم ہے اور اس نے اپنی بیوی سے مجامعت کی یا کسی ضرورت مند کو خون دیا تو وہ قابل تعزیر ہے اور سخت سزا کا مستوجب ہے، اسے ارادے یا قصد کی چھوٹ نہیں دی جا سکتی، کیونکہ لاعلمی خود ایک جرم ہے، آج کے دور میں ہر فرد کو اتنا شعور ہونا چاہئے کہ وہ علامات اور اشارات کو سمجھے، جسم میں فطری طور پر جو بھی تغیر ہوتا ہے اسے محسوس کرے اور فوری طور پر ڈاکٹر سے رجوع کرے، چھوت کے مرض میں مرض کو منتقل نہ کرنے کا ارادہ یا قصد ایک مہمل سی بات ہے، جو مرض چھوت سے پھیلتا ہے وہ ارادہ نہ کرنے کے باوجود منتقل ہو جاتا ہے۔

۵۔ اگر کوئی مسلمان شخص ایڈز کے مہلک مرض میں گرفتار ہوتا ہے تو میرے خیال میں اس کی بیوی کو اس بات کا مکمل اختیار ہونا چاہئے کہ وہ فسخ نکاح کا مطالبہ کرے، اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے شریعت نے زوجین کو اس کا پورا اختیار دیا ہے کہ وہ مہلک یا متعدی امراض سے خود کو اور اپنی نسل کو محفوظ رکھنے کے لئے علیحدگی اختیار کر سکتے ہیں، سوال کے دوسرے حصے کا جواب بھی یہی ہے کہ بیوی کو جب علم ہو جائے کہ اس کا شوہر ایڈز میں مبتلا ہے تو وہ فوری طور پر اس سے علیحدہ ہو اور فسخ نکاح کا مطالبہ کرے۔

۶۔ کوئی خاتون اگر ایڈز کا شکار ہو گئی ہے اور اسے حمل بھی قرار پا گیا ہے تو مرض کے مہلک اثرات کے پیش نظر جو بچے میں منتقل ہو سکتے ہیں عورت اسقاط کرا سکتی ہے، لیکن اس کے لئے عورت کو مجبور نہیں کیا جا سکتا، شوہر یا حکومت صحت عامہ کی خاطر بھی اس عورت کو مجبور نہیں کر سکتی، اسقاط کا عمل قانوناً صرف چار حالتوں میں جائز قرار دیا گیا ہے:

۱۔ زنا بالجبر Rape،

۲۔ حمل سے ماں کی جان کو خطرہ،

۳۔ کسی مرض کے سبب بچے کا پیدائشی جسمانی طور پر معذور ہونے کا خطرہ، لیکن اس کے لئے بھی ماں کی اجازت ضروری ہے۔

۴۔ ضبط تولید کی دوائیں یا مانع حمل کی ترکیب کی ناکامی۔

۷۔ بچے اور بچیاں ایڈز میں مبتلا ہیں تو انہیں اسکول میں تعلیم حاصل کرنے سے نہیں روکا جا سکتا، البتہ اس بات کی احتیاط لازمی ہے کہ ان میں جنسی اختلاط نہ ہو، ایک دوسرے میں خون کی منتقلی نہ ہو اور وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

ایسی حالت میں Re-habilitation کے مطابق بچوں کو تعلیم دی جانی چاہئے، سماج کے ذمہ دار افراد پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ایسے بچے اور بچیوں کے لئے درسگاہوں میں درج ذیل نکات کو پیش نظر رکھیں۔

1- Prevention, 2- Early detention, 3-Notification, 4- Treatment, 5- Rehabilitation.

میرا خیال ہے کہ ان طبی اصطلاحوں کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی، کیونکہ ان کے عام مفہوم سے سبھی واقف ہیں۔

۸۔ چونکہ یہ سوال بھی سوال نمبر ۲ سے منسلک ہے اس لئے اس کا جواب وہی ہے جو سوال نمبر ۲ میں دیا جا چکا ہے، البتہ ان اصطلاحوں کی تشریح میں اتنا عرض کروں گا کہ سب سے پہلے مرض سے متعلق علامات مرض کو بڑھنے سے روکنے کے فوری اقدامات، حفظ ما تقدم، مریض کو یا متعلقہ افسر کو مطلع کرنا، مرض کا مناسب علاج، مرض کے پھیلنے سے نقصانات اور اس سے محفوظ رہنے کی ہدایات پر سختی سے عمل کرانا سماج کی ذمہ داری ہے، اسلامی تعلیمات تو اکمل اور اتم ہیں، بچوں کی تعلیم و تربیت ابتدا ہی سے اسلامی نہج پر ہونی چاہئے، خاص طور پر یہ بات ان کے ذہن نشین کرانی چاہئے کہ کردار کیا ہے، کردار کی بلندی سے کیا مراد ہے، اس کے باوجود بدقسمتی سے مسلم معاشرے کی پہچان یا

بچے اس مرض کا شکار ہو جاتے ہیں تو والدین کا فرض ہے کہ وہ ان بچوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں بلکہ پیار سے اس کے نقصانات سمجھائیں، دنیا میں بدنامی اور عاقبت کے خسارے کو واضح کریں اور مناسب علاج کی طرف توجہ دیں، انہیں اپنی شفقت سے محروم نہ کریں، اور غور کریں کہ ان کی تربیت میں کون سی کمی رہ گئی تھی جس کا خمیازہ ان کے بچوں کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ کیونکہ بچوں کی صحت مند اخلاقی نشوونما میں والدین کی تربیت کو اولیت حاصل ہے۔

۹۔ مریض کی حالت کسی بھی مرض کے سبب کتنی ہی ناگفتہ بہ کیوں نہ ہو ڈاکٹر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اس کے لئے موت کا فتویٰ صادر کردے، البتہ مریض کی تکلیف کو کم کرنے کی طبی طور پر ہر ممکن کوشش جاری رہنی چاہئے۔ انگلینڈ میں ایسے مریضوں کو جو جاں بہ لب ہیں اور لاعلاج ہیں انہیں مار دینے کا قانون بن چکا ہے، لیکن ابھی تک ہندوستان کی تمام مسیحی دنیا نے ایسے قانون کو منظوری نہیں دی ہے، اور مستقبل قریب میں بھی اس کا کوئی امکان نہیں ہے، کیونکہ بہر حال ایسی کوئی بھی کوشش انسانیت سوز بھی ہے اور فطرت کے خلاف بھی۔

۱۰۔ احتیاطی تدابیر کے پیش نظر حکومت آمد و رفت پر پابندی لگانے کی مجاز ہے، شریعت میں بھی احتیاط و بچنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

مریض کو بالکل کسمپرسی کی حالت میں چھوڑنا بھی شریعت کو منظور نہیں ہے، جن کے پاس پیسے ہیں وہ خود قریب نہ جا کر بہتر سے بہتر نرسنگ کی خدمات حاصل کر سکتے ہیں، اور جو لوگ ایسی سہولیات سے محروم ہیں وہ حتی الامکان احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے مریض کے قریب جا سکتے ہیں، جو بھی ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ اگر یہ بات دل میں راسخ ہے تو شرعاً مریض کے پاس آمد و رفت رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۱۱۔ جو صورت حال بیان کی گئی ہے اس کے لئے واضح حکم یہی ہے کہ ایسے لوگ اس مقام کے لوگوں کو مطلع کریں، اور خود متاثرہ علاقہ سے دور رہیں، خود کو Quarantine period میں رکھیں، جو علاقہ متاثر ہو چکا ہے اس کے لئے انہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، حکومت خود ہی جنگی سطح پر مرض کی روک تھام کی ہر ممکن کوشش شروع کر دیتی ہے، اور علاج معالجہ کی تمام سہولتیں فراہم کرتی ہے، متعدی امراض کے پھیلنے پر حکومت خود ہی نگہداشت کرتی ہے، افراد کا یہ فرض ہے کہ وہ جہاں ہیں وہیں رہیں، مقامی طور پر حکام کو خبر کریں، اور جب حکومت کی طرف سے پابندیاں ختم ہو جائیں تو اپنے اقارب و اعزہ سے ملنے جائیں۔

محور سوم:

بے شک اسلام نے "امانت" پر بے حد زور دیا ہے، اور یہ مذہب اسلام کا ایک بہت ہی نمایاں وصف ہے، امانت کی نوعیتیں حالات کی بناء پر الگ الگ ہیں، پھر بھی "امین" کی ذمہ داریاں اپنی جگہ پر ہیں، ایک مسلمان ڈاکٹر بارہا ایسی کشمکش میں گرفتار ہو سکتا ہے، لیکن یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ وہ ڈاکٹر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ذمہ دار شہری بھی ہے اور مسلم معاشرے کا ایک ذمہ دار فرد بھی، ایسی صورت حال میں وہ اپنی ذمہ داریاں کس طرح نبھا سکتا ہے، اس کا جواب شاید میں بہتر طور پر آپ کے سوالات کی روشنی میں دے سکوں۔

۱۔ ڈاکٹری کے پیشے میں پروفیشنل سیکریسی (Professional Secrecy) پیشہ ورانہ اخفائے راز کی بڑی اہمیت ہے، کیونکہ اس کے بغیر طرح طرح کے مریض آتے ہیں اور اپنا کوئی درد جو کسی اور سے نہیں کہہ سکتے ڈاکٹر سے بیان کرتے ہیں، ڈاکٹر کا کام ان کی باتوں کو خود تک محدود رکھنا ہے، لیکن جب لڑکی کے گھر والے اس تک پہنچ جائیں اور لڑکے کی صحت کے متعلق پوچھ تاچھ کریں تو ڈاکٹر کی حیثیت سے لازمی ہے کہ وہ مریض کے عیب کو ظاہر کرے، اور حق اخلاقیات کا تقاضہ بھی یہی ہے، لیکن اس بات کو ایک اور پہلو سے دیکھئے، رشتہ طے کرنے سے پہلے فریقین ایک دوسرے کے متعلق مکمل معلومات فراہم کرتے ہیں، صرف اس لئے کہ اگر لڑکے یا لڑکی میں کوئی نقص ہو

تو وہ ظاہر ہو جائے اور ... میں زوجین کے درمیان تلخی پیدا ہو اور جھگڑے کا باعث بنے۔ ایسے میں اگر لڑکی کے گھر والے ڈاکٹر کے پاس پہنچتے ہیں اور ڈاکٹر کو اچھی طرح علم ہے کہ جس لڑکے کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں اس کی ایک آنکھ میں بصارت نہیں ہے تو یہاں وہ ڈاکٹر نہیں بلکہ مسلم معاشرے کے ایک ذمہ دار فرد کی حیثیت سے اسے چاہئے کہ وہ لڑکی والوں کو لڑکے کے اس عیب سے آگاہ کر دے کیونکہ یہ خامی بہت ممکن ہے کہ آگے چل کر زوجین کے درمیان ایسی تلخی کی صورت اختیار کرلے جس کی لپیٹ میں دونوں گھروں کی عزت و سکون تباہ و برباد ہو جائے اور یہ سلسلہ جانے کہاں تک پہنچے۔ یہاں میں اپنی بات ایک بار پھر دہراؤں گا کہ Forensic کے طور پر ڈاکٹر کو اختیار کرنا ہی بہتر ہے۔

۲۔ ڈاکٹر پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ وہ رشتہ ازدواج کے سلسلے میں دخل اندازی کرے۔ یہ فریقین کا فرض ہے کہ وہ مکمل طور پر تحقیق کر کے معلومات فراہم کریں۔

۳۔ اس سوال کا جواب بھی پچھلے سوال میں موجود ہے۔ اخفائے راز ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے۔ کسی مریض کے مرض کو مشتہر کرنا اس کا کام نہیں۔ اس کا کام علاج کرنا اور معالجے کے سلسلے میں مشورے دینا ہے لہٰذا وہ مریض یا مریضہ کو مشورہ دے سکتا ہے۔ مرض کے سبب آگے چل کر ازدواجی زندگی میں جو تلخیاں اور الجھنیں پیدا ہو سکتی ہیں ان سے آگاہ کر سکتا ہے۔ ان پر عمل کرنا یا نہ کرنا یہ مریض یا مریضہ کا کام ہے۔ صحت مند رکھنے کے لئے اخلاقی ذمہ داری کے طور پر اشارۃً کنایۃً کچھ کیا جا سکتا ہے۔ یہاں ہم نے مسلم معاشرے کی شرط لگائی ہے اس کو ملحوظ رکھئے۔

۴۔ کوئی ڈرائیور شرابی ہے یا نشہ آور چیزوں کا عادی ہے تو اس کے لائسنس کو منسوخ کرنا اس کے (ڈاکٹر کے) اختیار سے باہر ہے۔ البتہ وہ ڈرائیور کو ان لتوں کو چھوڑنے کا صرف مشورہ دے سکتا ہے۔ اور اگر محکمہ جاتی طور پر اس ڈرائیور کو ڈاکٹر کے پاس بھیجا جاتا ہے تو اس صورت میں اس کے افسران کو مطلع کیا جا سکتا ہے ورنہ نہیں۔

۵۔ ہاں اگر کسی ڈرائیور کی بصارت میں نقص ہے اور اس کے سبب حادثے کا امکان ہے تو ڈاکٹر کو چاہئے کہ وہ ڈرائیور کو اپنا پیشہ ترک کرنے کا مشورہ دے۔ اور اس کے افسران کو اس نقص سے آگاہ کرے۔ ڈاکٹر لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش نہیں کر سکتا اور نہ وہ اس کا مجاز ہے۔ یہ سوچنا اس کے افسران کا کام ہے۔

۶۔ کوئی عورت اگر ناجائز بچے کو جنم دیتی ہے اور ڈاکٹر کو مطلع بھی کرتی ہے تو ڈاکٹر کو لازم ہے کہ اس کے راز کو راز ہی رکھے، حکومت کو مطلع کرنے کی اس پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

۷۔ ہاں، مختلف طریقہ ہائے نفسیاتی علاج کے ناکام ہونے کے بعد ایک مسلمان ڈاکٹر بھی مذکورہ طریقۂ علاج استعمال کر سکتا ہے، کیونکہ مقصد تعمیری ہے تخریبی نہیں۔ فقہ میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جہاں بھوک سے موت ہو رہی ہے وہاں خنزیر کے علاوہ کھانے کی کوئی اور چیز دستیاب نہیں ہے تو وقتی طور پر موت سے بچنے کے لئے وہ حرام چیز استعمال کی جا سکتی ہے۔ یہاں بھی شراب اور دوسری نشہ آور اشیاء سے مریض کو چھٹکارا دلانے کے لئے وقتی طور پر شراب جیسی حرام شئی کو قلیل مقدار میں استعمال جائز ہے۔

۸۔ سوال تو طویل ہے، لوگوں کا غیر معمولی نقصان، نفسیاتی الجھنیں اور معاشی مفادات جیسے پہلو بھی اس میں شامل ہیں، لیکن ان سب کا ایک ہی جواب ہے کہ ڈاکٹر کسی کو مطلع نہیں کر سکتا۔

۹۔ کوئی شخص مجرم ہے، قاتل ہے یا جو کچھ بھی ہے اس کے متعلق کسی کو خبر کرنا ڈاکٹر کے فرائض میں شامل نہیں ہے۔ البتہ صورت مستورہ میں کوئی بے گناہ شخص اصل قاتل کی جگہ ماخوذ ہے اور عدالت میں اس کو سزا دی جا رہی ہے تو ایک ذمہ دار شہری کی حیثیت سے ڈاکٹر کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ عدالت کو حقیقی صورت حال سے آگاہ کرے۔

ج۔ اس سوال کا جواب نمبر دو میں تفصیلی طور پر دیا جا چکا ہے۔ جب کسی مرض میں متعدی یعنی چھوت کا عنصر شامل ہو گیا تو وہاں مریض کے اسرار کی کوئی اہمیت نہیں رہتی، کیونکہ اس طرح کا مرض پورے معاشرے کو بیمار کر سکتا ہے۔ انفرادی فائدے پر اجتماعی فلاح قربان نہیں کی جا سکتی، یہاں ڈاکٹر کے لئے اخلاقی راز ایک بے معنی سی چیز ہے۔ وہ مریض کو مشورہ دے، سوچ میں اس کی اہمیت بتائے اور مرض کو پوشیدہ رکھنے کے نقصانات پر روشنی ڈالے اور یہ بات اس کے ذہن نشین کر دے کہ مرض کو چھپانے سے دوسروں کو کتنا نقصان ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر مریض کے متعلق اس کے گھر والوں اور دوسرے لوگوں کو حفظ ما تقدم کے لئے آگاہ کر سکتا ہے۔

☆☆☆

جہاں تک میرے پیشہ ورانہ علم و یقین کا تعلق ہے میں نے آپ کے سوالات کا مختصر طور پر جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ فقہی اصول و مسائل سے متعلق موضوع پر مقالہ تشریح و بسط کا متقاضی ہے اور اس کے لئے فرصت کے ساتھ ذہنی یکسوئی کی بھی ضرورت ہے، لہٰذا اس مقالہ کے لئے معذرت چاہوں گا۔ البتہ اگر موقع ملا تو ان شاء اللہ پھر کسی اور وقت شائع میں کچھ لکھ سکوں گا۔ فقط۔

طبی اخلاقیات

ڈاکٹر عبدالوہاب دربھنگہ

جس تیز رفتاری سے دنیا میں مادی ترقی ہوئی ہے اسی رفتار سے بلکہ اس سے زیادہ اخلاقی قدروں کو نہ صرف نظر انداز کیا گیا ہے بلکہ پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ اسلام دنیا کا واحد نظامِ حیات ہے جس میں اخلاقیات کو دینیات سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ سائنس نے تیزی سے نئے انکشافات کئے ہیں، نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں، جن کا اسلامی حل اور شریعت کا نقطۂ نظر واضح کرنا ضروری ہو گیا ہے تاکہ ہر شعبہ میں کام کرنے والے مسلمانوں کی رہنمائی ہو سکے۔ جہاں تک میڈیکل سائنس کا تعلق ہے تو یہ بھی کسی طرح پیچھے نہیں۔ اخلاقی قدروں کی جتنی اس میں ضرورت ہے شاید سائنس کے دوسرے شعبوں میں نہیں۔ آپ کے ادارے نے جس طرح اس سلسلے میں اقدامات کئے ہیں وہ وقت کی بہت بڑی ضرورت ہے اور یہ کام قابلِ ستائش ہے۔ اس سے قبل کہ میں آپ کے سوالنامہ کا جواب دوں، بہتر ہوگا بنیادی اصولوں کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں گرچہ ان سے آپ مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔

۱۔ شریعت کا مشہور و معروف اصول ہے کہ گناہ اور گندگی پر پردہ ڈالا جائے لیکن اسی وقت تک جب تک اس کا اثر دوسرے لوگوں یا معاشرے پر نہیں پڑتا۔ ورنہ ایسی حالت میں اسے روکنے کے لئے طاقت تک استعمال کرنے کی بھی اجازت ہے۔ یہی حال بیماریوں کا ہے۔ ایک مریض اور ڈاکٹر کا تعلق اسی وقت تک راز دارانہ ہے جب تک اس سے دوسرے لوگوں کے متاثر ہونے کا خطرہ نہیں، لیکن جونہی اس کا اثر دوسروں پر پڑنے لگے اس کے لئے مناسب تدابیر کرنا اور لوگوں کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔ متعدی بیماریاں تو ایسی ہیں کہ اگر ان سے لوگوں کو خبردار نہ کیا جائے تو جرم شمار ہوگا۔ لیکن اس کے علاوہ بھی دوسری بیماریاں ہیں جس سے دوسرے قریبی لوگوں کو خطرہ ہے، جیسے ٹی بی، کوڑھ وغیرہ۔ ان حالات میں مریض کو بیماری کی اہمیت بتانا اور اس کے پھیلاؤ کے خطرے سے آگاہ کرنا ضروری ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی خبردار کرنا ہے کہ وہ مناسب تدابیر اختیار کریں۔

جہاں تک ایڈز کا تعلق ہے، اس کے متعلق سبھی باتیں ابھی کھل کر سامنے نہیں آئی ہیں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک چھوت کی موجودہ دور کی سب سے خطرناک بیماری ابھر کر سامنے آئی ہے۔ ایسے مریضوں کا خطرہ صرف معاشرے کو ہے بلکہ سماج کو بھی ہے۔ میرے خیال میں اس مرض کی روک تھام کے لئے جہاں دوسرے ذرائع استعمال کئے جا رہے ہیں وہیں ان کے علاج، رہائش، معاش، تعلیم اور دوسری ضروریات کے لئے الگ سے انتظام ہونا چاہئے جس طرح متعدی بیماریوں کے لئے الگ اسپتال ہوتے ہیں اور دماغی مریض کے لئے ادارے ہوتے ہیں اسی طرح حکومت وقت پر یہ ذمہ داری ہے کہ جلد از جلد ایڈز کے مریضوں کا الگ انتظام کرے۔

۲۔ دین کا اہم اصول ہے کہ جس جگہ متعدی بیماری پھیل گئی ہو وہاں نہ تو کسی کو جانا چاہئے اور نہ اس جگہ کو چھوڑنا چاہئے۔ یہ اصول بہت ساری باتوں کو اپنے دائرے میں لے لیتی ہے اور اگر حکومت وقت اس سلسلے میں اقدامات کرتی ہے تو شریعت کے نقطۂ نظر سے یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے، لیکن ساتھ ہی اس پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ اس علاقے کے لوگوں کے علاج، معاش اور دوسرے انتظامات کرے۔

۳۔ اضطرار کی حالت میں جان بچانے کے لئے حرام تک کھانے کی اجازت دی گئی ہے اس کا اطلاق بیماریوں کے سلسلے میں صرف صحیح نہیں بلکہ زیادہ ہے، ایک مریض کی جان بچانے یا اسے خطرناک بیماری سے نجات دلانے کے لئے اگر کوئی ایسا انتظام یا دوا کی ضرورت ہے جو حرام ہے تو دی جا سکتی ہے۔ جیسے ماں کی جان کے خطرہ میں حمل کو ضائع کرنا یا الکوحل ملی ہوئی دوا دینا۔ جہاں تک حمل کے ضائع کرنے کا تعلق ہے اس میں کسی مفروضہ پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً اگر عورت کو ایڈز یا اسی طرح کا کوئی مہلک مرض ہے تو کوئی ضروری نہیں کہ اس کا بچہ بھی اسی مرض میں مبتلا ہو جائے۔ ان تو کچھ بیماریاں ماں سے بچے میں منتقل ہوتی ہیں اور ان میں کسی کا صد فی صد احتمال رہتا ہے۔ یہ ایڈز کے ساتھ بھی صحیح ہے اور حمل ضائع کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

۴۔ نکاح شریعت میں ایک ضروری حکم ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے پیچھے دو ضرورت کار فرما ہیں۔ ایک جنسی تسکین اور دوم افزائش نسل۔ اس سلسلے میں اگر ڈاکٹر کے علم میں کسی کی جنسی کمزوری آئے تو میرے خیال میں اس کا فرض ہو جاتا ہے کہ اسے رائے دے کہ اس کا نکاح کامیاب ہونے کی امید نہیں۔ ساتھ ہی اگر دوسرا فریق معلومات حاصل کرنا چاہے تو ڈاکٹر کی حیثیت ایک شاہد کی ہو جاتی ہے اور اسے صحیح صورت حال سے واقف کرانا غیبت کے معنی میں نہیں لیا جا سکتا۔ ساتھ ہی ڈاکٹر کے لئے یہ ضروری ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں کو کسی کی جنسی کمزوری کے بارے میں نہ بتائے۔ بلکہ صرف مشورہ طلب کرنے پر ہی ایسا کرے۔ میرے پاس آئے دن ایسے معاملات آتے رہتے ہیں کہ ایک فریق دوسرے کی صحت کے بارے میں جو میرے علاج میں ہے معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ان حالات میں میں نے اپنا یہ اصول بنایا ہے کہ صحیح صورت حال سے واقف کرا دوں۔

۵۔ کسی ایسے مریض کا علاج جس میں شبہ ہو کہ یہ کسی جرم کی وجہ سے ہوا ہے ملک کے قانون کے مطابق پولیس یا متعلقہ محکمہ کو خبر کرتے ہوئے علاج کرنا ضروری ہے۔ اگر چھپایا گیا تو معالج کی حیثیت ایک مجرم کی ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک مریض جسے بندوق کی گولی لگی ہے۔ اس کے پاس کے رشتہ داروں کے کہنے کے باوجود کہ یہ حادثہ اتفاقاً ہو گیا ہے معالج کے لئے ضروری ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو خبر کرے۔ میرے خیال میں اسلامی شریعت میں بھی اسی طرح کا قانون نافذ ہونا چاہئے۔

۶۔ کسی چھوٹے سے چھوٹے آپریشن یا انجکشن میں بہر حال کچھ نہ کچھ خطرہ رہتا ہے اور مریض یا اس کے رشتہ دار کی منظوری لکھی ہوئی شکل میں ضروری ہے اور ہونا بھی چاہئے ورنہ ڈاکٹر مجرم ثابت ہوگا۔

ان باتوں کی وضاحت کے بعد سوال نامہ کے بہت سے سوالات کا حل نکل آتا ہے پھر بھی میں سلسلہ وار آپ کے سوال کا جواب دے رہا ہوں گا۔

(۱) غیر ماہر لوگوں کا علاج کرنا شرعاً ناجائز ہونا چاہئے اسی طرح جس طرح دین کے علم کے بغیر کوئی دینی معاملات میں اپنی رائے دینے کی کوشش کرے۔ اگر اس طرح علاج کرنے پر کسی کو ضرر پہنچے تو معالج قابل تعزیر ہوگا۔

(۲) ضروری احتیاط میں رعایت نہیں رکھنا یا دیکھ ریکھ میں کمی کرنا ایک جرم ہے جس کے لئے ڈاکٹر کو صاحب تاوان بنایا جائے گا۔ لیکن اس میں ایک شرط ہے کہ اچھی طرح تحقیق کر لی جائے کہ ڈاکٹر کی جانب سے Neglect ہوا ہے۔ کسی بھی علاج میں خطرات Complica-tion ہونے کا احتمال رہتا ہے اور اسے دیکھ ریکھ میں کمی نہیں کہا جا سکتا۔

(۳) ضامن ہوگا کیونکہ بغیر اجازت آپریشن کرنا جرم ہے۔

(۴) چاہے کتنی ہی ماہر جنس کیوں نہ ہو بغیر اجازت آپریشن نہیں کیا جا سکتا بلکہ ان حالات میں اجازت لینا اور ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ خطرہ زیادہ رہتا ہے۔ اگر مریض یا اس کے رشتہ دار ایسی حالت میں نہ ہوں تو جو شخص بھی مریض کو لے کر آئے اس کی اجازت لی جانی چاہئے ورنہ ڈاکٹر کو ضامن قرار دیا جائے گا اور نقصان کا تاوان اس پر شرعاً لازم ہوگا۔

طبی اخلاقیات شریعت کی روشنی میں

مفتی حبیب اللہ قاسمی
دارالعلوم مہذب پور، اعظم گڑھ

اللہ پاک نے جس طرح بیماریوں کو پیدا فرمایا ہے اسی طرح اس کے علاج کے اسباب و ذرائع بھی پیدا فرمائے ہیں۔ علاج و معالجہ کا مقصود غیر شرعی ہے اور نہ ہی کوئی نیا مقصود ہے البتہ زمانے اور حالات کے اعتبار سے یہ سلسلہ مختلف ادوار سے گذرتا ہوا آج اپنے عروج پر ہے معالجین کی کثرت کے ساتھ امراض کی کثرت قابل دید ہے لیکن پوری انسانیت کے لئے یہ ایک سانحہ ہے کہ علاج و معالجہ کی لائن جو کسی زمانے میں مکمل خدمت خلق متصور ہوتی تھی آج صرف ایک بزنس اور تجارت بن کر رہ گئی ہے اس کا فطری نتیجہ یہ ہے کہ ہر کس و ناکس خواہ اس کو اس فن سے مناسبت ہو یا نہ ہو ذریعہ معاش بنائے بیٹھا ہے۔ قانونی پابندیوں کے باوجود پورے ملک میں ہزارہا ہزار کی تعداد میں یہ حکیم عطائیاں بورڈ لگا کر دکان لگا کر علاج و معالجہ کے نام پر موت و زیست کا سودا کر رہے ہیں۔

(۱) حالانکہ حضرات فقہاء کی تصریحات سے صاف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ خدمت وہی شخص انجام دے سکتا ہے جس نے باضابطہ اس فن کو اس کے ماہرین سے مہارت کے ساتھ ماہر فن اساتذہ سے حاصل کر کے اور ان کی رہبری میں رہ کر خود بھی مہارت حاصل کی ہو اور اس کے اندر وہ ساری شرطیں پیدا ہو گئی ہوں جو ایک طبیب یا ڈاکٹر کے لئے ضروری ہیں۔ ذاتی مطالعہ کی بنیاد پر علاج و معالجہ کرنے کی صورت میں صواب سے زیادہ خطاء کا امکان ہے۔ اگر کوئی شخص بغیر اس فن کو حاصل کئے یہ لائن اختیار کرتا ہے تو اس پر یقیناً پابندی عائد کی جانی چاہئے اور شرعاً بھی ایسے شخص کو اس کی اجازت نہیں ملنی چاہئے۔

(۲) لیکن ایسا شخص جس نے اس فن کو باضابطہ ماہر فن اساتذہ سے حاصل کیا ہو اور ان کی رہبری میں مہارت پیدا کرنے کے بعد علاج و معالجہ کی لائن میں آیا ہو اس سے اگر سہو یا تسامح کی وجہ سے کسی مریض کا کوئی عضو ضائع ہو جائے یا اس کی جان چلی جائے تو اس پر ضمان نہیں آئے گا لیکن ایسی صورت میں تھوڑی بہت تعزیر ضرور ہونی چاہئے تاکہ دوبارہ سہو اور تسامح نہ ہو۔ وفی القنیۃ سئل نجم الدین عن صبیۃ سقطت من سطح فانفتح راسہا فقال کثیر من الجراحین ان شققتم راسہا تموت وقال واحد منہم ان لم تشقوہ الیوم تموت وانا اشقہ وابرئہا فشقہ فماتت بعد یوم او یومین ہل یضمن فتامل ملیا ثم قال لا اذا کان الشق باذن وکان الشق معتادا ولم یکن فاحشا خارج الرسم قیل لہ فلو قال ان ماتت فانا ضامن ہل یضمن قال لا قلت انما لم یعتبر شرط الضمان لما تقرر ان شرطہ علی الامین باطل علی ماعلیہ۔ (الفتاوی / ردالمحتار ص ۳۰۳ ج ۵)

(۲) ڈاکٹر نے مریض کے جس مرض کا آپریشن کیا ہے، اگر اس مرض کی پوری معلومات اور آپریشن میں مہارت وہ رکھتا ہے نیز آپریشن معتاد طریقہ پر معمول کے مطابق اس نے کیا ہے اور آپریشن کے سارے لوازمات کی اس نے رعایت رکھی ہے پھر بھی آپریشن ناکام ہو جائے تو صرف اس وجہ سے ڈاکٹر پر ضمان نہیں آنا چاہئے کہ اس نے مریض یا اس کے قریبی اعزہ سے اجازت نہیں لی ہے جیسا کہ فقہ کی مذکورہ بالا عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۳) انسانیت کا تقاضہ تو یہی ہے کہ ایسے مریض کا آپریشن کر دیا جائے اور تاخیر کر کے اس کی جان کو خطرے میں نہ ڈالا جائے اور ڈاکٹر کی دیانت شفقت، امانت، مروت کا تقاضا یہی ہے کہ مریض کے حق میں وہ بہتر سے بہتر قدم اٹھائے گا پھر اگر آپریشن ایسی صورت میں ناکام ہو گیا تو اس پر ضمان نہیں آنا چاہئے۔

محور دوم

جواب: ایڈز کے سلسلہ میں سوالات کے جوابات سے قبل چند بنیادی و اہم روایتیں سپرد قلم ہیں جن سے ان مسائل میں ایک گونہ رہبری حاصل ہوتی ہے۔

(۱) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی تزوجت امرأۃ من الانصار قال فانظر الیہا فان فی اعین الانصار شیئا. (رواہ مسلم مشکوۃ ص ۲۰۰ ج ۲)

قال الملا علی القاری وفی ھذا دلالۃ علی جواز ذکر مثل ھذا للنصیحۃ. (مرقات ص ۹۸ ج ۲)

(۲) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاعدوی ولاطیرۃ ولا ہامۃ ولا صفر وفر من المجذوم کما تفر من الاسد. (رواہ البخاری مشکوۃ ص ۳۹۱ ج ۲)

(۳) وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاعدوی ولا ہامۃ ولا صفر فقال اعرابی یا رسول اللہ فما بال الابل تکون فی الرمل کانہا الظباء فیخالطہا البعیر الاجرب فیجربہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن اعدی الاول. (رواہ البخاری مشکوۃ ص ۳۹۱ ج ۲)

(۴) عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بید مجذوم فوضعہا معہ فی القصعۃ وقال کل ثقۃ باللہ وتوکلا علیہ. (رواہ ابن ماجہ مشکوۃ ص ۳۹۱ ج ۲)

ان روایات سے چند اصول کی رہبری ملتی ہے۔

(۱) کسی کا عیب از راہ خیر خواہی کسی کو بتانا مذموم نہیں البتہ اس کی تشہیر و تذلیل و بدخواہی مقصود نہ ہو۔ (فانظر الیہا)

(۲) اسلام نے امراض کے تعدیہ کو یکسر مسترد کر دیا ہے جو کچھ ہوتا ہے مشیت باری کے تحت ہوتا ہے۔ (لاعدوی)

(۳) لیکن کمزور عقیدہ انسانوں کی رعایت بھی شریعت نے کی ہے۔ (فر من المجذوم)

(۴) قوی الایمان اصحاب عزیمت کے لئے اصل مستحق وہی ہے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ (اخذ بید مجذوم)

ان چند روایات کے بعد سوالات کے جوابات سپرد قرطاس ہیں۔

مفتی محمد جعفر ملی
جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا (مہاراشٹر)

محور اول

(۱) امام غزالی فرماتے ہیں

مخلوق کے بارے میں شریعت کے مقاصد پانچ ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اس کے دین، اس کی جان، اس کی عقل، اس کی نسل اور اس کے مال کی حفاظت کی جائے، پس ہر وہ بات جو ان اصول خمسہ کی حفاظت پر مشتمل ہو وہ مصلحت قرار پائے گی اور ہر وہ چیز جو ان پانچوں امور کی حفاظت میں مخل ہو وہ مفسدہ قرار پائے گی اور اس کا ازالہ مصلحت ہوگا۔

حضرت علامہ کی اس عبارت سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اس آدمی کو علاج کی اجازت دینا، جو محض ذاتی مطالعہ و تجربہ کی بنا پر دوا اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے، جائز نہیں، ورنہ انسانی نفوس کی سلامتی و حفاظت کو ایک زبردست خطرہ کا سامنا ہوگا، جو شریعت کے مقاصد میں سے اہم ترین مقصد ہے۔

نیز ہر کس و ناکس کو اپنے ذاتی مطالعہ و تجربہ کی بنا پر علاج کی اجازت سے مصلحت عامہ یا نظام عام کو ضرر پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے جس کا دفع کرنا مصلحت ہے، فقہاء کرام نے بھی سد ذرائع کی بحث میں اس کی صراحت کی ہے کہ جو اسباب و طریقے عمومی حالت میں فساد و ضرر کا ذریعہ بنتے ہیں ان پر بندش لگانا اور پوری قوت کے ساتھ ان سے دور رہنا اسلامی تعلیمات کا اہم ترین جز ہے، مثلاً آیت قرآنی
لاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم سے مفہوم ہوتا ہے۔

لہٰذا کسی شخص کو محض اپنے ذاتی مطالعہ و تجربہ کی بنا پر علاج کرنے کی اجازت نہ ہوگی اور اگر اس نے عدم جواز کے بعد بھی علاج کیا اور اس کے علاج سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا یا ہلاک ہوا تو اس پر تاوان لازم ہوگا۔

کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تطبب ولم یعلم منہ طب فہو ضامن (ابوداؤد شریف ص [illegible]) ایسا شخص قابل تعزیر بھی ہوگا، کیوں کہ ہر ایسے شخص کے ارتکاب سے مصلحت عامہ یا نظام عام کو ضرر لاحق ہو، باعث تعزیر ہے۔ (اسلامی قوانین ص [illegible])

(۲) جس ڈاکٹر کو قانوناً علاج و معالجہ کی اجازت ہے اس نے اگر کسی مریض کا علاج کیا، لیکن اس نے طبی احتیاطی تدابیر ملحوظ نہ رکھیں، مثلاً بعض ضروری جانچیں نہیں کروائیں یا مریض کی پوری دیکھ ریکھ نہیں کی اور اس کے علاج کے باوجود مریض فوت ہوگیا یا اس کا کوئی عضو ضائع ہوگیا، تو ڈاکٹر مریض کو پہنچنے والے نقصان یا اس کی جان کے تاوان کا ضامن ہوگا، اس لئے اگر ہم ڈاکٹروں کی بد احتیاطی، غفلت و لاپرواہی پر تاوان واجب نہیں کریں گے تو ضرر خاص کی خاطر ضرر عام کو نظر انداز کرنا لازم آئے گا جب کہ قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔

مبتلا کردیں گے تو ایسی صورت میں اسے بیع کی اجازت نہیں ہوگی (الاشباہ والنظائر ص ۲۰۹) کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اگر اپنی ملک میں تصرف کرنے سے دوسرے کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں صاحب تصرف کو تصرف کی اجازت نہیں ہوگی۔

(ب) اگر شوہر محض اپنے اس خطرناک مرض کو منتقل کرنے کی غرض سے مجامعت کرتا ہے تو وہ شرعاً مجرم و گناہگار ہوگا نیز اسے سزا بھی دی جاسکتی ہے اس لئے کہ شریعت اسلامیہ کا عام اصول ہے کہ ہر وہ کام باعث تعزیر ہے جو شریعت کی نظر میں معصیت ہے اور شوہر کا محض اس ارادے سے مجامعت کرنا کہ ایڈز کے وائرس بیوی کے جسم میں منتقل ہوکر اسے مہلک بیماری میں مبتلا کریں، عمل معصیت ہے۔

(ج) ایڈز کا مریض جو اس کی نوعیت سے بخوبی واقف ہے۔ اگر وہ کسی دوسرے تک اپنے مرض کو منتقل کرنے کی غرض سے خون کے ضرورت مند مریض کو اپنا خون پیش کرتا ہے تو اس کی چند صورتیں ہوں گی۔

(۱) مریض ایڈز نے اپنا مہلک خون از خود بلا طلب پیش کیا، یہ صورت قابل سزا ہے۔

(۲) مریض ایڈز نے اپنا مہلک خون طلب پر یہ بتائے بغیر کہ مجھے ایڈز کی بیماری ہے پیش کیا، یہ صورت بھی قابل سزا ہے۔

(۳) مریض ایڈز نے اپنا مہلک خون طلب پر اپنی بیماری کو بتاکر دیا لیکن اس کو اس کے لئے اس قدر مجبور نہیں کیا گیا تھا کہ اس پر اکراہ شرعی کا اطلاق ہو تو بظاہر یہ صورت بھی قابل سزا ہے۔ البتہ اگر اسے اس قدر مجبور کیا گیا کہ وہ اکراہ شرعی کی فہرست میں شمار ہو، یہ صورت قابل سزا نہیں ہوگی۔

(د) اگر کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈز کے مرض میں گرفتار ہوگیا اور دونوں عمر کے اس مرحلے میں ہوں جس میں جنسی عمل کا وقوع ہوسکتا ہے تو بیوی کو فسخ نکاح کے مطالبہ کی اجازت ہوگی۔ علامہ طحاوی نقل فرماتے ہیں: "والحق بها الجذام والبرص كل عيب لا يمكن المقام معه الا بضرر" (الطحاوی ص ۲۰۹)

۹۔ شوہر میں ہر ایسے عیب کا پایا جانا جس کی وجہ سے بیوی بغیر ضرر مرد کے ساتھ نہیں رہ سکتی باعث فسخ نکاح ہے اور اگر میاں بیوی اپنی عمر کے اس منزل پر پہنچ چکے ہیں جس میں جنسی عمل کا وقوع نہیں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کے مطالبہ کی اجازت نہیں ہوگی، علت انتقال مرض معدوم ہونے کی بناء پر۔ اگر ایڈز کے مریض نے اپنا مرض چھپاکر کسی خاتون سے نکاح کیا اور وہ دونوں عمر کے اس مرحلے میں ہیں جس میں جنسی عمل کا وقوع ہوسکتا ہے تو بیوی کو فسخ نکاح کے مطالبہ کی اجازت ہوگی، علت انتقال مرض پائی جانے کی وجہ سے۔

(۱۰) جو خاتون ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو، اگر اسے حمل قرار پاگیا اور طبی لحاظ سے ظن غالب کے درجہ میں یہ بات معلوم ہوجائے کہ اس کا مرض دوران حمل، یا دوران ولادت، یا دوران رضاعت اس بچے کی طرف منتقل ہوگا تو ایسی صورت میں اس خاتون کو نفخ روح یعنی استقرار حمل کے ۱۲۰ دن کے اندر اندر اسقاط حمل کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ البتہ اگر عورت اس کے لئے تیار نہ ہو تو شوہر یا حکومت کو تحفظ صحت اسے اسقاط حمل پر مجبور نہیں کرسکتی۔ العلاج لاسقاط الولد اذا استبان خلقه كالشعر والظفر ونحوهما لايجوز وان كان غير مستبين الخلق يجوز، وفي زماننا يجوز على كل حال وعليه الفتوى كذا في جواهر الاخلاطي (الفتاوى الهندية ص ۳۵۶ ج ۵)

(۱۱) جو بچے یا بچیاں ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں، انہیں مدارس اور اسکولوں میں داخلہ دینا ہی بہتر ہے گو یہ مرض مریض کو چھونے یا اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منتقل نہیں ہوتا، لیکن جنسی بے راہ روی وغیرہ کی جو مہم پوری دنیا میں چل رہی ہے اس سے اسکول اور کالج بھی محفوظ نہیں ہیں گویا انتقال مرض کی علت موجود ہے اس لئے اس مرض کے شکار بچے اور بچیوں کے لئے الگ سے تعلیم و تربیت کا نظم کیا جائے۔

(٥) اگر کوئی بچہ یا بچی ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو تو اس کے بارے میں اس کے والدین، اہل خانہ اور سماج پر وہ تمام ہدایات لاگو ہوتی ہیں
جن سے ان کے حقوق کا تحفظ لازم آئے اور اہل خانہ اور سماج کے دوسرے لوگ اس کے ضرر سے محفوظ رہ سکیں۔

(٦) اگر ایڈز، طاعون، کینسر وغیرہ کا مرض اس حد تک پہنچ گیا کہ مریض اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل پر قادر نہیں رہا اور اس کے اس مرض
کی کیفیت مرض الموت کی بن گئی، تو اس پر مرض الموت کے احکام جاری کرنے کے سلسلے میں حسب ذیل تفصیل ہے۔

(الف) اگر اس مرض میں برابر اضافہ ہی ہوتا رہا ہے تو اول روز سے ہی یہ مرض، مرض الموت تصور کیا جائے گا۔

(ب) اگر اس میں افاقہ و اضافہ کی دونوں صورتیں پیدا ہوتی ہیں تو آخری اضافہ کی ابتدا سے مرض الموت کی ابتدا ہوگی۔

(ج) اگر یہ مرض دائمی رہا مگر اس میں اضافہ کی کیفیت پیدا نہیں ہوئی تو یہ مرض، مرض الموت نہیں ہے خواہ کتنا ہی طویل ہو جائے۔

(الفتاوی الہندیہ ص ۱۰۰ ج ۱)

وهكذا في حاشية الهداية، باب طلاق المريض (ص ۳۹۳)

(٧) طاعون یا اس جیسے مہلک بیماری کے پھیلنے کی صورت میں، کسی علاقہ کے اندر حکومت کی طرف سے آمد و رفت پر پابندی لگانا، شرعاً جائز و
درست ہے۔ اس لئے کہ ہمارے آقا سرکار دو عالم ﷺ نے بھی طاعون زدہ علاقہ میں جانے سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ آپ کی حدیث
اذا سمعتم بالطاعون بأرض فلا تدخلوها واذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا منها (بخاری) سے معلوم ہوتا ہے۔

(٨)

(الف) اگر کچھ لوگ اپنی ضروریات سے باہر گئے ہوئے ہیں اور پھر طاعون کی صورت حال پیدا ہو گئی ہے اور اب ان کے قیام کی نہ ضرورت
ہے نہ ممکن ہے، پھر ان کے گھر، اہل و عیال سب اس طاعون زدہ علاقہ میں ہیں، اہل و عیال کو ان کی ضرورت ہے، نیز گھر، کاروبار
کو بھی ان کی نگہداشت کی ضرورت ہے تو ایسے لوگ طاعون زدہ علاقہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ نیز ضرر یقینی کے دفع کے واسطے ضرر
مشکوک پر نظر نہیں کی جائے گی۔ (امداد الفتاوی ص ۱۰۰ ج ۴)

(ب) باہر سے کسی ضرورت سے آئے ہوئے لوگ جن کا کام ختم ہو چکا ہے، یا اب نہیں ہو رہا ہے، اگر ان لوگوں نے اس طاعون زدہ مقام
کو اپنا وطن اقامت نہیں بنایا تھا تو انہیں خروج کی اجازت ہوگی۔ اس لئے کہ نہی عن الخروج کا تعلق مقیمین سے ہے نہ کہ
مسافروں سے۔ (امداد الفتاوی ص ۱۰۰ ج ۴)

(ج) اسی طرح وہ شخص جس کی نگہداشت یا تیمارداری کا انتظام نہیں ہو رہا ہے یا کسی وجہ سے دوسری جگہ اس کی ضرورت ہے تو چونکہ اس
صورت میں، علت نہی طاعون نہیں ہے اس لئے خروج جائز ہوگا۔

محور سوم

(١)

(الف) اگر نوجوان اپنا یہ عیب چھپا کر اس خاتون سے نکاح کر رہا ہے اور ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اگر اس خاتون کو نوجوان کے اس عیب کا علم
ہو جائے تو ہرگز یہ رشتہ کرنے کو راضی نہیں ہوگی تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کے لئے واجب تو نہیں مگر بہتر ضرور ہے کہ وہ اس
خاتون یا اس کے گھر والوں کو نوجوان کے اس عیب کی اطلاع کر دے۔

(ب) لڑکی یا اس کے گھر والوں کو کسی بھی طرح یہ پتہ چلا کہ نوجوان فلاں ڈاکٹر سے اپنی آنکھ کا علاج کروا رہا ہے اور لڑکی یا اس کے گھر والے ڈاکٹر سے معلومات کرنے کے لئے ڈاکٹر کے پاس آئیں تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے وہ انہیں اس عیب سے باخبر کرے۔ فقال لہا

ابو الجہم فلا یضع عصاہ عن عاتقہ واما معاویۃ فصعلوک لا مال لہ انکحی اسامۃ۔ (بخاری)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی تحریر فرمایا کہ: اگر نکاح کے بارے میں کوئی تم سے مشورہ لے تو خیر خواہی کی بات یہ ہے کہ اگر اس موقع کی کوئی خرابی تم کو معلوم ہو تو ظاہر کر دو یہ غیبت حرام نہیں ہے۔ (تعلیم الدین ص ۱۰۹)

(۲) سوال سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کا طبی جانچ کے لئے ڈاکٹر کے پاس آنا رشتہ کے متعلق مشورہ طلب کرنے کی غرض سے ہے تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ فریقین میں سے ہر ایک پر ایک دوسرے کی حقیقت واضح کر دے۔

وکذالک المستشار فی التزویج وایداع الامانۃ لہ ان یذکر ما یعرفہ علی قصد النصح للمستشیر لا علی قصد الوقیعۃ۔ (احیاء علوم الدین ص ۱۵۲ ج ۳)

(۳)

(الف) ایک شخص کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، ڈاکٹر کو طبی جانچ کے نتیجہ میں یہ بات معلوم ہے کہ یہ شخص نامرد ہے یا اس میں کوئی ایسا عیب پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا نکاح بار آور نہیں ہو سکتا ہے اور ڈاکٹر کو یہ معلوم ہے کہ یہ شخص کسی عورت سے نکاح کی بات چیت کر رہا ہے اور اپنے اس عیب کو چھپا کر اس عورت سے نکاح کر لینا چاہتا ہے اس صورت میں ڈاکٹر کے لئے صحیح یہ ہے کہ وہ دوسرے فریق کو اپنے مریض کے اس مرض یا عیب سے مطلع کر دے "فان المصالح الشرعیۃ بالنکاح لا تتاتی الا بذالک"۔

(ب) کوئی خاتون ڈاکٹر کے زیر علاج ہے وہ کسی اندرونی مرض یا عیب میں مبتلا ہے جس پر مطلع ہونے کے بعد اس کا رشتہ کہیں ہونا بہت مشکل ہے وہ اپنے اس اندرونی مرض یا عیب کو چھپا کر کسی مرد سے نکاح کی بات چیت کر رہی ہے رشتہ نکاح کی بات چیت ڈاکٹر کے علم میں آگئی ہے، تو اس صورت میں بھی ڈاکٹر کے لئے یہی اولی ہے کہ وہ اپنے مریض کے مرض یا عیب سے دوسرے فریق کو باخبر کر دے کیونکہ عدم اطلاع کی صورت میں مصالح نکاح حاصل نہیں ہو سکتے۔

(۴) ایک شخص کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہے اس کی بینائی بری طرح متاثر ہو چکی ہے اور ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گاڑی چلانا اس کے اور دوسروں کے لئے مہلک ہو سکتا ہے ایسا شخص اگر ڈاکٹر کے منع کرنے کے باوجود گاڑی چلاتا ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں اطلاع کرے اور ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش کرے، اس لئے کہ اطلاع کی صورت میں ضرر خاص کا خطرہ ہے اور عدم اطلاع کی صورت میں ضرر عام کا۔ اور فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ یتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر عام نیز تحذیر المسلم من الشر ایسا عذر ہے جس سے غیبت کی رخصت ہے۔ (احیاء علوم الدین ص ۱۵۲ ج ۳)

(۵) اگر کوئی شخص ایسی ملازمت پر ہے جس سے بہت سے لوگوں کی زندگیوں کا تعلق وابستہ ہے مثلاً ہوائی جہاز کا پائلٹ، یا ٹرین یا بس کا ڈرائیور وغیرہ اور یہ شخص شراب یا دوسری نشہ آور چیزوں کا بری طرح عادی ہے اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، نشہ ترک نہیں کرتا اور اسی حال میں ملازمت کے فرائض انجام دیتا ہے تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس مریض کے بارے میں خبر کر دے کیونکہ عدم اطلاع کی صورت میں ضرر عام کا اندیشہ ہے۔ یتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر عام۔

مفتی عبدالرحمن مظاہری (انڈیا)

مرض نظام جسمانی میں پیدا ہونے والے خلل کا نام ہے، جو طرح طرح کی شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں قسم قسم کی بیماریاں جسم انسانی کو لاحق ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ایک فضل ہے کہ اس نے ان بیماریوں کا علاج بھی پیدا کیا اور انسانوں کو یہ صلاحیت بھی دی کہ اس سے آگاہی حاصل کر کے خود بھی مستفید ہوں اور دوسرے بیماروں کو بھی راحت پہنچائیں قرآن کریم میں بھی بعض ایسی اشیاء کا ذکر کیا ہے جو بیماریوں سے شفا حاصل کرنے میں معاون بن سکتی ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بہت سی بیماریوں کے علاج بتلائے ہیں جنہیں علمائے کرام نے طب نبوی کے عنوان سے یکجا کر دیا ہے۔

اسلام میں بیماروں کی نگہداشت کا خاص لحاظ کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ تیمارداری اور عیادت مریض کو خصوصی اہمیت حاصل ہے بلکہ ایک مسلمان کا دوسرے پر ایک یہ حق بھی بتایا گیا ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کو جائے۔

معالجین کے متعلق اصولی بات یہ ہے کہ جو حضرات امراض کی شناخت اور ان امراض کے علاج سے بخوبی واقفیت رکھتے ہوں وہ متعلقہ مراض کا علاج کر سکتے ہیں بلکہ خیر خواہی اور اخلاص کے ساتھ صحیح علاج کیا جائے تو یہ باعث اجر و ثواب بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جو لوگ بخوبی واقفیت نہیں رکھتے یا صحیح تشخیص اور علاج پر قادر نہیں ہیں وہ شرعی نقطہ نظر سے جاہل ہیں اور حدیث نبوی اذا وسد الامر الی غیر اهله کی رو سے انہیں اس سلسلے کی ذمہ داریوں کو سونپنا قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔ حکومت اور قانون نے میڈیکل سند کی شرط لگایا اس لئے لگائی ہے کہ جاہل لوگ اس میدان میں داخل نہ ہو سکیں۔ شرعی لحاظ سے بہرحال واقفیت اور مہارت کو اصل حیثیت حاصل ہے سند کی حیثیت ضمنی ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ماہرین اہلیت کی تصدیق اور کامل واقفیت کی شہادت دے سکیں اسلامی نظریے کے مطابق یہی حقیقی سند ہے۔ لہذا ایک شخص جو پوری طرح امراض کی حقیقت سے واقف اور اس کے علاج سے آگاہ ہے اس میں صحیح تشخیص اور تجویز کا ملکہ ہے اور اس سلسلہ کی ضروری مہارت اور تجربہ اس کو حاصل ہے وہ بھلے رسمی سند نہ رکھتا ہو معالج کا اہل کہلائے گا اور اگر وہ کسی کا علاج کرتا ہے تو گناہگار نہ ہوگا بشرطیکہ اپنی حد تک اس نے کسی قسم کی کوتاہی نہ کی ہو اور تمام ضروری ساوقی احتیاطوں کو ملحوظ رکھا ہو اس کے برخلاف اگر کسی نے رسمی خانہ پری کر کے، یا کسی اور ذریعے سے کاغذی سند تو حاصل کر لی ہے لیکن اسے نہ تو امراض کی کوئی شناخت ہے، نہ صحیح دوا اور علاج سے کوئی واقفیت حاصل ہے تو شرعاً اسے یہ حق نہیں ہے کہ کسی مریض کا علاج کرے۔ اگر وہ اپنی کاغذی سند کے بل بوتے نا واقفیت کے باوجود علاج معالجہ کرنے لگے تو یہ اس کی زیادتی کہلائے گی اور شرعاً اسے قاتلوں کے زمرے میں شمار کیا جائے گا۔

صحیح واقفیت اور مہارت کے ساتھ شرائط ضروریہ کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر ممکن کوشش کرے پھر اگر نتیجہ حسب مطلب نکلتا ہے تو اسے اللہ کا فضل سمجھے ایک روایت کے مطابق مجتہد کو صحیح کوشش پر دوہرا اجر ملتا ہے اور اگر صحیح طریق پر ضروری شرائط کا لحاظ کرنے کے باوجود اس سے اجتہادی خطا ہو جاتی ہے تو اسے اجتہاد کا ثواب اس صورت میں بھی ملتا ہے جب کہ اس غیر ارادی خطا سے متعلق اس سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ اس اصول کا انطباق طبیب اور معالج پر بھی ہوتا ہے لہذا اگر وہ مکمل واقفیت اور مہارت کے ساتھ ضروری تجربے کو کام میں لاتے ہوئے تمام طبی شرائط اور احتیاطی تدابیر کو بھی ملحوظ رکھتا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے اپنی ذمے داری پوری کر دی پھر اگر اس کی یہ کوشش بار آور ہوگئی تو یہ اللہ کا فضل ہے معالج پر بھی اور مریض اور اس کے متعلقین پر بھی لیکن یہ کوشش بھی بار آور نہ ہوسکے تو اصولاً اسے ذمے دار نہ ٹھہرایا جاسکے گا البتہ اگر کوئی ناواقف علاج معالجہ کرنے لگے جس کے پاس نہ کوئی واقفیت ہے نہ مہارت اور تجربہ ہے یا واقفیت کے باوجود لاپروائی کا مظاہرہ کرے اور صحیح تشخیص اور علاج کی جانب دھیان نہ دے یا طبی احتیاطوں کا لحاظ نہ رکھے تو ایسا شخص مجرم قرار پائے گا اور اس سے مریض کو جو ضرر پہنچے اس سلسلے میں اسے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ ہماری اس اصولی گفتگو سے مذکورہ سوال کے بیشتر سوالات کا جواب واضح ہوجاتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) اتفاقی معالجہ اور تجربہ اگر اس حد تک ہے کہ امراض کی صحیح شناخت اور مریض کے حسب حال علاج تجویز کرنے کی اسے معقول واقفیت ہے تو ایسے شخص کا علاج کرنا شرعی لحاظ سے جائز کہلائے گا بھلے اس کے پاس قانونی اجازت نہ ہو اور اگر اس نے تمام احتیاطی تدابیر کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی پوری مہارت اور واقفیت کے مطابق علاج کیا ہے تو نہ مریض کو پہنچنے والے ضرر کا اس پر کوئی ضمان لازم ہوگا نہ ہی شرعی اعتبار سے اس کا یہ عمل قابل تعزیر جرم شمار ہوگا۔

(۲) معالج خواہ قانونی اجازت کے علاوہ مہارت اور تجربہ بھی رکھتا ہو تاہم اگر اس نے قصداً علاج میں غفلت اور لاپروائی کا مظاہرہ کیا اور ضروری طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں اس کی وجہ سے مریض کو ضرر لاحق ہوا تو معالج اصولاً ضامن ہوگا۔

(۳) اصل مسئلہ ہے صحیح علاج کا اگر اس سلسلے میں ڈاکٹر نے کوئی تعدی نہیں کی اور جو کچھ کیا طبی ضرورت کے پیش نظر اور طبی شرائط کے مطابق کیا پھر بھی وہ ناکام رہا تو اس صورت میں یہ ڈاکٹر قابل مواخذہ نہ ہوگا البتہ مریض ہوش و حواس میں ہو یا اولیاء موجود ہوں تو ان سے رائے لے لینا زیادہ انسب ہے الا یہ کہ اتنی تاخیر بھی مضر ثابت ہو سکتی ہو۔

(۴) مریض بھی بے ہوش ہے اور اولیاء بھی نہیں ہیں جب کہ آپریشن فوری طور پر ضروری ہے تو ڈاکٹر طبی تقاضوں کے مطابق فوری آپریشن کر سکتا ہے پھر اگر اس نے قصداً کوئی تعدی نہیں کی اور تمام طبی شرائط کو ملحوظ رکھا اس کے باوجود آپریشن ناکام رہا تو ڈاکٹر پر اس صورت میں کوئی ضمان نہ ہوگا۔

ایڈز اور دوسرے متعدی امراض

محور دوم

ایڈز بدن کی قوت مدافعت کے ختم ہونے کی ایک شکل ہے یہ مرض جتنا تباہ کن ہے اس سے کہیں زیادہ تباہ کن اسے ذرائع ابلاغ نے بنادیا ہے عموماً سمجھا یہ جاتا ہے کہ یہ کوئی نئی بیماری ہے اور میڈیا نے یہی تاثر دیا بھی ہے لیکن قدیم طبی کتابوں میں قوت مدافعت کے ضعف اور نقصان کا تذکرہ عرصہ قبل کیا جاچکا ہے پھر اس سلسلے میں افواہیں بھی کام کرتی رہی ہیں مثلاً یہی کہ کافی دنوں تک لوگ یہ سمجھتے رہے کہ ایڈز کے مریض کے جسم یا لباس کو چھو لینے سے بھی یہ مرض دوسروں کو لگ جاتا ہے اور ذرائع ابلاغ نے بھی ابتداءً اس کی تغلیط نہیں کی تھی حالانکہ پھر بعد میں انھیں ذرائع نے اس کی تردید کی۔ ایڈز کے مریض کو اچھوت سمجھنے کا عوامی رجحان انھیں افواہوں کا نتیجہ ہے اور خالص طب کی تحقیق اب بھی مکمل نہیں ہے۔ کیا عجب کہ آئندہ یہ بھی ثابت ہوجائے کہ جنسی عمل یا خون سے دوسروں تک مرض کا منتقل ہونا ضروری نہیں ہے۔ بہرحال جو بھی صورت ہو یہ بہرحال ملحوظ رکھنا چاہئے کہ مریض کو اچھوت سمجھ لینا اخلاقاً بھی غلط ہے اور شرعاً بھی اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ محور دوم کے سوالات کے پیش نظر مرض کے متعدی ہونے نہ ہونے پر بھی گفتگو ہوجانی چاہئے تھی لیکن سوالنامے میں اس سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا اس لئے جواب میں بھی اس گفتگو کا کوئی موقع نہیں ہے لہٰذا سر دست ہم سوالات کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔

(۱) دوسری بیماریوں کی طرح یہ بھی ایک بیماری ہے اور جس طرح یہ ضروری نہیں کہ آدمی اپنی تمام بیماریوں سے اپنے متعلقین کو باخبر کرے اسی طرح ایڈز کے مریض کے لئے بھی یہ ضروری نہیں ہے کہ اپنے گھر اور تعلق والوں کو اس سے مطلع کرے بلکہ اس ماحول میں جب کہ ایسے مریض کو بلاوجہ اچھوت کا درجہ دیا جانے لگتا ہے مرض کا اخفاء اس کا شخصی حق ہے۔ اور اگر اخفاء سے کسی کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا تو یہ شرعاً کوئی جرم نہیں ہے

(۲) شخص مرض کا اخفاء لازم نہیں بلکہ جب تک دوسروں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو اچھوت سمجھے جانے والے اس ماحول میں اخفاء کا مریض کو پورا حق ہے اور جب تک اس اخفاء سے دوسروں کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو ڈاکٹر کی بھی یہ ذمہ داری ہوگی کہ مریض کی خواہش اور مصلحت کو سمجھتے ہوئے اسے راز رکھے البتہ ضروری احتیاط کی کسی بھی مناسب عنوان سے متعلقہ افراد کو ہدایت دے سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ اہل متعلقین کو آگاہ کردے کہ جنسی عمل نقصان دہ ہوگا اسے جب تک میں نہ اجازت دوں مریض کو اس سے بچایا جائے وغیرہ۔

(۳) مریض کسی بھی بیماری میں مبتلا ہو شرعاً یہ اس کا حق ہے کہ اس کی مناسب نگہداشت اور تیمارداری ہو اور اس کا ضروری علاج معالجہ کیا جائے۔ مریض کو لاوارث اور بے وسیلہ چھوڑ دینا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے لہٰذا اس کے متعلقین اور افراد خاندان کی ذمہ داری ہے کہ مناسب نگہداشت کے ساتھ ضروری علاج کرائیں اور ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ ان مریضوں کا علاج کرے اور بیماری کے دفعیہ کی جو کوشش بھی ممکن ہوسکتی ہے اس میں دریغ نہ کرے کہ عمومی نظام سے باہر جانے کی ممانعت کی یہ بھی ایک وجہ ہے کہ اس صورت میں لوگ مریضوں کو بے سہارا چھوڑ کر بھی جاسکتے تھے۔

(۴) اگر یہ حقیقت ہے کہ جنسی عمل یا خون دینے سے مرض واقعتاً دوسروں تک منتقل ہوجاتا ہے تو مریض پر لازم ہے کہ ایسے کسی بھی عمل سے احتراز کرے جو دوسروں تک انتقال مرض کا سبب بن سکے۔ لہٰذا اگر کسی ایسے مریض نے اس قصد سے جنسی عمل کیا یا اپنا خون مریض کو دیا کہ بیوی یا اس مریض کو بیماری لاحق ہوجائے تو وہ قاتل تصور قرار پائے گا اور اگر یہ قصد نہیں ہے لیکن وہ جانتا ہے کہ یہ عمل دوسرے کو منتقلِ مرض کردے گا تو بھی وہ گنہگار ہوگا البتہ اگر کوئی اضطراری صورت ہے مثلاً مریض کے گروپ کا خون کہیں دستیاب نہیں اور بغیر خون دئے جان بچنا ممکن نہیں اس نے اضطراری مجبوری کے تحت اس نے خون دے دیا تو اس صورت میں اس سے کوئی مواخذہ نہ ہونا چاہئے البتہ اسے

کوئی شخص نماز روزہ کا عادی ہے اس کے باوجود لوگوں کو اپنے ہاتھوں سے یا زبان سے نقصان پہنچاتا ہے تو اس بات کا تذکرہ کرنا غیبت نہیں ہے اور اگر سلطان تک یہ بات پہنچا دی جائے تاکہ اسے تنبیہ کرے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے فقہاء کہتے ہیں کہ متعلقہ شخص کا باپ اسے روکنے پر قادر ہے تو بیٹے کی بات باپ کو بتلائی جا سکتی ہے "واذا کان الرجل یصلی ویصوم ویضر الناس بیدہ ولسانہ فذکرہ بما فیہ لیس بغیبۃ حتی لو اخبر السلطان بذلک لیزجرہ لا اثم علیہ وقالوا ان علم ان اباہ یقدر علی منعہ اعلمہ ولو بکتابۃ والا لا کی لا تقع العداوۃ" (۱) فتاویٰ قاضی خان میں یہ بھی ہے ولو ذکر مساویہ "وعنہ الاستمام لا یکون غیبۃ ان الغیبۃ ان یذکر علی وجہ الغضب یرید السب [illegible] والتشکوی [illegible]" مفہوم واضح ہے کہ کسی کے عیب کو ہمدردی اور خیر خواہی کے طور پر بیان کرنا غیبت نہیں ہے آخری عبارت میں شادی، بیاہ، امانتداری اور علم کی تدریس وغیرہ کی صورتوں میں غیبت کو مباح کہا گیا ہے۔ شامی نصیحت کے ضمن میں لکھتے ہیں: "والنصح والاولی التعبیر بالمشورۃ ای فی نکاح [illegible] وشرکۃ [illegible] وایداع امانۃ ونحوہا فلہ ان یذکر ما یعرفہ علی قصد النصح" (۲) اس سے ظاہر ہے کہ نکاح، مشورہ، شرکت، پڑوس اور امانت داری وغیرہ کی صورتوں میں کسی سے دھوکے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے تو اس شخص کے عیب سے

متعلقہ افراد کو خبردار کرنا نہ غیبت ہے نہ اس پر کوئی گناہ ہوگا بلکہ بعض صورتوں میں یہ آگاہی دینا واجب بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ علامہ شامی نے اس کے بعد اشارہ بھی کیا ہے شامی ج ۵ / ص ۲۶۰ اس تفصیل کے بعد محور سوم سے متعلق سوالات کے جوابات واضح ہیں جو اس طرح ہیں۔

(۱) ماہر امراض چشم کا یہ فیصلہ کہ وہ علاج سے بینائی کو بحال کر سکتا ہے کوئی گناہ نہیں ہے لیکن اگر وہ اس عیب کو مخفی رکھتے ہوئے کسی خاتون سے رشتہ کرنا چاہے تو خاتون اور اس کے متعلقین کو اس عیب سے باخبر کر دینے میں کوئی حرج نہیں خصوصاً جب وہ مشورہ لینے آئے تو یہ ضروری بھی ہو جاتا ہے اسے راز داری پیشہ کے تقاضوں کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔

(۲) مرد و عورت طبی جانچ کے لئے آتے ہیں اس غرض سے ہیں کہ ایک دوسرے کی کمی سے واقف ہو جائیں تاکہ آئندہ کے لئے صحیح فیصلہ کرنا آسان ہو لہٰذا اس صورت میں ڈاکٹر کا دوسرے فریق کو باخبر کر دینا غلط نہیں ہے بلکہ صورت مسئولہ میں تو ایسا کرنا اس کے لئے ضروری بھی معلوم ہوتا ہے۔

(۳) نامردی فسخ نکاح کی مستقل ایک وجہ ہے لہٰذا اگر اس عیب کو چھپا کر یہ شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو خاتون کو اس سے باخبر کرنا جائز تو ہے ہی بلکہ واجب بھی معلوم ہوتا ہے یہی حکم اس صورت کے تعلق سے بھی ہے جو اس طرح کا کوئی مرض چھپا کر دھوکے سے نکاح کرنا چاہتا ہے

(۴) جہاں اس حد تک معذور ہے کہ گاڑی چلانا مہلک ثابت ہو سکتا ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ دوسروں کو ہلاکت سے بچائے خواہ مریض کو فہمائش کر کے یا پھر ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش کے ذریعہ ہو اور اگر وہ شخص اس طرح کی مستقل ملازمت کرتا ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے کیوں کہ اس صورت میں عام لوگوں کی ہلاکت کا اندیشہ بھی بڑھ جاتا ہے۔

(۵) اس صورت میں بھی ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ اگر خود اصلاح نہیں کر سکتا تو متعلقہ محکمہ کے ذریعہ اصلاح حال کی کوشش کرے تاکہ عوام محفوظ رہ سکیں راز داری کی اس صورت میں کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی۔

(۶) صورت مسئولہ میں بچے کی حفاظت اور اس کی فلاح و بہبود کے لئے جو قدم بھی ضروری ہو ڈاکٹر اسے اختیار کر سکتا ہے۔

(۷) یہ بظاہر اگرچہ تداوی بالمحرم ہے لیکن اصل مقصود تو دوا ہے جو شراب میں ملا دی گئی ہے اس کے علاوہ بعض صورتوں میں جب طبیب کی رائے میں مریض کا دوسرا کوئی علاج نہ ہو تو تداوی بالمحرم کی علماء نے اجازت دی ہے حضرت تھانوی فرماتے ہیں لیکن شفاء میں بعض متاخرین نے تداوی بالمحرم کی رخصت دی ہے۔

(۸) جو جرائم دوسروں کے لئے خطر اور معاشرے کے لئے تباہ کن ہیں ان سے واقف ہوجانے کے بعد ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ مناسب ادارے سے متعلقہ محکمے کو باخبر کردے تاکہ مجرم عدالت میں رہ جائے اور معاشرے کو تباہی کے اندیشے سے بچایا جاسکے اس کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک انصر اخاک ظالما او مظلوما ہے۔

(۹) اگر بے گناہ شخص ماخوذ ہوگیا ہے اور اسے سزا ہوجانے کا خطرہ ہے اور ڈاکٹر عدالت کو خبردار کردے تو بے گناہ بچ سکتا ہے تو اس صورت میں ڈاکٹر کا عدالت کو باخبر کرنا مزاج شریعت کے مطابق ہے۔

(۱۰) اس سلسلے میں ڈاکٹر عوامی مفاد کو ملحوظ رکھے اگر طبی نقطہ نگاہ سے دوسروں کو خبردار کرنا ضروری ہے تو ضرور ایسا کرے لیکن جب تک دوسروں کے ضرر کا اندیشہ نہ ہو مریض کی خواہش کا احترام کرے۔

مفتی جمیل احمد نذیری
(مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ مبارکپور)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے امراض و اسقام کے ساتھ علاج و دوا کا سلسلہ بھی پیدا فرمایا ہے۔ دنیا میں جو بیماری بھی ظاہر ہوگی، اس کا علاج بھی اسی دنیا میں موجود ہے۔ یہ طب اور معالجہ کے ماہرین و محققین پر منحصر ہے کہ وہ اس کے علاج و دوا تک پہنچ پاتے ہیں یا نہیں۔ بہت سی ایسی بیماریاں جنھیں لاعلاج سمجھا جاتا تھا آج ان کا علاج دریافت ہو چکا ہے۔ اور آج کی بہت سی لاعلاج سمجھی جانے والی بیماریاں کل قابل علاج ہو جائیں گی۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر اس کے لئے شفا (بھی) اتاری ہے۔ (بخاری ۲/۸۴۷، مسلم ۲/۲۲۵)

معالج اور طبیب کے لئے معیار مطلوب

دوا اور علاج کی ضرورت ہر شخص کو ہوتی ہے۔ کبھی اپنے لئے، کبھی گھر کے کسی فرد یا اپنے کسی متعلق کے لئے۔ اور معالج تین طرح کے پائے جاتے ہیں۔ (۱) جنھوں نے طب اور ڈاکٹری سکھانے کے کسی ادارہ سے باضابطہ تعلیم حاصل کی ہیں اور سند یافتہ ہیں۔ (۲) وہ جنھوں نے تعلیم حاصل کی ہیں لیکن باضابطہ سند یافتہ نہیں ہیں (۳) کسی بھی طبی ادارہ میں تعلیم حاصل نہیں کی، صرف کتابوں کا مطالعہ کرکے، اطبا و ڈاکٹروں سے مشورہ کرکے یا ان کے یہاں چند دن رہ کر کچھ معلومات حاصل کی، پھر علاج و معالجہ کرنے لگے اور بحیثیت طبیب و ڈاکٹر خود کو متعارف کرانا شروع کر دیا۔ دوکان کھول کر بیٹھ گئے۔ لوگ آنے لگے، دھیرے دھیرے بحیثیت طبیب و ڈاکٹر، اس گاؤں، محلہ یا شہر میں ان کی شہرت ہوگئی یا یوں کہا جائے کہ معروف ہوگیا اور مانا جانے لگا۔

ایک چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے جو طبیب و ڈاکٹر کی حیثیت سے معروف نہیں ہیں، عام طور پر لوگ جانتے نہیں کہ یہ دوا علاج بھی کرتا ہے یا جانتے ہیں تو نیم حکیم کی حیثیت سے اس کا تذکرہ ہوتا ہے۔ کچھ لوگ چوری چھپے کبھی کبھار اس سے علاج کراتے رہتے ہیں، یا کھلم کھلا اس سے کسی بیماری کی دوا پوچھ لیتے ہیں لیکن خود ہی اس کو طبیب اور ڈاکٹر کا درجہ دیتے ہیں۔

ان چاروں قسم کے لوگوں میں کسے علاج و معالجہ کی شرعاً اجازت ہے؟ کسے نہیں؟ اس مسئلے میں درج ذیل حدیث بنیادی اہمیت

رکھتی ہے۔

عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بہ تکلف اپنے کو طبیب ظاہر کرے حالانکہ طبابت اس سے جانی نہیں گئی وہ ضامن ہے۔ (ابوداؤد ۲/۶۳۰، نسائی ۲/۲۴۹)

ساتھ مشورہ نہ ہو۔ پس مریض اس کے فعل سے مرگیا تو وہ ضامن ہوگا۔ یعنی دیت کے ضامن بالاتفاق اس کے عاقلہ ہوں گے۔ اس پر قصاص نہ ہوگا کیونکہ بغیر اجازت مریض اس نے از خود علاج نہیں کیا اور طبیب کی جنایت عام فقہاء کے نزدیک عاقلہ پر ہوتی ہے۔" (زاد المعاد ۳/۱۰۰)

عمر بن عبدالعزیزؒ کے صاحبزادے عبدالعزیزؒ روایت کرتے ہیں کہ:

"بعض وہ حضرات جو میرے والد کے پاس آتے تھے انھوں نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس طبیب نے کسی قوم کے سامنے خود کو بہ تکلف طبیب ظاہر کیا، جب کہ اس سے قبل علم طب اس سے جانا نہیں گیا، پس اس نے نقصان پہنچا دیا تو وہ ضامن ہوگا۔" (ابوداؤد ۲/۶۳۰)

یہ گفتگو ان اطباء کے متعلق تھی جو عامۃ الناس میں نیم حکیم خطرہ جان کہلاتے ہیں۔ لیکن جو معالج بحیثیت طبیب و ڈاکٹر معروف ہو چکا ہو، لوگوں کا اس کی طرف رجوع بھی رہتا ہو، اس کے حکم میں تفصیل ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔

طریقہ علاج میں طبی کوتاہی

اگر کسی طبیب یا ڈاکٹر نے طریقہ علاج میں طبی نقطہ نظر سے کوتاہی کی، نتیجہ میں مریض کی جان چلی گئی، یا کوئی عضو ضائع ہوگیا، یا مریض کو کسی قسم کا ناقابل تلافی نقصان پہنچ گیا تو ڈاکٹر ضامن ہوگا۔

علامہ کاسانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"دوسری قسم اجارہ میں نقصان کی وہ ہے جو امانت کو ضمان کی طرف پھیر دیتی ہے ...... انھیں میں سے اتلاف و افساد ہے جب اجیر نے تعدی کی ہو اور جان بوجھ کر کی ہو۔" (بدائع الصنائع ۴/۲۱۱)

آگے بتایا ہے کہ اجیر خاص اور اجیر مشترک سب اس حکم میں شامل ہیں۔ پھر امام زفرؒ کے ایک قول کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

خطاء حقوق العباد میں عذر نہیں ہے۔ یہاں تک کہ غافل اور ناسی سے بھی ضمان کا مواخذہ ہوگا۔ (حوالہ مذکور)

یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں کہ اطباء و ڈاکٹرس بھی اجیر ہوتے ہیں اور اجیر مشترک ہیں اور علامہ کاسانیؒ کی اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ چونکہ حقوق العباد میں خطاء اور نسیان بھی قابل مواخذہ اور سبب ضمان ہیں، عذر نہیں ہیں، اس لئے اطباء حضرات سے بھول چوک میں مریض کو جو نقصان پہنچ جائے اس کے بھی وہ ضامن ہوں گے۔

علاج کا کونسا طریقہ موجب ضمان ہے؟

اطباء مریضوں کا علاج کرنے اور دوا بتانے کے سلسلے میں مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں، مثلاً

۱) زبانی دوا بتا دیتے ہیں۔

۲) فیس لے کر دوا کا پرچہ لکھتے ہیں۔

۳) بلا فیس دوا کا پرچہ لکھ دیتے ہیں۔

۱۴ مریض کو بھرتی کر کے علاج کرتے ہیں۔ ڈاکٹر کے ہی آدمی دوا کھلاتے ہیں یا اس کے بارے میں بتا جاتے ہیں اور مریض یا اس کے ساتھ کے لوگ دوا کھلاتے ہیں۔ کچھ دوائیں وہیں سے مل جاتی ہیں کچھ بازار کی ہوتی ہیں۔

۱۵ بلا بھرتی کئے۔ فیس لے کر پرچہ لکھ کر، اپنے یہاں سے دوا دیتے ہیں، بعض دوائیں بازار سے بھی خریدنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

۱۶ بعض امراض میں آپریشن کرتے ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ صورتوں میں وہ کونسی صورت ہے جس میں مریض کو نقصان پہنچ جانا موجب ضمان ہوتا ہے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ کے صاحبزادے عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں:

ضمان کا حکم محض بیان کرنے سے نہیں ہے بلکہ رگوں کو کاٹنے، جیسے لے اور داغنے سے ہے۔ (ابوداؤد .../۲)

اس کی شرح میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں:

"ضمان کا یہ حکم زبان سے بیان کرنے سے نہیں ہے، ایسے ہی لکھنے سے بھی نہیں ہے، کیوں کہ جب کسی انسان کے لئے دوا بیان کرے، مریض نے اس پر عمل کیا اور ہلاک ہوگیا تو طبیب پر دیت لازم نہ ہوگی، بلکہ ضمان کا حکم رگوں کو کاٹنے، جیسے لے اور آگ سے داغنے سے ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جب طبیب، معالجہ کا کوئی طریقہ اپنے ہاتھ سے اختیار کرے، مثلاً رگ کاٹنے، کھال چیرنے، آگ سے داغنے یا اپنے ہاتھ سے دوا پلانے اور مریض کے منہ میں ٹپکانے اور نقصان پہنچ جائے، تو یہ جنایت ہوگی جس سے دیت لازم ہوگی۔ لیکن اگر اس کے لئے دوا بیان کردے اور مریض خود سے اسے کھالے تو اس صورت میں ضمان نہ ہوگا۔ (بذل المجہود .../۵)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ طریقہ علاج موجب ضمان ہے جس میں ہلاکت یا اتلاف، طبیب کے کسی فعل یا عمل کے نتیجے میں ہو۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: "پس مرد بعمل وے بمیرد"۔ (اشعۃ اللمعات .../۳)

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:

"لانه تولد من فعله الهلاك" یعنی اس لئے کہ اس کے فعل سے ہلاکت پیدا ہوئی۔ (مرقاۃ ...)

اگر کوئی ڈاکٹر اپنے ہاتھ سے دوا کھلاتا ہے یا نرس یا کمپاونڈر یا اپنے کسی بھی آدمی سے کھلواتا ہے اور دوا نقصان کر جائے اور مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچ جائے یا ہلاک ہو جائے، یا آپریشن اور جراحی و سرجری میں اسی قسم کا نقصان ہو جائے تو موجب ضمان ہونا ظاہر ہے۔ اسی طرح کوئی طبیب یا ڈاکٹر مریض کو بھرتی کر کے علاج کرتا ہے تو چوں کہ علاج کے سلسلے کا اکثر بلکہ تقریباً کل کام وہ اپنے ہاتھوں یا اپنے آدمیوں کے ذریعہ کرتا ہے اس لئے نقصان کی صورت میں یہ بھی موجب ضمان ہوگا۔

البتہ اگر صرف زبانی دوا بتادے یا پرچہ پر لکھ کر دے دے، خواہ فیس لے کر، یا بلا فیس ان صورتوں میں اتلاف و نقصان موجب ضمان نہ ہوگا۔ لیکن احقر کا خیال یہ ہے کہ اگر اس نے دوا بتانے یا لکھنے میں اصول طب کی خلاف ورزی کی ہو اور نقصان پہنچ گیا ہو تو مستحق تعزیر ہوگا گو وہ مستحق ضمان نہ ہو۔

"ہر اس شخص کی تعزیر ہوگی جو کسی منکر کا مرتکب ہو، یا کسی مسلمان کو ناحق کسی قول یا فعل سے تکلیف پہنچائے۔"

(در مختار [illegible])

ضمان کب عائد ہوگا؟

ہلاکت و اتلاف کی ہر صورت میں ضمان واجب نہیں ہوتا، بلکہ صرف درج ذیل تین صورتوں میں:

۱) طبی غلط کاری سے تعدی، تساہل اور لاپرواہی ہوئی ہو۔

۲) مریض یا اس کے اولیاء کی اجازت کے بغیر سرجری یا آپریشن ہوا ہو۔

۳) مریض یا اس کے اولیاء کی طرف سے جتنی اجازت ملی ہو اس سے تجاوز ہوا ہو۔

"خطابی نے کہا ہے کہ مجھے اس مسئلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں کہ معالج نے جب تعدی کی اور مریض کو تلف کر دیا تو ضامن ہوگا۔ پس جب اس کے فعل سے نقصان و اتلاف پیدا ہو تو دیت کا ضامن ہوگا اور قصاص اس سے ساقط ہوگا۔ اس لئے کہ بلا اجازت مریض اس نے از خود علاج نہیں کیا اور طبیب کی جنایت عام فقہاء کے قول میں اس کے عاقلہ پر ہوتی ہے۔" (بذل المجہود [illegible])

اسی عبارت کا حاشیہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے قلم سے یوں ہے:

"امام مالک کے نزدیک ضمان واجب ہوگا، ایسے ہی کہا عطاء وغیرہ نے بھی۔ موفق نے کہا ہے کہ پچھنا لگانے والے اور ختنہ کرنے والے اور متطبب پر دو شرطوں کے ساتھ ضمان نہیں ہے، ایک یہ کہ اپنے کام میں مہارت و بصیرت رکھتا ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس کے لئے کاٹنا وغیرہ، پچھنا لگانا جائز نہیں ہے۔ اگر اس کے باوجود کاٹا تو ضامن ہوگا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس کے ہاتھوں سے جنایت نہ ہوئی ہو کہ جتنا کاٹنا چاہئے تھا اس سے تجاوز کر گیا ہو۔ یہی امام شافعی اور اصحاب رائے (احناف) کا مذہب ہے۔ ہم اس میں کسی کا اختلاف نہیں جانتے۔" ([illegible])

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"جب فصد کھولنے والے نے فصد کھولی یا نشتر لگانے والے نے نشتر لگایا اور موضع معتاد سے آگے نہیں بڑھا تو اس کے فعل سے جو جنایت و نقصان ہوا ہے اس کا ضمان نہیں۔ لیکن اگر موضع معتاد سے تجاوز کر گیا تو ضامن ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہے جب فصد یا پچھنا مریض کی اجازت سے ہو۔ لیکن اگر مریض کی اجازت سے نہ ہو تو ضامن ہوگا، خواہ موضع معتاد سے تجاوز کرے یا نہ کرے۔ ایسے ہی السراج الوہاج میں ہے۔" (عالمگیری [illegible])

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

"دونوں روایتوں کے مجموعے سے دو شرطیں مستفاد ہوتی ہیں، ایک عدم تجاوز، دوسری عدم اجازت۔ انہیں دونوں صورتوں میں ضمان نہیں ہوگا۔ لیکن اگر دونوں یا ان میں کوئی ایک بات نہ ہو تو ضمان واجب ہوگا۔"

(البحر الرائق [illegible])

اگر علاج، سرجری یا آپریشن میں مریض یا اس کے اولیاء نے ڈاکٹر سے اس شرط پر علاج کرایا ہو کہ بہر حال مریض صحت مند ہو جائے اور بچ جائے۔ گویا جان کی یا عضو کی سلامتی کی شرط لگا کر سرجری یا آپریشن یا علاج کرایا ہو، ڈاکٹر نے اسے بالفرض منظور بھی کرلیا ہو اور مریض ہلاک ہوگیا یا اس کا کوئی عضو ضائع ہوا۔ ان سب صورتوں میں شرط کے باوجود ڈاکٹر پر ضمان نہ ہوگا۔ یہ شرط بے کار اور لاحاصل ہوگی۔ لیکن اس میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ ڈاکٹر نے طبی اصول کے مطابق علاج کیا ہو۔ نیز آپریشن یا سرجری میں بلا اجازت یا اجازت شدہ مقام سے تجاوز نہ کیا ہو۔ اب اس کے باوجود مریض ہلاک ہو جائے یا اس کا کوئی عضو بیکار ہو جائے تو گو بچ جانے کی شرط کے ساتھ آپریشن و علاج کیا ہو پھر بھی ضمان نہ ہوگا۔

"یہاں سے پچھنا لگانے والے اور نشتر لگانے والے کا معاملہ الگ ہوگیا اس لئے کہ محفوظ رہنا یا سرایت کر جانا، طبیعت کی قوت اور اس کے ضعف پر ہے۔ کوشش کے باوجود اس پر واقفیت ممکن نہیں۔ اس لئے سرایت سے بچ جانا اس کی وسعت میں نہیں۔ لہذا اس کو سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید نہیں کیا جاسکتا۔" (بدائع الصنائع ۴/۲۰۱)

ہدایہ میں ہے:

"عدم ضمان کی وجہ یہ ہے کہ سرایت سے تحرز ممکن نہیں اس لئے کہ یہ طبیعت کے تحمل میں طبائع کی قوت اور اس کے ضعف پر مبنی ہے۔ لہذا ایسے عمل جس سے (مریض) ٹھیک ہو جائے۔ کے ساتھ مقید کرنا ممکن نہیں۔" (۳/۲۰۱)

عنایہ میں ہے:

"اس کی وجہ یہ ہے کہ ہلاکت تعدی نہیں، بلکہ وہ سرایت کرنے پر ہے اور یہ چیز تحمل الم میں طبائع کی قوت اور ضعف پر منحصر ہے اور جو چیز اس طرح کی ہو وہ مجہول ہے اور مجہول سے احتراز غیر مقدور ہے۔ لہذا ایسے عمل کے ساتھ مقید کرنا ممکن نہیں، جو مریض کو ٹھیک کردے، کیونکہ اس قید کا اعتبار کرنے سے لوگ (اطباء) علاج کرنے سے بیٹھ جائیں گے جبکہ اس کی ضرورت ہے۔" (عنایہ مع فتح ۸/۲۰۱)

در مختار میں ہے:

"اگر پچھنا لگانے والے اور اسی قسم کے دوسرے لوگوں سے ایسے عمل کی شرط لگائے جو سرایت نہ کرے تو یہ شرط صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ اس کے بس میں نہیں ہے۔ ہاں اگر فعل غیر معتاد کا مرتکب ہو تو ضمان ہوگا۔" (در مختار ۵/۰۱)

ظاہر ہے کہ اگر اس قسم کی شرطیں لگائی جائیں اور ان کی وجہ سے ڈاکٹروں سے مواخذہ ہونے لگے تو کون ڈاکٹر ہوگا جو اس شرط کو قبول کرے گا اور قبول کرنے والا بھی تعدی اور تجاوز نہ ہونے کی صورت میں گرفت میں آنے کو تیار نہ ہوگا اور جنھیں اسی بنیاد پر ماخوذ کیا گیا ہو، دوسرے میدان معالجہ میں اترنے کی ہمت نہ کریں گے کہ کون جانے بلا قصور خود کو مصیبت میں ڈالے، اس کے نتیجے میں جو نقصانات ہوں گے اور علاج و معالجہ کا سلسلہ بند ہو جائے گا، جو مسائل اور مشکلیں کھڑی ہوں گی ان کا تصور بھی ناقابل برداشت ہے۔

اطباء حضرات کو ضامن قرار دینے میں دواؤں کے متعلق یہ پہلو بھی نظر میں رہنا ضروری ہے کہ اگر دوا کے استعمال کی آخری مدت گزر چکی ہے اور وہ دوا ڈاکٹر نے لکھی تھی مگر اپنے پاس سے دی نہیں تھی، مریض یا اس کے کسی متعلق نے خریدی اور اس دوا سے نقصان ہوا، ایسی صورت میں بھی ڈاکٹر ضامن نہ ہوگا۔

• حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عدویٰ، صفر اور ہامہ کوئی چیز نہیں، ایک اعرابی نے کہا اے اللہ کے رسولؐ اس اونٹ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ریت میں رہتا ہے گویا کہ وہ ہرن ہے۔ خارشی اونٹ اس سے ملتا ہے تو اسے بھی خارشی بنا دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے کو خارشی کس نے بنایا تھا؟" (بخاری [illegible])

اس قسم کی احادیث متعدد صحابہ کرامؓ سے مختلف کتبِ حدیث میں مروی ہیں۔ انھیں کے علاوہ یہ احادیث بھی ہیں۔

• ابوسلمہؓ سے مروی ہے انھوں نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہرگز نہ لایا جائے کوئی مریض، کسی تندرست پر۔" (بخاری [illegible]، مسلم [illegible])

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وفر من المجذوم کما تفر من الاسد۔ مجذوم سے ایسے بھاگو، جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

عمرو بن شریدؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ،

• وفد ثقیف میں ایک مجذوم شخص تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف ایک آدمی بھیجا کہ ہم نے تم سے بیعت کر لی، تم لوٹ جاؤ۔" (مسلم [illegible])

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ،

• رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ پیالہ میں رکھا اور فرمایا کھاؤ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے اور اس پر توکل کرتے ہوئے۔" (مشکوۃ [illegible])

یہ مختلف روایتیں ہیں جن میں سے کسی میں تعدیہ مرض کی نفی کی گئی ہے، کسی میں اسے کسی حد تک تسلیم کیا گیا ہے، کہیں جذامی سے شیر کی طرح بھاگنے کا حکم ہے اور جذامی کو دور سے ہی رخصت کر دیا گیا ہے، کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جذامی کا ہاتھ پکڑ کر بہ ملاطفت کھاتے ہوئے اپنے پیالے میں شریک فرمایا۔

اب آیئے شارحین حدیث کو دیکھیں کہ وہ ان بظاہر متعارض و متناقض احادیث کے مابین کیسے جمع و توفیق کرتے ہیں اور احادیث کا مطلب کس طرح بیان کرتے ہیں کہ اس معاملے میں منشائے شریعت واضح اور منقح ہو جائے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

• حدیث لاعدویٰ سے مراد اس خیال کی نفی ہے جو زمانہ جاہلیت میں لوگ جس کا گمان اور اعتقاد کرتے تھے کہ بیماری اور بلائیں بذات خود دوسروں تک متجاوز ہوتی ہیں، اللہ کے فعل سے نہیں۔ اور حدیث لا یورد ممرض علی مصح (نہ لایا جائے مریض تندرست کے پاس) میں اس چیز سے بچنے کی طرف رہنمائی کی گئی جس سے عادۃً اللہ کے فعل و قدرت سے ہی ضرر واقع ہوتا ہے۔ لہٰذا پہلی حدیث (لاعدویٰ والی میں) بالطبع عدویٰ کی نفی کی گئی ہے۔ لیکن اللہ کے فعل و تقدیر سے ضرر پہنچنے کی نفی نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں یہ رہنمائی کی گئی ہے کہ اس چیز سے بچا جائے جس سے اللہ کے فعل اور ارادہ و قدرت سے ضرر پہنچتا ہے۔"

اسی طرح کی بات مختلف اہل علم مثلاً ابن حجر عسقلانی (فتح الباری [illegible]) ملا علی قاری، علامہ نور الحق (مرقات [illegible])، صاحب عون المعبود، شیخ عبد الحق محدث دہلوی (اشعۃ اللمعات [illegible]) علامہ انور شاہ کشمیری (فیض الباری [illegible]) اور مولانا اشرف علی تھانوی (امداد الفتاویٰ [illegible]) نے بھی لکھی ہے۔

غرض بعض امراض ذریعہ کے درجہ میں متعدی ہو سکتے ہیں لیکن لازمی اور طبعی چیز نہیں کہ ضرور دوسرے کو ہو جائے اور کبھی اس کے خلاف نہ ہو بلکہ کبھی دوسرے کو ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ یہی تجربہ اور مشاہدہ بھی ہے۔

طاعون کے متعلق احادیث و احکام

عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوها و اذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها

(البخاری ۲/۸۵۳ باب ما یذکر فی الطاعون)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم سنو کہ فلاں جگہ طاعون کی بیماری ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب وہاں طاعون پھوٹ پڑے جہاں تم ہو تو وہاں سے نہ نکلو۔

عن عبد الله بن عامر ان عمر خرج الى الشام فلما كان بسرغ بلغه ان الوباء وقع بالشام فاخبره عبد الرحمن بن عوف ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا سمعتم به بارض فلا تقدموا عليه و اذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فرارا منه۔ (حوالہ مذکورہ)

عبد اللہ بن عامر سے مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ شام کی طرف گئے اور سرغ پہنچے تو انھیں خبر پہنچی کہ شام میں وبا پھوٹ پڑی ہے، عبد الرحمن بن عوفؓ نے انھیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم کسی زمین میں اس کے متعلق سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب اس جگہ واقع ہو جائے جہاں تم ہو تو ڈر سے وہاں سے نہ بھاگو۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الطاعون شهادة لكل مسلم۔ (حوالہ مذکورہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

عن يحيى بن يعمر عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم انها سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الطاعون فاخبرها نبي الله صلى الله عليه وسلم انه كان عذابا يبعثه الله على من يشاء فجعله الله رحمة للمؤمنين فليس من عبد يقع الطاعون فيمكث في بلده صابرا يعلم انه لن يصيبه الا ما كتب الله له الا كان له مثل اجر الشهيد۔ (حوالہ مذکورہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

یحییٰ بن یعمر سے روایت ہے انھیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بتایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بتایا کہ یہ ایک عذاب ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہے بھیجتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے مومنین کے لئے رحمت بنا دیا ہے۔ پس کوئی بندہ ایسا نہیں کہ طاعون کی بیماری پھیلے اور وہ اپنے شہر میں صبر کر کے بیٹھا رہے یہ جانتے ہوئے کہ اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی مگر جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے لکھ دی ہو، تو اس کے لئے شہید کے برابر ثواب ہے۔

عامر بن سعد اسامہ بن زیدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ طاعون ایک عذاب ہے

جو تم سے پہلی امتوں پر مسلط کیا گیا تھا۔ یا (یوں) فرمایا کہ بنی اسرائیل پر مسلط کیا گیا تھا لہٰذا جب یہ کسی زمین میں ہو تو وہاں سے فرار اختیار کرتے ہوئے نہ نکلو اور جہاں یہ واقع ہو وہاں نہ جاؤ۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طاعون سے بھاگنے والا میدانِ جہاد سے بھاگنے والے کی طرح ہے اور اس میں صبر کرنے والے کو شہید کا اجر ملتا ہے۔ ([illegible] باب الطاعون)

شارحین کی آراء

احادیث مذکورہ کے متعلق علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"اس حدیث میں اس شخص کے لوٹنے کا جواز ہے جو کسی شہر میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو، پھر جانے کہ وہاں طاعون ہے۔ یہ بدفالی کے باب سے نہیں ہے بلکہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے روکنا ہے، یا سدِ ذرائع کے باب سے ہے کہ جو شخص اس جگہ جائے اور طاعون میں مبتلا ہو جائے تو یہ اعتقاد نہ رکھے کہ وہاں نہ گیا ہوتا تو بیمار نہ ہوتا اور وہ طاعون کو عدویٰ کی طرف منسوب کرے جب کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔"

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ صورتیں تین ہیں (۱) ایک شخص طاعون کی جگہ سے محض فرار کے لئے نکلا، یہ ممانعت کو بلاشبہ شامل ہے۔ (۲) ایک شخص محض کسی حاجت کے لئے بلاقصدِ فرار نکلا، مثلاً یہ شخص اس شہر سے اپنے وطنِ اقامت کوچ کا ارادہ کر رہا تھا۔ جس میں وہ گیا تھا۔ وہاں پہلے سے طاعون نہیں تھا، اتفاقاً اس کی واپسی کی تیاری کے دوران وہاں طاعون پھیل گیا، اس کا وہاں سے کوچ کرنا فرار کے ارادہ سے بالکل نہیں ہے۔ لہٰذا یہ ممانعت میں داخل نہیں۔ (۳) جسے کوئی حاجت پیش آگئی اور نکلنے کا ارادہ کیا، اس میں یہ صورت شامل ہے کہ طاعون والی جگہ چھوڑ کر اقامت اختیار کرنے سے راحت کا قصد کیا۔ یہی صورت محلِ نزاع ہے۔ اس آخری صورت میں سے یہ بھی ہے کہ جس جگہ ہے وہ زمین وبا زدہ ہے اور جس جگہ جانے کا ارادہ ہے وہ محفوظ ہے۔ اسی مقصد کے تحت وہ دوسری جگہ جاتا ہے۔ اس صورت میں سلف سے اختلاف نقل ہوتا آیا ہے جس نے منع کیا اس نے فی الجملہ فرار کی صورت پر نظر کی اور جس نے اجازت دی اس نے اس بات پر نظر کی کہ وہ فرار کے طور پر عمومِ خروج سے مستثنیٰ ہے اس لئے یہ خالص فرار کے لئے نکلنا نہیں ہے بلکہ علاج کے لئے نکلنا ہے۔" (فتح الباری ۱۰/۱۹۰)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں:

ثم ان النهي عن الخروج مطلق في اكثر الاحاديث وفيه قيد مفيد في حديث ابن عباس الآتي: فلا تخرجوا فرارا منه وكثيرا ما يكون القيد مذكورا في بعض الطرق ويغفل عنه الناس ويقعون في الاختلافات. (فیض الباری ۴/۳۰۹)

نکلنے کی ممانعت اکثر احادیث میں مطلق ہے۔ لیکن اس میں ایک مفید قید بھی ہے جو عبد اللہ ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے۔ وہ یہ کہ وہاں سے مت نکلو طاعون کی جگہ سے فرار کے لئے۔ بعض طرق کی بہت سی احادیث میں یہ قید موجود ہے، لوگ اس سے غافل ہیں لہٰذا اختلافات میں پڑتے ہیں۔

شمار کرتے ہیں۔ راقم الحروف نے یہ بات اردو کی ایک اخبار نویس مسز ... کے مضمون میں تقریباً دو سال قبل پڑھی تھی۔ یہ مضمون بمبئی کے روزنامہ "انقلاب" یا "اردو ٹائمز" میں چھپا تھا۔ افسوس کہ اس وقت نہ وہ اخبار سامنے ہے نہ اس کا نام ہی یاد ہے۔

سوالنامہ کے جوابات

وبائی امراض کے متعدی ہونے یا نہ ہونے اور وبائی جگہوں پر جانے اور وہاں سے نکلنے کے متعلق مذکورہ تفصیلات کے بعد اب سوالات کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

(۱) چوں کہ قول محقق و حق یہ ہے کہ مطابق تعدیہ امراض لازمی اور ضروری نہیں۔ اس لئے جس مریض میں ایڈز کے جراثیم پائے گئے ہیں، اگر اسے اپنے گھر یا سماج میں اچھوت بن کر رہ جانے کا خوف ہو تو وہ اسے چھپا سکتا ہے۔ اہل خانہ اور متعلقین کو مطلع کرنا ضروری نہیں۔

(۲) ڈاکٹر راز داری برتے۔ کیوں کہ راز افشا ہونے کی صورت میں اس کے ساتھ بدسلوکی ہو سکتی ہے۔

(۳) اہل خانہ، متعلقین اور سماج کی شرعی ذمہ داری ہے کہ اس کو تنہا نہ چھوڑے، اس کا علاج کرائے، اسے اچھوت نہ سمجھے۔ کیوں کہ

حقوق مسلمین مثلاً تیمارداری، غسل اور کفن دفن فرض ہیں، اسے چھوڑنا جائز نہیں۔ ایسے ہی عیادت مریض کی شارع نے جتنی ترغیب دی ہے اور ابھارا ہے، اسے بھی ترک کرنا مناسب نہیں۔ شرع میں وبا کی جگہ آنے کی جو ممانعت وارد ہوئی ہے اس سے اس شخص کو منع کرنا ہے جو دوسری جگہ ہو اور طاعون کی جگہ پر آئے۔ لیکن طاعون کی جگہ کے لوگ ایک دوسرے کے پاس آجا سکتے ہیں اور ایک دوسرے کی عیادت و تیمارداری کر سکتے ہیں، یہ اس ممانعت میں سے نہیں ہے جو حدیث میں ہے۔ بھلا وہ فرض کیسے چھوڑا جا سکتا ہے جسے شارع نے فرض کیا، جس کی ترغیب دی، جس پر ابھارا۔ عدوی (اچھوت) کا جو ذکر ہے وہ امر موہوم ہے، ان امور غیبیہ میں سے ہے جن کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اگر کسی شخص میں اس کا وجود ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے کے حق میں بھی ایسا ہی ہوگا۔

([illegible] ۲۰۰)

(۴) ایڈز کا کوئی مریض جو اپنے مرض کی نوعیت سے واقف ہو، خون وغیرہ دے کر یا کسی بھی طریقہ سے یہ مرض دوسرے تک منتقل کرنے کی کوشش کرے، خواہ بالقصد یا بلا ارادہ اور وہ دوسرا شخص ایڈز کا مریض ہو گیا، تو یہ شخص قاتل شمار نہیں۔ کیوں کہ یہ بات قطعی نہیں ہے کہ خون وغیرہ دینے سے دوسرا بیمار پڑ ہی جائے۔ محض امکان ہے کہ اسی کی وجہ سے وہ ایڈز کا مریض ہو گیا ہو اور یہ بھی امکان ہے کہ خود اس میں ایڈز کے جراثیم رہے ہوں۔ پہلے شخص کے دینے پر بھی بیمار ہوا ہو۔

البتہ راقم کا خیال یہ ہے کہ بالقصد ایسا کرنے پر وہ عند اللہ گنہگار ہوگا کیوں کہ دوسرے کو ضرر پہنچانے کی کوشش کی ہے لیکن دنیوی کوئی حکم اس پر عائد نہ ہوگا۔

(۵) اگر ایڈز کا مرض، عام مشاہدہ و تجربہ کے مطابق، جنون، جذام اور برص کی طرح انسانی طبائع کے لئے قابل نفرت بن چکا ہو اور بغیر ضرر کے عورت کے لئے شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا ممکن نہ ہو تو امام محمد کے قول کے مطابق اور یہی مفتی بہ بھی ہے۔ عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

جب یہ ذہنی حالت کو پہنچ جائے کہ اس کے ساتھ رہنے کا تحمل نہ ہو، کیوں کہ اب بیوی کو شوہر کے اس جنون وغیرہ کی وجہ سے

دوسرے لوگوں سے پیش آئیں مثلاً شادی نکاح وغیرہ تو ایسے مواقع پر جان کار لوگوں کی ذمہ داری ہوجاتی ہے کہ ضرورت پڑنے پر وہ عیب چھپی ہوئی باتیں بھی ظاہر کردیں۔ ایسی صورت میں ایک فریق کو دوسرے کی مضرت سے روکا جاتا ہے۔ جہاں منفعت اور مضرت جمع ہوجائیں وہاں مضرت کے پہلو کو ترجیح حاصل ہوتی ہے اس کی مثالیں بھی اسلامی شریعت میں موجود ہیں۔ امام غزالی نے احیاء علوم میں ذکر فرمایا ہے۔

۱۔ وکذلک من اشتری مملوکا وقد عرف المملوک بالسرقة او بالفسق او بعیب آخر فلک ان تذکر ذلک له بدعته وفسقه ، فان في سکوتک ضرر المشتري وفي ذکرک ضرر العبد والمشتري اولی۔

۲۔ وکذلک المستشار في التزویج وایداع الامانة له ان یذکر ما یعرفه ، علی قصد النصح ۔

۳۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من القی جلباب الحیاء من وجهه فلا غیبة له ۔ حضرت عمر نے فرمایا لیس لفاجر حرمة ۔ (احیاء علوم ص ۱۵۲ ج ۳)

ان تصریحات سے ثابت ہے کہ دوسروں کو ضرر سے بچانا چاہئے۔ اس لئے پوشیدہ امراض یا عیوب کو ظاہر کردینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے فقط واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

[illegible]

حامدا و مصلیا اما بعد!

مشہور مقولہ ہے جس کو غلطی سے حدیث قرار دیا ہے علامہ طاہر پٹنی نے تذکرۃ الموضوعات میں اس کو موضوع قرار دیا ہے تاہم اس کے مقولہ ہونے سے انکار نہیں۔ وہ مقولہ ہے العلم علمان، علم الادیان وعلم الابدان علم ادیان کا تعلق صحت اعمال، صحت عقائد سے ہے جب کہ علم الابدان کا تعلق انسان کے جسم سے متعلق صحت اور مرض سے ہے۔

بیماریاں

انسان کے دنیا میں آنے کے ساتھ ہی اس کے جسم کو عوارضات لاحق ہوتے رہتے ہیں۔ جن کا تعلق آب و ہوا، خوراک اور خود انسان کے کیفیات فاسدہ اور اعمال کی بے اعتدالیوں سے ہے۔ زمانہ قدیم سے یہ ہوتا رہا ہے کہ ہر انسان نے اپنی طبیعت اور مزاج کی ناسازی (جس کو بیماری کہا جاتا ہے) اگر خود نہیں جانتا تو اس کے دفعیہ کے لئے اپنی قریبی زیادہ واقف کار سے اس کا ذکر کیا ہے اور اس واقف کار نے اپنے تجربہ اور واقفیت سے اس کا ازالہ کیا ہے۔ اسی کا نام علاج ہے حضرت ابوہریرہ نے روایت کیا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما انزل الله داء الا انزل له شفاء (بخاری)

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری بھیجی اس کی شفاء بھی بھیجی۔"

شفاء سے مراد دوا اور علاج ہے سب سے پہلے حضرات انبیاء علیہم السلام کو اس کا علم ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

ان نبی الله سليمان كان اذا قام يصلی رای شجرة نابتة بين يديه فيقول لها ما اسمك فتقول كذا فيقول لای شیء انت فتقول لكذا (مرقاة ص [illegible] ج ۱)

"اللہ کے نبی حضرت سلیمان جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو کوئی درخت ان کے سامنے ہوتا آپ اس سے دریافت کرتے تیرا نام کیا ہے اور کس مرض کے لئے ہے وہ درخت کہتا اس مرض کے لئے۔"

اس باب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت امراض کی بہت دوائیں منقول ہیں۔ اس کے بعد تجربات کی راہیں کھلیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام سے لوگوں نے سیکھا اور تجربات کئے اس طرح علاج کا میدان بہت وسیع ہو گیا۔ ایک مرتبہ حضرت عروہ نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا کہ آپ کو فن طب میں بہت واقفیت ہے یہ آپ کو کہاں سے حاصل ہوئی ہے۔ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ علامہ سیوطی نے فرمایا، اطباء عرب و عجم نے حضرت عائشہ کے ذریعہ بہت علم طب حاصل کیا۔ (مرقاة ص [illegible] ج ۱)

ان معروضات سے اس قدر ثابت ہے کہ علاج، تعلیم و تجربات اور کسی کی زیر نگرانی تربیت سے حاصل ہوتا ہے۔ اطباء کے ذریعہ

(الف) اگر اس نے بچے کو ایسی جگہ چھوڑا جہاں اس کے زندہ بچ جانے کا امکان غالب ہے کہ کوئی ضرور دیکھ لے گا اور اٹھا لے گا، تو عورت کی رازداری کرنا مستحب ہے۔ اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ،

"حدود میں شہادت کے معاملے میں گواہوں کو پردہ پوشی اور اظہار کے درمیان اختیار ہے۔ اس لئے وہ دو نیکیوں کے

درمیان ہیں۔ اظہار کرنے سے حدود قائم ہوں گی، یہ بھی نیکی ہے اور پردہ پوشی سے مسلمان رسوائی اور بے عزتی سے بچے گا، یہ بھی نیکی ہے۔ لیکن پردہ پوشی کرنا افضل ہے۔" (ہدایہ ۲/۳۰۲)

(ب) اگر ایسے خطرے کی جگہ چھوڑا ہے جہاں اس کے ہلاک ہو جانے کا غالب گمان ہے تو عورت کی رازداری نہ کرے، بلکہ متعلقہ حکام کو عورت کے متعلق بھی خبر کرنا ضروری ہے کیوں کہ،

"الضرر الاشد یزال بالضرر الاخف۔" "ضرر شدید ضرر خفیف سے زائل کیا جائے گا۔" (الاشباہ والنظائر ص ۱۲۰)

۱۰۔ مسلمان ڈاکٹر اپنے مریض کے لئے یہ طریقہ علاج استعمال نہیں کر سکتا کیوں کہ بوقت ضرورت تداوی بالحرام کی اجازت، بیماری کے لئے ہے اور نشہ کا عادی ہونا لت ہے، کوئی بیماری نہیں ہے کہ دیگر علاجوں سے مایوس ہونے کے بعد تداوی بالحرام کی اجازت ہو۔

(بحوالہ حاشیہ ابن عابدین ۔۔۔ الفتاوی الہندیہ ۵/۳۵۵)

۱۱۔ ایسے افراد کی رازداری جائز نہیں ہے۔ متعلقہ شخص کو خبر کرنا ضروری ہے کیوں کہ مشہور قاعدہ ہے کہ،

"ضرر خاص، ضرر عام کو دور کرنے کے لئے برداشت کیا جائے گا۔"

غرض صحیح شرعی اور مسلمانوں کو شر سے بچانے کے لئے، کبھی کبھی غیبت واجب ہو جاتی ہے۔ (ازالہ المحاسن ۱۰/۱۰۰)

۱۲۔ چوں کہ حجب لازم نہیں، اس لئے رازداری نہ کرے۔ تفصیلی بحث پچھلے اوراق میں گزر چکی ہے۔ متعدی امراض کے احکام کے تحت۔

ان تفصیلات کے بعد سوالات کے جوابات ملاحظہ کریں:

۱، ۲، ۳۔ کسی شخص کے طبعی عیوب اور عملی عیوب میں فرق کیا جائے گا۔ بصارت ختم ہو جانا، کسی لاعلاج بیماری کا پتہ لگنا جس سے ناقص الاعضاء بچے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، یا مادہ منویہ میں جراثیم تولید نہ ہونا، کوئی اندرونی مرض یا عیب ہونا، طبعی اور قدرتی عیوب میں داخل ہیں۔

شرابی، جھوٹا، زانی ہونا، فاسق و فاجر ہونا، عملی عیوب میں داخل ہیں۔

مذکورہ بالا سوالات میں فریق ثانی کے جن عیوب کا، فریق اول کی خیر خواہی کے جذبہ سے، نہ کہ فریق ثانی کو نقصان و ایذا رسانی کے لئے، ذکر کرنے کی اجازت دی گئی وہ سب وہ عیوب ہیں جن کا نسل سے تعلق ہے۔

لہٰذا احقر کا خیال یہ ہے کہ طبعی اور قدرتی عیوب بغیر پوچھے نہ بتائے جائیں اور پوچھنے پر دونوں طرح کے عیوب بتائے جا سکتے ہیں۔ جذبہ خیر خواہی کا ہو، کسی کو نقصان پہنچانے کا نہ ہو، اگرچہ ایک فریق کو نقصان پہنچ کے رہے گا، مگر اس کی پروا نہیں کی جائے گی۔ سد ہو الفساد من الغیر کا مقصد اہم ہے اسے بہرحال حاصل کرنا ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

> "وہ شخص جو شادی کے لئے مشورہ مانگے، یا کسی کے پاس امانت رکھنے کے متعلق مشورہ چاہے تو وہ جو جانتا ہے بتا دے۔ اس میں مشورہ چاہنے والے کی خیر خواہی مقصود ہو، غیبت مقصود نہ ہو۔ پس اگر جانے کہ محض اتنا کہہ دینے سے شادی کا ارادہ ترک کر دے گا کہ "وہ تمہارے لئے ٹھیک نہیں" تو یہی واجب ہے کیوں کہ یہی کافی ہو گیا، اور اگر جانے کہ عیب کی صراحت کئے بغیر شادی سے نہیں رکے گا تو صراحت کر دے۔" (احیاء العلوم ۳/۱۵۲)

ایسے موقع پر رازداری کے بجائے بیانی مقدم ہوگی۔

۴۔ بینائی متاثر ہونا، معلوم و مشاہدہ چیز ہوگی، اس کا نقصان بھی ظاہر و معلوم ہے۔ اس لئے ڈاکٹر ڈرائیور کے لئے متعلقہ محکمہ کو ڈرائیور کی بینائی کی اطلاع دے سکتا ہے، ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش بھی کر سکتا ہے۔ ملازمت خطرہ میں پڑنے سے ڈرائیور اور اس کے گھر والوں کی معاشی پریشانی کی پروا نہیں کی جائے گی کیوں کہ مشہور قاعدہ ہے کہ "اگر دو ضرریں جمع ہو جائیں تو جو ضرر کے اعتبار سے بڑی ہو، "اَیّ کا ارتکاب" کر کے اس کی رعایت کی جائے گی۔" (اشباہ، ص ۸۹)

نیز بظاہر اس کی نوبت نہیں آئے گی، یوں کہ جب بینائی اس حد تک پہنچ جائے گی تو وہ خود ہی گاڑی چلانا ترک کر دے گا یا اس کے گھر والے روک دیں گے، کیوں کہ دوسروں کی جان کے ساتھ خود اس کی جان کو بھی خطرہ ہوگا۔

۵۔ رازداری جائز نہیں، متعلقہ محکمہ کو خبر دینا ضروری ہوگا۔ علامہ آلوسی:

"غرض صحیح شرعی کے لئے کبھی کبھی غیبت واجب ہو جاتی ہے ...... جیسے مسلمانوں کو شر سے بچانا۔" (روح المعانی ۲۶/۱۵۸)

۶۔ بچے کے بارے میں حکومت کے متعلقہ محکمہ کو خبر کرنا ضروری ہے، رازداری جائز نہیں ہے۔ جہاں تک اس عورت کا تعلق ہے اس میں دو صورتیں ہیں:

مولانا محمد نعیم صدیقی
(استاذ تخصص جامعہ اسلامیہ، بہاولپور)
(ناظم ادارت شرعیہ [illegible])

محور اول

۱۔ جو شخص قانوناً کسی مریض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں یعنی اس کو سرکاری سرٹیفکیٹ حاصل نہیں ہے لیکن اپنا ذاتی مطالعہ اور تجربہ رکھتا ہو اور دست شفا حاصل ہے اطراف و جوانب میں وہ اس مہارت پر مشہور و معروف ہوگیا، اگر اس شخص نے کسی مریض کے کہنے پر اس کا علاج کیا تو اس کا یہ علاج کرنا جائز ہے۔ اور اگر کبھی کبھار اتفاقی طور پر اس کے علاج سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا یا اس کا انتقال ہوگیا تو اس پر کوئی ضمان یا تاوان لازم نہیں ہوگا۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ [illegible])

لیکن اگر وہ عطائی اور تجربہ کار نہیں، اور ذاتی مطالعہ میں بھی پوری واقفیت نہیں رکھتا بلکہ روپیہ کمانے کے لئے یا شہرت حاصل کرنے کے لئے علاج کرے، اور مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچے یا انتقال ہوجائے، تو اس پر ضمان و تاوان شریعت مطہرہ کے مطابق لازم آئے گا۔

جب استعمال کرے تعدی اپنا حق لوگوں کے عرف میں جو معتاد ہے اس کے غیر طریقہ پر، پھر اس پر غیر کے لئے ضرر مرتب ہو تو وہ ظلم سے اس کو روکا جائے گا اور بدلہ دیا جائے گا ضرر حاصل کرنے والے کو اس چیز کا جو اس کو نقصان پہنچا۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ [illegible])

۲۔ سوال میں جس ڈاکٹر کا ذکر ہے اگر کسی مریض کا علاج کرے، لیکن اس نے طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں تو یہ ظلم اور تعسف ہے، اور مریض کو پہنچنے والے نقصان یا اس کی جان کے تاوان کی ضمانت ڈاکٹر پر لازم ہوگی، جیسا کہ الفقہ الاسلامی وادلتہ [illegible] میں ہے:

> پانچواں قاعدہ: استعمال کرنا حق کا ایسے طریقے سے کہ ... یا تو غلطی کے ساتھ، جب انسان اپنے حق کو استعمال کرے اس طریقہ پر جس میں احتیاط اور حفاظت و تحقیق نہ ہو، اور غیر کو ضرر پہنچ جائے، اور یہ غلطی کے ساتھ معروف ہے، تو وہ ظلم کرنے والا ہوگا، اور اس کی اس قصوری کا اس سے سوال کیا جائے گا، سو یہ سب کے سب عدالتی ہے حق کو استعمال کرنے میں، پس اس پر اس ضرر کے عوض تاوان مرتب ہوگا جو غیر کو پہنچایا، کیونکہ اس پر تحقیق کرنا اور ہوشیار رہنا اور حفاظت کرنا اس کے ہر قصد و ہر کام کرنے میں اس پر واجب تھا، جب اس میں کوتاہی کرے گا تو اپنے عمل کے نتیجہ کو اپنے اوپر اٹھائے گا، یہ حکم لوگوں کے خون اور مال کی حفاظت کے لئے۔

لیکن جس کام میں ڈاکٹر کے لئے مشقت ہو اور عادۃً جس ضرر سے مریض کو بچانا ممکن نہیں اس جیسی چیز میں ڈاکٹر پر کوئی تاوان لاحق نہ ہوگا جیسا کہ فقہ اسلامی وادلتہ [illegible] میں ہے:

> اور یہ قاعدہ دو حالتوں میں شامل نہیں کیا جائے گا، پہلی حالت جب کہ حق استعمال کرنے میں احتراز کرنا یا تحقیق کرنا ممکن نہ ہو، جیسا کہ وہ طبیب جو اپنے آپریشن کا عمل معتاد طریقہ پر کرتا ہے، سو یہ عمل ایک عضو یا جان کی ہلاکت کی طرف پہنچائے تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔ دوسری حالت جب کسی شخص نے ان تمام احتیاطوں کو اختیار کیا اور اس کے باوجود مریض کو نقصان پہنچا تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔

۵۔ اگر ڈاکٹر تجربہ کار قانوناً علاج و معالجہ کا اجازت یافتہ اور آپریشن کرنے کا تجربہ کار بھی ہے، اور تجربہ مطلوبہ ہے۔ اگر قریبی اعزہ سے اجازت لینے میں جو دیر لگے گی اس سے اس جیسے مریض بدون آپریشن ہلاک ہونے کے قریب ہو جاتے ہیں لہذا ڈاکٹر اپنے تجربہ کی بناء پر حسن نیت سے آپریشن کرے، اور اتفاقاً وہ مریض فوت ہو گیا، یا اس کا آپریشن شدہ عضو بے کار ہو گیا، تو اس صورت میں اس مریض کو پہنچنے والے نقصان کا ضمان نہیں آئے گا۔

والدلیل ظاہر فی الجواب الثانی:

لیکن اگر ڈاکٹر نے کسی قسم کی کوتاہی اور بے جا دست اندازی کرکے آپریشن کیا اور مریض یا اقرباء مریض موجود ہونے کے باوجود ان کی اجازت حاصل نہیں کی تو اس جیسی صورت میں ڈاکٹر کو علیٰ حسب القانون الشرعی ضمان یا تعویض دینا لازم ہوگا۔

والدلیل علی الجواب الثانی: جو الفقہ الاسلامی وادلتہ کے مصنف علام نے مرقوم فرمایا:

> اور دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا نقصان کے عوض کو قتل خطاء میں دیت کے ادا سے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا نقصان پہنچانے سے جو مروی ہوئی حدیث میں کہ "خود ضرر میں مبتلا نہ ہو اور دوسرے کو بھی ضرر نہ پہنچائے"، اور ضرر کو دفع کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے عوض اور ضمان واجب قرار دینے کے علاوہ۔

۶۔ اس صورت مسئلہ میں اگر ڈاکٹر کا اس مریض کا محسن ہونا پہلے سے ثابت ہو چکا ہے اور مریض کے اقرباء وغیرہ ہمیشہ سے اس کو اختیار دیتے ہوئے علاج و معالجہ کرانے کا ثبوت ہے تو اس صورت میں مریض کو پہنچنے والے نقصان کا ضامن نہیں قرار دیا جائے گا کیوں کہ اس صورت میں ڈاکٹر اس مریض کی خیر خواہی کے ساتھ علاج ضرور کرے گا، اور حتی المقدور احتیاطی طریقہ ضرور بالضرور اختیار کرے گا۔

اگر ایسا نہ ہو تو ڈاکٹر کو ضامن قرار دیا جائے گا، اور مریض کو پہنچنے والے نقصان کا تاوان اس پر شرعاً لازم ہوگا، جیسا کہ الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲ / ۱۰۵ میں ہے:

> اس قاعدہ کی بنیاد یہ ہے کہ حق کو استعمال کرنے میں خطاء سے پیدا ہونے والا نقصان، چاہے یہ حق شارع کے اذن سے ثابت ہوا ہو، یا عقد کے ذریعہ سے، یا تو ان دونوں کے علاوہ حق کو استعمال کرنے میں، کیوں کہ حقوق کا استعمال مقید ہے سلامتی کی شرط کے ساتھ جیسا کہ فقہاء نے ثابت کیا ہے، اور اس لئے کہ لوگوں کا مال و متاع اور دم و خون محفوظ ہے، کسی حالت میں ضائع نہیں کیا جائے گا، سو واجب ہے اس کا ضمان، اور جو نقصان پہنچا ہے اس کا عوض دینا۔

محور دوم

۱۔ جس مریض میں ایڈز کے جراثیم پائے گئے ہیں اس کے لئے احتیاطاً ضروری ہے کہ اپنے اہل خانہ اور متعلقین کو اس سے مطلع کرے، کیوں کہ مریض کا نقصان خاص اپنے لئے، اور اس کی وجہ سے تمام گھر والے اور متعلقین وغیرہ کا نقصان زیادہ اہمیت رکھتا ہے، ایک کی وجہ سے تمام اہل خانہ و متعلقین کا نقصان شریعت برداشت نہیں کر سکتی ہے۔ جیسا کہ الاشباہ والنظائر میں ہے:

الصنائع ۲/۳۰۹) شیخین کے نزدیک فسخ نکاح کا مطالبہ کرنے کا اختیار نہیں۔ لیکن امام محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک عورت کو یہ حق ہے فسخ نکاح کا۔ اسی طرح شامی، رد المحتار، بحر الرائق وغیرہ تمام کتب فقہ میں ہے۔ لیکن بحر الرائق میں اس بحث کی تحقیق کے بعد احناف کا ایک فقہی قاعدہ لکھا ہے کہ قاضی کو اختیار ہے اس کا فیصلہ دینے کا۔ عبارت کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

اور ہم نے لکھا ہے قواعد فقہیہ میں مذہب حنفیہ کے موافق کہ زوجین میں سے کسی ایک کو عیب کے ارد سے قاضی رد نکاح کرنے کا فیصلہ کرے تو یہ قضا نافذ ہوگی۔ (بحر الرائق ۴/۱۲۷)

۵۔ ایڈز کی مریضہ کو اگر حمل قرار پایا تو اگرچہ طبی لحاظ سے مرض کا منتقل ہونا یقینی ہو لیکن شرعاً یہ ظنیات کے قبیل سے ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیحہ کرتی ہے کہ یہ اسی و الظن (او کما قال) (ترمذی) خود الفاظ حدیث کی شاہد ہے "فاذا مرضت فهو يشفين" چوں کہ ایڈز کی بیماری کا تجاوز شک اور ظنیات میں سے ہے اور قاعدہ موجود ہے۔ "اليقين لا يزول بالشك" نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ "لكل داء دواء" تو ایڈز کی بھی ضرور دوا ہے لیکن عام اطباء کو اب تک یہ دوا حاصل نہیں۔

لہٰذا اس صورت مسئلہ میں ایڈز کا مرض بچے کے اندر تجاوز کر جانے کے خوف سے اسقاط حمل کے تدابیر اختیار کرنا شرعاً جائز نہ ہوگا۔ ہاں اگر حمل چار مہینے سے کم کا ہو تو علامہ شامی کی رعایت کرتے ہوئے اجازت دی جا سکتی ہے۔ رد المحتار ۲/۳۸۰ میں ہے کہ:

کیا حمل کے بعد اسقاط جائز ہے یا نہیں؟ ہاں مباح ہے اسقاط جب تک وہ خلقت میں نہ آئے اور یہ خلقت جب ہی ہوگی جب ایک سو بیس دن گزر جائے (یعنی چار مہینے) اور محققین کرام نے تخلیق سے روح کا پیدا ہو جانا مراد لیا ہے۔

۶۔ چوں کہ "طلب العلم فريضة على كل مسلم و في رواية و مسلمة" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے دینیات کا ضروری علم سیکھنا مسلمان ہر کس و ناکس پر فرض عین ہے جیسا کہ شامیؒ نے تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ (دیکھئے شامی ۱/۳۰)

لہٰذا جو بچے یا بچی ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں ان کو مدارس و اسکول میں داخلے سے محروم کرنا درست نہیں ہوگا۔ جب کہ عام حالات میں اس سے دوسرے بچوں میں مرض منتقل ہونے کا خطرہ نہیں ہے مگر صرف آپس کی لڑائی میں اس کے جسم سے خون نکل جائے اور وہ خون دوسرے بچوں کو لگ جائے اور دوسرے بچے اس کا خون چوس لیں یا جنس بے راہ روی میں مبتلا ہو کر یہ مرض دوسروں تک پہنچ جانے کے اندیشہ سے اس کو تعلیم زندگی سے بے بہرہ کرنا کسی طرح روا نہ ہوگا۔ بلکہ تعلیمی ذمہ دار حضرات پر ضروری ہوگا کہ ان مریض بچے بچیوں کو ضروری احتیاط کے ساتھ تعلیمی فرائض کو انجام دیتے رہیں تاکہ کسی طرح مذکورہ اندیشہ کی چیزیں ان سے لاحق نہ ہونے پائے۔

۷۔ اس قسم کی صورت حال میں والدین، اہل خانہ اور سماج کی ذمہ داریاں جواب نمبر ۶ میں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "لا عدوى" ہے یعنی زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں کا اعتقاد تھا کہ مرض اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے تجاوز نہیں کرتا بلکہ ایک مریض سے دوسرے مریض میں خود بخود تجاوز کرتا ہے۔ ان کے اس فاسد اعتقاد کو اس فرمان سے باطل کیا اور یہ ظاہر کر دیا کہ مرض کا تجاوز کرنا اللہ کے حکم سے ہوتا ہے ورنہ "فمن اعدى الاول" یعنی پہلے شخص کو کس سے تجاوز کر گیا۔

مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ۸/۳۶۹ میں ہے۔

> اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز نہ وارد ہوئے بیمار صحیح تندرست پر۔ یقیناً ارادہ کیا اس فرمان سے کہ مضرت اس چیز کی ہے جس کو اطباء (اعتقاد) اعتقاد کرتے ہیں۔ سو وہ لوگ یقین کرتے ہیں کہ تجاوز کرنے والی بیماریاں ضرور بالضرور اثر پیدا کرنے والیاں ہیں۔ پس ان کو اطلاع دے دی اس قول سے کہ معاملہ طبیبوں کے وہم کے مطابق نہیں بلکہ وہ مشیت الٰہی کے ساتھ متعلق ہے۔ اگر اللہ چاہے تو تجاوز کرے گی اور نہ چاہے تو نہیں۔ اور اشارہ کرتا ہے اس معنیٰ کی طرف آپ کا یہ قول "فمن اعدی الاول" یعنی اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ بے شک سبب بیماری کا صرف عدویٰ ہے۔ تو پہلے کو بیماری کس سے تجاوز کر کے آئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول "فر من المجذوم" اور "لایوردن ذو عاهة على مصح" سے بیان فرمایا کہ احتراز کرنا بیماری سے علت کے سبب سے ہے لہٰذا اس سے پرہیز کرنا چاہئے جیسا کہ پرہیز کیا جاتا ہے جھکنے والی دیوار سے۔ اور عیب دار کشتی سے۔ بے شک مضرت ان دونوں میں آتی ہے کہ کہیں ان سے ملنے کے بعد ان کو یا ان کے اونٹ کو کوئی بیماری ہو جائے تو وہ اعتقاد کرنے لگے کہ بے شک عدویٰ حق ہے۔

لہٰذا ڈاکٹرز، اہل فقہ اور صحافی کو بھی اس قسم کے اعتقاد پر معقولی کے ساتھ قائم رہنا چاہئے نیز اطباء کے مشورہ کو ضرور اختیار کرتے ہیں۔ اور تعاون قدرت سے دعا و استغفار میں مشغول ہو جایا کریں۔ اور وباء و طاعون میں جو ذمہ داری افراد و وظائف کی ہے اس کو ضروری سمجھ کر ادا کرتے رہیں۔

۵۔ ایڈز، طاعون، کینسر وغیرہ امراض جب طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلہ میں پہنچ جائیں اور عادتاً ایسے امراض میں مبتلا مریض کی موت ہی ہوتی ہے۔ تو اس مریض پر مرض الموت کا حکم لگایا جائے گا۔ چنانچہ الفقہ الاسلامی وادلتہ (۱۰/ ۴۰) میں ہے:

> مرض موت وہ مرض ہے جس مرض سے اطباء کی رائے کے مطابق موت کا وقوع ہونا غالب ہے یا جس مرض کا آخر انجام موت ہی ہے اگرچہ اس مرض سے موت کا وقوع ہونا غالب نہ ہو یعنی مدار حکم اس مرض سے کثرت موت پر ہے اگرچہ غالب نہ ہو۔

اور اس مریض پر مرض الموت کے احکام جاری ہوں گے مثلاً وہ مریض اگر کوئی ہبہ کرے اور کل مال کے ثلث سے زائد مقدار کا ہبہ ہو تو ثلث سے زائد مال میں اس کا ہبہ نافذ نہیں ہوگا۔

۶۔ طاعون، ایڈز یا اس جیسے مہلک امراض کے پھیلنے کی صورت میں حکومت کی طرف سے آمد و رفت کی جو پابندی لگتی ہے عدویٰ پر اعتقاد کرتے ہوئے۔ شریعت نے اس پر اعتقاد کرنے سے منع کیا۔ لہٰذا اس اعتقاد کے ساتھ پابندی لگانا شریعت کے خلاف ہے۔ لیکن مہلک مرض کے متعلق احتیاط کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اس اعتقاد کو درست رکھ کر آمد و رفت پر پابندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی جاری تھا اور صحابہ کے زمانہ میں بھی۔ ذیل میں حضرت عمرؓ کا فرمان درج کیا جاتا ہے۔

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری (۲۱/ ۲۵۵) میں ہے۔

> حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ شام کی طرف گئے یہاں تک کہ جب مقام سرغ میں پہنچے تو لشکروں کے امیروں نے ان سے ملاقات کی وہ ابو عبیدہ ابن الجراح اور ان کے ساتھی تو انہوں

نے ان کو خبر دی کہ شام میں وبا واقع ہو گئی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا پس کہا عمرؓ نے کہ میرے لئے مہاجرین اولین کو بلاؤ۔ تو ان کو بلایا ان سے مشورہ طلب کیا اور ان کو خبر دی کہ شام میں وبا واقع ہو گئی ہے۔ سو وہ لوگ جواب دینے میں مختلف ہو گئے۔ سو بعضوں نے کہا کہ آپ ایک امر کے لئے نکلے ہیں ہم آپ کو اس سے لوٹنا ہماری رائے نہیں ہے۔ اور بعضوں نے کہا آپ کے ساتھ باقی ماندہ لوگ ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام آپ ان لوگوں وبا پر پیش کرنا ہماری رائے نہیں ہے۔ تو اس نے فرمایا کہ میرے پاس سے آپ لوگ اٹھ جائیے۔ پھر فرمایا میرے لئے انصار کو بلاؤ۔ میں نے ان کو بلایا پس ان سے مشورہ طلب کیا تو ان لوگوں نے بھی مہاجرین کا راستہ اختیار کیا اور ان لوگوں کے اختلاف کی طرح اختلاف کیا۔ تو انھوں نے فرمایا کہ اٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا میرے لئے ان لوگوں کو بلاؤ جو قریش کے شیوخ میں سے اور فتح سے پہلے ہجرت کرنے والے ہوں۔ تو میں نے ان لوگوں کو بلایا سو ان میں سے دو شخص بھی ان کو جواب دینے میں مختلف نہیں ہوئے۔ پس انھوں نے کہا کہ ہماری رائے ہے کہ آپ لوگوں کو لے کر لوٹ جائیں اور ان لوگوں کو اس وبا پر پیش نہ کریں۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں میں اعلان کیا کہ واپسی کے لئے میں صبح کو سواری پر بیٹھ جاؤں گا۔ تم بھی صبح کو سواری پر بیٹھ جاؤ۔ تو ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے فرمایا: کیا اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ابوعبیدہ کاش تیرے سوا دوسرا کوئی یہ بات کہتا اور انھوں نے فرمایا کہ ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں اب مجھے بتلایئے اگر آپ کے کچھ اونٹ ہوں اور آپ ایسے میدان میں اتریں جس کے دو کنارے ہیں۔ ایک کنارہ تر و تازگی والا ہے اور دوسرا قحط زدہ۔ کیا اگر تر و تازگی والے حصہ میں چرائیں تو اللہ کی تقدیر کے مطابق چرائیں گے اور اگر قحط زدہ علاقہ میں چرائیں تو بھی اللہ کی تقدیر کے مطابق نہیں ہو گا؟ اس کے بعد عبدالرحمن بن عوف حاضر ہوئے جو اپنی بعض حاجت کی وجہ سے غائب تھے انھوں نے کہا اس بارے میں میرے پاس علم موجود ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کو کہتے ہوئے سنا۔ جب اس وبا کی خبر کسی زمین میں سنو تو اس میں نہ آؤ۔ اور جب کسی زمین میں واقع ہو جائے اور تم اس میں موجود ہو تو اس سے بھاگنے کے ارادہ سے نہ نکلو۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس پر ہو گئے۔

-

۱۔ سوال میں جن صورتوں کا بیان ہے۔ ان صورتوں میں آمد و رفت میں شرعاً کسی قسم کی پابندی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی حدیثیں ثابت ہیں ان تمام سے مقصد صرف یہ ہے کہ بیماری کا تجاوز کرنا اللہ کے حکم سے ہے۔ بیماروں سے بیماری بالطبع تجاوز نہیں کرتی۔ اگر کوئی شخص یہ گمان کرے کہ اس وبا کے علاقوں میں رہے گا تو اس پر بھی یہ وبا آ جائے گی۔ اسی طرح اگر طاعون جیسے امراض والے علاقہ میں جائے گا تو اس پر بھی یہ طاعون جیسا مسئلہ مرض لاحق ہو جائے گا اس قسم کا اعتقاد رکھتے ہوئے آمد و رفت پر پابندی عائد کی گئی جو حقیقۃ اسلامی عقائد کے خلاف ہے۔ علامہ عینی اور نووی نے لکھا ہے کہ اگر طاعون سے فرار مقصود نہ ہو، بلکہ کسی دوسری غرض سے نکل جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ دیکھئے، عمدۃ القاری [illegible]، شرح نووی علی مسلم [illegible]

محور سوم

اس بارے میں قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم "اللہ کو پسند نہیں کسی کی بری بات کا ظاہر کرنا، مگر جس پر ظلم ہوا ہو۔

یعنی اگر کسی میں دینی یا دنیا کا عیب معلوم ہو تو اس کو مشہور نہ کرنا چاہئے (اسی کو غیبت کہتے ہیں) البتہ مظلوم کو رخصت ہے کہ ظالم کا ظلم لوگوں سے بیان کرے۔ ایسے ہی بعض اور صورتوں میں بھی غیبت روا ہے۔ (از [illegible] حاشیہ ۱۰۰)

علامہ نوویؒ نے شرح صحیح مسلم جلد دوم [illegible] میں فرمایا کہ غیبت، شرعی غرض سے چھ صورتوں میں مباح ہے:

لیکن غرض شرعی کے لئے غیبت مباح ہے، اور وہ چھ اسباب کے لئے ہے ان میں سے ایک تظلم (ظلم کی فریاد) کرنے کے لئے جائز ہے مظلوم کو کہ بادشاہ و قاضی وغیرہ ایسے آدمی سے جس کو ولایت اور قدرت حاصل ہے اس ظالم سے انصاف کرنے پر سو وہ کہے کہ فلاں نے مجھ پر ظلم کیا یا میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیا، اور دوسرا تغییر منکر اور رد معاصی کے لئے فریاد کرنا، سو کہے اس شخص کو جس کی قدرت کی امید ہو کہ فلاں آدمی ایسا کرتا ہے، اس سے اس کو ڈانٹ دیجئے، اور اس جیسی بات۔ تیسرا فتویٰ طلب کرنے میں یوں طور مفتی سے کہے فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا یا میرے باپ نے یا میرے بھائی نے یا میرے زوج نے کیا اور اس سے خلاصی کا اور اس کا ظلم مجھ سے دور کرنے کا راستہ کیا ہے، اور اس جیسی بات، تو جائز ہے حاجت کے لئے، اور بہتر ہے کہ کہے کسی شخص کے بارے میں یا زوج یا والد یا والد کے کہ اس کا واقعہ ایسا ایسا ہوا ہے، اس کے باوجود بھی معین کرنا جائز ہے، ہندہ کی حدیث سے کہ ابو سفیان بخیل آدمی ہے۔ چوتھا ڈرانا مسلمانوں کو شر سے اور وہ چند طریقہ سے ہوتا ہے ان میں سے ایک مجروح راوی، شاہدوں اور مصنفوں کا جرح کرنا اور یہ بالاجماع جائز ہے، بلکہ شریعت کی حفاظت کے لئے واجب ہے۔ ایک ان میں سے رشتہ جوڑنے میں مشورہ کے وقت اس کے عیب سے خبر دینا، اور ان میں سے ایک جب تب دیکھیں گے ایک شخص کو کہ عیب دار شی یا چور سارق یا عبد زانی یا ایسی کوئی چیز خرید رہا ہے، تو مشتری کو یہ ذکر کرے جب کہ مشتری اس کو نہیں جانتا ہے بطور اس کی خیر خواہی کے نہ کہ ایذاء رسانی اور افساد کے قصد سے، اور ان میں سے بعض یہ ہے کہ جب تو دیکھے دین کے طالب کو کہ فاسق کے پاس یا مبتدع کے پاس آتا جاتا ہے، اور اس سے علم حاصل کرتا ہے، اور اس پر اس کا اثر پڑتا ہے تو اس کی نصیحت کرنا، اس شخص کا حال بیان کرنا تجھ پر لازم ہے، اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس شخص کو کچھ ولایت حاصل ہے اس کو اپنے طریقہ پر قائم نہیں کرتا ہے اس کی اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے یا فسق کی وجہ سے، تو ذکر کرے ایسے شخص کے پاس جس کی ولایت اس پر ہے تاکہ اس کے حال پر استدلال کرے اور اس سے دھوکا نہ کھائے، یا تو اس کو استقامت لازم کرے، پانچویں کھلی ہوئی بدعت اور فسق کرنے والا جیسا کہ شراب نوشی اور لوگوں کو خواہ مخواہ گرفتار کرنا اور ٹیکس وصول کرنا، اور باطل امور کا ذمہ لینا، تو جائز ہے ذکر کرنا اس کا جو کھلم کھلا کرتا ہے اور غیر کے لئے جائز نہیں ہے مگر دوسرے سبب کی وجہ سے، اور چھٹا جب کوئی عیب کسی کا لقب پڑ جائے تو بطور لقب اس کو ذکر کرنا پہچان کے لئے جیسا کہ لنگڑا، اندھا، گونگا، اور اس کو ناقص قرار دینے کے طور پر ذکر کرنا حرام ہوگا۔

(۱) صورت میں دو حیثیتیں ہیں، ایک یہ کہ خود ڈاکٹر ان کے بغیر پوچھے اس نوجوان کو جو عیب ہے اس کو آگاہ کردے یہ شرعاً جائز نہیں ہوگا
کیوں کہ اسی کو شرعاً غیبت سے تعبیر کیا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن ربانی موجود ہے "ولا یغتب بعضکم بعضا" (اور تم ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے ایک
دوسرے کو افشا یہ حرام ہے۔ اور اگر لڑکی والے سے ڈاکٹر کی جان پہچان ہے یا رشتہ دار ہے تو ان چار قسموں میں سے چوتھی قسم کی تیسری
شق کے مطابق خیرخواہی کے قصد سے خبر دینا مباح ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ لڑکی یا لڑکی کے گھر والے اس ڈاکٹر سے اس نوجوان کے علاج و معالجہ کی معلومات حاصل کرنے کے لئے
جانا چاہیں تو ان کو کہنا ضروری ہے۔ اگر نہ کہے گا تو شرعاً مجرم ہوگا، لہذا صحیح رپورٹ صاف صاف کرکے بیان کرنی چاہئے گی۔

(۱) ایسی معلومات یہ تحقیقات کی قسم میں سے ہیں جب تک ان امور کا عام معلومات میں شمول نہ ہوگا تب تک اس پر یقین نہیں دیا جاسکتا
ہے، علاوہ ازیں ڈاکٹر اپنی ان معلومات کی دوسرے کسی سے خبر دینے پر مجبور نہیں۔ اگر کوئی ڈاکٹر دوسرے فریق کے طلب کے بغیر خود
اپنی طرف سے اس کی اس بیماری کو بیان کرے تو اس کو غیبت میں شمار کیا جائے گا جو حرام ہے۔

ہاں اگر کوئی اس کو طلب کرے تو اس کی خیرخواہی کی نیت سے اپنی تحقیقات و معلومات کو بیان کرنا اس کے لئے ضروری ہوگا۔

(۲) ڈاکٹر پر لازم اور ضروری نہیں کہ وہ خود جاکر دوسرے فریق کو باخبر کرے۔ کیوں کہ مشاہدات سے معلوم ہے کہ اس قسم کے بہت سے
مریض لوگ بھی شادی کے بعد کچھ ایام گزرنے کے بعد تندرست اور صحت یاب ہوگئے۔

ہاں اگر وہ فریق ڈاکٹر سے ان کے مرض کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے رابطہ قائم کرے، تو ڈاکٹر پر لازم ہے کہ اس
مریض کے متعلق جتنی معلومات حاصل ہوئی ہیں مطلع کردے وہ بھی چوتھے نمبر کے مضمون میں شامل ہوگا۔

(۳) ہاں اس صورت میں ڈاکٹر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی بیماری کے بارے میں اطلاع کردے اور ڈرائیونگ لائسنس
منسوخ کرنے کی سفارش کرے۔ کیوں کہ ان پر بہت سارے لوگوں کی حیات و موت کی ذمہ داری ہے، اس کی اور اس کے گھر والوں کی
معاشی پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے دوسری کسی صورت کو اختیار کرنا ان پر ضروری ہے، اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو ان کی بھی جان
کا خطرہ ہے، اگر خدا نخواستہ اس قسم کے حادثہ سے وہ خود مرجائے تو پھر بھی وہی معاشی پریشانیوں کا سوال لاحق ہوگا، قرآن کریم میں ہے
ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ (اور (اپنے ہاتھوں) اپنی جان کو ہلاکت میں (نہ ڈالو) اس کے لئے ضروری ہے کہ اس قسم کی ملازمت کو چھوڑ دے۔
ڈاکٹر کو اس میں خیانت کا گناہ نہیں ہوگا کیوں کہ وہ عام لوگوں پر ظلم کررہا ہے نیز اس کا لازم نتیجہ یہ ہے کہ اپنے اہل و عیال پر ظلم ہوگا لہذا
مذکورہ چار قسموں میں پہلی قسم میں شامل ہوگا، علاوہ ازیں فقہی قاعدہ کے موافق متعلقہ محکمہ کو اطلاع دینا ضروری ہوگا۔ دفعاً للضرر
العام۔

(۵) ہاں اگر کوئی شخص کسی ایسی ملازمت پر جس سے لوگوں کی زندگیوں کا تعلق وابستہ ہے اور وہ شراب یا دوسری نشہ آور چیزوں کا اس طرح
عادی ہے اور اس کو ترک نہیں کرتا، تو وہ ڈاکٹر جو اس کا علاج کررہا ہے متعلقہ محکمہ کو اس کے حالات سے ضرور اطلاع کردے، اس میں
ڈاکٹر کو مریض کی رازداری قطعاً روا نہیں ہے، وہ بھی اقسام سے میں شامل ہوگا، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "لاضرر ولا
ضرار فی الاسلام" کیوں کہ اس کے ذریعہ لوگوں کی جانیں خطرہ میں ہیں اور اسلام کسی کو نقصان پہنچانے کو برداشت نہیں کرسکتا ہے۔

(۶) ہاں ایسی صورت میں ڈاکٹر کو حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کردینے کی پوری ذمہ داری ہے۔ اگر ڈاکٹر صورت کی رازداری کرے تو بے
معصوم بے ہلاک ہوجائے گا، اس کے اس غلط اقدام کے بارے میں عدالت یا حکومت کے متعلقہ محکمہ کو خبر دے کر اس ناجائز فعل کی جس

فرض ہو گئے سد باب کرنا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نفس کی حفاظت کا پورا انتظام کرانا اس کی علاج پر ہی موقوف ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: من اراد السلامة فليطلبها في سلامة غيره، او كما قال عليه الصلوة والسلام (جو شخص
بھلائی کا ارادہ کرے سو چاہئے کہ وہ طلب کرے اپنے بھائی کی بھلائی)

(۷) اگر اس ڈاکٹر کو اپنے تجربہ سے اس قسم کے حشیات کے عادی مریض کو اس قسم کی عادت چھڑانے میں وقتاً وقتاً سے وہی شراب یا
نشہ دار چیز میں خاص دوا اس کو چھڑانے کی تدبیر پر یقین ہو تو شرعاً طبیب کو حرام شئی بقدر ضرورت استعمال کرانے کی اجازت ہے۔
جیسا کہ الاشباہ والنظائر ۹۸ میں ہے:

> جب دو مفسدہ متعارض ہو تو رعایت کی جائے گی ان کی جو ضرر کے اعتبار سے اعظم ہے اخف پر عمل کرتے ہوئے
> (آگے چل کر مصنف نے فرمایا کہ) جو کوئی مبتلا ہو دو مصیبتوں میں اور وہ دونوں برابر ہیں۔ تو جس کو چاہے اختیار
> کرے۔ اور اگر دونوں مختلف ہو تو ان میں سے جو کم تر ہے اس کو اختیار کرے کیوں کہ حرام کو اختیار کرنا جائز نہیں
> مگر ضرورت شدیدہ کے واسطے اور کوئی ضرورت نہیں زیادت کی حق میں۔

(۸) اس قسم کے جرائم پیشہ افراد جو ماہر نفسیات ڈاکٹر کے زیر علاج ہوتے ہیں وہ ڈاکٹر اس مریض کے اس پیشہ کے متعلق لوگوں کو اور حکومت
کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کر دے تاکہ اس کے ضرر سے لوگ محفوظ رہیں کیوں کہ وہ فقہ کے اس اصول کے اندر شامل ہوگا۔

يتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام، وهذا مقيد لقولهم الضرر يزال بمثله.

عام نقصان کو دفع کرنے کے لئے خاص نقصان کو برداشت کر لیا جائے گا اور یہ مقید ہے فقہا کے اس قول سے کہ نقصان کو اس کے
مثل ضرر ہی سے دور کیا جائے گا۔

ڈاکٹر کو رازداری کرنا متعلقہ اشخاص کے حق میں ظلم ہوگا۔ لہٰذا ان تمام کام میں اصل دار و مدار نیت پر ہے۔ وہ حسن نیت سے
مصلحت کی بنا پر اگر افشاء راز کرے اور مفاد عام کو مد نظر رکھے تو مذکورہ اقسام ستہ میں سے چوتھی قسم میں شمار ہوگا اور اس افشاء سے گنہ گار
نہیں ہوگا بلکہ ان الاعمال بالنیات ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بموجب اجر اور ثواب کا مستحق ہوگا۔

(۹) اس وقت حق کا اظہار کرنا ضروری ہے۔ اگر صاحب المطلب حق کا اظہار نہیں کیا تو کتمان حق کا مجرم قرار پائے گا۔ اور اگر اس کو پیش نہ کیا
جائے اور اس کے پاس حکومت یا عدالت میں پیش کرنے کا کوئی شرعی پہلو موجود نہ ہو تو ڈاکٹر کے لئے افشاء راز ضروری نہیں۔ مذکورہ
اقسام ستہ کے اعتبار سے اس کو بیان کرنا مباح ہے۔

(۱۰) طبی اصول کے مطابق ڈاکٹر کا آخری فیصلہ ہے کہ اس بیماری کے بیمار سے دوسروں میں تجاوز کرنے کا پورا اندیشہ ہے۔ گو شرعاً یہ
چھوت قطعیات کے قبیل سے ہے۔ پھر بھی اس قسم کی صورت حال میں شریعت نے احتیاط کا در کھول رکھا ہے۔
لہٰذا گھر والوں میں جو لوگ مریض کے ہمدرد ہیں ان کو اس بات پر واقف کرنا مناسب ہے یہ فریضہ گو کہ بظاہر مریض کے لئے
تکلیف کا باعث سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقتاً ان کی خیر خواہی ہے۔ تاکہ ان کے ساتھ احتیاط برتی جا سکے۔

اس محور کے تمام سوالات کے جوابات کے لئے علامہ نووی کی مذکورہ عبارت دلیل ہے۔ نیز علامہ شامی نے بھی اسی قسم کی بات
لکھی ہے۔ (دیکھئے شامی ۵/۲۰۰)

طبی اخلاقیات

حدیث و فقہ کی روشنی میں

مولانا محمد ابوبکر قاسمی

مدرسہ اسلامیہ شرعیہ، محمد پور، ضلع [illegible] (بہار)

اس دنیا کو اللہ رب العزت نے مجموعۂ اضداد بنایا ہے اور اضداد و اختلاف ہی کی رنگا رنگی سے دنیا کے اس چمن کو زینت بخشی ہے چنانچہ ذوق شاعر نے بہت خوب کہا ہے:

> گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن　　اے ذوق جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں کہیں روشنی ہے تو کہیں تاریکی ہے۔ اگر کسی جگہ علم کا چراغ جل رہا ہے تو دوسری جگہ جہالت کا گھٹاٹوپ اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ نے صحت کو پیدا فرمایا ہے، تو اسی کے ساتھ بیماری کو بھی اتارا ہے۔ اور پھر ہر بیماری کے ساتھ اس کی شفاء کے لئے دوا کو بھی نازل فرمایا ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ما انزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء (رواہ البخاری کتاب الطب، مشکوٰۃ) اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لئے اس کی شفاء نازل فرمائی ہے اور مسلم شریف میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے: لکل داء دواء فاذا اصیب دواء الداء برأ باذن اللہ تعالیٰ۔ (رواہ مسلم کتاب السلام باب لکل داء دواء، مشکوٰۃ)

ہر بیماری کی دوا ہے، پس جب دوا بیماری سے مل جاتی ہے تو اللہ کے حکم سے (بیماری ختم ہو جاتی ہے اور) صحت ہو جاتی ہے اور ترمذی، ابوداؤد اور مسند احمد کی ایک روایت میں وارد ہے کہ

قالوا یا رسول اللہ افنتداوی قال نعم یا عباد اللہ تداووا فان اللہ لم یضع داء الا وضع لہ شفاء غیر داء واحد الهرم۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد، مشکوٰۃ) صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! کیا ہم لوگ دوا علاج کریں تو آپ نے فرمایا ہاں، اے اللہ کے بندو! دوا سے علاج کیا کرو (اور دوا علاج کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضور پاک صلی اللہ نے ارشاد فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بیماری نہیں پیدا فرمائی جس کی شفاء نہ رکھی ہو علاوہ ایک بیماری کے اور وہ بڑھاپا ہے۔

اور ابوداؤد شریف میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان اللہ انزل الداء والدواء وجعل لکل داء دواء فتداووا ولا تداووا بحرام۔ (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ) اللہ تعالیٰ نے بیماری اور علاج دونوں کو نازل فرمایا ہے اور ہر بیماری کے لئے علاج رکھا ہے۔ پس تم علاج کیا کرو اور حرام چیز سے علاج نہ کرو (بشرطیکہ حلال دوا موجود ہو)

مذکورہ احادیث نبویہ سے نہایت صراحت کے ساتھ جہاں یہ معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت نے ہر بیماری کے ساتھ اس کی دوا اور اس کے علاج کو پیدا فرمایا ہے۔ وہیں یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی انسان بیمار ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی بیماری کا علاج کرائے اور اس کی دوا تلاش کرے اور اچھے ڈاکٹر کی طرف رجوع کرے۔ لیکن یاد رہے کہ ہر آدمی یا ہر ڈاکٹر ہر بیماری کی دوا نہیں جانتا۔

مذکورہ احادیث پاک میں مذہب اسلام نے خود ساختہ حکیموں اور جاہل ڈاکٹروں کے خلاف جو قانونی کارروائی کی ہے کہ - جو شخص طبیب نہ ہو، مگر لوگوں کا علاج کرتا ہو تو اگر اس کے علاج سے کسی کو نقصان پہنچ جائے تو اسے تاوان ادا کرنا ہوگا -

اگر ان روایات نبویہ کو پیش نظر رکھ کر غور کیا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ جو شخص قانونا علم طب سے ناواقفیت کی بنیاد پر کسی مریض کے مرض کے علاج کرنے کا مجاز نہ ہو، مگر وہ اپنے ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بنیاد پر دواؤں اور امراض کے سلسلہ میں کچھ واقفیت رکھتا ہو لیکن باضابطہ اس نے کسی ماہر استاذ کی خدمت میں رہ کر علم طب نہ سیکھا ہو تو ایسے شخص کے لئے کسی مریض کے کہنے پر اس مریض کا علاج کرنا شرعا جائز نہیں ہے، اور اگر اس کے علاج سے کسی مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچ گیا یا اس کا انتقال ہوگیا تو اس پر ضمان و تاوان اور دیت واجب ہے، اور ایسا شخص شرعا قابل تعزیر ہے چنانچہ علامہ خطابی علیہ الرحمہ نے معالم السنن میں (مذکورہ احادیث نبویہ کی تشریح کرتے ہوئے) لکھا ہے کہ میرے علم کی حد تک علماء کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص علمی اور عملی طور پر طب سے واقف نہیں ہے، اگر اس کے علاج سے مریض ختم ہو جائے تو اسے دیت ادا کرنی ہوگی اور اس کا بوجھ اس کے عاقلہ (قریبی رشتہ دار اور ورثاء) اٹھائیں گے، البتہ اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا اس لئے کہ مریض کی اجازت کے بغیر وہ علاج نہیں کر سکتا تھا۔

(معالم السنن ۴/ ۳۹ بحوالہ صحت و مرض اور اسلامی تعلیمات ۲۰۰)

قال الخطابي لا اعلم خلافا في المعالج اذا تعدى فتلف المريض ضمن الدية لا القود لانه لا يستبد به بدون اذن المريض والضمان على العاقلة (حاشية ابي داؤد ۲/ ۶۳۰ كتاب الديات)

(۲) اسی طرح ایک ڈاکٹر ہے جس کو قانونا علاج و معالجہ کی اجازت ہے چنانچہ اس نے کسی مریض کا علاج کیا، لیکن اس نے طبی احتیاطی طور پر نہیں رکھی، مثلا بعض ضروری جانچ اس نے نہیں کروائی، یا مریض کی پوری دیکھ ریکھ نہیں کی، تو اگر ایسے ڈاکٹر کے علاج سے کوئی مریض فوت ہو جائے، یا اس کا کوئی عضو مثلا آنکھ وغیرہ ضائع ہو جائے تو وہ ڈاکٹر مریض کو پہنچنے والے نقصان یا اس کے جان کے تاوان و ضمان بھرنے کا ضامن ہوگا، اس لئے کہ اس نے جان بوجھ کر کوتاہی کی ہے، جس کی وجہ سے مریض کو نقصان پہنچ گیا ہے، لہذا اس پر تاوان واجب ہوگا۔ (طب نبوی مترجم ص ۲۰۲)

(۳) اگر ڈاکٹر کی رائے میں برائے علاج مریض کا آپریشن ضروری ہے اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے قریبی اعزہ سے اجازت لئے بغیر آپریشن کر دیا، مگر آپریشن کامیاب ہونے کے بجائے مہلک ثابت ہوا، اور مریض فوت ہوگیا یا اس کا آپریشن شدہ عضو بیکار ہوگیا، تو ایسی صورت میں تاوان کے وجوب و عدم وجوب کے سلسلہ میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، لیکن اگر ڈاکٹر نے بالغ مریض کی اجازت سے اس کا آپریشن کیا یا اس کے نابالغ یا مجنون یا بے ہوش ہونے کی صورت میں ولی کی اجازت سے آپریشن کیا تو اس صورت میں بالاتفاق تاوان واجب نہیں ہے، اور عدم اجازت کی صورت میں بھی درست بات یہی معلوم ہوتی ہے، کہ ڈاکٹر پر تاوان واجب نہ ہو، اس لئے کہ وہ ڈاکٹر مریض کا محسن و خیر خواہ تھا، اور محسن لوگوں پر تاوان کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ہے، ہاں اگر وہ ظالم ہو تو اس صورت میں ولی کی اجازت کے باوجود بھی اسے تاوان دینا واجب ہوگا، اور اگر ظالم نہ ہو تو تاوان واجب نہ ہوگا۔ (طب نبوی مترجم ص ۲۰۲)

في الدر المختار في كتاب الجنايات قبيل باب الشهادة في القتل مسئل ... عن صبية سقطت من سطح فانفتح راسها فقال كثير من الجراحين ان شققتم راسها تموت وقال واحد منهم ان لم تشقوه اليوم تموت وانا اشقه وابرئها فشقه فماتت بعد يوم او يومين هل يضمن فتأمل مليا ثم قال لا اذا كان الشق باذن وكان الشق معتادا ولم يكن فاحشا خارج الرسم قيل له فلو قال ان ماتت فانا ضامن هل يضمن

لا تستحق عليه استحالة بتفسير شرط السمسار [illegible] على الامين ما علم عليه الضرورة [illegible] وقال الشامي في رد المحتار (قوله على الخ) [illegible] في الشيخ [illegible] الرهن [illegible] من اصطلاح الفقهاء لعدم ما يطلق عليه اسم الامانة [illegible] واستظهر [illegible] والله تعالى اعلم - (الفقه الاسلامي [illegible] ۲۰۲)

(۲) اگر کسی مریض پر بے ہوشی طاری ہو اور وہ اجازت دینے کے لائق نہ ہو، اور اس کے اعزہ یہ طبی مقام سے بہت دور ہوں اور فی الفور ان سے رابطہ قائم نہ ہو سکتا ہو، ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کی رائے میں آپریشن فوری طور پر ضروری ہو اور تاخیر ہونے کی صورت میں اس کے نزدیک مریض کی جان جا سکتی ہو، یا اس کے عضو کو کوئی خطرہ لاحق ہو سکتا ہو، اس لئے اس نے مریض اور اس کے قریبی اعزہ سے اجازت حاصل کئے بغیر مریض کا آپریشن کر دیا، اور یہ آپریشن ناکام رہا اور مریض کی جان چلی گئی یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو گیا، تو ایسی صورت میں شرعاً ڈاکٹر ضامن نہ ہوگا اور مریض کو پہنچنے والے نقصان کا تاوان اس پر واجب نہ ہوگا۔

محور دوم

(۱) ایڈز کا مرض چونکہ ایک ساتھ رہنے، اٹھنے، بیٹھنے، کھانے سے منتقل نہیں ہوتا ہے، اس لئے ایڈز کے مریض کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے گھر والوں یا دیگر متعلقین کو اپنے مرض سے آگاہ کرے، خصوصاً اس وقت جب کہ خطرہ ہو کہ وہ اپنے مرض کے اظہار کے بعد اپنے گھر اور سماج و معاشرہ میں اچھوت بن کر رہ جائے گا، اسی طرح اس وقت جب کہ اس مرض کو اپنے قریب ترین رشتہ داروں سے چھپائے رکھنے کی صورت میں ڈاکٹروں سے علاج کرانے میں مریض کو اپنے متعلقین سے پورا پورا تعاون مل سکے، البتہ میاں بیوی کا باہمی تعلق چونکہ گھر کے دیگر لوگوں سے کچھ مختلف ہوتا ہے، اس لئے ان میں سے کوئی ایک اگر ایڈز کے مرض میں مبتلا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ دوسرے کو اس مرض کی اطلاع دے اور اس مرض سے حفاظت حاصل کرنے میں ہر ایک اپنا تعاون پیش کرے، اسی طرح جن صورتوں میں ایڈز کے مرض کے، گھر کے دیگر لوگوں تک منتقل ہونے کا خطرہ ہو، ان صورتوں میں ایڈز کے مرض میں گرفتار شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر ایسے طریقے سے گریز کرے، جس سے ایڈز کے مرض کے وائرس دوسروں تک پہنچ سکتے ہوں، مثلاً کسی کو خون دینا یا اس کے استعمال شدہ سوئیوں کا، نیز بال صاف کرنے کا استرہ وغیرہ دوسروں کے بدن میں استعمال کرنا وغیرہ۔ (قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یورد ممرض علی مصح (بخاری ۲/ [illegible] باب [illegible]) مسلم شریف) وروی البخاری تعلیقا فر من المجذوم کما تفر من الاسد (بخاری باب الجذام ۲/ [illegible]) وقال اللہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا بطانة من دونکم لا یالونکم خبالا (آل عمران آیت ۱۱۸) واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

(۲) اگر ایڈز کا مریض اپنے اہل خانہ اور متعلقین سے اپنے مرض کو چھپاتا ہے، اور ڈاکٹر سے بھی اصرار کرتا ہے کہ وہ اس کے مرض کو کسی پر ظاہر نہ کرے، تو ایسی صورت میں شرعاً ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس مرض کو راز میں رکھے، خصوصاً اس وقت جب کہ مریض کے قریب ترین رشتہ داروں سے مرض کو چھپائے رکھنے میں ڈاکٹر کو مریض کے مرض کا علاج کرنے میں اس کے متعلقین کا پورا پورا تعاون مل سکے، ہاں اگر مرض کو ظاہر کرنے کی مصلحت اس کے راز میں رکھنے کی مصلحت سے بڑھ جائے یا مرض کے افشاء کا نقصان صاحب مرض کی نسبت سے تو معمولی ہو، لیکن اس کے راز میں رکھنے کا نقصان دوسروں کے حق میں بہت زیادہ ہو، تو ایسی صورت میں مقاصد شریعت (دین، جان، عقل، مال اور نسل) کی حفاظت کی خاطر ڈاکٹر پر ضروری ہو جاتا ہے کہ مریض کے متعلقین کو اس کے مرض سے آگاہ کردے۔ (جاء فی الحدیث المستشار مؤتمن، وفی الاشباہ: یتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام [illegible] جواز الرمی الی کفار تترسوا بصبیان المسلمین۔ (الاشباہ لابن نجیم ۸۷) واللہ اعلم۔

(۳) ایڈز اور دوسرے خطرناک متعدی امراض مثلاً طاعون وغیرہ کے مریض کے بارے میں اس کے متعلقین، اہل خانہ اور معالج کی شرعاً یہ ذمہ داری ہے کہ اس قسم کے مہلک مرض میں گرفتار لوگوں کی ضروری دیکھ بھال کرتے رہیں اور ماہر ڈاکٹروں کے پاس لے جا کر اس مریض کا علاج کرائیں۔ "عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا عباد اللہ تداووا فان اللہ لم یضع داء الا وضع له شفاء" (مشکوٰۃ ۲/۳۸۸) "ایت الحارث بن کلدۃ فانہ رجل یتطبب" (ابوداؤد ۲/۵۴۱) "عن جابر قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی بن کعب طبیبا فقطع منہ عرقا ثم کواہ علیہ" (مسلم ۲/۲۲۶) واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

(۴) ایڈز کا ایسا مریض جو اپنے مرض اور اس کی نوعیت سے بخوبی واقف ہے، اگر وہ شخص کسی دوسرے انسان تک اپنے مرض کو منتقل کرنے کی غرض سے قصداً کوئی ایسا اقدام کرے جس سے وہ مرض دوسروں کو لاحق ہو جائے مثلاً اس نے بیوی سے جماع کیا جس کی وجہ سے ایڈز کے وائرس (جراثیم) بیوی میں منتقل ہو گئے یا کسی مریض کو خون کی ضرورت ہے، ایڈز کے اس مریض نے اپنا خون اس کے لئے پیش کیا، اور مریض کو وہ خون چڑھا دیا گیا، اس کے نتیجے میں اس مریض کو بھی ایڈز کا مرض لاحق ہو گیا، تو ایڈز کا یہ مریض جو دانستہ دوسرے شخص تک اس مہلک مرض کی منتقلی کا سبب بنا ہے، شرعاً سخت مجرم ہے، کیوں کہ ایڈز میں مبتلا شخص کا اس مرض کو کسی دوسرے صحت مند انسان کی طرف عمداً اور قصداً کسی بھی طرح منتقل کرنا شرعاً حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ لہٰذا اس طرح کے فعل کے مرتکب کو اس کے عمل کی نوعیت اور اس کے فعل سے فرد یا معاشرہ پر برے اثرات پڑنے کے حساب سے اس کو تعزیری سزا دی جائے گی۔ "قال اللہ تعالی: والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا واثما مبینا"۔

اور اگر ایڈز کے مریض نے اپنے مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ تو نہیں کیا، مگر مرض کے منتقل ہونے کی بات کو جاننے کے باوجود اس نے بیوی سے مجامعت کی، یا کسی کو خون دیا تو شرعاً یہ شخص بھی گنہگار و مجرم ہوگا۔ البتہ پہلے کے مقابلہ میں اس کے جرم کو قدرے ہلکا تصور کیا جائے گا۔

یاد رہے کہ کسی معاشرہ میں عمداً مرض کے قصداً پھیلانے کے عمل کو جن علمائے عرب نے قتل و ڈاکہ زنی قرار دے کر سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۳۳ میں بیان شدہ سزا کے جاری کرنے کا مشورہ دیا ہے تو احقر کے خیال میں یہ مشورہ صحیح نہیں ہے، کیوں کہ آیت مذکورہ میں بیان شدہ حکم منجملہ حدود اللہ کے ہے جب کہ ایڈز کے قصداً پھیلانے کے عمل کی سزا کو حدود کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ "الحد فی الشرع عقوبۃ مقدرۃ وجبت حقا للہ تعالی زجرا" (قواعد الفقہ ۲۶۰) ہاں اسے تعزیر کہہ سکتے ہیں۔ "والتعزیر یکون مفوضا الی رای الامام والقاضی"۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

(۵) اگر کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو گیا، مگر خود اس خاتون کو یہ مرض لاحق نہیں ہے بلکہ صرف اس کے شوہر کو ہے، تو ایسی صورت میں اس عورت کو شوہر کے اس مرض کی بناء پر فسخ نکاح کے مطالبہ کرنے کا اختیار حاصل ہے، اسی طرح اگر ایڈز کے مریض نے اپنا مرض چھپا کر کسی عورت سے نکاح کر لیا، تو بھی عورت کو فسخ نکاح اور تفریق کے مطالبہ کا حق حاصل ہوگا، کیوں کہ یہ مرض خاص طور پر جنسی اختلاط ہی سے منتقل ہوتا ہے۔ "قال الطحطاوی والحق بہ القہستانی کل عیب لا یمکنہ المقام معہ الا بضرر ونقلہ الشوکانی فی شرح المنتقی" (طحطاوی ۲/۲۲۳) (کتاب الفسخ والتفریق ۱۸۸) واللہ تعالی اعلم۔

(۶) جو خاتون ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو اگر اسے حمل قرار پا گیا، تو اگرچہ دوران حمل یا دوران ولادت یا دوران رضاعت اس کے مرض

کے چونکہ منتقل ہونے کا طبی لحاظ سے پورا اندیشہ ہے۔ اگر اس عورت کو یا اس کے شوہر یا حکومت کے محکمہ صحت کو بچے تک اس مرض کی منتقلی کے خوف سے اسقاط حمل کرانا شرعاً جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ مرض حمل میں اس وقت منتقل ہوتا ہے جب کہ اس حمل میں روح پڑ چکی ہوتی ہے یا ولادت کے وقت منتقل ہوتا ہے۔ اب اگر ایسی صورت میں اسقاط حمل کرایا جائے گا تو یہ سراسر قتل نفس ہے، جس کی شرعاً گنجائش نہیں ہے۔ قال الله تعالى ولا تقتلوا النفس التي حرم الله الا بالحق (الانعام آیت ۱۵۱، الاسراء ۳۳) وقال احمد عليش المالكي والتسبب في اسقاطه بعد نفخ الروح فيه يحرم اجماعا وهو من قتل النفس (الخ ... ص ۲۰۱) والله اعلم۔

(۷) جو بچے یا بچیاں ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں، انہیں مدارس و اسکول میں داخل کیا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ مرض مریض کو چھونے یا اس کے ساتھ اٹھنے، بیٹھنے سے منتقل نہیں ہوتا ہے، ہاں مریض سے جنسی تعلق پیدا کرنے یا اس کا خون چڑھانے سے منتقل ہوتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ عام حالات میں ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے، اس لئے اسے مدار حکم نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ان النادر کالمعدوم، والله اعلم۔

(۸) اگر کوئی بچہ یا بچی ایڈز کے مرض میں گرفتار ہے تو اسلامی تعلیمات کی رو سے اس بچے اور بچی کے بارے میں اس کے والدین، اہل خانہ اور سماج کی ذمہ داری ہے کہ اس کی دیکھ بھال کریں اور کسی اچھے ماہر ڈاکٹر سے اس کا علاج کرائیں، تفصیل ۵ کے تحت گزر چکی ہے۔

(۹) ایڈز نیز طاعون و کینسر جیسے امراض جب طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلہ میں پہنچ جائیں اور اس قسم کے امراض نے مریض کو پورے طور پر اپنی گرفت میں لے لیا ہو، اور وہ زندگی کے معمولات کو ادا کرنے سے معذور ہوگیا ہو، اور اس کی موت قریب ہوگئی ہو، تو ایسے شخص کو مرض موت کا مریض قرار دے کر اس پر مرض الموت کا حکم جاری کیا جائے گا اور ایسے مریض کے لئے مرض موت و وفات کے احکام جاری ہوں گے۔

قال في شرح الوقاية في باب طلاق المريض: المريض الذي يصير فارا بالطلاق ولا يصح تبرعه الا من الثلث من غالب حاله الهلاك بمرض او غيره، فمن اضناه مرض وعجز عن اقامة مصالحه خارج البيت وقدرته اي على اقامة مصالحه في البيت ومن بارز رجلا او قدم ليقتل في قصاص او رجم فهو مريض (شرح الوقاية ۲/ ۹۰) وفي عمدة الرعاية قوله وعجز يعني بسبب مرضه صار عاجزا عن القيام بمصالحه وحوائجه خارج البيت وان قدر داخله كالوضوء والذهاب الى الخلاء، وفسر صاحب الهداية بان يكون صاحب فراش وهو ان لا يقوم بحوائجه كما يعتاده الاصحاء، وقال الفقيه ابو الليث كونه صاحب فراش ليس بشرط لكونه مريضا مرض الموت، بل العبرة للغلبة لو الغالب من هذا المرض الموت فهو مرض الموت وان كان يخرج من البيت، وبه كان يفتي الصدر الشهيد، وذكر في القنية والمجتبى ان المطعون والمسلول اذا تطاول ولم يقعده في الفراش كالصحيح ومادام يزداد كالمريض (حاشية شرح الوقاية ۲/ ۹۰) والله اعلم۔

(۱۰) طاعون یا اس جیسے مہلک امراض کے پھیلنے کی صورت میں اگر کسی علاقے کے اندر حکومت کی طرف سے آمد و رفت کی پابندی لگی ہے، تو شرعاً اس کی گنجائش ہے۔ كان النبي صلى الله عليه وسلم قال في الطاعون اذا سمعتم به بارض فلا تقدموا عليه واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فرارا منه (مسلم ۲/ ۲۲۹) وجاء في الحديث ايضا عن اسامة بن زيد، فاذا سمعتم به بارض فلا تدخلوا عليه واذا دخلها عليكم فلا تخرجوا منها فرارا (مسلم ۲/ ۲۲۹) والله اعلم۔

(۱۱) اگر کسی علاقے سے کچھ لوگ اپنی ضروریات سے باہر گئے ہوئے ہیں اور پھر اس علاقہ میں طاعون کا مرض پھیل گیا ہے، تو اگر اس علاقہ کے باشندے، اپنی ضرورت پوری ہونے کے بعد باہر سے اپنے وطن لوٹنا چاہتے ہیں، تو اگر اس طاعون زدہ علاقہ میں ان کا گھر اور اہل و عیال ہو اور ان کے اہل و عیال کو ان کی ضرورت بھی ہو یا گھر اور کاروبار کی نگہداشت کے لئے ان کی ضرورت ہو، تو ایسے لوگوں کے لئے لوٹنے کی گنجائش ہے، اسی طرح جو لوگ باہر سے اپنی کسی ضرورت سے آئے ہوئے ہیں، جن کا کام ختم ہوچکا ہے، یا اب نہیں

کسی ایسے اندرونی مرض یا عیب میں مبتلا ہے، جس پر آگاہی کے بعد اس کا رشتہ نکاح کسی ہونا بہت مشکل ہے، لیکن یہ عاقدین اپنے اندرونی مرض یا عیب کو چھپا کر کسی مرد سے نکاح کی بات چیت کر رہی ہے، تو ان دونوں صورتوں میں اگر کوئی فریق جب کہ وہ دوسرے سے نکاح کا ارادہ کر رہا ہے، ڈاکٹر سے دوسرے کے متعلق دریافت کرے، تو ڈاکٹر کے لئے شرعا جائز ہے کہ ایک فریق کے عیب یا مرض سے دوسرے فریق کو مطلع کر دے۔ والدلیل علیہ حدیث فاطمۃ بنت قیس ذکرتہ من قبل واخرج مسلم عن ابی ہریرۃ قال کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتاہ رجل فاخبرہ انہ تزوج امراۃ من الانصار فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انظرت الیہا قال لا قال فاذہب فانظر الیہا فان فی اعین الانصار شیئا (مسلم ۱/۴۰۶) واللہ اعلم۔

(۴) اگر کسی شخص کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہو مگر اس کی بینائی اتنی کمزور ہو اور اس قدر متاثر ہو کہ ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گاڑی چلانا خود اس کے لئے اور دوسروں کے لئے مہلک ہو سکتا ہو، لیکن یہ شخص ڈاکٹر کے گاڑی چلانے سے منع کرنے کے باوجود گاڑی چلاتا ہو، تو ایسے شخص کے متعلق ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ راز داری برت کر خاموشی اختیار کرنے کے بجائے حکومت کے متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں اطلاع کر دے، اور ایسے شخص کے ڈرائیونگ لائسنس کے منسوخ کر دینے کی سفارش کرے۔ والدلیل علیہ حدیث تمیم الداری الدین النصیحۃ وحدیث جریر بن عبداللہ البجلی قال فیہ بایعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النصح لکل مسلم والنظر انظر جمیعا شرح مسلم للنووی علی ہامش مسلم (ملاحظہ مسلم ۱/۵۴) ومعالم السنن للخطابی (اسلام السنن ۱/۳۲۰) وجامع العلوم والحکم لابن رجب ص مطبوعہ مصر۔

مندرجہ بالا مسئلہ کی اہمیت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے، جب کہ شخص مذکور گاڑی چلانے کی ملازمت کرتا ہے اور بس وغیرہ چلاتا ہو، ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر متعلق محکمہ کو مطلع نہیں کرتا تو بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور بے شمار لوگوں کی جانوں کے ضائع ہونے کا پورا خطرہ ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ ڈاکٹر کے اطلاع کر دینے کی صورت میں شخص مذکور کی ملازمت خطرہ میں پڑ جائے گی اور اس کے گھر والے بے پناہ معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں، تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ضرر عام سے تحفظ کی خاطر ضرر خاص کو گوارا کیا جا سکتا ہے۔ قال فی الاشباہ یتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام ---- منہا جواز الرمی الی کفار تترسوا بصبیان المسلمین ومنہا وجوب نقض حائط مملوک مال الی طریق العامۃ علی مالکہ دفعا للضرر العام (الاشباہ مع الحموی ص ۱۲۱) واللہ اعلم۔

(۵) اگر کوئی شخص کسی ایسی ملازمت پر ہے جس سے بہت سے لوگوں کی زندگیوں کا تحفظ وابستہ ہے، مثلا ہوائی جہاز کا پائلٹ ہے، یا بس یا ٹرین وغیرہ کا ڈرائیور ہے، مگر ساتھ ہی شراب یا دوسری نشہ آور چیزوں کا بری طرح عادی ہے، اور وہ شخص اپنی اس نشہ والی عادت کو ترک نہیں کرتا، اور اسی حالت میں ملازمت کے فرائض انجام دیتا ہے، تو یہ شخص اگر کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہو، تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ محکموں کو ایسے مریض کے بارے میں خبر کر دے، کہ یہ شخص کثرت سے شراب یا دیگر نشہ آور چیزوں کا استعمال کرتا ہے، کیوں کہ اگر ڈاکٹر ایسا نہ کرے تو بہت سے لوگوں کی جانیں ضائع ہو سکتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۶) اگر کسی عورت کو ناجائز حمل تھا، جب اس عورت کو بچہ پیدا ہوا تو اس نے نومولود بچہ کو کسی شاہراہ پر یا پارک یا کسی اور مقام پر زندہ حالت میں چھوڑ دیا تاکہ معاشرے میں بدنامی سے بچ جائے۔ اس کے بعد اس نے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا، اور ڈاکٹر کو اس صورت حال کی خبر دی، تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس معصوم بچے کی پرورش وپرداخت کے متعلق سب سے پہلے تو خود اس عورت کو امادہ کرے، لیکن اگر وہ راضی نہ ہو جائے تو پھر بچے کے متعلق حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کر دے، ساتھ ہی یہ بھی اطلاع کرے کہ یہ بچہ

قتل عورت کا ہے۔ کیوں کہ اس بچہ کا نسب اگر وہ عورت غیر شادی شدہ ہے تو اسی عورت سے ثابت ہوگا اور اس بچہ کی پرورش و پرداخت بھی اسی عورت پر لازم و ضروری ہے۔ معاني الحديث الولد للفراش وللعاهر الحجر (بخاری ۲: ۹۹۹) ہاں اگر وہ عورت شادی شدہ ہو تو ایسی صورت میں بچہ کا نسب اس کے شوہر سے ثابت ہوگا۔ معاني البخاري، الولد لصاحب الفراش۔ (بخاری ۲: ۹۹۹)

(۷) اگر کوئی شخص شراب یا کسی اور نشہ آور چیز کا اس قدر عادی ہوچکا ہو کہ وہ خواہش کے باوجود اس بری عادت کو نہ چھوڑ پا رہا ہو، یہاں تک کہ جب اس شخص کو کسی ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا، تو ڈاکٹر نے اس کا نفسیاتی علاج کے مختلف طریقوں کا استعمال کرکے علاج کیا لیکن ان تمام طریقۂ علاج سے ڈاکٹر کو کامیابی نہ مل سکی اور وہ شخص شراب یا منشیات کا عادی ہی رہا، اب اس ڈاکٹر کے پاس اس مریض کے مرض کے علاج کا صرف یہی ایک طریقہ باقی ہے کہ وہ اس شخص کے لئے شراب یا دیگر منشیات کے استعمال کرنے ہی کو تجویز کرے۔ البتہ اس میں اتنا احتیاط کرے کہ مریض کے علم میں لائے بغیر کوئی ایسی دوا شامل کردے، جو شراب یا نشہ آور چیز کے استعمال کے بعد مریض کو قے وغیرہ تک میں مبتلا کردے تاکہ اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے کہ اگر میں شراب یا نشہ آور چیز کا استعمال

کروں گا تو قے اور متلی میں گرفتار ہوجاؤں گا، تو مسلمان ڈاکٹر کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے مریض پر اس طریقۂ علاج کو استعمال کرے۔ بشرطیکہ کوئی دوسرا جائز نفسیاتی علاج مفید و کارآمد نہ ہو۔ اور یہ طریقۂ علاج شراب چھڑانے میں کارآمد ثابت ہورہا ہو۔ شبہ کہ اس طریقۂ علاج میں ایک ناجائز و حرام چیز کا بطور دوا کے استعمال کرنا لازم آرہا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضرورت پڑنے پر رفع مرض کے لئے شریعت نے محرمات کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ قال الله تعالى فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا اثم عليه (سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۳) وھی الضرورات تبيح المحظورات (الاشباہ والنظائر ص ۹۴)

(۸) جو شخص جرائم پیشہ ہو مثلاً جاسوسی کرتا ہو، اور لوگوں کے راز مختلف ذرائع سے حاصل کرکے دوسرے افراد یا پارٹیوں تک پہنچاتا ہو، اور اس کی جاسوسی سے ملک و ملت یا عام لوگوں کا عظیم عمومی نقصان ہوتا ہو، ایسا شخص اگر نفسیاتی الجھن۔ بے خوابی یا دیگر پریشانیوں میں مبتلا ہوکر کسی ماہر نفسیات ڈاکٹر کے زیر علاج ہو، اور عام لوگوں سے اپنے جرائم کا اخفاء کرتا ہو، مگر ڈاکٹر کو اپنے پیشے اور جرائم کی خبر دیتا ہو، اور اس کے بتلانے سے ڈاکٹر کو اس کے ناجائز پیشہ یا جرائم کی خبر ہوچکی ہو، ایسی صورت میں ڈاکٹر کے لئے جائز ہے کہ وہ رازداری سے کام لینے کے بجائے اس کے بارے میں لوگوں کو اور حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کردے، تاکہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔

(۹) اگر کسی نفسیاتی مریض نے کسی جرم کا ارتکاب کیا، مثلاً کسی کو قتل کردیا، یا اسی طرح کی کوئی اور سنگین واردات کی، مگر عام لوگوں کو یا حکومت کے متعلقہ محکمہ کو اس کے متعلق معلوم نہیں ہے، جس کی وجہ سے وہ شخص گرفتار نہیں ہوسکا، اور اس کی جگہ پر دوسرے شخص کو جو بے قصور ہے، اسی جرم میں مبتلا ہونے کے شبہ کی بنیاد پر گرفتار کرلیا گیا، اور اس کے خلاف مقدمہ چل رہا ہے، اور اس بات کا پورا امکان اور قوی اندیشہ ہے کہ وہ دوسرا شخص جو اس اصل جرم سے بری ہے، عدالت میں مجرم قرار دے دیا جائے اور سزایاب ہوجائے۔ اب اگر ایسی صورت میں مجرم شخص نے ڈاکٹر کے پاس جاکر اپنے جرم کا اقرار کیا، اور ڈاکٹر کو معلوم ہے کہ اگر اس کے راز کا افشاء نہیں کریں گے تو دوسرا غیر مجرم شخص سزایاب ہوجائے گا، تو ڈاکٹر کے لئے جائز ہے کہ اس اصل مجرم کے راز کا افشاء کردے، اور عدالت میں جاکر بیان دے، تاکہ بے گناہ شخص کی رہائی ہوسکے۔ واللہ اعلم۔

(۱۰) اگر کوئی شخص متعدی مرض (مثلاً ایڈز یا طاعون وغیرہ) میں مبتلا ہے، اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے اور اس کا اصرار ہے کہ ڈاکٹر اس کے اس مرض کی اطلاع کسی اور سے حتیٰ کہ اس کے گھر والوں سے بھی نہ کرے۔ ورنہ وہ اپنے گھر اور سماج میں اچھوت بن کر رہ جائے

گا کوئی شخص بھی اس سے ملنا جلنا اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا گوارا نہیں کرے گا ——— ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کے خیال میں اس مریض کے پوشیدہ امراض کا افشاء کرنے سے واقعتاً اس کا صحیح علاج نہیں ہو سکے گا، اور وہ مریض اپنے معاشرہ میں اچھوت بن کر رہ جائے گا، تو پھر ڈاکٹر کے لئے جائز ہے کہ اس مریض کے پوشیدہ متعدی امراض کا افشاء نہ کرے، البتہ اس مریض کو یکسو اور علیحدہ رہنے کی ہدایت کرے اور اسے عام لوگوں سے اختلاط کرنے سے منع کرے، اور اس مریض کے متعلقین کو مریض کے اصل مرض سے آگاہ کئے بغیر مشورہ دے کہ وہ لوگ اس مریض کو یکسو اور علیحدہ رکھیں تاکہ وہ جلد شفایاب ہو سکے۔

چند اہم طبی مسائل ۔ شرعی نقطہ نظر

مولانا محمد اسلم
(مدرسہ فلاح دارین ترکیسر ضلع سورت)

محور اول

جواب: ایسا شخص جو قانوناً کسی مرض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے لیکن اپنے ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بناء پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے ایسے شخص نے کسی مریض کے کہنے پر علاج کیا تو چونکہ مریض کی طرف سے ماذون ہے اور ذاتی طور پر مہارت اور تجربہ رکھتا ہے تو اہلیت کی وجہ سے شرعاً بھی ماذون ہے اس لئے حدود شرع میں رہتے ہوئے دیانۃً اس کے لئے علاج کرنا جائز ہے لیکن قانوناً ماذون نہ ہونے کی بناء پر حکومت کا مجرم ہوگا اس لئے حکومت اس کا مواخذہ کر سکتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک آدمی کو زخم لگا تو خون اندرونی حصہ میں جمع ہوگیا تو بنی انمار کے دو آدمیوں کو بلا بھیجا، پس انھوں نے اس مریض کو دیکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا ایکما اطب؟ الخ قال الباجی [illegible]

یحتمل ان یرید صلی اللہ علیہ وسلم البحث عن حالهما وعن قومهما بالطب لانه لا یصلح ان یعالج الا بعلاج من له علم بالطب الخ (اوجز المسالک [illegible])

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے کا منشاء یہ تھا کہ تم میں سے کون زیادہ علم طب کا واقف کار ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ جو زیادہ واقف کار ہو اور تجربہ کار ہو، اس کا علاج کرنا اچھا ہے۔ چونکہ یہاں دوسرے طبیب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام اور پیشہ سے منع نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ حاذق اور غیر حاذق دونوں شرعاً ماذون ہیں، نیز یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذاتی تجربہ یا کسی ماہر سے سند کی تفصیل نہیں فرمائی لہذا اس سے ثابت ہوا کہ اجازت علی الاطلاق ہے ہاں عادۃً تجربہ کار کی صحبت کے بغیر مہارت کا حصول مشکل ہے لہذا عقلاً اس کے خلاف کرنے سے باز رہنا چاہئے مگر اپنے غالب گمان کا بھی اعتبار فی الجملہ ہوتا ہے لہذا جب غالب گمان حاصل ہوگیا تو دیانۃً علاج کرنا جائز ہوگا۔

اب اگر اس کے علاج کرنے سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا یا اس کا انتقال ہوگیا تو دیکھا جائے گا کہ معتاد طریقہ اور باذن مریض علاج ہوا ہے یا نہیں؟ اگر معتاد طریقہ سے اور مریض کے اذن سے ہوا ہے تو دیکھا جائے گا کہ تعدی ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر تعدی ہوئی ہے تو ضمان عائد ہوگا اور تعدی نہیں ہوئی تو صاحبینؒ کے نزدیک ضمان عائد نہ ہوگا اور امام صاحبؒ نے بھی صاحبینؒ کے قول کی طرف رجوع کرلیا ہے چنانچہ ہدایہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

وان لم [illegible] فعطب ضمن عند ابی حنیفة وقالا لا یضمن [illegible]

[illegible] فلا یضمنه ولابی حنیفة ان الاذن مقید بشرط السلامة. (ہدایہ ۳/ ۲۹۹) وفی غایة البیان

[illegible] الاصح ان ابا حنیفة رجع الی قولهما. ([illegible])

اور اگر بلا اذن علاج ہوا ہے اور غیر معتاد طور پر ہوا ہے تو ضمان عائد ہوگا۔ چنانچہ عالمگیری اور شامی کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

وان افتصد الفصاد او بزغ البزاغ ولم یتجاوز الموضع المعتاد فلا ضمان علیه فیما عطب من ذلک فان تجاوز الموضع المعتاد ضمن [illegible]

صورت موجودہ زمانہ کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے بھی طرفین کی رعایت کو اختیار کرنا لابدی اور ضروری معلوم ہوتا ہے جب کہ ہم یہ بات دیکھتے رہتے ہیں کہ ڈاکٹر مریضوں کے اعضاء مثلاً گردہ وغیرہ نکال کر دھوکہ سے بیچ ڈالتے ہیں مریض کو پتہ بھی نہیں چلتا بلکہ اس کا کاروبار ہونے لگا ہے ایسے حالات میں جب کہ دیانت داری اور خیر خواہی خود مریض کی اور طرفین کے قول کو اختیار کرنا اس باب کے لئے نہایت ضروری ہے۔

جواب: بعض اوقات مریض پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے وہ اجازت دینے کے لائق نہیں ہوتا ہے اور اس کے اعزہ زیر علاج مقام سے بہت دور ہوتے ہیں ان سے فی الفور رابطہ قائم نہیں کیا جا سکتا ہے ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کی رائے میں آپریشن فوری طور پر ضروری ہے اور تاخیر ہونے میں اس کے نزدیک مریض کی جان یا عضو کو خطرہ بظن غالب لاحق ہے اس لئے اس نے مریض اور اس کے قریبی اعزہ سے اجازت حاصل کئے بغیر مریض کا آپریشن کر دیا اور یہ آپریشن ناکام رہا، مریض کی جان چلی گئی یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو گیا تو اس صورت میں گرچہ مریض یا اس کے اولیاء کی طرف سے اجازت حاصل نہ کر سکا مگر فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حاکم اس کا ولی ہے جیسا کہ آگے جواب میں مشکوٰۃ شریف سے حوالہ درج کریں گے "السلطان ولی من لا ولی له"

(مشکوٰۃ ۲۷۰)

چوں کہ حاکم کو ولایت عامہ حاصل ہے لہٰذا حاکم یا ان کے نائبوں سے اجازت لے لینا ضروری ہے ورنہ ضمان عائد ہوگا اور اگر حاکم یا اس کے نائبوں سے اجازت لینے کا بھی موقع نہیں ہے تو کم از کم دو آدمیوں کو اس بات پر شاہد بنا لینا ضروری ہے کہ ہم ان کی جان بچانے کے لئے آپریشن کر رہے ہیں اگر شاہد بھی نہیں بنایا تو ہلاکت کا ضمان عائد ہوگا جس کی وضاحت ہم سوال نمبر ۶ کے جواب میں کریں گے

محور دوم

ایڈز ایک صریح الفضیحہ معروف و مشہور مہلک مرض ہے۔ لیکن اس کا قضیہ عام مرضوں کی طرح عام نہیں ہے کہ کلی طور پر اس کے تمام احکام بعینہٖ اس پر منطبق کر دیئے جائیں بلکہ ایڈز کا دائرہ قضیہ بہت محدود ہے۔ یہ عام اختلاط سے نہیں پھیلتا بلکہ خاص اختلاط سے منتقل ہوتا ہے۔ مثلاً مباشرت سے۔ خون چڑھانے یا دوسرے کو خون دینے سے یا ماں سے بچے کی طرف دوران حمل منتقل ہوتا ہے لہٰذا احکام بھی اسی خاص دائرہ سے متعلق ہوں گے۔

ساتھ ہی یہ بات ذہن نشین رہے کہ عرض مسلم بھی ایک اہم شعبہ دین ہے جس کی رعایت و حفاظت نہایت ضروری ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "ان من اربی الربوا الاستطالة فی عرض المسلم بغیر حق" (مشکوٰۃ ۴۲۹) لیکن دوسروں کو نقصان سے بچانا، ان کی جان و مال کی حفاظت بھی اشد ضروری ہے۔

لہٰذا ان دونوں اہم پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہ کے مسلمہ قاعدہ سے مدد لیتے ہوئے "من ابتلی ببلیتین وهما متساويان يأخذ بأيهما شاء وإن اختلفا يختار أهونهما" (الاشباہ ۱۲۵)

محور دوم کے سوالوں کے جواب حسب ذیل ہیں:

جواب: جس مریض میں ایڈز کے جراثیم پائے گئے ہیں اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اپنے اہل خانہ و متعلقین کو اپنے مرض سے مطلع کرے، بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ بغیر ضرورت اپنے عیب کو کھول کر اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔ حدیث شریف میں آتا ہے "لا ینبغی للمؤمن ان یذل نفسه" (ابن ماجہ باب الفتن) کیوں کہ جیسے ہی لوگوں کو اس کے مرض کے متعلق علم ہوگا وہ سوء ظن و وہم میں مبتلا ہو کر اس سے متنفر ہو جائیں گے۔ لہٰذا وہ اپنے عیب و مرض کو ظاہر نہ کرے خصوصاً جب کہ ضرورت بھی متقاضی

مولانا اخلاق الرحمن قاسمی
دارالعلوم [illegible]، اے پی

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں انسانوں کو راہ ضلال سے بچانے کی خاطر انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا جو صرف انسان ہی نہیں بلکہ کامل انسان ہوتے ہیں، جو روحانی اعتبار سے انسانوں کے کجی کی اصلاح کرتے ہیں۔ اسی طرح جسمانی اصلاح کے لئے ہر زمانہ میں اللہ ماہر اور حاذق اطباء اور حکماء کو پیدا کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ انسان کی اخلاقی تربیت کے لئے کامل انسان کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح جسمانی اصلاح کے لئے کامل و حاذق ہی حکیم ڈاکٹرس اطباء ضروری ہیں۔ کیوں کہ ہر ایک سے مقصود انسان کو فاسد مادوں سے بچانا ہے اور یہ اس فن کا کامل ہی کر سکتا ہے۔ ورنہ تو لوگ کی گوشی لوٹنے کا خطرہ اور نفع سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ جیسا کہ تجربات و مشاہدات بتلاتے ہیں۔ اب اس میں تفصیل ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ غیر قانونی اور نیم ڈاکٹر کا شرعی حکم

شروع زمانہ میں جب حدیث شریف کی روایت کثرت سے ہونے لگی تو بہت سے نام نہاد اس کے سر اٹھانے لگے جن کو وضاعین حدیث کہا جاتا ہے۔ ان پر روک لگانے کے لئے سند وغیرہ سے روایت کے بیان کرنے کا کثرت سے اہتمام کیا جانے لگا۔ جس سے یہ سلسلہ رک گیا۔ اسی طرح موجودہ زمانہ میں جب امراض میں کثرت ہونے لگی۔ اب بہت سے کم پڑھے لکھے جو یوں ہی کھیلے ہوتے تھے دوائیوں کی کتب پڑھ کر ڈاکٹری کا پیشہ شروع کردیا۔ بیچاری عوام بھی کم صرفے کی وجہ سے ان سے رجوع کرنے لگی۔ جس کے نتیجے میں بہت سے نفوس جاں بحق ہوگئے۔ تو سرکار نے لائسنس اور اجازت نامہ اس کے لئے ضروری قرار دیا۔ یا اس کو ڈگری کر لیا جائے تاکہ نفوس بیجا تلف نہ ہوں۔

اگر ایک شخص کسی مرض کا قانوناً علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بناء پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے۔ اس شخص نے کسی مریض کے کہنے پر اس کا علاج کیا ہے تو شرعاً اس کا علاج کرنا جائز ہے۔ گو قانوناً مستحق سزا ہے کیوں کہ اصول یہ ہے "۔ مضرور بون مضرت کو زائل اور ختم کیا جائے۔ اس نے حتی الوسع اس طالب کے ضرر کو ختم کرنے میں ہاتھ بٹایا ہے اور اس سے مریض کو فائدہ بھی ہوا ہے ___ اور ان دنوں تو دیہاتوں میں اکثر آر۔ایم۔پی۔ اے کے تعلیم یافتہ حضرات جو کسی علامت سے واسطہ نہیں ہیں۔ اسی کے ذریعہ اپنا مسئلہ حل کرتے ہیں اور دیہات کے لوگوں کو اس سے بڑی سہولتیں ہوگئی ہیں۔ اور چھوٹے مرض میں ان ہی ڈاکٹروں سے رجوع کر لیتے ہیں۔ اس لئے چھوٹے امراض کو اگر یہ لوگ دوا دارو کرتے ہیں تو یقیناً یسر و سہولت پر مبنی ہونے کی وجہ سے شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ بلکہ یہی منشاء شریعت ہے۔ گو قانوناً جرم ہے کیوں کہ ان امراض صغیرہ کے دوا کی تجویز میں بھی ان سے بھی غلطی ہو جاتی ہے۔ جو ان کے لئے وبال جان بن جاتی ہے۔ تو حکومت نے ہر ایک کے مزاج کو باقی رکھتے ہوئے تجویز پاس کیا ہے۔ لیکن اس ایک دو مرتبہ میں غلطی واقع ہونے کی وجہ سے اصول شرع [illegible] کے تحت شرعاً اس کا عمل ناجائز ہونا چاہئے۔

صاحب قدوری فرماتے ہیں:

"اور جو بھی اجیر کے عمل کے نتیجے میں ضائع اور تلف ہو جائے ضمان کو ثابت نہیں کرتا۔ مثلاً کسی نے ہانڈی بنانے یعنی درست کرنے کو دیا اس دوران وہ ہانڈی میں کسر واقع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کپڑا دھونے کے لئے دیا ہے اس کے زیادہ نچوڑنے وغیرہ کے ذریعہ پھٹ جاتا ہے۔ واضح ہو کہ ضمان تلف ہونے کی صورت میں نہ ہونا اس وقت ہے جب کہ یہ عمل حد متعارف ہو۔" (قدوری ج ۲)

اس سوال کا دوسرا اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اگر ایسے ڈاکٹر کے علاج سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا یا اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر ضمان یا تاوان لازم ہوگا یا نہیں؟ اس امر کی وضاحت سے قبل ڈاکٹری پیشہ شرعاً کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اس کی وضاحت ملاحظہ ہو۔ ڈاکٹرس حضرات اجیر مشترک ہیں۔ اجیر مشترک کی فقہاء نے جو تعریف کی ہے وہ ان میں شامل کی جاتی ہے۔

قدوری میں ہے:

"اجیر کی دو قسم ہے۔ اجیر مشترک اور اجیر خاص ___ اجیر مشترک عمل سے قبل اجرت کا مستحق نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً قصار اور صباغ ہیں۔ اس لئے کہ اجیر مشترک جو عمل بھی کرتا ہے وہ مستاجر وغیرہ ہر ایک کے لئے کرتا ہے لہذا یہ مستاجر کے عمل کے ساتھ مختص نہیں ہے اور جولاہا اور صانع وغیرہ بھی اسی اجیر مشترک کی فہرست میں شمار ہوں گے۔" (قدوری ج ۲)

اور اس وقت ڈاکٹر وغیرہ بھی اجیر مشترک ہی کی فہرست میں آتے ہیں ___ لہذا اجیر مشترک سے اگر متاع ضائع اور ہلاک ہو جائے تو کیا اجیر مشترک پر ضمان و تاوان ہوگا یا نہیں۔ مسئلے کی جو بھی صورت بنے گی اسی کے مطابق مریض کے لئے غیر معمولی ضرر پہنچنے کی صورت میں ڈاکٹرس پر اسی طرح کا حکم لاگو کیا جائے گا ___ اس لئے اب ہم ذیل میں اجیر مشترک پر تاوان ہونے نہ ہونے کی صورت بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد زیر بحث سوال کا حل خود بخود سامنے آجائے گا۔

"سامان چونکہ اجیر کے قبضے میں امانت ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کیونکہ قبضہ کا حصول صاحب سامان اور مستاجر کی اجازت سے ہوا۔ اس لئے کسی چیز کا ضمان نہیں ہوگا۔ یہی حضرت امام زفر بھی کہتے ہیں حضرات

صاحبین فرماتے ہیں ضمان ہلاک کی صورت میں ہوگا۔ احتیاطاً لوگوں کے اموال کی حفاظت کے لئے کیونکہ جب اجیر حضرات ان باتوں کو جان لیں گے کہ (ہلاک ہونے کی صورت میں ضمان لازم ہوگا) تو وہ سامان کی حفاظت میں کوئی کمی نہ کریں گے اور پوری کوشش صرف کر دیں گے۔ حضرات متاخرین کے نزدیک فتویٰ ایسی صورت میں نصف ضمان کے صلح پر ہے اور حضرت فقیہ ابواللیث کے نزدیک فتویٰ حضرت امام ابو حنیفہ کے قول پر ہے۔"

(ہدایہ)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ اجیر کے عمل سے مستاجر کا سامان ضائع ہو جاتا ہے تو اس بارے میں فقہاء کے چند اقوال سامنے آئے۔ ان میں دو صورتوں میں ہر صورت ضمان ہے۔ گرچہ دونوں صورتوں میں قدرے فرق ہے۔ راقم عرض کرتا ہے کہ ان دنوں غیر قانونی اور نیم ڈاکٹر سے علاج کے نتیجے اگر غیر معمولی ضرر مریض کو پہنچتا ہے تو انسانی جان کی حفاظت کی وجہ سے حضرات متاخرین کے فتویٰ پر عمل ہونا ہی چاہئے تاکہ ڈاکٹروں کو بھی خاصا نقصان نہ ہو۔ لیکن یہ حکم میں وہاں سمجھتا ہوں جہاں جیسا عمل کیا پایا جاتا ہے اور اگر کسی مقام پر

باقی یہ شبہ اور یہ گمان کہ مریض یا ڈاکٹر مرض کی اطلاع اہل خانہ کو کریں گے تو ایسی صورت میں وہ گھر اور سماج میں اچھوت بن رہ جائے گا۔ شریعت ایسی چیزوں کے وہم و گمان اور لوگوں کے ایسا سمجھنے کا اور اس بے بنیاد تصور کا اعتبار نہیں کرتی ہے۔ لہٰذا مریض کو، ڈاکٹر کو بتانا ضروری ہوگا اور وبائی امراض سے بچنے کی بھرپور تدبیر اختیار کی جائے گی۔

۴۔ ایڈز کے مریض کا عدم اجتناب

ایڈز کا مرض اور اس کی نوعیت کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے اور اس کے متعدی اور زود اثر ہونے سے بھی کوئی ناواقف نہیں ہے لہٰذا اگر ایڈز کے مرض میں مبتلا شخص اس کی تمام تر جہتوں سے آشنا ہونے کے باوجود اپنے مرض کو منتقل ہونے کی غرض سے کوئی کام کرتا ہے، مثلاً بیوی سے جماع کر لیتا ہے یا اپنا خون جو جراثیم سے آلودہ ہو چکا ہے کسی ضرورت مند مریض کو پیش کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں بیوی کو جماع اور خون کے ضرورت مند کو خون دینے کے نتیجے میں ایڈز کا مرض لاحق ہو جاتا ہے تو یہ شریعت کی نگاہ میں گنہگار اور مجرم ثابت ہوگا۔ کیوں کہ ضرر کے زائل کرنے کا حکم جہاں مریض کے علاوہ لوگوں سے وابستہ ہے مریض کے ساتھ یہ حکم اور زیادہ ہی ہو جاتا ہے کیوں کہ "الضرر یزال" عام ہے لہٰذا ایڈز کا یہ مریض دانستہ طور پر اس نے جو عمل کیا ہے یقیناً "الا انهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون" کی فہرست میں آئے گا۔

اسی طرح اس نے ضرورت مند مریض کو خون دے کر ایک حد تک ضرورت کو پوری کیا ہے لیکن چوں کہ اس ضرر خاص کے دفع کرنے میں تعدی کی جو صورت پیدا ہو جاتی ہے یہ ضرر عام کو دعوت دیتی ہے اور قاعدہ شرعیہ ہے۔ "يدفع الضرر العام بتحمل الضرر الخاص" ضرر عام کو دفع کیا جائے گا اور ضرر خاص کو گوارا کر لیا جائے گا۔ (الاشباہ ص ۹۰)

اور شرعاً گنہگار اور قانوناً مجرم ہر صورت میں ہوگا خواہ اس عمل کے وقت تعدی کا ارادہ کیا ہو یا نہیں؟ کیوں کہ اس کی حقیقت سے تو یہ واقف تھا ہی، اس کے باوجود کہ اس کے متعدی ہونے کو جانتا ہے اور مضر گردانا ہوتا ہے اور قابل سزا۔

۵۔ ایڈز میں گرفتار شوہر کی زوجہ کو حق فسخ

اگر کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایڈز کے کسی مریض نے اپنا مرض چھپا کر کسی عورت سے نکاح کر لیا ـــــ تو ان دونوں صورتوں میں عورت کو فسخ نکاح کا مطالبہ کرنے کا حق ہے کیوں کہ اس صورت میں عورت حرج و تنگی سے اپنے کو نجات دلا سکتی ہے جو شریعت کے تقاضے کے عین مطابق ہے۔

قاعدہ شرعیہ ہے "المشقة تجلب التيسير" (مشقت کی بنیاد پر سہولت کا دروازہ کھل جاتا ہے) اس اصول کی فروع میں سے رخصت کی مشروعیت۔ اسی طرح عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہوتا ہے جب کہ عورت شوہر میں کوئی عیب پائے جس سے عقد نکاح کے وقت ناآشنا تھی۔ (الاشباہ ص ۸۰) اور ایڈز کی صورت تو اس میں بدرجہ اولیٰ داخل ہو جائے گی کیوں کہ یہ عیب ہی نہیں بلکہ ام العیب ہے۔

۶۔ مریضہ ایڈز کا حمل

اگر کسی خاتون کو ایڈز کا مرض لاحق ہو جاتا ہے اور اسے حمل بھی قرار پا گیا ہے اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ ایڈز کا مرض تیزی سے پھیلتا ہے۔ اس لئے دوران حمل اور دوران ولادت اور دوران رضاعت بچے کی طرف منتقل ہونے کا پورا خطرہ ہے ـــــ لیکن اس خطرہ شدیدہ کے

باوجود تعلق قیمتی اگر روح اور جان پڑچکی ہے تو عورت کو حمل ساقط کرنے کا حق نہ ہوگا۔ کیوں کہ جان اور نفس انسانی کی حفاظت مذکورہ صورت حال سے زیادہ اہم ہے۔ اس لئے قاعدہ شرعیہ "الاہم فالاہم" کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کہہ لیں گے کہ اس انتقال مرض کے خطرہ سے بچنے کے مقابلے میں جان کی حفاظت اس سے اہم ہے۔ لہٰذا اس صورت میں اسقاط حمل کی اجازت نہ ہوگی۔ ہاں اگر روح حمل میں نہ پڑی ہو اس صورت میں اسقاط حمل کی گنجائش ملتی ہے اور حکومت اور شوہر اسقاط پر جبر بھی اول صورت کی بناء پر کرسکتے ہیں۔ دوسری شکل میں "وأد" کے مرادف سمجھے جائیں گے۔

۷۔ ایڈز کے مریض بچے اور بچیوں کی تعلیم

واضح رہے کہ جو بچے اور بچیاں ایڈز کے مرض میں گرفتار ہوچکے ہیں تو ایسے بچے اور بچیوں کو اسکولوں میں مدارس میں داخلے سے محروم کیا جائے یا یہ کہ محروم نہ کیا جائے۔ اس وقت ہمارے سامنے دو باتیں ہیں۔ ایک تو تعلیم جو انسانی زندگی کے لئے مانند ریڑھ کی ہڈی کے ہے۔ دوسری بات ایڈز کا خطرناک پہلو سامنے ہے۔ ساتھ ہی مدارس اور اسکولوں میں موجودہ دور جس بے راہ روی میں اکثر طلبہ گرفتار ہیں جو ایڈز کے مرض کو فروغ دینے میں برق رفتاری کا رول ادا کرے گا۔ دیکھیں مسلسل۔ اس لئے مذکورہ اور موجودہ صورت حال کے پیش نظر ایسے بچوں اور بچیوں کا تعلیمی ادارے میں داخلہ کرنا اور کروانا ایسے مرض کو ہوا دینے میں بے مثل کردار ادا کرتا ہے۔ جو شرعی نقطہ نظر سے کبھی بھی لائق تحسین نہیں ہوسکتا بلکہ حد الشرع مذموم و معتوب ضرور ہوسکتا ہے۔ کیوں کہ شرعی قاعدہ ہے۔

درء المفاسد اولیٰ من جلب المنفعۃ۔ "مفاسد کو دفع کرنا حصول منافع سے بہتر ہے" اور پھر یہ کہ تعلیمی مرحلے اسکول اور مدارس ہی میں داخل ہو کر طے کئے جائیں یہ کیا ضروری ہے۔ ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ والدین، بھائی بہن یا قریبی رشتے دار ہوں جو اہل علم ہوں وہ انھیں تعلیم دیں یا کوئی معلم ان بچوں کے لئے ہی خاص طور پر رکھا جائے وغیرہ۔

غرض کہ ایڈز کا یہ مرض جو اپنے زہریلے اثرات کے پھیلانے میں برق رفتاری سے بھی سریع رفتار ہے ایسے مرض میں مبتلا بچے بالکل کسی تعلیمی ادارے میں داخل نہ کئے جائیں۔

۸۔ مریض ایڈز کے ساتھ اہل خانہ اور سماج کا کردار

جو ایڈز کے مرض میں گرفتار ہوچکے ہیں۔ ان کے ساتھ اہل خانہ انتقالی پہلو کے ماسوا جس طرح رہا کرتے تھے رہا کریں اور مرض اس طریقہ سے اجتناب کریں جس کے نتیجے میں یہ مرض متعدی ہوتا ہے اور مریض کو بالکل حقیر بھی نہ سمجھا جائے بلکہ قدرت کا ایک فیصلہ سمجھا جائے۔ ممکن ہو اس کو اللہ تعالیٰ گناہ کا کفارہ بنادے۔ اس لئے سماج اور معاشرہ کے لوگ بھی وہ طریقہ اختیار کریں جو وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ یعنی الفت باہمی، حسن سلوک وغیرہ اور ان سے وہ طریقہ اختیار کرنے میں بچتے رہیں جو مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنے کیوں کہ قاعدہ شرعیہ ہے۔ "حفظ النفوس واجب" لہٰذا اس پر عمل ضروری ہے۔

۹۔ ایڈز، کینسر وغیرہ کیا مرض الوفات ہیں؟

ایڈز کا مرض اپنی نوعیت کے اعتبار سے جداگانہ ہے لہٰذا اس پر مرض الوفات کے احکام جاری نہ کئے جائیں گے۔ کیوں کہ اس میں یہ احتمال قوی نہیں ہے کہ وہ اسی مرض کے نتیجے میں مریض رحلت ہوجائے گا اور یہاں پر یہ قرینہ غالب نہیں ہے کہ یہ مرض ہی اس

کے لئے ’’مرض مستیت‘‘ ہے، جب کہ مرض الوفات میں ضروری ہوگا کہ قرینہ غالب ہو کہ یہ مرض مستیت ہو ___ لہذا ’’ایڈز‘‘ میں مبتلا مریض پر مرض الوفات کا حکم جاری نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح ’’کینسر‘‘ اگرچہ یہ مہلک مرض ہے مگر ایسا بھی نہیں کہ آدمی اس کا ہو کر رہ جائے۔

باقی ’’طاعون‘‘ کی صورت رہ جاتی ہے تو چوں کہ یہ وبا جس کے ساتھ بھی لاحق ہوتا ہے اکثر جن میں اس کے نذر ہو جاتے ہیں لہذا جو اس وبا کے نتیجے میں اس دار فانی سے رخصت ہو جاتے ہیں ان کا عمل وصیت وغیرہ کے سلسلے میں ایسا ہی ہے جیسا کہ مرض الوفات کے مریض کا ہوتا ہے۔ صرف نفس طاعون پر مرض الوفات کا حکم جاری نہیں کر سکتے ___ کیوں کہ بہت سارے افراد باوجود اس کے بچ جاتے ہیں تو پھر ان کے لئے مرض الوفات کا حکم کیوں کر نافذ ہوگا۔ ہاں جس کے بارے میں یقین یا غالب گمان ہو جائے کہ وہ اس کی نذر ہو کر رہ جائے گا تو اس پر مرض الوفات کے احکام جاری کئے جائیں گے اور بس۔

۱۰۔۱۱۔ متاثرہ علاقہ میں آمد و رفت

طاعون سے متاثر علاقے میں نہ باہر سے آنے والے داخل ہوں اور نہ ہی اندر سے کوئی باہر جائیں۔ باقی ضرورت کی صورت اس سے مستثنیٰ ہے۔

حدیث کے الفاظ میں ’’لاتخرجوا فرارا منہ‘‘ آیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص موت سے فرار کے لئے نہیں بلکہ اپنی کسی دوسری ضرورت سے دوسری جگہ چلا جائے تو وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے، اسی طرح اگر کسی شخص کا عقیدہ اپنی جگہ پختہ ہو کہ یہاں سے دوسری جگہ چلا جانا مجھے موت سے نجات نہیں دے سکتا۔ اگر میرا وقت آگیا ہے تو جہاں جاؤں گا موت لازمی ہے اور وقت نہیں آیا ہے تو یہاں رہنے سے بھی موت نہیں آئے گی۔ یہ عقیدہ پختہ رکھتے ہوئے محض آب و ہوا کی تبدیلی کے لئے بھی چلا جائے تو وہ بھی ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔

اسی طرح کوئی آدمی کسی ضرورت سے اس جگہ میں داخل ہو جہاں وبا پھیلی ہوئی ہے، اور عقیدہ اس کا پختہ ہو کہ یہاں آنے سے موت نہیں آئے گی اگر مقدر میں نہ ہوگی، وہ اللہ کی مشیت کے تابع ہے۔

محور سوم

جواب برپنج سوالات (۱۔۵)

ڈاکٹر کی حیثیت داعی کی ہے، اس لئے لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے جو بھی طریقے اسلام میں ذکر کئے گئے ہیں اس کا اپنانا اور اس کو رائج کرنا ضروری ہے۔ کیوں کہ اگر ضرر مریض خاص لوگوں میں محدود ہے تو بھی ڈاکٹر کو قاعدہ شرعیہ ’’الضرر یزال‘‘ کے تحت اظہار کرنا ضروری ہے۔ لہذا ڈاکٹر اگر مریض کے عیب کو دوسرے فریق کے سامنے ظاہر کر دیتا ہے تو غیبت میں داخل نہ ہوگا بلکہ اپنے حق کو ادا کیا ہے۔ فریق کے معلومات کرنے پر تو بتانے کی ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے۔

حضرت امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ

’’اگر کوئی شخص کسی سے نکاح یا خرید و فروخت کا معاملہ کرتا ہے اور تم کو معلوم ہوا کہ اس معاملہ میں ناواقفیت کی وجہ سے اس کا نقصان ہے تو اس نقصان سے بچانے کے لئے اس کا حال بیان کر دینا بھی جائز ہے، اسی طرح قاضی کی عدالت میں کسی گواہ کا کوئی عیب اس

نیت سے ظاہر کرنا کہ صاحب حق کو اس معاملہ میں عیب سے ناواقف رہنے سے نقصان نہ پہنچے جائز ہے۔ البتہ صرف اس شخص سے ذکر کرنا جائز ہے جس کے نقصان کا اندیشہ ہو۔ یا جس پر فیصلہ اور حکم کا مدار ہو۔ (از ترجمہ ریاض الصالحین ... باب ما یباح من الغیبۃ)

اور اگر ایسا مرض ہے کہ یہ مرض خود مریض سے بھی ہے اور عام لوگوں سے بھی وابستہ ہے یعنی ڈاکٹر اگر افشاء راز کرتا ہے تو خود مریض کی ملازمت وغیرہ کے ترک کا خطرہ ہے لیکن عدم افشاء کی صورت میں کثیر انسانی جانوں کے ہلاکت کے تذر ہوجانے کا بہت اچھا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں بھی ڈاکٹر کو متعلقہ محکمہ کو اطلاع کردینا ضروری ہے ورنہ عند الشرع قابل گرفت ہوگا۔ کیوں کہ قاعدہ فقہیہ ہے۔ یدفع الضرر العام بتحمل الضرر الخاص (ضرر عام کو دفع کیا جائے گا اور ضرر خاص کو گوارا کرلیا جائے گا)

(۶) سوال یہ صورت اگر ہندوستان اور اس جیسے ممالک سے متعلق ہے تو ڈاکٹر چشم پوشی سے کام لے اور آئندہ ایسی حرکت سے باز آنے کے بارے میں وعدہ صحیح کروالے اور معصوم بچہ کے بارے میں بغیر تفصیل کے محکمہ میں اس کی اطلاع کردے مثلاً ڈاکٹر محکمہ میں یہ کہے کہ ابھی ابھی فلاں جگہ سے آنے والے حضرات نے فلاں جگہ بچہ کے متعلق بتلایا کہ اس جگہ ایک زندہ بچہ ہے جس کے والدین کا کچھ پتہ نہیں ہے آپ اپنے محکمہ کے ذریعہ اس کی تحقیق و تفتیش کیجئے۔ اس تدبیر سے دونوں کام ہوجائے گا۔

لیکن اگر اسلامی حکومت ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ متعلقہ محکمہ میں اس کی اطلاع کردے تاکہ اس کے متعلق حکم شرع نافذ کیا جائے اور اس سے ابھرنے والے فتنے جو اس قسم کے ہیں دب جائیں گے اور اسلامی طرز پر لوگ زندگی گزاریں گے۔ اس لئے یہاں چشم پوشی درست نہیں ہے۔

(۷) شراب کا دواءً استعمال

"الاشباہ والنظائر" میں علامہ سیوطی نے اسی طرح علامہ ابن نجیم نے بھی اسباب تخفیف میں سے ایک سبب سبب ترخیص ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً شراب کا پینا لقمہ اتارنے کے لئے اور نجاست کا کھانا دوائی کے لئے (الاشباہ والنظائر ... الاشباہ والنظائر میں جو ابن نجیم کی ہے۔ اس کو المشقۃ تجلب التیسیر کے تحت بیان فرمایا ہے۔

لہٰذا شراب کی عادت کو چھوڑانے کی خاطر اگر دوا۔ حل وغیرہ دوائی میں اس کی آمیزش کرکے مریض کو استعمال کرایا جائے تو یہ جائز ہوگا تاکہ ہمیشہ کے لئے یہ معصیت ختم ہوجائے۔

(۸) اس جیسے سوالات کے جواب ماقبل میں ذکر کردیئے گئے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ ضرر عام کو دفع کیا جائے گا اور ضرر خاص کو انفرادی طور پر گوارا کرلیا جائے گا۔ قاعدہ شرعیہ ہے یدفع اشد الضررین بتحمل اخفهما، یدفع الضرر العام بتحمل الضرر الخاص۔ لہٰذا ڈاکٹر کے ذمہ لازم ہے کہ متعلقہ محکمہ میں اس کی اطلاع کردے تاکہ عام لوگ ضرر سے محفوظ ہوجائیں۔ ہاں اگر ترک فیصلہ کرلیتا ہے تو پھر ڈاکٹر ایسی صورت میں رازداری سے کام لے گا۔

(۹) اس سوال کا جواب بھی تقریباً گزر چکا۔ مختصر یہ ہے کہ ڈاکٹر کے ذمہ محکمہ میں اطلاع کردینا ضروری ہے تاکہ حق و باطل کا فیصلہ ہوسکے۔ ارشاد باری ہے "تعاونوا على البر والتقوى۔"

شرمگاہ میں سیلان اور قروح عیار (رسنے والے زخم) بواسیر، ناسور، استحاضہ، سلس بول، خصی یعنی خصیتین کے مقطوع ہونے اور مس کے امراض میں نکاح فسخ ہو جانے گا یا اس کی حالت میں یعنی اس حالت میں جب کہ مرد عورت کا تعین کرنا مشکل ہو یعنی خنثیٰ مشکل ہو۔

اور مطلق طور پر نکاح کر لینے کا مطلب سلامتی ہے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے کسی عورت سے نکاح کیا اور بچہ پیدا کرنے کے قابل نہ ہو، تو چاہئے کہ عورت کو بتلائے کہ میں نامرد ہوں اور اسے اختیار دے (کہ چاہے تو جدا ہو جائے)

قیاس یہی کہتا ہے کہ ہر وہ عیب جس کی وجہ سے فریق ثانی متنفر ہو جائے اور مودت و محبت یعنی نکاح کا مقصود حاصل نہ ہو تو اس صورت میں اختیار دینا واجب ہے اور یہ اختیار بیع سے زیادہ اولیٰ ہے جیسے نکاح کے وقت کی طے شدہ شرائط ایفائے شرائط بیع سے زیادہ واجب ہے اور اللہ و اس کے رسول نے کبھی بھی دھوکہ دہی کو واجب قرار نہیں دیا اور جو شخص مقاصد شریعت اور ان کے عدل و حکمت کا مطالعہ کرے گا اور ان پر مشتمل مصالح پر غور کرے گا اس پر اس قول کی ترجیح اور اقرب الی الشریعت مخفی نہ رہے گا۔

عبد الرزاق فرماتے ہیں کہ ہمیں معمر سے انھیں ایوب سے، انھیں ابن سیرین سے روایت ملی کہ ایک آدمی مقدمہ لے کر قاضی شریح کے عدالت میں گیا اور عرض کیا کہ ان لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ہم تیرا حسین عورت کے ساتھ نکاح کر دیتے ہیں چنانچہ ایک نابینا عورت کو لے کر آئے تو قاضی شریح نے فرمایا، اگر تیرے ساتھ کسی عیب کے باعث فریب ہوا ہے تو یہ جائز نہیں۔ اس فیصلہ پر غور کیجئے۔ ان کا قول اگر تیرے ساتھ کسی عیب کے باعث فریب ہوا۔ کس طرح اس بات کا متقاضی ہے کہ عورت جس عیب میں تدلیس کرے تو خاوند کو رد کرنے کا حق حاصل ہے اور زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ہر مرض جو عیوب کے باعث نکاح رد ہو جائے گا اور جو بھی صحابہ اور سلف کے فتویٰ پر غور کرے گا وہ سمجھے گا کہ انھوں نے کسی خاص عیب کو رد کے لئے مخصوص نہیں کیا تھا۔

(مجموعہ زاد المعاد اردو، ترجمہ مولانا رئیس احمد جعفری مطبوعہ [illegible])

ایڈز کے مرض میں گرفتار عورت حاملہ ہو۔ دوران حمل یا ولادت و رضاعت بچے کی طرف مرض کے منتقل ہونے کا پورا یقین ہو تو عورت کو اسقاط حمل کا اختیار ہو گا۔ عورت اسقاط حمل کے لئے تیار نہیں ہے تو شوہر یا حکومت کا محکمہ صحت عورت کو اسقاط حمل پر مجبور کر سکتے ہیں، بشرطیکہ حمل پیدا ہونے کی مدت سے زائد نہ ہو۔ اور نفخ روح کے آثار پیدا نہ ہوتے ہیں، بچے میں زندگی اور حرکت پائے جانے کی صورت میں اسقاط حمل حرام اور سخت ترین گناہ ہے۔ عالمگیری میں ہے:

"دودھ پلانے والی عورت میں حمل کی علامت ظاہر آئے اور اس کا دودھ (منقطع) ہو گیا ہو۔ اور اپنے لڑکے کی ہلاکت کا خوف ہو اور شوہر کے پاس اتنی طاقت نہ ہو کہ وہ کسی دایہ کو خدمت کے لئے رکھ سکے۔ تو عورت کے لئے مباح ہے کہ وہ اسقاط حمل کرے جب تک کہ وہ نطفہ، بستہ خون اور گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں موجود ہو۔"

ایڈز میں مبتلا بچے اور بچیوں کو مرض کے پھیل جانے کے اندیشہ سے تعلیم سے محروم کرنا، اسکولوں اور مدارس میں ان کو داخلہ دینے سے گریز کرنا جائز اور درست نہیں ہے۔ والدین اور اساتذہ کو چاہئے کہ ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کریں۔ اور ان کی اخلاقی احتساب کریں بعض ڈاکٹروں سے راقم نے اس سلسلہ میں استفسار کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ عام حالات میں یہ مرض دوسروں میں منتقل نہیں ہوتا۔ مریض کے خون کو مس کرنے یا چھونے سے مرض کے پھیلنے اور منتقل ہونے کی جو بات سوالنامہ میں ہے اس کو نادرست قرار دیا ہاں جنسی عمل سے اور خون کے ساتھ خون کے مل جانے سے یہ بیماری ضرور پھیلتی ہے۔

ایڈز، طاعون، کینسر جیسے لاعلاج مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کسی پر مرض الموت کے احکام صادر نہیں ہوں گے۔

ایک طبیب حاذق جو اس فن میں صحیح طور پر ماہر ہو اور اس نے قصداً زیادتی نہ کی ہو بلکہ شارع اور مریض کی جانب سے وہ ماذون ہو اس سے کوئی عضو یا جان ہلاک ہوجائے یا کوئی صفت - سماعت - بصارت وغیرہ ضائع ہوجائے تو اس پر بالاتفاق کسی قسم کا ضمان نہیں کیوں کہ فی الحقیقت ہر طرح سے ماذون (اجازت یافتہ) ہے اسی طرح کسی ماہر اور کامل طبیب کی جانب سے شگاف دے کر آپریشن کیا گیا اور اتفاق سے یہ فعل اس وقت انجام پایا کہ ابھی اس کا موقع نہیں تھا اور مریض ہلاک ہوگیا تو بھی اس پر ضمان نہ ہوگا۔ اسی طرح ہر ماذون کا فعل جو قاصر کی (قصداً) زیادتی پر مبنی نہ ہو جیسے حد لگانے والا بالاتفاق غیر ضامن ہے۔ (زاد المعاد ج ۳، زیر عنوان ... ابن القیم مطبوعہ المکتب ...)

بعض اوقات مریض پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے وہ اجازت دینے کے لائق نہیں ہوتا ہے اور اس کے اعزہ زیر علاج مقام سے بہت دور ہیں ان سے فی الفور رابطہ دشوار ہو اور ڈاکٹر کے نزدیک فی الفور آپریشن لازمی ہو۔ تاخیر کی صورت میں مریض کی جان یا عضو کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہو تو اولیا کی اجازت کے بغیر اسے آپریشن کا حق ہوگا۔ ورنہ تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود کے مصداق اگر ڈاکٹر اعزہ کی اجازت کے لئے تاخیر کرے خدا نخواستہ اس درمیان مریض فوت ہوجائے یا اس کا عضو بیکار ہوجائے تو وہ خدا کے نزدیک جواب دہ ہوگا۔ اس صورت میں اگر آپریشن ناکام ہوگیا یا مریض ہلاک ہوگیا یا اس کا کوئی عضو ضائع ہوگیا تو ڈاکٹر ضامن نہ ہوگا اور اس پر شرعاً تاوان لازم نہیں آئے گا۔

محور دوم

ایڈز ایک خطرناک اور مہلک مرض ہے۔ بے حیائی و بے شرمی کے اس دور میں انسانوں کی اخلاقی بے راہ روی کے خلاف اسے اللہ واحد القہار کی ایک انتقامی کارروائی کہیں تو نامناسب نہ ہوگا۔ فحش کاری، زنا، لواطت کے خلاف خدائے تعالیٰ کی جانب سے ایک انتباہ اور وارننگ ہے اس لاعلاج مرض سے ساری دنیا سہم اور کانپ گئی ہے۔ ایڈز ایک خطرناک اور متعدی مرض ہے بعض صورتوں میں تو یہ

بڑی تیزی کے ساتھ پھیلتا ہے اور ہزاروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ ایک ہی مجلس میں مریض کے ساتھ نشست و برخاست سے یا اس کے منہ میں ہاتھ ڈال کر یا اس کا پس خوردہ کھانے سے اور عام اختلاط سے یہ مرض نہیں پھیلتا بلکہ جنسی عمل اور مریض کا خون دوسرے کے خون سے مل جانے سے یہ بیماری پھیلتی ہے اور چند ہی برسوں میں انسان کو موت کے بھیانک غار میں دھکیل دیتی ہے۔ بعض اخبارات سے پتا چلتا ہے کہ ڈاکٹروں نے انتھک محنت کے بعد ایک ایسے وائرس کی دریافت کی جو ایڈز کے کیڑے اور جراثیم کو فنا کرکے اس کا خاتمہ کردیتا ہے۔ تاہم بازار میں اب تک اس قسم کی کوئی دوا دستیاب نہیں ہے۔ ویسے مستقبل قریب میں اس کی توقع ہے کہ یہ دوا عام طور پر فراہم ہوگی۔

(۱) مریض کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ گھر اور سماج میں اچھوت بن جانے کے خوف سے اس مرض کو پوشیدہ رکھے۔ چاہئے کہ والدین اور اعزہ کو اس کی خبر کرے تاکہ وہ احتیاطی تدابیر کرسکیں۔

(۲) ڈاکٹر کو چاہئے کہ زیر علاج ایڈز کے مریض کے بارے میں اس کے اہل خانہ اور متعلقین کو خبردار کرے۔ چاہے مریض اسے رازداری کے لئے مجبور ہی کیوں نہ کرے۔

ایڈز جیسے متعدی امراض اگر کسی میں موجود ہوں تو ان کے والدین اور قریبی رشتہ دار کو چاہئے کہ ان کی نگرانی کریں۔ اس سے ملنے جلنے والوں کو آگاہ کریں، وضع و اخفا اور دھوکہ میں رکھ کر کسی سے اس کا نکاح نہ کریں۔ مریض کے ساتھ نرمی اور خوش خلقی سے پیش آئیں انھیں اچھوت سمجھ کر ان کی تحقیر و تذلیل نہ کریں۔

کہ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جس کسی نے اپنے آپ کو طبیب ظاہر کیا حالانکہ طب کا علم اور فن حاصل نہ کیا ہو تو وہ ضامن ہے۔ جاہل طبیب پر ضمان ڈالنے کا سبب یہ ہو کہ جب اس نے طب کا کام شروع کر دیا اور اس نے اس سے قبل علم طب نہیں سیکھا تو گویا اس نے لوگوں کی جان سے کھیلنا شروع کر دیا۔ وہ گویا ایسے کام کا مرتکب ہونا چاہتا ہے جس کا اسے قطعاً علم نہیں وہ مریض سے دھوکا کرتا اور اسے ہلاکت قریب کرتا ہے لہذا اس پر ضمان لازم آئے گی۔ اس مسئلہ میں اہل علم کا اجماع ہے۔ خطابی کہتے ہیں میرا خیال ہے اگر معالج کی زیادتی کے باعث کوئی مریض ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان لازم آنے کے سلسلہ میں کسی کا اختلاف نہیں البتہ اگر کوئی شخص اس فن میں کچھ علم رکھتا ہو، لیکن تجربہ اور معرفت کے لحاظ سے کوئی مرتبہ نہ رکھتا ہو اس کے علاج سے اگر کوئی ہلاک ہو جائے تو اس پر دیت لازم آئے گی البتہ قصاص ساقط ہو جائے گا کیونکہ وہ مریض کے اذن سے یہ فعل کرتا ہے۔ ایسا کوئی شخص جو قانوناً کسی مرض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے لیکن اپنے ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بنا پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے اگر اس شخص نے کسی مریض کے کہنے پر اس کا علاج کیا تو دیکھا جائے گا کہ اس مخصوص مرض کے علاج میں اسے سابقہ کامیاب تجربہ ہے یا نہیں۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو اس کا یہ علاج شرعاً درست ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ بہر دو صورت اس کے علاج سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا یا اس کا انتقال ہوگیا تو اس پر کوئی ضمان یا تاوان لازم نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ علاج کرنے میں مریض کی طرف سے ماذون ہے۔ زاد المعاد میں ہے۔ دوسری قسم جاہل طبیب کی یہ ہے کہ اگر کسی کا علاج کرتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتا ہے تو اس صورت میں وہ جہالت کا ایک عمل کر گذرا ہے کیونکہ طب نہیں جانتا۔ لیکن اسے علاج کی اجازت مریض کی جانب سے ہے۔ اس لئے اس پر ضمان لازم نہ ہوگی۔ اعتراض تب ہے یہ اس صورت میں ہے جب کہ مریض پہلے سے واقف ہو کہ یہ نیم حکیم ہے۔ اگر مریض کو دھوکہ میں رکھ کر کسی نے ڈاکٹر ہونے کا دعوی کیا۔ جیسا کہ آج کل اکثر مقامات پر ہوتا ہے اور جعلی سر ٹیفکیٹ اور سند لگا کر جا بجا کلینک اور مطب کھولے بیٹھے ہیں تو اس قسم کے لوگ شرعاً قابل تعزیر ہیں ان پر تاوان لازم ہوگا۔

ایک ڈاکٹر جسے قانوناً علاج و معالجہ کی اجازت ہے۔ اس نے اگر کسی مریض کا علاج کیا لیکن اس نے طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں۔ مثلاً بعض ضروری جانچیں نہیں کروائیں یا مریض کی پوری طور پر دیکھ ریکھ نہیں کی اگر اس کے علاج کے باوجود مریض فوت ہوگیا یا اس کا کوئی عضو مثلاً آنکھ ضائع ہو گیا تو یہ ڈاکٹر مریض کو پہنچنے والے نقصان یا اس کی جان کے تاوان کا ضامن ہوگا۔ زاد المعاد میں ہے تیسری قسم ایسے طبیب حاذق کی ہے جو ماذون بھی ہے اس فن میں درک و مہارت بھی رکھتا ہے لیکن ہاتھ چوک گیا اور اس نے کوئی عضو صحیح کاٹ دیا یا تلف کر دیا تو اس سے ضمن لیا جائے گا۔ اگر طبیب حاذق سے اجتہادی غلطی ہوگئی اور مریض ہلاک ہوگیا تو اس کے متعلق دو روایتیں ہیں

ایک یہ کہ مریض کی دیت بیت المال سے دی جائے گی دوسری یہ کہ دیت طبیب پر لازم آئے گی۔

اگر ڈاکٹر کی رائے میں زیر علاج مریض کا آپریشن ضروری ہے اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے قریبی اعزہ سے اجازت لئے بغیر ہی آپریشن کر دیا۔ آپریشن کی ناکامی کی وجہ سے مریض فوت ہوگیا یا اس کا کوئی عضو بیکار ہوگیا تو ڈاکٹر پر ضمان لازم ہوگا۔ ڈاکٹر نے مریض کی جان بچانے میں ہر ممکن جدوجہد کی ہو تو مناسب یہ ہے کہ مریض کے اولیاء ڈاکٹر کو معاف رکھیں اس سے تاوان نہ لیں۔

علامہ ابن قیم اس سلسلہ میں لکھتے ہیں۔ ایسا طبیب جو حاذق ہے اس نے فن طب میں پورے طور پر مہارت حاصل کی ہے اب اس نے کسی آدمی یا بچے یا مجنون کا پھوڑا بغیر اس کے یا اس کے ولی کے اذن کے کاٹ دیا یا ولی کے اذن کے بغیر بچے کا ختنہ کر دیا اور ضرر پہنچ گیا تو ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ چوں کہ اس نے غیر ماذون صورت میں تصرف کیا ہے اس وجہ سے اس پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ یا بچے اور مجنون کا ولی اذن دے دے تو ضمان نہ ہوگا اور اس کا بھی احتمال ہے کہ مطلقاً اس پر ضمان کسی صورت میں بھی لازم نہ آئے کیونکہ وہ محسن ہے اور محسنوں کے خلاف کوئی حرکت نہ کرنی چاہئے۔

مولانا محمد فضل الرحمن رحمانی
(مدرسہ سبیل السلام، حیدرآباد)

علم الابدان کے ماہرین۔ ڈاکٹروں کی ضرورت ہر زمانہ میں رہی ہے۔ آج کے دور میں تو ڈاکٹرس زندگی کے جزو لازم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر خاندان بلکہ ہر فرد کسی نہ کسی ڈاکٹر سے ضرور رابطہ قائم کئے ہوئے ہے۔ امراض و حوادث کی کثرت اور طبائع کی کمزوری نے اکثروں کو دائمی مریض اور دوا کا عادی بنا دیا ہے۔ چاہے وقت پر کھانے کی پابندی ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو، دوا کھانے کی فکر اور پابندی تو ضرور ہوتی ہے۔ جابجا میڈیکل کالج اور دوا بنانے کی فیکٹریوں کی فراوانی، شہر و دیہات کے مختلف مقامات پر بکھرے ہوئے کلینک اور ڈسپنسریاں اس کے بین ثبوت ہیں۔ انبیاء علیہم السلام بھی طب و حکمت جانتے تھے۔ روحانی امراض کے ساتھ وہ جسمانی بیماریوں کا بھی باذن اللہ ازالہ فرماتے تھے مگر کبھی انھوں نے اسے ذریعہ تجارت و معاش نہیں بنایا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مریضوں سے فیس لینا ناجائز اور حرام ہے۔ زیر علاج مریضوں سے معقول فیس لینے کے ساتھ ساتھ خدمت خلق اور ہمدردی کا جذبہ بھی دل میں موجزن ہو۔ رونا اس بات کا ہے کہ بعضوں نے اسے تجارت و کاروبار بنا لیا ہے۔ اور اس لائن سے تعلق رکھنے والے، عوام کی مجبوریوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے خوب لوٹتے ہیں۔ میڈیکل کالج میں داخلہ کے لئے لاکھوں روپیہ کا عطیہ وصول کرتے ہیں۔ لاکھوں روپیہ رشوت دے کر تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ جب فراغت پاکر نکلتے ہیں تو اپنے کھوئے ہوئے رقم کو مختصر سے عرصہ میں اصل مع سود کے وصول کر لیتے ہیں۔ بلا تفریق امیر و غریب خوب لوٹتے ہیں۔ اس سلسلہ میں بعض اخلاق سوز حرکتیں بھی کر بیٹھتے ہیں۔ کبھی نا موجود مرض کا ہوا کھڑا کر کے عوام کو بے وقوف بنایا جاتا ہے تو کبھی بلا ضرورت آپریشن کو لازم قرار دیا جاتا ہے۔ گردوں کی چوری کے واقعات تو آئے دن اخبارات کی سرخیوں کی زینت بن رہی ہیں۔ طمع زر اور حصول دولت کے چکر میں بعض ناخواندہ و غیر مستند افراد بھی علاج کرنے لگے ہیں۔ اس قسم کے نیم حکیم اور نام نہاد اطباء کی روک تھام کے لئے حکومت نے بہت سے قوانین وضع کئے ہیں۔ اور ایسے افراد ہی کو مطب کھولنے کی اجازت دی ہے جو مستند تعلیمی اداروں سے ڈگریاں حاصل کئے ہوں۔ سرکاری بلکہ اکثر پرائیویٹ ہسپتالوں میں بھی مختلف امراض کے لئے اس کے ماہرین ڈاکٹروں ہی کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ مثلاً دانتوں کے لئے الگ، آنکھوں کے لئے الگ اور امراض جلد کے لئے الگ وغیرہ ڈاکٹر قوم کا مسیحا ہوتا ہے۔ یہ خدمت جتنی اونچی اور اعلیٰ ہے۔ اس کی ادنیٰ غلطی بھی اتنی ہی خطرناک ترین، ذرا سی بے احتیاطی جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔ ایک حکیم کے لئے صرف چند دواؤں کا معلوم کر لینا کافی نہیں ہے بلکہ اسے بیک وقت علم الامراض و علم العلاج دونوں پر مہارت تامہ حاصل ہونا ضروری ہے۔ زاد المعاد میں علامہ ابن قیم نے ایک ماہر ڈاکٹر کے لئے بیس امور کی کم سے کم واقفیت و اہتمام ضروری قرار دی ہے چند درج ذیل ہیں (۱) نوع مرض کہ وہ کس قسم سے متعلق ہے؟ (۲) مرض کے سبب کا خیال کرنا کہ کس وجہ سے ہوا اور اس کے پیدا ہونے کی علت کیا ہے (۳) مریض کی قوت

کہ آیا وہ مرض کا مقابلہ کر سکتا ہے یا نہیں (۴) مریض کا مزاج بدن طبیعی (۵) مزاج طبیعی کے علاوہ حادث مزاج کیسا ہے (۶) مریض کی عمر (۷) اس کی عادات و معمولات (۸) موسم (۹) مریض کا وطن اور جائے پیدائش (۱۰) وقت مرض، موسم اور آب و ہوا کی نوعیت (۱۱) اس مرض کے مقابلہ میں دوا کی تجویز (۱۲) دوا اور مریض کی قوت باہمی کا موازنہ (۱۳) طبی امکانی اور نفسیاتی ہر قسم کا طریق علاج استعمال کرے (زاد المعاد اردو، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند) الخصا ابو داؤد، نسائی ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے دادا سے روایت کی

جواب: سوال نمبر (۱۰)

طاعون اور دیگر متعدی امراض کے پھیلے ہوئے علاقوں میں حکومت کا آمد و رفت پر پابندی لگانا جائز ہوگا اس لئے کہ ارشاد باری ہے:

"لا تلقوا بایدیکم الی التهلكة" (البقرۃ۔۱۹۵)

محور ثالث:

جواب: سوال نمبر (۲)

کوئی عورت اپنے ہونے والے شوہر کی بابت ڈاکٹر سے دریافت کرے اور ڈاکٹر کو اس کی بیماری کا پتہ ہو تو ڈاکٹر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اس کے عیب کی اطلاع اسے دیدے، چھپانا جائز نہیں ہوگا اس لئے کہ اس میں لڑکا اور لڑکی دونوں کے لئے عمومی مصلحت کا تحقق اور مفاسد کا ازالہ ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

"وافعلوا الخير لعلكم تفلحون" (سورۃ حج۔۷۷)

اسی طرح ڈرائیور کی آنکھ کی بینائی کمزور ہو گئی ہو اور اس کے پاس ڈرائیونگ لائسنس بھی موجود ہو اور ڈاکٹروں کے کہنے سے وہ اپنے پیشہ سے باز نہ آئے تو چونکہ اس میں اجتماعی خطرات کے امکانات غالب ہیں اس لئے ڈاکٹر کے لئے ضروری ہوگا کہ فوراً اس کی بینائی کی کمزوری کے بارے میں حکومت کو باخبر کرے اور اس کا لائسنس منسوخ کرائے ورنہ بڑے سے بڑے حادثات کو جنم دے سکتا ہے، جہاں تک اس سے متعلقہ افراد کی پرورش کا تعلق ہے تو اس کے لئے اسے مجبور کیا جائے گا، محض اس خوف سے اجتماعیت کے تقاضات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح نشہ آور اشیاء کے استعمال کرنے والے ڈرائیور کے بارے میں بھی متعلقہ محکمہ کو رپورٹ دینا ڈاکٹر کے لئے ضروری ہوگا۔

جواب: سوال نمبر (۷)

منشیات کے عادی شخص کو اگر کوئی ماہر نفسیات ڈاکٹر جو علاج کے تمام طریقے آزما چکا ہو اور وہ ناکام ثابت ہوا ہو تو اس ڈاکٹر کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اس میں تھوڑی تھوڑی سی شراب یا دیگر ممنوعہ اشیاء ملا کر بطور علاج پلائے اور اس کی عادت بد کا علاج کرے اس لئے کہ وہ ڈاکٹر اس صورت میں شراب پلانے والا نہیں بلکہ شراب کے ساتھ دوا تیار کرنے والا سمجھا جائے گا جب کہ دیگر تمام طریقے ناکام ہو چکے ہیں اور اس کا جواز قرآن کریم کی آیت: "فمن اضطر غیر باغ و لا عاد فلا اثم علیه" سے فراہم ہوتا ہے۔

جواب: سوال نمبر (۹)

کوئی شخص قتل وغیرہ کے جرم کا ارتکاب کرکے کسی ماہر نفسیات ڈاکٹر کے پاس آتا ہے اور اس کی وجہ سے کوئی دوسرا شخص اس جرم میں گرفتار ہے جس میں ممکن ہے کہ اس بے گناہ کو سزا مل جائے تو ڈاکٹر کو جرم کی صحیح صورت حال معلوم ہونے کے بعد فوراً اس کی اطلاع متعلقہ محکمہ کو دینا چاہئے تاکہ مجرم کو کیفر کردار تک پہنچایا جا سکے اور بے گناہ کو نجات مل سکے اللہ کا ارشاد ہے:

"ليحق الحق و يبطل الباطل ولو كره المجرمون" (انفال۔۸)

جواب: سوال نمبر (۴)

ایڈز کا مریض اس مرض کے خطرات اور تعدیہ کے جاننے کے باوجود اس نے اپنی بیوی سے مجامعت کر لی یا کسی کو اپنا خون دے دیا جس سے اسے بھی وہ مرض لاحق ہو گیا تو یہ خون دینے والا اور مجامعت کرنے والا شخص جنایت کا مرتکب اور مستحق تعزیر و سزا ہو گا۔

اور اگر اس کے وائرس منتقل کرنے کا قصد نہ ہو تو اس کی اطلاع ضروری ہو گی کہ وہ ایڈز کا مریض ہے تاکہ خون لینے والے غور و فکر کے بعد فیصلہ کریں ورنہ گنہگار ہو گا۔

جواب: سوال نمبر (۵)

کسی مسلمان عورت کا شوہر اگر ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو جائے یا ایڈز کا مرض چھپا کر کوئی شخص شادی کرے تو دونوں صورتوں میں عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہو گا اس لئے کہ ایسی شکل میں یہ بات بالکل محال معلوم ہوتی ہے کہ کوئی عورت اپنے شوہر کے ساتھ

رہے اور شریعت نے " و عاشروهن بالمعروف " (النساء ۱۹) کا حکم دیا ہے جو یکسر نظرانداز ہو گا۔

جواب: سو[illegible] (۶)

ایڈز کے مرض میں گرفتار عورت کو اگر حمل ٹھہر جائے تو بچے میں جان پڑنے سے پہلے پہلے اسقاط حمل جائز ہو گا اس لئے کہ اس بات کا غالب امکان ہے کہ دوران حمل یا ولادت یا دوران رضاعت ایڈز کے وائرس بچے میں منتقل ہو جائیں اور وہ معصوم بچہ پیدائش کے بعد سے والدین و خاندان کے کراہنے اور نفسیاتی طور پر لوگوں کے اس سے بچنے کی وجہ سے دوہرے عذاب میں مبتلا ہو اور یہ بھی نفسیاتی بات ہو گی کہ سماج کے لوگ وائرس کی منتقلی کے خوف سے اس بچے کے قریب بھی نہ جائیں جس سے ایک طرف وہ سماج کے لئے قلق کا باعث ہو گا دوسری اس بچے کو ضرر پہنچے گا جس سے شریعت نے مندرجہ ذیل اصول سے منع کیا ہے:

"لا ضرر و لا ضرار"

اور "لا تروعوا المسلم فان روعة المسلم ظلم كبير" (الطبرانی فی الکبیر)

اور "من ضار ضار الله به" (ترمذی، ابن ماجہ)

نیز انہیں اصول اور ارشاد نبوی

"کلکم راع و کلکم مسؤول عن رعیته، الامام راع و مسؤول عن رعیته" سے یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ مصالح عامہ کے پیش نظر حکومت کے لئے بھی یہ جائز ہو گا کہ ایڈز زدہ عورت کو اسقاط حمل پر مجبور کرے۔

جواب: سوال نمبر (۷)

ایڈز زدہ بچے اور بچیوں کو اسکول اور مدارس میں داخلہ سے روکنا جائز نہیں ہو گا اس لئے کہ محض بچوں کے ایک ساتھ رہنے سے ایڈز کے وائرس ایک دوسرے میں منتقل نہیں ہوتے البتہ اسکولوں کے ذمہ داران اور حکومت کا یہ فرض ہو گا کہ اس پر سخت کنٹرول اور نگرانی رکھیں تاکہ بچے کوئی ایسے کام نہ کر بیٹھیں جن سے غالب حد تک وائرس کا انتقال ہو جاتا ہو کیونکہ شریعت کا اصول ہے:

"یا ایها الذین آمنوا خذوا حذركم" (النساء ۷۱)

جواب: سوال نمبر (۹)

وہ تمام امراض جن کے ختم ہونے کی غالب حد تک امیدیں منقطع ہو جائیں اور ان کی وجہ سے عموماً موت واقع ہو جاتی ہو تو ایسے مرض زدہ اشخاص پر مرض الموت کا حکم لگے گا جیسے ایڈز اور اس قسم کے دیگر تمام امراض میں مریض پر مرض الموت کے احکام جاری ہوں گے جب مریض زندگی سے ناامیدی کے مراحل میں داخل ہو جائے۔

طبی اخلاقیات

ڈاکٹر بہاء الدین محمد ندوی کیرالہ

محور اول:

جواب: سوال نمبر (۱)

ڈاکٹری کی وہ ڈگریاں جو حکومت کی طرف سے آج کل علاج و معالجہ کے لئے ڈاکٹروں کو دی جاتی ہیں، اسلامی و شرعی نقطۂ نظر سے کسی ڈاکٹر کو علاج و معالجہ کا اہل قرار دینے کے لئے ضروری نہیں ہیں۔ البتہ اس وقت علاج اور امراض و ادویہ کی تشخیص میں مہارت کو شریعت لازمی قرار دیتی ہے، لہٰذا اس کی روشنی میں راقم الحروف یہ سمجھتا ہے کہ جو شخص اپنے مطالعہ اور دیرینہ تجربہ کی بنیاد پر ادویہ و امراض کی تشخیص کر لیتا ہے اور علاج کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے علاج و معالجہ نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ ارشاد ربانی "تعاونوا علی البر و التقوی" (المائدہ ۲) اور ارشاد نبوی " من نفس عن مومن کربۃ من کرب الدنیا نفس اللہ عنہ کربۃ من کرب یوم القیامۃ" (ترمذی) کی روشنی میں مستحب ہے کیونکہ وہ اس کی اہلیت رکھتا ہے۔

اور اگر اس کے علاج کے نتیجہ میں مریض کو کسی قسم کا ضرر پہنچ جائے یا اس کی موت واقع ہو جائے تو وہ ضامن قرار نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ وہ طبیب ہے اور طبابت میں اسے مہارت بھی ہے اور تجربہ و ممارست بھی، جس کی وجہ سے وہ خود کو اس کا اہل پاتا ہے، نیز حدیث نبوی بھی اس پر دال ہے کہ:

" من تطبب و لم یعلم منہ طب فھو ضامن "

اور دوسری روایت میں ہے:

" فاعنت فھو ضامن "

امام شوکانی کہتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے اس بات کی کہ ڈاکٹر کی بے احتیاطی سے کے نتیجہ میں مریض کو پہنچنے والے نقصان کا وہ ضامن ہوگا اور جو طبیب طب سے واقفیت رکھتا ہے اس پر ضمان لازم نہیں آئے گا (نیل الاوطار)، جہاں تک وہ ان علاج اتفاقاً مرض اور مریض کو پہنچنے والے ضرر یا موت کا تعلق ہے تو اس کا ذمہ دار وہ ڈاکٹر ہی ہوگا اگرچہ ماہر اور تجربہ کار ہی کیوں نہ ہو اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

" ولا تقف ما لیس لک بہ علم " (الاسراء ۳۶) سے بھی ہوتی ہے۔

نیز اسی سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ ڈاکٹر اگر اپنے علم اور تجربہ کی بنیاد پر علاج و معالجہ یا بغیر علم تشخیص و ادویہ کرتا ہے تو وہ تنہا اور عند اللہ ماجور نہیں ہوگا اس لئے کہ اس طبیب کی مہارت، علم اور مشقت و تجربہ کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ شرعی ممانعت کے دائرہ میں نہ آئے یہی بات تقریباً ڈاکٹر احمد الشرباصی نے بھی اپنی کتاب یسالونک فی الدین و الحیاۃ (۳۰۹–۳۱۳) میں کی ہے۔

جواب: سوال نمبر (۲)

ایسے ڈاکٹر جن کو قانوناً علاج و معالجہ کا حق حاصل ہے البتہ باضابطہ اس نے ڈاکٹری کی ڈگری نہیں لی ہے یا جس قدر مریض کے معاملہ میں چاہئے اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں اس نے نہیں کی اور پھر مریض کا کوئی عضو تلف ہو گیا یا اس کی موت واقع ہو گئی تو ڈاکٹر ضامن قرار پائے گا اس لئے کہ اس نے مریض کے ساتھ دھوکہ دہی اور خیانت سے کام لیا جو شرعاً بھی ایک ناقابل معافی جرم

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص کسی سے نکاح یا خرید و فروخت کا معاملہ کرتا ہے اور تم کو علم ہو کہ اس معاملہ میں ناواقفیت کی وجہ سے اس کا نقصان ہے تو اس نقصان سے بچانے کے لئے اس کا حال بیان کر دینا بھی ضروری ہے۔ اسی طرح قاضی کی عدالت میں کسی گواہ کا کوئی عیب اس نیت سے ظاہر کرنا کہ صاحب حق کو اس مقدمہ میں خاموش رہنے سے نقصان نہ پہنچ جائز ہے، البتہ صرف اسی شخص سے ذکر کرنا جائز ہے۔ جس کے نقصان کا اندیشہ ہو یا جس پر فیصلہ کا مدار ہو۔"

(اربعین ترجمہ شدہ مسمی بہ تبلیغ دین مع تعلیمات کا بیان)

(۱۰) اس سوال کا جواب بھی ماقبل میں گزر چکا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اہل خانہ متعلقین اور لوگوں کو اس کے مرض کے بارے میں اطلاع کر دینا ضروری ہے تاکہ وہ اس کے ضرر سے بچ سکیں۔ باقی اچھوت ہونے کا شریعت میں کوئی دخل وا نر نہیں ہے یہ جاہلانہ چیز ہے زمانہ جاہلیت کے ساتھ مخصوص ہو گئی۔ پھر یہ کہ عام آدمی کے ضرر کو دفع کیا جائے گا اور خاص کے ضرر کو گوارا کیا جائے گا۔

مسلط کردیتے ہیں اور یہ مومنین کے حق میں رحمت ہے۔ فلیس من احد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہ صابراً محتسباً یعلم انہ لا یصیبہ الا ماکتب اللہ لہ الا کان لہ مثل اجر شہید۔ (رواہ البخاری) جو شخص طاعون زدہ علاقہ میں صبر اور ثواب کی نیت سے ٹھہرا رہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ اللہ نے اس کے مقدر میں جو مصیبت رکھ دی وہ ضرور پہنچ کر رہے گی اس کی مرضی کے بغیر کچھ نہ ہوگا تو اس کے لئے شہید کا ثواب یا اس کے برابر ملے گا۔ طاعون میں مرنے والے کو شہید اور طاعون سے بھاگنے کو میدان جنگ سے بھاگنے کے مترادف قرار دیا ہے دراصل ایک مسلمان کا عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ سب کچھ اللہ ہی سے ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا عدوی ولا طیرۃ۔ نہ کوئی متعدی مرض ہے اور نہ بدفالی شریعت میں جائز ہے۔ بعض مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے مریضوں سے کنارہ کشی بھی کی ہے صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ وفد ثقیف میں ایک شخص جذام کے مرض میں مبتلا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تم واپس چلے جاؤ ہم نے تمہیں بیعت کرلیا ہے اور یہ بھی حدیث ہے فر من المجذوم کما تفر من الاسد جذامی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو نیز ابوہریرہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جذامی سے اس طرح کلام کرو کہ اس کے اور تمہارے درمیان ایک یا دو نیزوں کا فرق ہو۔ (رواہ احمد) دوسری طرف صحیح ہے کہ جذامی کے ساتھ ایک برتن میں ہاتھ ڈال کر کھانا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے دونوں میں علماء نے تطبیق کی ہے۔ کہ فرار کا حکم استحباب کے طور پر ہے اور اس کے ساتھ کھانا جواز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے یا یہ قوی اور کمزور ایمان والوں کے اعتبار سے ہے۔ طاعون سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوھا واذا وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا فراراً منہ۔ جب کسی بستی کے متعلق معلوم ہو کہ وہاں طاعون ہے۔ وہاں داخل مت ہو اور اگر تم اسی طاعون زدہ بستی میں موجود ہو تو وہاں سے بھاگو نہیں۔

طاعون زدہ علاقہ میں اگر حکومت کی جانب سے آمدورفت پر پابندی ہو یا محکمہ صحت ٹیکہ وغیرہ لگاتی ہے تو ضروری اور احتیاطی تدابیر میں ان سے معاونت کرنی چاہئے۔

ایک شخص تجارت یا کسی اور غرض سے اپنے وطن سے دور کسی مقام پر اقامت پذیر ہے۔ اس دوران وطن اصلی طاعون کی لپیٹ میں آگیا۔ اہل وعیال کو اس کی سخت ضرورت ہے۔ اب وطن اقامت میں اسے ٹھہرنے کی ضرورت بھی نہیں رہی تو یہ اہل خانہ کی نگہداشت کے پیش نظر طاعون زدہ علاقہ میں داخل ہوسکتا ہے۔ اس کے برخلاف وہ آدمی جو کسی ضرورت سے یہاں آیا تھا اس کا کام بھی مکمل ہوچکا یا ایسا مریض جس کی مناسب نگہداشت اور علاج ومعالجہ کا یہاں انتظام نہیں ہو پایا یا کسی وجہ سے دوسرے مقام پر اس کا موجود ہونا ضروری ہے تو یہ لوگ طاعون زدہ علاقہ سے نکل سکتے ہیں۔ بشرطیکہ فرار مقصود نہ ہو اور یہ عقیدہ نہ ہو کہ اب میں بیماری سے نجات پالیا۔ اسی طرح طاعون سے بچنے کے لئے ڈاکٹروں کی رائے پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا یہ قول ہمارے لئے کافی ہے کہ آپ نے فرمایا نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ۔ بلاضرورت طاعون زدہ علاقہ سے بھاگنا اس میں اعتقاد پیدا کرتا ہے۔ اور بیماری سے بچنے کی غرض سے بھاگنا فسق اور گناہ کبیرہ ہے۔

ڈاکٹر اپنے زیر علاج مریضوں کا رازدار ہوتا ہے۔ لوگ وہ باتیں جو دوسروں سے بلکہ خود رشتہ داروں سے کہتے ہوئے جھجکتے ہیں ڈاکٹر کے روبرو اس اعتماد پر کہ وہ اس کا افشاء نہیں کرے گا ظاہر کردیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس کی باتوں کو امانت قرار دیا ہے المجالس بالامانۃ۔ دوسری جگہ فرمایا اذا حدث الرجل بالحدیث ثم التفت فھی امانۃ۔ ایک آدمی دوسرے سے کوئی اہم بات کرتا ہے تو

اس کے جاننے کے بعد اسے لوگوں میں بیان نہ کرے کیوں کہ وہ امانت ہے۔ امانت کی پاسداری ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ ڈاکٹر پر شرعی، قانونی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ مریض کے عیوب اور راز کو پردہ میں رکھے۔ ہاں اگر اس سے کسی کا حق مارا جاتا ہو ___ یا اس سے کسی کا نقصان متعلق ہو تو متعلقہ افراد سے خیر خواہی کے طور پر اسے بیان کر سکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے انصاری عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلے اس عورت کو دیکھ لے کیوں کہ بعض انصاریوں کی آنکھوں میں کچھ خرابی ہے (مسلم)۔ مسند احمد میں ہے کہ ہندہ نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر استفسار کیا کہ ابوسفیان ایک مرد بخیل ہے وہ میرے اور میرے بچوں کا خرچ پورا نہیں دیتا۔ اگر میں اس کی اطلاع کے بغیر اس کے مال میں سے کچھ لے لوں تو کیا یہ میرے لئے جائز ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرورت کے موافق انصاف سے لے لو۔ یہاں حضرت ہندہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ طلب کرتے ہوئے اپنے شوہر کے عیب بخالت کا ذکر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہیں کی۔ زاد المعاد میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بن قیس سے فرمایا جب انھوں نے امیر معاویہ یا ابی جہم سے نکاح کرنے کا مشورہ کیا تھا کہ معاویہ کنگال ہے اور ابو جہم کاندھوں سے لاٹھی نہیں اتارتا اس سے معلوم ہوا کہ نکاح میں آنے والے شوہر کے عیب کو ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں سوالنامہ میں درج اکثر مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

(۱) ایک ماہر امراض چشم مسلمان ڈاکٹر نے ایک نوجوان کی آنکھ کا علاج کیا اس کی ایک آنکھ میں قوت بینائی نہیں رہی لیکن ڈاکٹر نے اپنی فنی صلاحیت سے اس عیب کو چھپا کر کچھ ایسا علاج کیا کہ دیکھنے والوں کو بظاہر وہ آنکھ صحیح اور سالم معلوم ہوتی ہے۔ اب یہ نوجوان کسی عورت سے رشتہ کر رہا ہے ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اگر اس عورت کو نوجوان کے اس عیب کا علم ہو جائے تو وہ ہرگز اس سے نکاح کے لئے تیار نہیں ہوگی تو مسلمان ڈاکٹر کے لئے مناسب یہ ہے کہ اس نوجوان سے یا والدین سے اس عیب کا ذکر کر دے تاکہ نکاح کے بعد عیب کے ظاہر ہونے پر اختلاف و نزاع نہ ہو۔ اگر لڑکی والوں کو خود معلوم ہو گیا کہ فلاں ڈاکٹر نے اس کی آنکھ کا علاج کیا ہے چلو اس سے حقیقت حال دریافت کر لیں۔ اگر وہ ڈاکٹر سے اس بارے میں سوال کریں تو ضروری اور واجب ہے کہ وہ اہل خانہ کو نوجوان کے عیب سے باخبر کر دے۔

اسی طرح ایک مرد اور عورت جن کے درمیان رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہے کسی ڈاکٹر کے پاس طبی جانچ کے لئے آتے ہیں۔ بطور نتیجہ ڈاکٹر کو کسی ایک کا کوئی ایسا مرض معلوم ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ ناقص الاعضاء بچے پیدا ہوں گے یا یہ کہ مرد یا عورت کے مادہ منویہ میں جراثیم تولید نہیں ہیں تو ڈاکٹر کو چاہئے کہ فریق ثانی کو باخبر کر دے ایک نامرد یا ایسا شخص جس میں ایسا مرض ہو جس کی وجہ سے اس کا نکاح بارآور نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح وہ عورت جو کسی ایسے متعدی مرض میں گرفتار ہے جس پر مطلع ہونے کے بعد اس کا رشتہ نکاح کہیں ہونا بہت مشکل ہے۔ یہ لوگ اپنے عیب مرض کو چھپا کر نکاح کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر جو ان کے عیب اور رشتہ نکاح کی بات کو جانتا ہے تو اس کے لئے واجب ہے کہ وہ فریق ثانی کو اس سے آگاہ کر دے زاد المعاد میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کسی جگہ بھیجا۔ وہاں اس نے کسی عورت سے نکاح کیا وہ نامرد تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم نے اسے بتایا تھا کہ میں نامرد ہوں۔ اس نے عرض کیا نہیں۔ راوی بتاتے ہیں کہ وہ چلا۔ اور جا کر اس عورت کو خبر دی پھر اسے اختیار دیا۔ دو صفحہ کے بعد علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح میں عیب کا ظاہر کرنا اولیٰ اور واجب ہے۔ پھر اس کو پوشیدہ رکھنا اور تدلیس کرنا کس طرح جائز ہوگا اور غش (دھوکہ) تو حرام ہے [illegible]

ایک شخص جس کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہے اس کی بینائی بری طرح متاثر ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گاڑی چلانا اس کے اور دوسروں کے حق میں مضر اور مہلک ہو سکتا ہے۔ تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں مطلع کرکے اس کے ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش کرے۔ چاہے وہ دو پہیہ کی اپنی خاص گاڑی (موٹر سائیکل) ہی کیوں نہ چلاتا ہو۔ اس سے خود بخود بس، ٹرک، ٹرین، ہوائی جہاز چلانے کی ممانعت بدرجہ اولیٰ معلوم ہو گئی۔ کیوں کہ خوانخواستہ گاڑیوں کے ساتھ ہزاروں جانیں وابستہ ہیں۔ ایک شخص کے بے روزگاری پریشانیوں میں گھر جانے کے خوف سے اس کی راز داری برت کر ہزاروں کی موت کا سامان فراہم کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ اسی طرح ان گاڑی چلانے والوں میں شراب نوشی اور نشہ آور چیزوں کے استعمال کی عادت ہو، اور حالت ملازمت میں یہ ان چیزوں سے باز نہ آتے ہوں۔ ڈاکٹر کو ان کے خلاف کارروائی کرنا واجب (اور ضروری) ہوگا۔ ایک عورت اپنے ناجائز نومولود بچے کو سماج میں بدنامی کے خوف سے پارک یا کسی مقام پر زندہ چھوڑ کر ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرے تو ڈاکٹر کو چاہئے کہ عورت کی راز داری کرتے ہوئے معصوم بچے کے بارے میں حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کرے۔

ایک شخص جو شراب اور منشیات کا رسیا ہے باوجود ہزار خواہش و کوشش چھوڑ نہیں پا رہا ہے۔ اس نے ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر سے رجوع کیا۔ ہر طریقہ علاج آزمانے کے بعد وہ ناکام رہا۔ اب اس کے پاس ایک ہی کامیاب طریقہ علاج باقی ہے وہ یہ کہ مریض کو وقتاً وقتاً سے وہی شراب یا نشہ آور چیز استعمال کرنے کی تجویز کرے جس کا وہ عادی ہے اور مریض کے علم میں لائے بغیر اس میں کوئی ایسی دوا شامل کر دے جو شراب یا نشہ آور چیز کے استعمال کے بعد مریض کو کافی دیر تک متلی یا قے وغیرہ کی شکایت میں گرفتار کر دے۔ جس سے مریض کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ میں شراب یا نشہ آور چیز کا استعمال کروں گا تو متلی اور قے میں گرفتار ہو جاؤں گا۔ یہ طریقہ علاج مجرب بھی ہے۔ تو ڈاکٹر کے لئے ایسا طریقہ علاج جائز ہے۔ شراب کی عادت جو ام الخبائث ہے اس کا ازالہ چند دن کے شراب سے جائز ہے۔ قاعدہ ہے [illegible] الضرر الاشد یزال بالاخف۔ علاوہ ازیں شراب یا نشہ آور چیز کے استعمال کی تجویز کو ڈاکٹر کی طرف کیوں منسوب کریں جب کہ یہ حسب سابق پینے پر خود مجبور ہے۔ یہ تاویل مناسب ہوگی کہ ڈاکٹر شراب پینے کا تو مشورہ نہیں دے رہا ہے بلکہ جب وہ شراب پینے لگتا ہے تو خود ڈاکٹر یا مریض کے اہل خانہ اس کے علم میں لائے بغیر وہ مخصوص دوا شامل کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں شبہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔

وہ جرائم پیشہ افراد جو لوگوں کے راز کو مختلف ذرائع سے حاصل کرکے، دوسرے افراد یا پارٹی کو بیچ کر خطیر رقم وصول کرتے ہیں، ان کی جاسوسی سے بے شمار لوگوں کا غیر معمولی نقصان ہو رہا ہے۔ اس قسم کے لوگ اکثر نفسیاتی الجھن کے شکار رہتے ہیں اور اپنی غرض کے پیش نظر یہ پیشہ چھوڑنے کے لئے بھی تیار نہیں۔ یہ ڈاکٹر سے رجوع کرتے ہیں اور اپنے پیشہ اور جرائم کے بارے میں بھی بتلاتے ہیں تو ڈاکٹر کو چاہئے کہ اس کے شر سے لوگوں کو بچانے اور حکومت کے متعلقہ محکمہ کو اس کی اطلاع کرے۔ یتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام

ایک مریض نے کسی کا قتل کیا یا اس طرح کی کوئی اور سنگین واردات کی اور ڈاکٹر کے سامنے اپنے اس جرم کا اقرار کیا ہے جب کہ اسی جرم پر شبہ کی بنیاد پر دوسرا شخص سلاخوں کے پیچھے ہے اس کے خلاف مقدمہ بھی چل رہا ہے اور اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ یہ معصوم شخص عدالت میں مجرم قرار دے دیا جائے اور سزایاب ہو جائے تو ڈاکٹر کا فریضہ بنتا ہے کہ وہ عدالت میں حاضر ہو کر اصل مجرم کا پردہ چاک کرے تاکہ بے گناہ شخص کی رہائی ہو۔ ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمھا فانہ آثم قلبہ۔ زیر علاج متعدی مریض کے بارے میں اس کے اہل خانہ کو تفصیل سے آگاہ کرے (تفصیل آگے گزر چکی ہے)

مفتی محمد سراج الدین
([illegible])

محور اول

۱۔ ایسا شخص جو قانوناً کسی مریض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ لیکن اپنے ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بنا پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے۔ اب اگر وہ کسی شخص کے کہنے پر اس کا علاج کرتا ہے تو اس کا یہ علاج کرنا جائز ہے۔ البتہ اب اگر اس کے علاج سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا ہو یا اس کا انتقال ہو گیا ہو تو اس کی دو صورتیں بنتی ہیں۔

ایک تو یہ کہ وہ دواؤں کے استعمال میں یا عمل جراحی میں موضع معتاد یا مقدار متعین سے تجاوز کر جائے اور دوسری صورت یہ کہ وہ تجاوز نہ کرے۔ پہلی صورت میں وہ ضامن ہوگا اور دوسری صورت میں وہ ضامن نہیں ہوگا۔ (الاشباہ ص ۲۰۰ ج ۱ باب ضمان الاجیر)

اور پہلی صورت میں ایسے شخص کا یہ عمل شرعاً قابل تعزیر جرم شمار ہوگا۔

۲۔ جس ڈاکٹر کو قانوناً علاج معالجہ کی اجازت ہے اس نے اگر کسی مریض کا علاج کیا۔ لیکن اس نے طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں مثلاً عمل ضروری جانچیں نہیں کروائیں یا مریض کی پوری طور پر دیکھ ریکھ نہیں کی اب اس کے علاج کے نتیجہ میں مریض فوت ہو جائے یا اس کا کوئی عضو (آنکھ وغیرہ) ضائع ہو جائے تو ایسا ڈاکٹر شرعاً اس مریض کو پہنچنے والے نقصان اور جان کے تاوان کا ضامن ہوگا۔

(الاشباہ ص ۲۰۰ ج ۱ باب ضمان الاجیر)

۳۔ اگر کسی مریض کا آپریشن ڈاکٹر کی رائے میں ضروری ہے اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے قریبی اعزہ سے اجازت لئے بغیر آپریشن کرا دیا، آپریشن کامیاب ہونے کے بجائے مہلک ثابت ہوا مریض فوت ہو گیا یا اس کا آپریشن شدہ عضو بیکار ہو گیا تو ایسی صورت میں ڈاکٹر اس مریض کو پہنچنے والے نقصان کا ضامن ہوگا چاہے وہ ڈاکٹر اس آپریشن کا مجاز ہو اور تجربہ رکھتا ہو۔ (الاشباہ ص ۲۰۰ ج ۱ باب ضمان الاجیر)

۴۔ بسا اوقات مریض پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے وہ اجازت دینے کے لائق نہیں ہوتا ہے اور اس کے اعزہ زیر علاج مقام سے بہت دور ہوتے ہیں ان سے فی الفور رابطہ قائم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کی رائے میں آپریشن فوری ضروری ہے اور تاخیر ڈالنے میں اس کے نزدیک مریض کی جان یا عضو کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اور وہ اجازت یافتہ ہو اور اپنے فن کا ماہر ہو اب اگر وہ مریض کے قریبی اعزہ سے اجازت حاصل کئے بغیر آپریشن کر دے اور وہ آپریشن ناکام ہو جائے جس کے نتیجہ میں مریض فوت ہو جائے یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو جائے تو اس صورت میں شرعاً ڈاکٹر ضامن قرار نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی مریض کو پہنچنے والے نقصان کا تاوان اس پر شرعاً لازم ہوگا۔

محور دوم

۱۔ جس مریض میں ایڈز کے جراثیم پائے گئے ہوں اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے گھر والوں یا متعلقین سے اس خوف سے اس

۶. جو بچے یا بچیاں ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں ان کو مدارس اور اسکولوں میں داخلے سے محروم کرنا درست نہیں جب کہ یہ مرض مریض کو چھونے اور اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منتقل نہیں ہوتا ہے۔ البتہ اہل مدارس پر لازم ہے کہ وہ ایسے بچوں اور بچیوں پر خصوصی توجہ رکھیں اور ان کے اس مرض کی منتقلی کی جتنی بھی صورتیں ہو سکتی ہیں نہ ہونے دیں بطور خاص جنسی بے راہ روی۔

۷. اگر کوئی بچہ یا بچی ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو جائے تو اسلامی تعلیمات کی رو سے والدین اور اہل خانہ پر لازم ہے کہ وہ اولین فرصت میں ان کے علاج معالجہ کی طرف توجہ دیں، دوسرے یہ کہ وہ ایسے بچے اور بچیوں پر خصوصی توجہ دیں تاکہ وہ معاشرہ کے اور دوسرے صحت مند افراد میں اس موذی مرض کے منتقل کا ذریعہ نہ بنیں۔

۸. ایڈز، طاعون اور کینسر جیسے امراض اگر طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلہ میں پہنچ جائیں تو ان کے لئے مرض الموت کا حکم ہوگا اور ایسے مریضوں کے لئے مرض موت اور مرض وفات کے احکامات جاری ہوں گے۔

۹. طاعون یا اس جیسے مہلک امراض کے پھیلنے کی صورت میں اگر کسی علاقہ کے اندر حکومت کی طرف سے آمد و رفت کی پابندی لگی ہے تو شرعاً وہ جائز ہے اور اس پر عمل کرنا لازم ہے۔

۱۰. البتہ ایسے لوگ جو اپنی ضروریات سے باہر گئے ہوئے ہیں اور پھر صورت حال پیدا ہوگئی ہو اور ان کا قیام نہ ضروری ہو اور نہ ممکن، اور دوسری طرف ان کے اہل و عیال طاعون زدہ علاقہ میں ہیں اور وہ ان کے محتاج ہیں تو ایسے لوگوں پر لازم ہیں کہ وہ ایسی صورت میں یہ یقین رکھتے ہوئے کہ کوئی بیماری متعدی نہیں ہے اپنے اہل و عیال میں آجائیں۔

۱۱. اسی طرح وہ شخص بھی جس کی جگہ وقت مناسب فریلاج پر نہیں ہو رہی ہو اور علاج و تیمارداری کا بیاں انتظام نہیں ہو رہا ہو یا کسی وجہ سے اس کی دوسری جگہ ضرورت ہے یا وہاں نہ رہے بلکہ فوری کسی ایسے مقام پر منتقل ہو جائے جہاں اس کا اچھے طور پر علاج ہو سکے بلکہ اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ وہاں سے کوچ کر جائے۔

محور سوم

۱. اگر کوئی نوجوان اپنے کسی ایسے عیب کو چھپا کر کسی خاتون سے رشتہ نکاح کر رہا ہے جس کے ظاہر ہونے یا اس کے بارے میں معلومات حاصل ہونے کی صورت میں یہ خاتون ہرگز اس رشتہ کرنے کو راضی نہیں ہوگی، اور وہ عیب ایسا ہے کہ اس سے ایک مسلم ڈاکٹر اس طور پر واقف ہے کہ مثلاً اس نے کسی نوجوان کی آنکھ کا علاج کیا۔ اس نوجوان کی آنکھ کی بصارت ختم ہوگئی۔ لیکن ڈاکٹر کی کوششوں سے اس مریض کی وہ آنکھ دیکھنے میں بالکل صحیح و سالم معلوم ہوتی ہے تو اب اس صورت میں اس مسلم ڈاکٹر کے ذمہ ضروری ہوگا کہ وہ اس راز کو راز ہی میں رکھے۔ البتہ لڑکی یا اس کے گھر والے معلومات حاصل کرنے اس ڈاکٹر کے پاس آئیں تو ایسی صورت میں ڈاکٹر پر لازم ہے کہ وہ لڑکی اور اس کے گھر والوں کو نوجوان کے اس عیب سے باخبر کر دے تاکہ نکاح کے بعد جب افشاء راز ہو تو نہ صرف ان کا آپس میں ازدواجی رشتہ میں منسلک رہنا دشوار ہو جائے بلکہ دو خاندانوں میں آپس میں نا اتفاقی و نااتفاقی۔

۲. ایک مرد اور عورت کسی ڈاکٹر کے پاس طبی معائنہ کے لئے آئیں جن کے مابین رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہو۔ طبی جانچ کے نتیجہ میں دونوں میں سے کسی ایک کے کسی ایسے عیب سے ڈاکٹر واقف ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں اس بات کا پورا اندیشہ ہے کہ ناقص الاعضاء بچے پیدا ہوں گے یا مادہ منویہ میں جراثیم تولید نہیں ہیں تو ایسی صورت میں ڈاکٹر پر لازم نہیں کہ وہ از خود دوسرے فریق کو پہلے فریق کے عیب یا مرض سے باخبر کر دے بلکہ اس صورت میں اس طبی جانچ کو راز میں رکھے۔ چوں کہ بچوں کا ناقص الاعضاء پیدا ہونا یا مادہ منویہ میں جراثیم تولید کا نہ ہونا اس کا اندیشہ ہے اور یہ بھی قوی امکان ہے کہ بچے صحت مند صحیح الاعضاء پیدا ہوں۔

۔ایک شخص کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے ڈاکٹر کو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ شخص نامرد ہے یا اس میں کوئی ایسا عیب پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ نکاح کے لائق نہیں ہے اور ڈاکٹر کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ شخص کسی عورت سے نکاح کا معاملہ طے کر رہا ہے اور اپنے عیب کو چھپا کر اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اسی طرح کوئی خاتون کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے وہ کسی ایسے اندرونی مرض یا عیب میں مبتلا ہے جس پر مطلع ہونے کے بعد اس کا رشتہ نکاح کہیں ہونا بہت مشکل ہے اور یہ خاتون اپنے اس اندرونی مرض یا عیب کو چھپا کر کسی مرد سے نکاح کی بات چیت کر رہی ہے اور رشتہ نکاح کی بات چیت ڈاکٹر کے علم میں آ چکی ہے ان دونوں صورتوں میں ڈاکٹر پر لازم ہے کہ وہ دوسرے فریق کو تمام حقائق سے واقف کرے جب کہ دوسرا فریق ڈاکٹر سے اس مریض یا مریضہ کے بارے میں معلومات

حاصل کرنے کے لئے ڈاکٹر سے رابطہ کرے تو فرض ہے اس لئے کہ آدمی کا نامرد ہونا یا کسی خاتون کا اصلی کسی ایسے عیب میں مبتلا ہونا جس کے ظاہر ہونے پر اس رشتہ نکاح کا برقرار رہنا مشکل ہی نہیں ایک ہر حال ہو تو کیں نہ ڈاکٹر نکاح تمام ہونے سے پہلے ہی اس عیب سے آگاہ کردے تاکہ ان دونوں خاندانوں کو آپس میں بعد نکاح ہونے والے افتراق و اختلاف سے بچا سکے۔

۳۔اسی طرح کسی شخص کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہے اس کی بینائی بری طرح متاثر ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گاڑی چلانا اس کے اور دوسروں کے لئے مہلک ثابت ہو سکتا ہے ایسا شخص اگر ڈاکٹر کے منع کرنے کے بعد بھی گاڑی چلاتا ہے تو ڈاکٹر کے ذمہ لازم ہوتا ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں اطلاع کرے اور ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرانے کی سفارش کرے اس کا راز افشا کرنے پر تو شرعی اعتبار سے ہرگز برا نہیں ہے اس لئے کہ فقہائے کرام نے یہ ضابطہ فقہی بیان کیا ہے کہ "یتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام" اسی طرح "الضرر یزال بمثلہ" یعنی یہ شخص جو گاڑی چلانے کی صلاحیت کھو بیٹھا ہو اور وہ گاڑی چلاتا ہو تو اس سے متعلقہ محکمہ کو اس کی اطلاع نہیں دی جائے تو بہت سے لوگوں کی جان ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اور اطلاع کر دینے سے بہت سے بیشتر ذمہ داریوں کی حفاظت ہو سکتی ہے اور اس کے گھر والے معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں تو جانوں کا ضیاع ہونا ضرر عام ہے جو بالمقابل ذمہ داریوں کے ان کے معاشی حالات میں مبتلا ہونے کے۔

۴۔ایسے اگر کوئی شخص کسی ایسی ملازمت پر ہے جس سے بہت سے لوگوں کی زندگیوں کا تحفظ وابستہ ہے۔ مثلاً ہوائی جہاز کا پائلٹ، ٹرین، بس وغیرہ کا ڈرائیور ہے اب یہ شخص شراب یا اور دوسری نشہ آور چیزوں کا عادی ہے اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے تک کہ ترک نہیں کرتا اور اسی حال میں ملازمت کے فرائض انجام دیتا ہے تو ڈاکٹر پر لازم ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس شخص کے بارے میں خبر کردے اور اس سلسلے میں ہرگز ہرگز کوتاہی نہ کرے۔ فقہاء کے یہاں یہ دونوں قاعدے عقل کی وجہ سے بھی اور فقہاء کے نزدیک اس کا شراب نوشی کی قباحت و شناعت کے علاوہ کے پیش نظر بھی چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص شراب کے نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ جب کہ اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ شراب نوشی کی قباحت و شناعت کے پیش نظر اسی طرح یہاں بھی ڈاکٹر پر لازم ہے کہ وہ صرف اس محکمہ کو اطلاع ہی نہ دے بلکہ حتی الامکان کوشش کرے تاکہ یہ شخص دوسروں کی جانوں کے ضیاع کرنے کا ذریعہ نہ بن سکے۔

۵۔کسی عورت کو ناجائز حمل تھا اس عورت سے بچہ پیدا ہوا اور بچہ کو کسی شاہراہ پر یا کسی اور جگہ پر نامناسب حالت میں چھوڑ کر چلی گئی تاکہ معاشرہ میں بدنامی سے بچ جائے پس کسی ڈاکٹر نے دیکھ لیا اور اگر تمام صورت حال سے واقف ہو گیا تو ایسے ڈاکٹر کا اخلاقی اور شرعی فرض ہے کہ وہ اس معصوم کی جان بچائے اور متعلقہ محکمہ کو اس کی فوری اطلاع کرے ایسی صورت میں ڈاکٹر کا اس صورت کی راز داری کا مکمل صرف نہ کرنا جرم ہوگا بلکہ شرعاً معصوم جان کے مترادف ہوگا۔

لہٰذا صورت میں جان کی ہلاکت ماذون فیہ اور غیر ماذون فیہ کے مجموعہ سے ہوتی ہے کیوں کہ زخم زدہ عضو کے آپریشن کی اجازت ڈاکٹر کو حاصل ہے، تجاوز کی اجازت نہیں ہے اس لئے اس صورت میں کامل دیت کا نصف واجب ہوگا۔

(مجمع الانہر علی ہامش در المنتقی [illegible]، حاشیہ علی ہامش تبیین الحقائق [illegible]، الفتاوی الہندیہ [illegible])

ناگہانی حالت میں بلا اجازت اولیاء آپریشن کرنے کا حکم

اگر کسی مریض کا آپریشن فوری طور سے ضروری ہو اور مریض خود اجازت دینے کی پوزیشن میں نہ ہو اور اس کے اعزہ واقرباء اور سرپرستان کسی دور دراز مقام پر رہتے ہوں جن سے اجازت کا حصول بھی ممکن نہ ہو مثلاً اچانک کوئی شخص ایکسیڈنٹ جیسے حادثہ کا شکار ہو جائے اور آپریشن نہ کرنے کی صورت میں اس کی جان کے ضائع ہونے کا ظن غالب ہو تو ایسے موقع پر ماہر تجربہ کار ڈاکٹر تمام طبی تدابیر اور ضروری احتیاطوں کا لحاظ کرکے اگر آپریشن کرنا چاہے تو شرعاً جائز ہے اور اتفاقی طور سے موت واقع ہونے کی صورت میں ضامن نہ ہوگا کیوں کہ ایسے وقت میں اس نے اپنی اخلاقی ذمہ داری کو پورا کیا ہے اور موت کا آجانا حکم الٰہی ہے جس میں کسی انسان کے عمل کو دخل نہیں ہے۔ نیز موت کا آنا امر موہوم ہے اور آپریشن کے ذریعہ صحت کی بحالی امر یقینی یا ظن غالب کے درجہ میں ہے اس لئے امر موہوم کی خاطر آپریشن کے عمل کو ترک نہیں کیا جائے گا ورنہ ضرر عام لازم آئے گا جس کا ازالہ اور دفعیہ شرعاً ضروری ہے۔

ایڈز کی تفصیلات اور اس کے شرعی احکام

ایڈز کا مرض زنا کی کثرت اور غیر فطری جرائم کی بہتات کے نتیجہ میں نازل ہونے والے خدائی عذاب کا دوسرا نام ہے۔ یہ مرض دو آدمیوں کے ایک ساتھ رہنے سے نہیں پھیلتا ہے بلکہ اس کے پھیلنے کے مختلف اسباب ہیں مثلاً (۱) دو شخصوں کے درمیان کسی قسم کا اختلاط یا باہمی تعلق ہو تو ایک ہی برتن میں کھانا، ایک دوسرے کا لباس جیسے پاجامہ وغیرہ کا باہمی استعمال کرنا وغیرہ (۲) ایڈز کے مرض میں مبتلا شخص کے خون یا اس کے جراثیم کا دوسرے شخص کے اندر منتقل کرنا (۳) استعمال شدہ انجکشن کی سوئیوں کا ایک دوسرے کے جسم میں استعمال کرنا خصوصاً نشہ کے لئے انجکشن لینے والوں کے درمیان (۴) بال صاف کرنے کا استرہ اور بلیڈ وغیرہ کا استعمال کرنا (۵) ایڈز کے مرض میں مبتلا ماں سے حمل یا ولادت کے دوران بچے کے اندر مرض کا منتقل ہونا وغیرہ۔ اس تفصیل کی روشنی میں ایڈز سے متعلق متعدد ایسے فقہی احکام مرتب ہوتے ہیں جن کا حکم حسب ذیل ہے۔

(۱) ایڈز کے مریض کا اپنے مرض کو چھپانا اور کنارہ کشی اختیار کرنا اور اس کا شرعاً حکم

ایڈز کے مرض اور اس کے جراثیم کی منتقلی سے متعلق موجودہ طبی معلومات اس بات کا متقاضی ہیں کہ یہ مرض محض دو شخصوں کے ایک ساتھ رہنے سے نہیں پھیلتا ہے بلکہ خاص وجوہات اور اسباب کی بناء پر پھیلتا ہے اس لئے ایڈز میں مبتلا مریض کے لئے اپنے گھر والوں سے چھپانا اور دوسروں سے کنارہ کشی اختیار کرنا شرعاً واجب نہیں ہے البتہ ڈاکٹر کی شرعاً ذمہ داری ہے کہ ایسے شخص کے مرض کو صیغہ راز میں نہ رکھے بلکہ اظہار کردے اور خاندان اور معاشرہ والوں کو بتلادے تاکہ وہ ایڈز کی صحیح صورت حال سے واقف ہو جائیں اور یہ مریض ان میں بالکل اچھوت نہ بن جائے اور اپنے شرعی حقوق سے محروم نہ ہو جائے اور پھر ایسے مریض کے لئے طبی ہدایات اور مشوروں کے مطابق عمل کرنا شرعاً ضروری ہے اور فریقین کے لئے ان تمام اسباب و وجوہات سے قطعی اجتناب کرنا شرعاً ضروری ہے جن کے ذریعہ یہ مرض متعدی ہوتا ہے اور اس مرض کو چھپانا اور ڈاکٹروں کا تعاون نہ کرنا خلق کثیر کے مرض میں مبتلا ہونے کا سبب بن سکتا ہے جو ضرر عام ہے جس کا دفعیہ اور ازالہ شرعاً ضروری ہے۔

(۲) ایڈز کے مرض کو دوسرے شخص کے اندر عمداً منتقل کرنا اور اس کا حکم

ایڈز کے مرض میں مبتلا شخص کا اپنے مرض کو کسی صحت مند اور تندرست انسان کی طرف عمداً منتقل کرنا شرعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اس طرح کے عمل کا ارتکاب کرنے والا شخص اس عمل کی نوعیت اور اس کے فرد یا معاشرہ پر مسموم اثرات پڑنے کے حساب سے دنیوی سزا کا مستحق ہوگا۔ اگر مذکورہ عمل کے مرتکب شخص نے اس خبیث مرض کو کسی معاشرہ میں پھیلانے کا قصد و ارادہ کیا تو اس کا یہ عمل فساد فی الارض کی سعی اور خدا اور رسول صلعم کے ساتھ محاربہ ہوگا اور اسلامی حکومت ہونے کی صورت میں قرآن کریم میں ذکر کردہ سزاؤں میں سے کسی ایک سزا کا مستحق ہوگا۔ انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذالک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم۔ (۵:۳۳)

نیز اگر کسی شخص سے ذاتی عداوت کی بناء پر اس مریض نے اس مرض کو دوسرے شخص کی طرف منتقل کیا اور وہ اس مرض میں مبتلا ہوگیا لیکن اس کی موت نہیں ہوئی تو منتقل کرنے والے شخص کو حاکم وقت مناسب تعزیر کرنے کا مجاز ہے اور موت کے واقع ہونے کی صورت میں حاکم وقت سیاستاً قتل اور دوسری سزاؤں پر غور کرسکتا ہے۔

(۳) ایڈز کے مریض کا اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت اور جماع کا حکم

ایڈز کا مرض پھیلنے کا ایک سبب جنسی اختلاط بھی ہے اس لئے ایڈز کا مریض اگر اپنی بیوی کے ساتھ صحبت اور مباشرت کرے گا تو یقیناً وہ عورت اس مرض میں مبتلا ہوجائے گی اس لئے اس کے لئے اپنی بیوی سے شرعاً جنسی مشارکت ترک کرنا ضروری ہے پھر اگر بیوی کے لئے شوہر کے بغیر زندگی گزارنا سخت دشوار ہو تو حسن معاشرت کے ساتھ طلاق دینا ایسے شخص کے لئے شرعاً ضروری ہے۔

(۴) شوہر کے ایڈز کا مریض ہونے کی صورت میں بیوی کے لئے مطالبہ تفریق کا حکم

اگر کسی خاتون کا شوہر ایڈز کا مریض ہو اور اس کی بیوی کو یہ مرض نہ ہو اور بیوی کے لئے بلا شوہر کے رہنے میں عصمت و عفت کا خطرہ ہے اور خلاق کی زندگی گزارنا سخت دشوار اور پریشان کن ہے اور شوہر طلاق یا خلع پر آمادہ نہیں ہے تو ایسی عورت کے لئے قاضی یا محکمہ شرعیہ کے اراکین کے روبرو درخواست پیش کرکے تفریق کا مطالبہ کرنا شرعاً درست ہے اور قاضی یا محکمہ شرعیہ کے اراکین حسب اصول شرعی ایسی خاتون اور اس کے شوہر کے درمیان تمام معاملات کی تحقیق کرکے تفریق کرنے کے مجاز ہیں۔

(۵) ایڈز میں مبتلا خاتون کے لئے اپنے حمل کو ضائع کرانے کا حکم

اگر طبی اعتبار سے ایسی تدابیر ہونے کا قوی امکان ہو کہ دواؤں وغیرہ کے ذریعہ اس بچہ کو مذکورہ مرض سے محفوظ رکھا جاسکے تو ایسی صورت کے لئے اپنے حمل کو ضائع کرانا شرعاً ناجائز ہے ورنہ ایسی صورت مانع حمل تدابیر اختیار کرے اور مانع حمل ادویہ استعمال کرکے خود کو حاملہ ہونے سے محفوظ رکھے اور اگر حاملہ ہوجائے تو بچہ کے اندر روح پڑنے سے پہلے اسقاط حمل کی شرعاً اجازت ہے کیوں کہ فقہاء کرام اور ارباب افتاء نے عورت کی خرابی صحت اور کثرت ولادت کی وجہ سے بچوں کی خرابی صحت کے پیش نظر ماہر تجربہ کار ڈاکٹروں کے مشورہ سے اسقاط حمل کی اجازت دی ہے لہٰذا مذکورہ صورت میں بھی مانع حمل تدابیر اختیار کرنے اور بصورت دیگر اسقاط کی اجازت ہوگی۔

(۶) ایڈز کے مریض شخص پر مرض الموت کا حکم

اگر ایڈز کے مریض شخص کو اس مرض نے مکمل طور سے اپنی گرفت میں لے لیا ہو اور وہ معمولات زندگی کو ادا کرنے سے عاجز ہوگیا ہو اور کسی بھی وقت اس کی موت کا اندیشہ ہو تو ایسے شخص کو مرض الموت کا مریض تصور کیا جائے گا۔ اگر وہ ایسی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو طلاق المریض کے احکام اس صورت پر جاری ہوں گے اور وہ شخص فار بالطلاق کہلائے گا۔ اگر عورت کی عدت کے دوران ہی وہ شخص وفات پاجائے تو یہ عورت شرعاً اس شخص کے ترکہ میں وارث ہوگی اور اگر انقضاء عدت کے بعد وفات ہو جائے تو وارث نہ ہوگی۔ (ہدایہ ۲/ ۳۰۶)

اسی طرح اس کا حالت مرض میں ہبہ کرنا یا اقرار کرنا وصیت کے حکم میں ہوگا اور ثلث مال کے اندر نافذ ہوگا۔ نیز اگر ایسے شخص پر حالت صحت کے دیون لازم ہوں پھر اس حالت میں کچھ دیون کا اقرار کرے تو حالت صحت کے دیون حالت مرض کے دیون پر مقدم ہوں گے اسی طرح وہ دیون بھی جن کا سبب معلوم ہو دیون مرض پر مقدم ہوں گے۔ وفی الهداية: واذا اقر الرجل فی مرض موته بديون وعليه ديون فی صحته وديون لزمته فی مرضه باسباب معلومة فدين الصحة والدين المعروف الاسباب مقدم (ہدایہ ج ۳ ص ۱۷۵)

(۷) ایڈز کی مریضہ خاتون کے لئے حق حضانت اور حق رضاعت کا مسئلہ

عصر حاضر کی طبی معلومات یہ بتلاتی ہیں کہ اس مرض میں مبتلا خاتون کے لئے اپنے صحت مند اور تندرست بچہ کو دودھ پلانے یا اس کی پرورش کرنے سے مرض کے منتقل ہونے کا خطرہ نہیں ہے اس لئے جب تک طبی رائے اس کے خلاف نہ ہو اس خاتون کا حق حضانت اور حق رضاعت شرعاً ساقط نہ ہوگا۔

(۸) ایڈز کے مریض شخص کے بارے میں سماج کی ذمہ داریاں

اگر کوئی شخص ایڈز کا مریض ہے یا امراض متعدیہ میں سے دوسرے کسی مرض کے اندر مبتلا ہے تو اسلام کا عقیدہ واضح انداز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ بیان کیا گیا ہے: لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر (مشکوۃ ۳۹۱) جس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کا مرض دوسرے کے اندر منتقل نہیں ہوتا بلکہ مرض کی تخلیق اور اس کا انتقال مشیت ایزدی سے ہے۔ علم طب کی تحقیق یہ ہوتی ہے کہ جس ذات نے ابتداءً شخص اول کے اندر مرض کو پیدا کیا ہے وہی ذات دوسرے شخص کے اندر بھی مرض کو پیدا کرنے پر قادر ہے۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بد عقیدگی کو ختم کرنے کے لئے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا: فر من المجذوم كما تفر من الاسد (مشکوۃ ۳۹۱) کیوں کہ معاشرہ میں کوئی فرد ایسا بھی ہو سکتا ہے جو یہ تصور کرنے لگے کہ اگر میں فلاں شخص کے پاس نہ بیٹھتا تو شاید یہ مرض نہ ہوتا اس لئے اس بد عقیدگی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا ارشاد سے ختم فرمایا۔ نیز احادیث شریفہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جذامی کے ساتھ کھانا ثابت ہے اور دوسری طرف اپنے علاوہ دوسرے لوگوں کو فرار کا حکم دیا ہے۔ ان دونوں باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعدیہ کی ایک وجہ قوت ارادی بھی ہے۔ اگر قوت ارادی مضبوط ہے تو تعدیہ نہ ہوگا جیسے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت ارادی تھی اور بصورت دیگر تعدیہ ہوگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایڈز سے متعلق خبر دینے سے عمومی طور سے ابتلاء کا اندیشہ ہے یا طبائع وحشت زدہ ہو کر متاثر ہو جائیں گی تو ڈاکٹروں کو ایڈز کی خبر دینے کے بجائے حفاظت کے دوسرے ذرائع پر غور کرنا چاہئے تاکہ مریض بھی متاثر نہ ہوں اور دوسرے بھی محفوظ رہیں۔ اگر کوئی صورت نہ ہو تو مجبوری ہے پھر اس قسم کے امراض میں مبتلا شخص کے سلسلہ میں سماج کی ذمہ داری یہ ہوگی کہ طبی ہدایات کا لحاظ اور کامل احتیاط ہر دو فریق پر شرعاً لازم ہے تاکہ ضرر اور اضرار دونوں سے تحفظ ہو سکے جس کو حدیث

شریف کے اندر داخلہ وغیرہ ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ ان کے قیام، خورد و نوش اور پوشاک وغیرہ میں مکمل احتیاط برتنا ہر فریق پر ضروری ہے یہی حکم ان تمام بچوں اور بچیوں کا ہے جو اس مرض کی شکار ہوں۔

(۹) ایڈز کے اندیشہ سے مسلم لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کا مسئلہ

ایڈز کا مرض بچوں کے ایک ساتھ نشست و برخاست سے منتقل نہیں ہوتا بلکہ اختلاط اور خون وغیرہ کے منتقل کرنے سے منتقل ہوتا ہے اس لئے ایڈز سے متاثرہ مسلمان بچوں اور بچیوں کو دینی اور عصری تعلیم سے محروم کرنا شرعاً ناانصافی اور ظلم ہوگا اور حدود شرعیہ کے دائرہ میں ان کو عصری اور دینی تعلیم دلانا ضرورت کے مطابق شرعاً لازم اور ضروری ہے البتہ ان بچوں کے والدین، سرپرستان، اساتذہ کرام اور مربیین کی ذمہ داری ہوگی کہ ان کی نگرانی کا مکمل خیال رکھیں اور اس میں کسی بھی قسم کی کوتاہی اور لاپرواہی سے کام نہ لیں تاکہ لڑائی جھگڑے اور دوسرے اختلاط کا سد باب ہوسکے۔

(۱۰) ایڈز سے متاثرہ علاقوں میں آمد و رفت کا حکم

ایڈز کی حیثیت طاعون کی طرح نہیں ہے کہ اس مقام کے رہنے والوں کو اس مقام سے باہر جانا اور باہر والوں کے لئے اس مقام میں داخل ہونا ممنوع قرار دیا جائے بلکہ طبی معلومات کے مطابق تو خود یہ مرض دوسرے کے اندر منتقل نہیں ہوتا بلکہ خاص وجوہات کی بنا پر منتقل ہوتا ہے اس لئے ایسے مقامات کے اندر لوگوں کے داخلہ پر پابندی عائد کرنا شرعاً درست نہیں ہے البتہ طبی تدابیر اور احتیاط کا لحاظ رکھنا ہر حال میں ضروری ہے۔ اسی طرح جو لوگ اس علاقہ کے دوسرے مقامات پر گئے ہوتے ہیں وہ واپس ہوسکتے ہیں اور وہاں کے لوگ بھی دوسری جگہ منتقل ہوسکتے ہیں۔ طاعون کا حکم اس سے جداگانہ ہے۔ طاعون زدہ علاقہ سے وہاں کے لوگوں کا باہر جانا اور دوسرے مقامات کے لوگوں کا طاعون زدہ علاقہ میں داخل ہونا دونوں بہ نص حدیث ممنوع ہیں۔

رشتہ نکاح کے لئے خاتون سے شوہر کی آنکھ کی خرابی کو ظاہر کرنے کا حکم

اگر کسی نوجوان کی آنکھ کی بصارت کمزور ہو مگر وہ دیکھنے میں بالکل صحیح معلوم ہوتی ہو اور کسی خاتون سے اس کے رشتہ نکاح کی بات چیت چل رہی ہے تو اگر مسلمان ڈاکٹر کے پاس یہ مسئلہ پہنچ جائے اور اس مریض کی ڈاکٹر کو یہ ہدایت ہو کہ میرا مرض صیغہ راز میں رکھا جائے تو اس مسئلہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ راز میں رکھنے کی صورت میں اس کا ضرر اور نقصان فی واحد صرف خاتون کو ہوگا اور صیغہ راز میں نہ رکھنے کی صورت میں بھی اس کا نقصان اور ضرر فی واحد مریض کو ہوگا تو دونوں قسم کے ضرر مساوی درجہ کے ہیں۔ ایسی حالت میں شریعت نے مبتلیٰ بہ شخص کو اختیار دیا ہے کہ وہ دونوں امور میں سے جس کو چاہے اختیار کرے لہٰذا صورت مذکورہ میں مسلمان ڈاکٹر کو اس مرض کو صیغہ راز میں رکھنے اور نہ رکھنے کے بارے میں اختیار ہے بشرطیکہ اس مریض کے اندر دوسرا کوئی ایسا خطرناک اور مہلک مرض نہ ہو جس کے ہوتے ہوئے وہ عورت حقوق زوجیت ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو لیکن مذکورہ صورت میں ایثار سب سے بہتر ہے اور اس کی رعایت کرتے ہوئے صیغہ راز میں رکھنا بہتر ہے۔ من ابتلی ببلیتین وهما متساویان یاخذ بایتهما شاء (الاشباه والنظائر [illegible])

زوجین میں سے کسی ایک کو مہلک مرض ہونے کی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری

نکاح کے اہم مقاصد میں سے افزائش نسل اور توالد و تناسل بھی ہے احادیث شریفہ میں اسی مقصد سے نکاح کی ترغیب دی گئی ہے۔ اگر کسی مرد اور عورت کے درمیان رشتہ مناکحت کی بات چل رہی ہو اور مسلمان ڈاکٹر کے پاس طبی جانچ کے لئے آئیں، جانچ کے بعد ڈاکٹر کو ایسا مرض معلوم ہوا جس سے مقصد نکاح کا حصول دشوار ہے مثلاً بانجھ پن، بچوں کی تخلیق کا امکان نہ ہو یا مرد اور عورت میں سے کسی

ایک کے مادہ منویہ میں جراثیم تولید نہ ہونے کی وجہ سے بالکلیہ تخلیق اولاد کے فقدان کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں مسلمان ڈاکٹر کے لئے افشاء راز کی شرعاً اجازت ہے کیوں کہ اس کا ضرر متعدی ہے اور مقاصد نکاح کا حصول اور مقاصد شریعت کی تکمیل عدم افشاء کی صورت میں پریشان کن مسئلہ ہے۔

مرد کے عنین یا نامرد ہونے کی صورت میں ڈاکٹر کے لئے افشاء راز کا حکم

جب شریعت اسلامیہ نے شوہر کے نامرد اور عنین ہونے کی شکل میں عورت کو مطالبہ تفریق کا اختیار دیا ہے کیوں کہ اس سے عورت کی زندگی اجیرن اور جہنم بن جاتی ہے تو قبل النکاح معلوم ہونے کی صورت میں ڈاکٹر کے لئے افشاء راز کی بدرجہ اولیٰ اجازت ہوگی لیکن اگر عورت کو کوئی ایسا مرض لاحق ہو جو مانع جماع ہے اور معلوم ہونے کی صورت میں اس کا نکاح ہونا مشکل اور دشوار ہو تو اس صورت میں ڈاکٹر کے لئے اس مرض کو صیغہ راز میں رکھنا شرعاً ضروری ہے بشرطیکہ وہ عورت کسی متعدی مرض مثلاً ایڈز، سوزاک، آتشک وغیرہ یا کسی متعدی مرض میں مبتلا نہ ہو کیوں کہ افشاء راز کی شکل میں اس عورت کے حرام کاری اور زنا کاری میں مبتلا ہونے کا غالب گمان ہے اور مسلمان کو امر حرام سے بچانا شرعاً واجب ہے اور صیغہ راز میں رکھنے کی صورت میں اگر شوہر کی ضرورت اس سے پوری نہ ہو سکے تو شریعت نے مزید تین عورتوں سے نکاح کی اس کو اجازت دی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع حدیث شریف میں ہے کہ جب ایک خاتون نے آپ سے عرض کیا کہ ابو جہم اور معاویہ نے میرے پاس پیغام نکاح دیا ہے تو آپ نے ایک کے متعلق فرمایا کہ وہ عورتوں کے ساتھ سخت رویہ رکھتا ہے اور دوسرا مفلس ہے آپ نے بحیثیت مشیر دونوں کا عیب ظاہر فرمایا اس کی وجہ یہی ہے کہ مقصد نکاح کی تکمیل ان حضرات سے دشوار ہے۔ (مشکوٰۃ [illegible])

ڈرائیور، پائلٹ وغیرہ کے عیوب کو افشاء کرنے کا حکم

اگر بس کا ڈرائیور، ٹرین کا ڈرائیور، ہوائی جہاز کا پائلٹ وغیرہ شراب، چرس، افیم اور دوسری منشیات کا عادی ہو یا ان کی آنکھ کی بصارت متاثر ہو گئی ہو جس کی وجہ سے یہ لوگ اپنی متعلقہ ذمہ داری کو نبھانے کی پوزیشن اور اہلیت میں نہ ہوں تو مسلمان ڈاکٹر کا فرض ہے کہ متعلقہ محکمہ کو ان کے بارے میں اطلاع کردے کہ یہ لوگ اپنی متعلقہ ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں اور لوگوں پر بھی ان عیوب کو ظاہر کرنا شرعاً ضروری ہے کیوں کہ ان امراض اور عیوب کو صیغہ راز میں رکھنے کی صورت میں اس کا ضرر اور نقصان خلق کثیر کو پہنچے گا اور بہت سے لوگوں کی جان کے ضائع ہونے کا قوی امکان ہے جو یقیناً ضرر اعظم ہے اور اس کا ازالہ اور دفعیہ شرعاً ضروری ہے اور ضرر خاص کو اس ضرر عام کی خاطر برداشت کرلیا جائے گا۔ یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام۔ (قواعد الفقہ [illegible] الاشباہ [illegible]) الضرر الاشد یزال بالضرر الاخف (قواعد الفقہ [illegible]) الضرورات تبیح المحظورات۔ (قواعد الفقہ [illegible]) اذا تعارض مفسدتان روعی اعظمہما ضررا بارتکاب اخفہما (الاشباہ [illegible])
رہی بات اس ڈرائیور، پائلٹ وغیرہ کی معاشی پریشانی کی تو اس کو دوسرے طریق سے حل کیا جائے گا۔

معصوم بچہ کی جان کی حفاظت کا مسئلہ

شریعت اسلامیہ کے نزدیک معصوم جان کی حفاظت کی بہت زیادہ اہمیت ہے حضانت اور تربیت کے سلسلہ میں وارد ہونے والی تصریحات و نصوص سے اس امر کی تائید ہوتی ہے اس لئے صورت مذکورہ میں مسلمان ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ معصوم بچہ کی جان کو جانے سے بچانے اس زمرہ کے بارے میں متعلقہ محکمہ کو اطلاع کرے ورنہ قتل نفس کے گناہ میں وہ ڈاکٹر بھی شریک سمجھا جائے گا جس کی

مولانا توصیف مظاہری
(جامعہ ...)

محور اول

۱. کسی شخص کو مطالعہ ہو اور تجربہ کی بنا پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہو تو اس شخص کا علاج کرنا جائز ہے اگر اس کے علاج سے مریض کو کوئی ضرر لاحق ہو یا انتقال ہو جائے تو شرعاً کوئی ضمان لازم نہیں اور نہ کسی طرح قابل تعزیر ہے۔

۲. جس ڈاکٹر کو قانوناً علاج کی اجازت ہو اگر مریض کے علاج میں طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھی اگر اس کے تجربہ میں بغیر ان احتیاطات کے مریض صحت یاب ہو جاتے ہوں اس کے باوجود مریض فوت ہو گیا یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو گیا تو شرعاً اس پر کوئی ضمان نہیں۔ واں جا بھی ایسے احتیاطات جس کے برتے بغیر علاج ناممکن ہو اس کے باوجود ان چیزوں کو نہ برتا تساہل ہے اس لئے اس تساہل پر وہ ڈاکٹر قابل تعزیر ہے۔

۳. جب ڈاکٹر آپریشن کا مجاز ہو اور تجربہ بھی رکھتا ہو اور قریبی اعزہ سے اجازت لئے بغیر آپریشن کر ڈالا اور وہ آپریشن مہلک ثابت ہوا یا کوئی عضو بیکار ہو گیا تو ڈاکٹر شرعاً ضامن نہیں ہوگا۔

۴. آپریشن کے لئے مریض یا اس کے اعزہ سے اجازت شرعاً لازم و ضروری نہیں اگر مریض اجازت دینے کے قابل نہ ہو اور اعزہ دور مقام پر رہتے ہوں اور ڈاکٹر اسے ضروری سمجھتے ہوئے آپریشن کر دیا اور مریض کو کسی قسم کا نقصان ہو گیا تو ڈاکٹر کو شرعاً ضامن قرار نہیں دیا جائے گا اور ڈاکٹر پر شرعاً کوئی تاوان لازم نہیں ہوگا۔

محور دوم

۱. جب یہ امر مسلم ہے کہ ایڈز کا مرض عام اختلاط سے منتقل نہیں ہوتا اور حدیث پاک میں ہے لا عدوی ولا طیرۃ (الحدیث)۔ اب کسی مریض میں ایڈز کے جراثیم پائے گئے اپنے متعلقین سے اس کو اس خوف سے چھپائے ہوئے ہے کہ لوگ زبان و عقیدہ کی وجہ سے وہ اچھوت بن کر رہ جائے گا تو ایسا کرنا اس کے لئے جائز ہے تاہم مزید اختلاط سے دور رہنا لازم ہے۔

۲. اگر عام اختلاط سے مرض نہیں منتقل ہوتا اور ڈاکٹر بھی اس مرض کو راز میں رکھے اور اس کا افشاء نہ کرے تو جائز ہے تاکہ ایک مسلمان اہانت و تذلیل نہ ہو۔

۳. ایڈز اور دوسرے امراض متعدیہ (عرفاً) کے مریض کے بارے میں اہل خانہ اور متعلقین اور سماج کی شرعاً ذمہ داری ہے کہ حتی المقدور

اس کا علاج و معالجہ کرائے اور لا عدوی ولا طیرۃ پر مکمل اعتماد و بھروسہ کرتے ہوئے اس کو اچھوت نہ سمجھے۔

۴. ایڈز کا ایسا مریض جو اپنے مرض کی نوعیت سے بخوبی واقف ہو اور دانستہ طور پر اپنے مرض کو منتقل کرنے کی غرض سے کوئی ایسا عمل یعنی مجامعت کرنا یا کسی مریض کو خون دینا جو اس کے لئے ایڈز لاحق ہونے کا سبب بن جائے یقیناً ایسا کرنے والا قابل تعزیر ہوگا۔ اور اگر مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ تو نہ ہو لیکن اس کے متعدی ہونے کو ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق جانتا ہو اس کے باوجود مجامعت وغیرہ ہو تو وہ شرعاً گنہگار اور مجرم ہوگا۔

۵۔ اگر کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈز کا مریض ہوگیا تو اس عورت کو شوہر کے اس مرض کی بنا پر فسخ نکاح کرنے کا شرعاً اختیار ہوگا اسی طرح اگر ایڈز کے کسی مریض نے اپنے مرض کو چھپا کر کسی عورت سے نکاح کرلیا تو اس عورت کو بھی فسخ نکاح کے مطالبہ کا اختیار ہوگا۔

۶۔ جو خاتون ایڈز کے مرض میں گرفتار ہوگئی ہو اگر اسے حمل قرار پاگیا تو اس کا مرض دوران حمل یا دوران ولادت و رضاعت بچے کی طرف منتقل ہونے کا طبی لحاظ سے مکمل خطرہ ہو تو اس عورت کے لئے جائز ہوگا کہ اس مرض کے منتقل ہونے کے ڈر سے اسقاط حمل کرالے اگر اس بچے میں جان نہ آئی ہو اگر عورت اس کے لئے تیار نہ ہو تو اس کے شوہر یا حکومت یا محکمہ صحت اس کو اسقاط حمل پر جان پڑنے سے قبل مجبور کرسکتے ہیں۔

۷۔ جب عام اختلاط سے ایڈز کا مرض منتقل نہیں ہوتا تو ایڈز کے مریض بچے و بچیوں کو مدارس اور اسکولوں میں داخلہ سے محروم کرنا درست نہ ہوگا اور جو شبہات مزید پیدا کئے گئے ہیں وہ وہم کے درجہ میں ہیں۔

۸۔ متعلق جواب مریض والدین اور اہل حل کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچے و بچیوں کی شادی نہ کریں۔

۹۔ ایڈز نیز طاعون و کینسر جیسے امراض جب طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلہ میں پہنچ جائیں تو ان کے لئے مرض الموت کا حکم ہوگا اور ایسے مریض کے لئے مرض موت و مرض وفات کے احکام جاری ہوں گے جب کہ اسی مرض میں مریض کا انتقال ہوگیا ہو۔

۱۰۔ طاعون یا اس جیسے امراض کے پھیلنے کی صورت میں اگر اس حکومت کی جانب سے آمد و رفت پر پابندی لگتی ہے تو شرعاً ایسی پابندی جائز ہے اور ایسی پابندیوں کو روا رکھنا اور اس کا لحاظ رکھنا مناسب و ضروری ہے۔

۱۱۔ اگر فساد عقیدہ کا خطرہ نہ ہو اور اللہ پر مکمل اعتقاد اور بھروسہ ہو اور اس کے اہل و عیال طاعون زدہ ہوں اور اہل خانہ اور کاروبار کی ضرورت بھی ہو تو ایسے لوگوں کو گھر لوٹنا جائز ہے اسی طرح انہیں شرائط مذکورہ کے ساتھ دوسری جگہ جاسکتے ہیں۔

محور سوم

۱۔ ایک آنکھ کی بصارت زائل ہوجانے کے بعد دوسری آنکھ کی بینائی سے زندگی کے تمام مراحل طے کئے جاسکتے ہیں اور ایک آنکھ کی بصارت زائل ہوجانے سے حقوق زوجیت کی ادائیگی میں کوئی خلل و نقصان وہ نہیں ہے اس لئے ڈاکٹر اس کو راز میں رکھے تو مناسب ہے نامعیب کو دیکھنے میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی خوبصورتی میں کوئی فرق آتا۔ اگر لڑکی کے گھر والوں کو یہ بھنک لگ گئی ہو کہ وہ فلاں ڈاکٹر سے علاج کراتا ہے اور وہ ڈاکٹر سے معلومات کے لئے آئیں تو ڈاکٹر کو راز فاش نہ کرنا چاہئے۔

۲۔ اگر مرد و عورت کے مابین رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہو اور وہ کسی ڈاکٹر کے پاس طبی معائنہ کے لئے جاتے ہوں اور طبی معائنہ سے ڈاکٹر کو کسی ایک کا ایسا مرض معلوم ہوجائے کہ بچے ناقص الاعضاء پیدا ہوں گے یا کسی کے مادہ منویہ میں جراثیم تولید نہیں ہیں تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ دوسرے فریق کو عیب یا مرض سے باخبر کردے چوں کہ وہ دونوں بغرض تفتیش عیب و مرض ڈاکٹر کے پاس گئے ہیں۔

۳۔ اگر کوئی شخص بامرد کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہو یا کوئی خاتون کسی ایسے اندرونی مرض یا عیب میں مبتلا ہو کہ جس کی اطلاع کے بعد اس کا رشتہ ہونا مشکل ہو تو ڈاکٹر کے لئے جائز ہے کہ دوسرے فریق کو اس عیب سے مطلع کردے اگر دوسرا فریق اس مریض یا مریضہ کے بارے میں معلوم کرے تو ڈاکٹر پر واجب ہے کہ ان امراض کو ظاہر کردے چوں کہ قاعدہ شرعیہ ہے الضرر یزال۔

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی

واقف کار سے علاج

دینی اور دنیاوی تمام کاموں میں ماہر ترین کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ قرآن و حدیث میں اسی کی ہدایت کی گئی ہے۔ زندگی اور صحت کی حفاظت مقاصد شریعت میں بنیادی اہمیت کی حامل ہے اور "حفاظت دین" کے بعد دوسرا درجہ "حفاظت نفس" ہی کا ہے، اس لئے اس معاملہ میں بہت حساس ہونے کی ضرورت ہے اور دوا و علاج کے لئے کسی ماہر ڈاکٹر ہی سے رجوع ہونا چاہئے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ کسی صحابی کو زخم آگیا اور خون منجمد ہوگیا، انھوں نے ڈاکٹروں کو بلایا، دو ڈاکٹر حاضر ہوئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا تم میں زیادہ ماہر کون ہے۔ [illegible]

غیر ماہر ڈاکٹر کی حدیث میں مذمت کی گئی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایسا شخص علاج کرتا ہے اور اس کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچ جاتا ہے تو وہ ذمہ دار ہوگا۔ (ابوداؤد)

ایک ماہر فن ڈاکٹر کسے کہا جائے گا اس کی کیا کیا خوبیاں ہیں؟ اس سلسلہ میں علامہ ابن قیم کا بیان ہے کہ واقف کار ڈاکٹر کو ان اوصاف کا حامل ہونا چاہئے۔

(۱) مرض کی نوعیت جاننے کی صلاحیت، کہ بیماری کس قسم کی ہے اور مرض کا سبب کیا ہے؟ اس بیماری کے پیدا ہونے کی وجہ کیا ہے؟

(۲) مریض کے بدن میں مرض سے مقابلہ کی صلاحیت اور قوت کا علم، اور جسم کا طبعی مزاج اور مرض کی وجہ سے پیدا ہونے والے غیر طبعی مزاج سے واقفیت۔

(۳) دوا کی قوت اور بیمار کے جسمانی قوت سے موازنہ اور دوا کے ری ایکشن اور اس کے توڑ کی صلاحیت۔

(۴) مریض کی عمر، عادت اور مرض کے وقت کے موسم کی رعایت، نیز اس بات کا علم کہ مریض جہاں کا رہنے والا ہے وہاں کی آب و ہوا کیسی ہے؟

(۵) ایسے طور سے مرض زائل کرنے کی کوشش کرے کہ اس دوا کی وجہ سے کسی دوسرے شدید مرض میں مبتلا ہوجانے کا اندیشہ نہ ہو۔

(۶) مریض کے دل کی کیفیت اور اس کی بیماریوں سے مکمل طور پر واقفیت کہ جسم کے علاج میں دل بنیادی کردار ادا کرتا ہے، اور جسم کی طبیعت سے دل متاثر ہوا کرتا ہے۔

(۷) مریض کی خیر خواہی اور اس کے ساتھ شفقت و نرمی اور دلداری کا برتاؤ کرنا۔

(۸) طبعی، الہی (روحانی) نفسیاتی علاج میں سے ہر ایک کو ملحوظ رکھے، اس لئے کہ ماہر ڈاکٹر نفسیاتی علاج کے ذریعہ سے وہاں تک پہنچ سکتا ہے جہاں دوا کی پہنچ نہیں۔

(۶) سہل سے سہل تر علاج کی کوشش کرے، وہ دوا اس وقت دے جب کہ غذا سے علاج ممکن نہ ہو، ایسے ہی اگر مفرد دوا سے کام چل جائے تو مرکب دوا نہ دے۔

اگر کوئی شخص ان امور دہ گانہ کی رعایت کا اہل نہیں ہے تو وہ ڈاکٹر شمار کیے جانے کے لائق نہیں۔ (زاد المعاد [illegible])

واقعہ ہے ابن قیم نے ایک ڈاکٹر کی جن خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے، میڈیکل سائنس کی ترقی نے اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا ہے۔ آج بھی میڈیکل سائنس میں بنیادی طور پر تین باتیں زیر بحث آتی ہیں۔

(الف) مرض کی علامت اور سبب کی تشخیص۔

(ب) دوا اور اس کے مثبت و منفی اثرات۔

(ج) مریض کے جسم میں دوا کے قبول کرنے کی صلاحیت۔

یہ وہ باتیں ہیں جن کا تذکرہ خود علامہ ابن قیم نے کیا ہے اور ان کے سوا پیش کردہ شرائط کی بھی میڈیکل سائنس میں رعایت کی جاتی ہے۔

ناواقف ڈاکٹر

جس ڈاکٹر کے اندر مذکورہ صلاحیت نہ ہو اسے فقہی اصطلاح میں "طبیب جاہل" کہا جاتا ہے اور عوام کو تکلیف، مشقت، پریشانی، فریب اور دھوکہ دہی سے بچانے کے لئے اسلامی قانون ایسے افراد پر پابندی لگاتا ہے، چنانچہ در مختار میں ہے کہ تین قسم کے افراد پر پابندی عائد کی جائے گی۔ آوارہ گرد مفتی، طبیب جاہل اور مفلس شخص جس کے پاس کچھ نہیں مگر وہ لوگوں سے کرایہ پر سواری کا معاملہ کرے۔ علامہ ابن عابدین اس کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ یہ تینوں شخص دین، بدن اور مال کو فاسد اور خراب کرنے والے ہیں اس لئے ان پر پابندی لگائی گئی، کیوں کہ عمومی نقصان کے مقابلہ میں انفرادی نقصان کو گوارا کیا جاتا ہے۔ گویا یہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قبیل سے ہے۔

(در مختار مع الرد [illegible])

وہ ڈاکٹر جو ان خصوصیات کا حامل ہے مگر اس کے پاس کسی میڈیکل کالج کی سرٹیفکٹ نہیں ہے تو اس کا شمار "طبیب جاہل" میں نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اصل مقصود مہارت و حذاقت ہے نہ کہ سرٹیفکٹ کا حصول، تاہم چوں کہ سرٹیفکٹ اور طبی تصدیق نامہ آج کے دور میں حذاقت و مہارت کی پہچان بن چکا ہے اور اس کے بغیر کسی کی مہارت کا اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے، اس لئے اس کا حصول بھی ضروری ہے۔

ناواقفیت کے باوجود علاج

جو ناواقف اور جاہل ڈاکٹر نے کسی کا علاج کیا اور مریض اس کی جہالت سے ناآشنا ہے، تو اس علاج کے نتیجے میں پہنچنے والے نقصان کا یہ شخص ذمہ دار ہوگا، چنانچہ حدیث نبوی ہے: "جس ڈاکٹر نے کسی قوم کا علاج کیا حالانکہ وہ پہلے سے اس فن میں مشہور نہیں تھا اور اس کے نتیجہ میں کوئی نقصان ہوجائے تو وہ ضامن ہوگا۔" (ابوداؤد [illegible])

علامہ ابن قیم اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں، "اگر مریض نے اسے ڈاکٹر سمجھ کر علاج کی اجازت دی ہے، تو اس علاج سے پہنچنے والے نقصان کا ذمہ دار ڈاکٹر ہوگا۔ یہی حکم اس وقت بھی ہے جب اس کے لئے کوئی دوا تجویز کرے کہ وہ اسے استعمال کرے اور مریض نے اس خیال سے کہ یہ شخص واقف ہونے اور اس فن میں مہارت کی وجہ سے رہنمائی کررہا ہے یہاں تک کہ وہ اس دوا کی وجہ سے ہلاک

گیا کہ اس کی وجہ سے تکلیف زدہ گئی یا ایسے وقت میں آپریشن کیا کہ اس وقت آپریشن مناسب نہ تھا ان تمام صورتوں میں وہ ضامن ہوگا۔ امام شافعی اور اصحاب رائے کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ہے۔ (المغنی ۵/ ۵۳۸ کتاب الاجارہ)

بے اجازت علاج

ذمہ داری اور تاوان سے بری ہونے کے لئے یہ بھی لازمی ہے کہ ڈاکٹر مریض کی اجازت سے علاج کرے۔ وہ اجازت دینے کی پوزیشن میں نہ ہو مثلاً پاگل، بے ہوش یا نابالغ ہے تو اس کے سرپرستوں سے اجازت لینا واجب ہے۔ اس اجازت میں کسی بھی طرح کا دباؤ اور نفسیاتی دباؤ نہ ہو۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے بلکہ بے اجازت علاج کرنے لگا اور اس علاج سے فائدہ کے بجائے نقصان ہوا تو ڈاکٹر ذمہ دار ہوگا گو وہ علاج اس کی نظر میں ضروری ہی کیوں نہ ہو۔ مشہور محقق اور بالغ نظر فقیہ علامہ ابن نجیم مصری حنفی اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> دونوں روایتوں کے مجموعہ سے پتہ چلتا ہے کہ تاوان واجب نہ ہونے کے لئے دو شرط ہے۔ معروف سے آگے نہ بڑھنا اور
>
> اجازت کا ہونا۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں شرطیں نہیں پائی گئیں تو تاوان واجب ہے۔ (البحر الرائق ۸/ ۳۳)

اس مسئلہ میں بھی تقریباً تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ (دیکھئے کتاب الام ۶/ ۱۶۶، امام احمد کے متبعین کا بھی یہی خیال ہے۔ دیکھئے المغنی ۵/ ۵۳۸) لیکن علامہ ابن قیم حنبلی کو اس سے اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ ڈاکٹر کا احسان ہے اور احسان کرنے والے پر کوئی الزام نہیں، لہذا اس کی طرف سے علاج میں کوئی لاپرواہی نہ ہوئی ہو تو اسے ضامن قرار دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ (زاد المعاد ۳/ ۱۴۰)

اس تاوان کے واجب ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ مریض اجازت دینے کی پوزیشن میں ہو یا اس کے سرپرست موجود ہوں۔ اگر وہ اجازت دینے کا اہل نہیں مثلاً بے ہوش ہو اور جائے حادثہ پر اس کے متعلقین اور رشتہ دار موجود نہ ہوں اور نہ ہی ان سے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے، تو اس صورت میں اگر آپریشن یا علاج ضروری ہو کہ اس کے بغیر مریض کی زندگی یا جسم کے کسی حصہ کو خطرہ لاحق ہے، علاج کے بغیر کوئی چارہ نہیں تو اس وقت بے اجازت علاج درست ہے اور ناکامی کی صورت میں وہ ذمہ دار نہ ہوگا۔ کیوں کہ ہر انسان کا فریضہ ہے کہ وہ دوسرے کو نقصان اور ہلاکت سے بچانے کی بھرپور کوشش کرے۔ یہ اس کی ذمہ داری ہے اور اس کے واجبات میں شامل ہے۔ ایک انسانی جان کی کس قدر وقعت ہے اور اس سلسلہ میں وہ کس درجہ ماخوذ ہوگا؟ اس کا اندازہ اس مسئلہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے:

> اگر کوئی اس حالت پر پہنچ گیا کہ دوسرے کا کھانا اور پانی لئے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا ہے اور وہ دوسرے سے اس نے مانگا لیکن اس شخص نے کھانے سے اس وقت بے نیاز ہونے کے باوجود انکار کر دیا اور اس کی وجہ سے یہ شخص مر گیا تو دوسرا اس سے کھانا مانگا تھا ضامن ہوگا۔ (المغنی ۸/ ۳۰۲)

نیز وہ فرماتے ہیں کہ کسی کو ہلاک ہوتے ہوئے دیکھ کر قدرت کے باوجود بچانے کی کوشش نہیں کی تو وہ گنہگار ہوگا بلکہ بعض فقہاء کے یہاں ایک فرض سے غفلت کی بنا پر تاوان بھی واجب ہوگا۔ (حوالہ بالا)

گویا ڈاکٹر اس حالت میں شریعت کی طرف سے اجازت یافتہ ہوتا ہے نیز لازماً سرپرستوں کی طرف سے بھی اجازت ہوتی ہے کہ اگر وہ موقع پر موجود ہوتے تو ضرور اجازت دے دیتے۔

جدید میڈیکل قانون میں بھی اس اصول کی رعایت ہے۔ چنانچہ ہیوجیب اور چالمرز کہتے ہیں کہ ڈاکٹر رازداری کو صرف اسی حالت میں توڑ سکتا ہے جب کہ اس کا توڑنا اس کے برخلاف اہم ترین ذمہ داری کی انجام دہی کے لئے ضروری ہو۔ (جدید طبی مسائل [illegible])

شادی کا مسئلہ

مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ کسی شرعی مقصد کے حصول کے لئے راز ظاہر کرنے کی اجازت ہے۔ اس لئے کسی عورت یا مرد میں ایسا کوئی عیب ہے کہ دوسرا فریق باخبر ہونے کی صورت میں اس عقد پر راضی نہیں ہو سکتا ہے تو ڈاکٹر یا ہر اس شخص کو جو اس عیب سے واقف ہے جائز ہے کہ وہ صاحب معاملہ کو اس سے آگاہ کردے۔ اگرچہ صاحب معاملہ نے اس سے اس سلسلہ میں مشورہ طلب نہ کیا ہو۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی کا بیان ہے:

> کسی نے خریدار کو دیکھا کہ وہ بیچنے والے کو کھوٹے سکے ادا کر رہا ہے تو وہ بیچنے والے سے کہہ دے کہ اس سے بچو۔
>
> (رد المحتار [illegible])

اگر صاحب معاملہ نے اس سے مشورہ کیا ہے تو اس وقت اصل حقیقت سے آگاہ کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب اور ضروری ہے اور بصورت دیگر وہ گنہگار ہوگا۔ کیوں کہ صحیح مشورہ دینا واجب ہے۔ امام نووی شافعی لکھتے ہیں:

> اور مشورہ دینے والے پر واجب ہے کہ اس کی حالت کو چھپائے نہیں بلکہ جس کے متعلق مشورہ کر رہا اس کی برائیوں کو خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ واضح کردے۔ (ریاض الصالحین ۴۴۵)

یہی حکم جاسوس اور جرائم پیشہ افراد کا بھی ہے کہ اگر کوئی ان سے واقف ہو تو اس کی ذمہ داری ہے کہ حکومت کے متعلقہ محکمہ کو اطلاع کردے تاکہ اس کے ضرر سے محفوظ رہا جاسکے۔ متعدی امراض (جیسے ایڈز) کے حامل لوگوں کی بھی رازداری نہیں کرنی چاہئے بلکہ تمام لوگوں کو اس سے آگاہ کردینا چاہئے تاکہ یہ مرض دوسروں کو لاحق نہ ہو۔

ڈرائیور کی بینائی متاثر ہو یا وہ شرابی ہو

اصول یہ ہے کہ اجتماعی ضرر اور نقصان کے مقابلہ میں انفرادی ضرر کو گوارا کر لیا جاتا ہے: "يتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر العام"۔ (الاشباہ والنظائر ابن نجیم ۸۷) اس اصول کی روشنی میں ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا آسان ہے کہ اگر ڈرائیور کی بینائی کمزور ہے یا وہ نشہ کا عادی ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری اور فریضہ ہے کہ متعلقہ محکمہ کو اس کی اطلاع کردے گرچہ اس کی وجہ سے ڈرائیور کی ملازمت خطرہ میں پڑ جائے اور وہ معاشی پریشانیوں سے دوچار ہو جائے۔ کیوں کہ اس کی خاموشی اور رازداری اس سے بڑے خطرہ کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔

ڈاکٹر کسی کے جرم سے آگاہ ہو

شہادت (گواہی) ایک امانت ہے۔ جس طرح امانت کی واپسی ضروری اور اس میں خیانت بدترین گناہ ہے۔ اسی طرح سے گواہی دینا لازم اور اس کو چھپانا معصیت ہے۔ رب کائنات کا ارشاد ہے:

> ولا تكتموا الشهادة ومن يكتمها فإنه آثم قلبه. (البقرة ۲۸۳)
>
> اور گواہی مت چھپاؤ، جو کوئی گواہی چھپاتا ہے تو اس کا دل گنہگار ہے۔

نے اپنے ارشاد و عمل سے اس عقیدہ کی تردید فرمائی کہ مرض کے اندر ذاتی طور پر متعدی ہونے کی صلاحیت نہیں ہے لا عدوی (بخاری ۵۷۰۷، مسلم ۲۲۲۰) اور عملی طور پر اس بد اعتقادی کو ختم کرنے کے لئے ایک جذامی کے ساتھ کھانا تناول فرمایا اور ارشاد ہوا اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کرکے کھاؤ کہ مرض و شفا اسی کے قبضہ قدرت میں ہے بسم اللہ ثقة باللہ وتوکلا علیہ (ترمذی ۱۸۱۷) لیکن اسباب کے درجہ میں اللہ نے بعض بیماریوں میں متعدی ہونے کی صلاحیت رکھ دی ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جذامی سے اس طرح دور رہو جیسے شیر سے بھاگتے ہو دونوں طرح کی حدیثوں میں موافقت پیدا کرنے کے لئے اکثر علماء نے اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔ (فتح الباری ۱۰/۱۶۰، نووی علی مسلم ۲/۲۳۰) اور بعض لوگوں کی رائے یہ بھی ہے کہ امراض متعدی نہیں ہوتے ہیں اور ان حدیثوں سے متعدی ہونا معلوم ہوتا ہے وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو کمزور دل اور کمزور ایمان رکھتے ہیں کہ ان بیماریوں کو وہ متعدی سمجھتے ہیں ان میں مبتلا شخص سے میل جول نہ رکھیں کیوں کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اتفاقی طور سے انھیں بھی یہ مرض لگ جائے تو ان کا اعتقاد خراب ہوگا کہ اس مرض کے اندر متعدی ہونے کی صلاحیت ہے، اور اس طرح سے ان کا ایک وہم اعتقاد کا درجہ اختیار کر سکتا ہے۔ (فتح الباری ۱۰/۱۶۱)

یہاں اس بحث کی ضرورت نہیں کہ دلیل کے اعتبار سے ترجیح کس کو ہے؟ کیوں کہ یہ مسئلہ اب نظری نہیں بلکہ مشاہداتی ہے۔ عقل و دل کی نگاہوں سے نہیں بلکہ سر کی آنکھوں سے ایڈز وغیرہ کے جراثیم منتقل ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس لئے اب اس سے انکار مشاہدہ اور تجربہ کا انکار ہے اور اس کو ماننے میں نہ تو روح شریعت مجروح ہوتی ہے اور نہ حدیث کا انکار لازم آتا ہے۔

مریض کی ذمہ داری

جو شخص کسی متعدی مرض مثلاً ایڈز وغیرہ میں مبتلا ہو تو اس کی ذمہ داری ہے کہ اپنی بیماری اور اس کی نوعیت کے بارے میں گھر والوں اور دوسرے متعلقین کو آگاہ کردے ایسا کرنا واجب اور ضروری ہے۔ ایسے امراض کو چھپانا اور پردہ پوشی کرنا گناہ ہے، کیوں کہ اس کے نتیجہ میں دوسروں کو ضرر اور نقصان پہنچ سکتا ہے اور اگر پہلے سے اطلاع ہوگی تو احتیاطی تدبیروں کو اپنا کر اس ضرر سے بچا جا سکتا ہے۔

متعلقین کا فریضہ

بیمار شخص محبت، شفقت، نرمی اور مہربانی کا حق دار ہوتا ہے، اسلام میں مریض کی تیمارداری اور دیکھ ریکھ کی بڑی فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ بعض بیماریوں سے لوگوں کو طبعی کراہت ہوتی ہے کثرت اختلاط کی وجہ سے مرض کے متعدی ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لئے ایسے امراض کے حامل لوگوں کو عوامی مجلسوں میں جانے سے احتیاط کرنا چاہئے کہ اسی میں مریض اور دیگر لوگوں کے لئے عافیت ہے، اسی میں دونوں کے لئے سہولت اور ذہنی سکون کا سامان ہے، کیوں کہ اگر ان مجلسوں میں جائیں گے تو لوگ ان سے دور بھاگنے کی کوشش کریں گے جس سے ان کے اندر احساس پیدا ہوگا۔ غالباً اسی مقصد کے تحت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق منقول ہے کہ انھوں نے کوڑھ کے مریضوں کو عوامی مقامات سے روک دیا تھا۔ (فتح الباری ۱۰/۱۶۰)

دوسری طرف اہل خانہ کا فریضہ ہے کہ انھیں بے یار و مددگار تنہا نہ چھوڑ دیں بلکہ احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی تیمارداری اور نگرانی کریں، ان کے اندر جینے کا حوصلہ پیدا کریں، ان کے سامنے ایسی گفتگو نہ کی جائے جس سے ان کا دل ٹوٹ جائے وہ اپنے کو بے بس اور تنہا اور ایک بوجھ محسوس کریں۔

مرض منتقل کرنا

بعض بیماریوں کو متعدی مان لینے کے بعد ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا آسان ہے کہ مرض کو منتقل کرنے کے مقصد سے کوئی مریض

اختیار کرنا گویا زہر پلانا ہے اور زہر خورانی کے سلسلہ میں یہ تفصیل بیان کی گئی ہے۔

کسی نا سمجھ بچے یا پاگل کو زہر آمیز کھانا کھلایا گیا، اور کھلانے والے کے علم میں ہے کہ یہ قاتل زہر ہے اور کھانے والا اس سے ہلاک ہوجائے تو جمہور فقہاء کے نزدیک قصاص ہے۔

کسی بالغ اور عاقل انسان کو زہر آمیز کھانے پر مجبور کیا گیا، اور مجبور شخص کو معلوم نہیں کہ کھانے میں زہر ہے تو ہلاکت کی صورت میں مجبور کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا۔ اگر مجبور شخص کو زہر کے متعلق علم ہے تو پھر قصاص نہیں (بلکہ خون بہا ہے) کیوں کہ ایک گونہ اس کے اختیار کو دخل ہے)

کسی کے حلق میں زہر ڈال دیا تو قصاص ہے، اگرچہ وہ بالغ ہو، کیوں کہ اس میں اس کے اختیار کو کوئی دخل نہیں۔

عقلمند اور بالغ شخص کے سامنے زہر آمیز کھانا پیش کیا گیا اور وہ جانتے کے باوجود کہ کھانے میں زہر ہے اسے کھالے تو نہ قصاص ہے اور نہ خون بہا، اس لئے کہ وہ خود ہی قاتل ہے، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، لیکن اگر اسے معلوم نہیں ہے تو اس صورت میں قصاص واجب ہونے کے سلسلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، امام شافعی کے نزدیک خون بہا واجب ہے، مالکیہ اور حنابلہ کی رائے کے مطابق قصاص ہے، ایک قول شوافع کا بھی اسی کے موافق ہے، حنفیہ کے یہاں زہر خورانی سے ہلاکت کی وجہ سے نہ قصاص ہے اور نہ خون بہا بلکہ قید وغیرہ کے ذریعہ سرزنش کی جائے گی، لیکن کسی کے حلق میں زہر ڈال دیا یا اسے زہر کھانے پر مجبور کیا تو قاتل کے متعلقین (عاقلہ) پر دیت واجب ہے۔ (یہ تفصیل الموسوعۃ الفقہیہ ۲۹/۱۰۵۔ ۱۰۶ سے ماخوذ ہے)

فقہ حنفی کی کتابوں میں زہر کے سلسلہ میں یہی بیان کیا گیا، جو موسوعہ کے مرتبین نے لکھا ہے، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ کھانے والا اس سے واقف ہو، اور واقفیت کے باوجود کھائے، یا مریض کے علم میں نہیں کہ کھانے میں زہر ہے، کیوں کہ فقہ حنفی کا اصول ہے کہ اگر کوئی کسی کی موت کا سبب ہو تو اس پر دیت واجب ہے۔ (ہدایہ ۴/۵۹۰) چنانچہ کوئی راستہ میں کنواں کھودے، پتھر رکھ دے، پانی کا چھڑکاؤ کردے اور اس سے کوئی ہلاک ہوجائے تو خون بہا واجب ہے۔ زہر خورانی میں بھی کھلانے والا موت کا سبب بن رہا ہے لہذا اس اصول کے اعتبار سے اس پر دیت واجب ہوگی۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص قصداً وارادۃً متعدی مرض کو منتقل کرتا ہے تو ائمہ ثلاثہ کے یہاں ہلاکت کی صورت میں قصاص ہے اور فقہ حنفی کے اصول کے مطابق دیت ہے، لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اسے مرض کی نوعیت معلوم ہو کہ اس میں منتقل ہونے کی صلاحیت ہے اور اگر مرض کی نوعیت ہی سے واقف نہیں تو پھر اس پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

طاعون زدہ علاقہ میں آمد و رفت

طاعون اور دیگر وبائی امراض کے سلسلہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہمارے لئے مشعل راہ ہے کہ

اذا سمعتم به بارض فلا تقدموا عليه واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فرارا منه۔

جب کسی جگہ کے متعلق سنو کہ وہاں طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ، اور اگر تم جس جگہ ہو وہیں طاعون پھوٹ پڑے تو وہاں سے فرار مت اختیار کرو۔ (بخاری ۲/۸۵۳)

طاعون زدہ علاقوں میں جانے کی ممانعت کیوں ہے؟ اس سلسلہ میں علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ جن علاقوں میں بیماری پھیلی ہوئی

ایسے ہی ڈاکٹروں اور ریلیف کے لوگوں کا طاعون زدہ علاقے میں جانا بھی باعث اجر اور قابل ثواب ہے چنانچہ امام نووی لکھتے ہیں۔

طاعون زدہ شہر میں جانے سے روکا نہیں جائے گا یوں کہ مسلمان جس تکلیف میں مبتلا ہیں اس سے نجات دلانے کے لئے ایک مرحوم حضرت کے علاوہ کو گوارا کر لیا جائے گا۔ وہ ایسے ہی جو لوگ یہاں کے باشندے نہ ہوں، کسی کام کی وجہ سے عارضی طور پر آنا ہوا ہو اور اب وہ ضرورت باقی نہ رہی، اور دوسری جگہ ان کی ضرورت ہے۔ یا اس شہر کے لوگوں کے مفاد اور ضرورت سے باہر جانا چاہتے ہوں تو ان کے لئے یہاں سے نکلنا جائز ہے بشرطیکہ وہ ایسا طبی احتیاط کریں، چنانچہ امام نووی لکھتے ہیں۔

اتفقوا على جواز الخروج بشغل و غرض غير الفرار و دليله صريح الاحاديث ۔ تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ فرار کے سوا کسی کام یا مقصد سے نکلنا جائز ہے اور اس کی دلیل صریح احادیث ہیں۔ (شرح النووی علی مسلم ۲ / ۲۲۹)

اس کی تائید حضرت عمر کے اس طرز عمل سے بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے خط لکھ کر طاعون زدہ علاقے سے حضرت ابو عبیدہ کو بلا بھیجا تھا گو انھوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمر کا بلانا کس مقصد سے تھا؟ اس کی بہت سی وجہیں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انہیں حضرت ابو عبیدہ سے کوئی ضروری کام تھا۔

ولعله كانت له حاجة ماسة الى ابي عبيدة في نفس الامر فلذلك استدعاه ۔ (فتح الباری ۱۰ / ۱۹۰)

متعدی امراض کی وجہ سے فسخ نکاح

امراض و عیوب کی وجہ سے عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء کی رائیں مختلف ہیں۔ امام ابو حنیفہ و ابو یوسف کی رائے ہے کہ مرد کے عضو تناسل کا کٹا ہوا ہونے اور نامرد ہونے کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔ ان دو کے علاوہ کسی اور مرض و عیب کی وجہ سے مطالبہ فسخ کا حق نہیں۔ امام محمد اور ائمہ ثلاثہ کے یہاں جنون، برص اور جذام کی وجہ سے بھی عورت کو یہ حق حاصل ہوگا۔ (دیکھئے بدائع الصنائع ۲ / ۳۲۷) امام محمد کے مسلک کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) یہ امراض نکاح سے پہلے ہی سے موجود ہوں لیکن عورت اس سے باخبر نہ ہو بے خبری میں دھوکہ دے کر نکاح کیا گیا۔ نیز نکاح کے بعد عورت نے زبان و عمل سے رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو۔

(۲) نکاح کے بعد یہ مرض پیدا ہوا ہو۔

(۳) خود عورت اس مرض میں مبتلا نہ ہو۔

ان تمام شرطوں کے ساتھ عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ اور مطالبہ کا یہ حق صرف مذکورہ امراض کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر وہ مرض جو جنسی تسکین میں مانع ہے، قابل نفرت و کراہت ہو وہ فسخ نکاح کا باعث ہے۔ زیلعی لکھتے ہیں۔

امام محمد کہتے ہیں کہ عورت نکاح کو ختم کر سکتی ہے جب کہ شوہر میں کوئی ایسا فحش عیب ہو کہ اس کی وجہ سے ساتھ میں رہا نہ جا سکتا ہو، اس لئے کہ عورت کے لئے اس عیب کی وجہ سے اپنا حق وصول کرنا دشوار ہو جائے گا لہذا یہ عیب بھی مجبوب اور نامردی کی طرح ہے۔ (تبیین الحقائق ۳ / ۲۵)

چونکہ امام محمد کی رائے شریعت کے مزاج و مذاق اور روح و مقاصد سے ہم آہنگ اور قریب تر ہے اس لئے بعد کے فقہاء نے امام محمد ہی کی رائے کو اختیار کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

مولوی محمد نور اللہ مکی
(دار العلوم سبیل السلام، حیدرآباد)

محور اول

(۱) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کسی بھی عاقل بالغ آزاد شخص پر حجر کا حکم لگانا جائز نہیں ہے، چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

> جان لو کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عاقل بالغ آزاد شخص پر حجر کا حکم لگانا جائز نہیں ہے۔ (رد المحتار ۵/ ۹۳)

لیکن اس میں سے بعض افراد مستثنیٰ ہیں، مثال کے طور پر وہ مفتی جو حیلہ کرتا ہو، یا وہ ڈاکٹر و حکیم جو جاہل ہو اور وہ کرایہ پر جانوروں کو دینے والا شخص جو خود دیوالیہ ہو، ان پر حجر کا حکم لگایا جائے گا۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

> لیکن حیلہ کرنے والے مفتی، طبیب جاہل اور کرایہ پر دینے والے شخص پر بالاتفاق حجر کا حکم لگایا جائے گا جو خود دیوالیہ ہوگیا ہو۔ (البحر الرائق ۸/ ۸۸)

اب اگر کوئی شخص جو قانوناً علاج و معالجہ کا مجاز نہیں ہے لیکن ذاتی مطالعہ کی بناء پر دواؤں اور امراض کی اچھی تشخیص کرتا ہے اور اس کے متعلق واقفیت رکھتا ہے، اگر اس نے کسی مریض کے کہنے پر اس کا علاج کیا، تو اس کا ایسا کرنا درست ہے۔ اس تجربہ کار شخص کو مجور قرار نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ تجربہ کی بناء پر وہ طبیب جاہل کے حدود سے باہر ہوگیا، اس لئے کہ طبیب حاذق کہتے ہی ہیں اس کو جو مرض کی صحیح تشخیص کرتا ہو اور مناسب دوائیں تجویز کرتا ہو اور یہ صلاحیت تجربہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ طبیب جاہل کس کو کہتے ہیں؟ تو علامہ زیلعی اس کی تعریف یوں کرتے ہیں:

> طبیب جاہل وہ ہے جو مریض کو مسکن دوا پلادے لیکن جب اس کی وجہ سے مرض شدید (ری ایکشن) ہو جائے تو اس کے ضرر کو دفع کرنے پر قادر نہ ہو۔ (تبیین الحقائق ۵/ ۱۹۳)

لہذا ماہر تجربہ کار شخص کو علاج کرنے سے نہیں روکا جائے گا، شرعاً اس کا علاج کرنا جائز ہے ـــــــ اب رہی یہ بات کہ اس کے علاج سے مریض کو پہنچنے والے نقصان کا یہ ضامن ہوگا یا نہیں؟ تو اس کے بارے میں یہ جاننا چاہئے کہ اگر بغیر اجازت کے علاج کرنے کے بعد نقصان ہوا ہو تو وہ ضامن ہوگا اور اجازت کے بعد علاج کرنے سے پہنچنے والے نقصان کا ضامن نہیں ہوگا اس لئے کہ اجازت ملنے کے بعد وہ مجاز ہو جاتا ہے۔ اس مسئلہ کی مثال فقہاء کے اقوال میں ملتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں فتاویٰ سراجیہ سے جزئیہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

> صاحب معاملہ سے اجازت لینے کے بعد پچھنا لگانے والے نے پچھنا لگایا، یا نشتر لگانے والے نے نشتر لگایا یا ختنہ کرنے والے نے ختنہ کیا، اور اس کا یہ عمل ہلاکت کا سبب بن گیا تو یہ لوگ ضامن نہیں ہوں گے۔ (الہندیہ ۴/ ۴۹۹)

اس جزئیہ میں جو عدم ضمان کی بات کی گئی ہے وہ اسی لئے کہ اس کو صاحب معاملہ کی جانب سے اجازت مل چکی تھی ـــ اس لئے ماہر تجربہ کار شخص کا یہ عمل شرعاً قابل تعزیر بھی شمار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اس میں اس کی کوئی غلطی نہیں ہے۔

(۲) ڈاکٹر کی جانب سے پائے جانے والے اعتداء اور تساہل کی صورت میں ضمان واجب ہوگا اگرچہ ڈاکٹر قانوناً علاج و معالجہ کا مجاز ہو اور ماہر تجربہ کار ہو، اس لئے کہ علاج کے موقع پر تو اس کے لئے تساہل برتنا گویا مریض پر زیادتی کرنے کے مترادف ہے۔ فقہاء نے جب خطاء کی صورت میں ضمان کو واجب قرار دیا ہے، تو غفلت اور تساہل کی صورت میں بدرجہ اولیٰ ضمان واجب ہونا چاہئے۔ چنانچہ علامہ علاء الدین نے ایک جزئیہ نقل کیا ہے:

> بچے کے ختنہ کرنے کے لئے ختنہ کرنے والے کو حکم دیا گیا، ختنہ کرنے والے نے ختنہ کرتے وقت بچے کا حشفہ بھی کاٹ دیا جس کی وجہ سے بچہ مرگیا تو ختنہ کرنے والے کے عاقلہ پر تو پوری دیت لازم ہوگی۔ (معین الحکام، [illegible])

یہاں پر جو ختان کے عاقلہ پر ضمان واجب ہوا ہے وہ اسی لئے کہ اس ختان کی جانب سے خطاء واقع ہوئی کہ ختنہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس بچے کا حشفہ بھی قطع کردیا، لہٰذا جب مریض نے ڈاکٹر سے آپریشن کرنے کو کہا تو ڈاکٹر کے لئے ضروری تھا کہ وہ مریض کی پوری جانچ کرے۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی احتیاطی تدابیر ملحوظ رکھیں جس کے نتیجہ میں مریض فوت ہوگیا تو اس پر ضمان لازم ہوگا اور اس کا عمل قابل تعزیر شمار ہوگا۔ صاحب تکملہ شرح منتخب محمد طیب المطلبی اس صورت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> جب ڈاکٹر نے مریض کے حواس کو کلوروفارم کے استعمال کے لئے جانچ کئے بغیر بے ہوش کرڈالا اور مریض مرگیا تو ڈاکٹر اس کا ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر مریض کو پنسلین کے ذریعہ انجکشن لگایا جب کہ اس کا جسم پنسلین کو قبول نہیں کرتا ہے اور وہ مرگیا تو ڈاکٹر ضامن ہوگا، اس لئے کہ ڈاکٹر کو پہلے جزء کے اوپری حصہ کی جانچ کرلینا ضروری تھا۔ لیکن جانچ کرنے کی جگہ سرخ ہوگئی اور اس میں ورم آگیا تو معلوم ہوگیا کہ اس کا جسم اس کو قبول نہیں کررہا ہے۔ اسی طرح جب ڈاکٹر نے مریض کی آنکھ کا آپریشن کیا جب کہ مریض کا بلڈ پریشر ہائی تھا، جس کی وجہ سے مریض کی بینائی ختم ہوگئی یا وہ مرگیا تو ڈاکٹر اس کا ضامن ہوگا۔ اس لئے کہ ڈاکٹر پر لازم تھا کہ وہ اس وقت تک آپریشن پر اقدام نہ کرے جب تک کہ اس کا بلڈ پریشر معتدل نہ ہوجائے۔ خلاصہ یہ کہ ہر وہ نقصان یا جنایت جو کوتاہی اور لاپرواہی کی وجہ سے ہو اس پر ضمان واجب ہوتا ہے۔ (المرجع [illegible])

نیز یہ کہ ڈاکٹر کی حیثیت اجیر کی ہوتی ہے، اور معلوم ہے کہ اجیر کی جانب سے تقصیر اور اہمال کی بنا پر وہ مستاجر کے مال کا ضامن ہوتا ہے، جیسا کہ فقہاء لکھتے ہیں:

> مستاجر کے مال کی حفاظت میں بغیر عذر کے کوتاہی کرنا، مثال کے طور پر بکری اپنے ریوڑ سے نکل کر بھاگ گئی اور چرواہا بھی بے اعتنائی اور غفلت کی وجہ سے اس کو واپس کرنے کے لئے نہیں گیا تو چرواہا اس بکری کا ضامن ہوگا، اس لئے کہ وہ کوتاہی کرنے والا ہے۔ (المرجع السابق، [illegible])

(۳) کسی بھی ڈاکٹر یا طبیب کے لئے ضروری ہے کہ وہ مریض کے آپریشن یا علاج سے پہلے مریض یا اس کے قریبی اعزہ سے حتی الامکان اجازت لے، اگر اس امر کی رعایت نہ کی گئی اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے اعزہ سے اجازت لئے بغیر مریض کا آپریشن کرڈالا اور یہ آپریشن مہلک ثابت ہوا یا کوئی عضو بے کار ہوگیا تو ڈاکٹر اس نقصان کا ضامن ہوگا، گو ڈاکٹر ماہر و تجربہ کار ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ میں ایک جزئیہ موجود ہے:

کسی مرد نے یا کسی عورت نے اپنے بچہ کی زائد انگلی کاٹ ڈالی اس بارے میں بعض فقہاء کہتے ہیں کہ وہ ضامن نہیں ہوں گے اس لئے کہ ایسا کرنا بطور علاج ہے اور ماں باپ کو اپنے بچہ پر معالجہ کا اختیار ہے ۔ اگر اس کام کو ماں باپ کے علاوہ کسی اور نے بغیر اجازت کے کیا تو وہ ضامن ہوگا اس لئے کہ غیر کو ایسا کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

(الفتاوی الہندیہ ج [illegible] نیز دیکھئے المغنی [illegible])

خلاصہ یہ کہ اجازت نہ ملنے کی بنیاد پر ڈاکٹر اس کا مجاز نہیں ہوگا ۔ مثال کے طور پر فتاوی عالمگیری کا جزیہ ملاحظہ ہو:

فصد لگانے والے نے کسی کو سونے کی حالت میں نشتر لگایا جس کی وجہ سے خون بہ گیا اور وہ مرگیا تو فصد لگانے والے پر ضمان واجب ہوگا۔ (ایضاً [illegible])

یہاں پر جو فصد لگانے والے پر ضمان لازم ہوتا ہے وہ اسی بنا پر کہ اس کو نائم کی طرف سے اجازت حاصل نہیں ہے ۔

(۳) محور اول کا چوتھا سوال اور اس کا جواب درحقیقت انسانی ہمدردی سے تعلق رکھتا ہے ۔ انسانی ہمدردی کا تقاضا ہے کہ اگر کسی شخص کی جان خطرہ میں ہو تو اس کو کسی بھی طرح بچایا جائے ۔ یہاں حلت ، حرمت اور کراہیت وغیرہ کو درگزر کرتے ہوئے انسانی ہمدردی کا اظہار کرنا ضروری ہے ۔ مثلاً اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے ، اسی دوران کوئی نابینا شخص اس کے سامنے سے آگ یا کنویں کی طرف جارہا ہے ، جس کی وجہ سے اس اندھے کی ہلاکت گویا یقینی ہے ۔ تو نمازی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی نماز جو انتہائی اہم فریضہ ہے ، کو توڑ کر اس

اندھے شخص کو آگ یا کنویں وغیرہ کی طرف جانے سے روکے اور بچا لے ۔ خواہ وہ نابینا مرد ہو یا عورت چنانچہ عالمگیری میں ہے :

نماز میں مشغول شخص نے کسی اندھے شخص کو کنویں کے پاس دیکھا نیز اس کے کنویں میں گر جانے کا خوف ہے تو اس کو بچانے کے لئے نماز کو توڑنا ضروری ہے ۔ (الفتاوی الہندیہ [illegible] نیز دیکھئے الدر المختار [illegible] اور حاشیۃ الطحطاوی [illegible])

اب اگر نمازی یہ سوچے کہ کنویں یا آگ کی طرف جانے والی نابینا عورت اجنبی ہے اور غیر محرم ہے ، اس کو ہاتھ لگانا حرام ہے یہ سوچ کر اس کو چھوڑ دے اور وہ ہلاک ہو جائے ۔ تو یہ نماز پڑھنے والا شخص گنہگار ہوگا۔

ٹھیک اسی طرح صورت مسئولہ بھی ہے ۔ اگر ڈاکٹر بے ہوش مریض کا یہ سوچ کر علاج نہ کرے کہ اس کے اعزہ جو کافی دور ہیں سے اجازت تو ملی نہیں ہے اور مریض اسی حالت میں ہلاک ہو جائے تو ڈاکٹر گنہگار ہوگا۔

پھر اگر اس نے اجازت حاصل کئے بغیر صرف اور صرف انسانی ہمدردی کی بنا پر اس بے ہوش مریض کا علاج کیا یا آپریشن کیا اور کامیاب ہونے کے بجائے ناکام ثابت ہوا تو اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا ـــــ اس لئے کہ ضمان و تاوان ڈاکٹر کی جانب سے پائے جانے والی تقصیر اور لاپرواہی کی صورت میں واجب ہوتا ہے ۔ صاحب کتاب المجموع نے لکھا ہے کہ جو نقصان لاپرواہی اور بے احتیاطی کی وجہ سے ہو اس پر ضمان واجب ہوتا ہے ۔ ([illegible])

نیز علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

ہر محفوظ الدم شخص کو قتل کرنے کی وجہ سے تو بعض قصاص واجب ہوتا ہے جب کہ یہ قتل جان بوجھ کر کیا گیا ہو۔

(الدر المختار مع الشامی [illegible])

اور اس ڈاکٹر کا عمل صرف انسانی ہمدردی پر مبنی ہے ، نہ تو اس میں اہمال و تقصیر کی صورت پائی جارہی ہے اور نہ ہی قتل عمد و

شبہ عمد ۔

تحریر دوم

(۱) پہلے سوال اور اس کے جواب کا تعلق اس بات سے ہے کہ کیا بڑے درجہ کے ضرر سے بچنے کے لئے کم درجہ کے ضرر کو اختیار کیا جا سکتا ہے؟ تو یہ مسلمہ اصول ہے کہ ضرر عام کی وجہ سے ضرر خاص کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

یتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام. (الاشباہ والنظائر ۸۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔

مثال کے طور پر اگر کسی قلعہ میں کفار جمع ہیں وہ مسلمانوں کے تیر سے بچنے کے لئے مسلمان بچوں کو سامنے ڈھال کے طور پر استعمال کرتے ہیں تو کیا مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ ان پر تیر برسائے؟ فقہاء نے لکھا ہے کہ تیر برسایا جائے گا اور مسلمان بچوں کا لحاظ نہ کیا جائے گا۔ علامہ ابن نجیم آگے لکھتے ہیں کہ اسی قاعدہ پر مبنی یہ بھی ہے کہ ایسے کفار کی طرف تیر چلانا جائز ہے جو مسلمانوں کے بچے کو بطور ڈھال استعمال کر رہے ہوں۔ (دیکھئے کتاب مذکور)

اب دیکھئے کہ مریض ایڈز اپنے مرض کو اچھوت بننے کے خوف سے چھپاتا ہے اور اپنے اہل خانہ کو اطلاع نہیں دیتا ہے، تو یہ ضرر عام ہے بایں طور کہ اگر وہ ظاہر نہ کرے گا تو اس سے بعض احتیاطی تدابیر اختیار نہ کئے جانے کی صورت میں مرض کا تعدیہ لازم آسکتا ہے۔

اگر وہ اپنے عیب کو ظاہر کرتا ہے تو اس میں بھی ضرر ہے لیکن یہ ضرر خاص ہے جس کی وجہ سے ضرر عام کو اختیار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ پھر یہ کہ وہ اپنے مرض کو اچھوت بننے کے خوف سے چھپاتا ہے تو یہ تو ظن و گمان ہے، اور صرف گمان کی وجہ سے ضرر عام کو کیسے برداشت کیا جا سکتا ہے؟ خلاصہ یہ کہ مریض کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ کو اس مرض کی اطلاع کر دے تاکہ وہ احتیاطی تدابیر اختیار کرتے رہیں اور مرض کا تعدیہ لازم نہ آسکے۔

(۲) کسی کے عیب کو ظاہر کرنا باتفاق غیبت اور نمیمہ ہے،

حقیقۃ النمیمۃ افشاء السر وھتک الستر عما یکرہ کشفہ. (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۵/ ۲۷۰)

نمیمہ کی حقیقت کسی کی اس پوشیدہ مصلحت کو ظاہر کرنا ہے جس کے افشاء کو ناپسند کیا جاتا ہو۔

غیبت کی حرمت کتاب اللہ اور حدیث سے ثابت ہے اور غیبت کرنا باتفاق حرام ہے۔ فقہاء نے غیبت کی چند صورتیں بیان فرمائی ہیں جن میں سے صرف ایک صورت کو مباح قرار دیا ہے، وہ یہ ہے کہ کسی کے عیب کو اس لئے ظاہر کیا جائے تاکہ لوگ اس کے ضرر سے محفوظ رہیں یا اس کے ظاہر کرنے میں مسلمانوں کا فائدہ ہو، نیز کسی معصیت سے روکنا مقصود ہو، چنانچہ علامہ شامی غیبت کی قسمیں بیان کرتے ہیں:

> غیبت کی چار صورتیں ہیں، ایک صورت تو کفر کی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس سے کہہ دیا جائے کہ غیبت مت کرو لیکن وہ شخص کہتا ہے کہ یہ غیبت نہیں ہے میں تو اس میں سچا ہوں، تو گویا اس شخص نے ادلۂ قطعیہ سے ثابت شدہ حرام چیز کو حلال سمجھا اور اسی کو کفر کہتے ہیں۔ دوسری صورت نفاق کی ہے وہ یہ ہے کہ کسی شخص کی ایسے آدمی کے پاس غیبت کرتا ہے جو اس کو جانتا ہے لیکن یہ غیبت کرنے والا شخص اس کا نام نہیں لیتا ہے اور اپنے آپ کو پرہیزگار ظاہر کرتا ہے تو یہ نفاق ہے۔ ایک صورت معصیت کی ہے کہ وہ کسی خاص آدمی کی غیبت کرتا ہے اور جانتا ہے کہ ایسا کرنا گناہ ہے، تو ایسے شخص پر توبہ کرنا ضروری ہے۔ اور ایک صورت میں غیبت کرنا مباح ہے وہ یہ کہ ایسے شخص کی غیبت کرے جو علی الاعلان فسق کرتا ہو یا صاحب بدعت کی غیبت کرے اس نیت سے کہ لوگ اس کے فسق اور بدعت سے

محفوظ رہیں، تو مباح ہی نہیں بلکہ اس پر اس کو ثواب ملے گا اس لئے کہ یہ نہی عن المنکر کے قبیل سے ہے۔

(رد المحتار، ۵/ ۴۰۹)

اب مسئولہ صورت میں اگر کوئی شخص جو ایڈز کا مریض ہے وہ مرض کو چھپاتا ہے اور ڈاکٹروں سے بھی کہتا ہے کہ وہ اس عیب کو دوسروں پر افشاء نہ کرے، تب ڈاکٹر کی شرعاً ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اس کے عیب کو ظاہر نہ کرے، کیوں کہ اس میں دوسروں کا فائدہ مضمر نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس ڈاکٹر سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا جائے تاکہ اس سے کوئی شرعی تعلق قائم کیا جائے مثلاً شادی وغیرہ، تو اس صورت میں ڈاکٹر پر اس کے عیب کو ظاہر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ علامہ عبد الرحمن الجزیری لکھتے ہیں:

يستحب أن يسكت عنه إلا إذا كان في حكايته فائدة لمسلم أو دفع لمعصية. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة ۵/ ۲۰۱)

مناسب یہ ہے کہ اس کے بارے میں سکوت اختیار کرے الا یہ کہ اس کے بیان کر دینے ہی میں کسی کا فائدہ ہو یا کسی معصیت کو دفع کرنا مقصود ہو۔

اگر اس صورت میں ڈاکٹر اس کے عیب کو بلا عذر بیان کرے تو وہ گنہگار ہوگا کیوں کہ وہ ڈاکٹر کو افشاء عیب سے منع کر رہا ہے۔

(۲) ایڈز اور دوسرے خطرناک امراض مثلاً طاعون وغیرہ کے مریض کے بارے میں اس کے اہل خانہ اور سماج کی یہ ذمہ داری ہونی چاہئے کہ وہ اس کو اپنے پاس ہی رکھیں اور حتی الامکان علاج معالجہ کراتے رہیں اس کے ساتھ ایسا نہ کیا جائے کہ اس کو سماج اور شہر سے باہر نکال دیا جائے تاکہ اس کے مرض سے دوسروں کو نقصان نہ ہو۔ ایسا کرنا انسانی ہمدردی کے بالکل خلاف ہے نیز اگر باہر نکال دیا جائے گا تو اس کی دیکھ ریکھ اور علاج و معالجہ کون کرے گا؟ اس لئے اس کو گھر اور سماج ہی میں رکھا جائے گا۔ البتہ یہ ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ اس سے ایسا اختلاط نہ ہو، جس میں احتیاط نہ ہو، جو امراض کے منتقل کا سبب بنے بلکہ احتیاطی تدابیر کا لحاظ کرنا ضروری ہے اس لئے کہ ارشاد ربانی ہے:

ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة. (البقرة: ۱۹۵)

اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

اس آیت میں بھی یہی فرمایا گیا ہے کہ ہلاکت کی جگہوں سے اجتناب کرتے رہو اور احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔

(۳) کیا متسبب تلف پر ضمان لازم آتا ہے؟ جناب سلیم رستم لبنانی شرح المجلہ میں فرماتے ہیں کہ متسبب پر ضمان اس وقت لازم آتا ہے جب کہ اس متسبب کی جانب سے تعمد اور تعدی پائی جائے۔ المتسبب لا يضمن إلا بالتعمد و بالتعدي (شرح المجلہ، ۱/ ۵۰) متسبب اس وقت ضامن ہوتا ہے جب کہ اس کی جانب سے تعمد اور تعدی پائی جائے۔

متسبب اس کو کہتے ہیں جو کسی ایسی چیز کو پیدا کرے جس سے عادۃً کسی دوسری شے کے تلف ہونے کا قوی امکان ہو۔

اتلاف بالتسبب کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شئی کے اندر کوئی ایسی چیز پیدا کر دینا جس سے اکثر وہ چیز ختم ہو جاتی ہو اور ایسا کرنے والے شخص کو متسبب کہتے ہیں۔ (ایضاً)

پس وہ مریض جس کے اندر ایڈز کے جراثیم پائے گئے اور وہ جان بوجھ کر دوسرے تک جراثیم پہنچاتا ہے مثلاً اپنی بیوی سے مجامعت کرتا ہے یا کسی کو خون دیتا ہے، اس پر ضمان واجب ہوگا ____ لیکن اگر وہ مرض کی منتقلی کا ارادہ تو نہیں کرتا ہے البتہ مرض کے منتقل ہونے کی بات کو جانتے ہوئے مجامعت کیا یا کسی کو خون دیا تو سخت گنہگار اور مجرم ہوگا۔

(۵) کن عیوب کی وجہ سے فسخ نکاح کا اختیار ہوتا ہے اور کن عیوب کی وجہ سے فسخ کا اختیار نہیں ہوتا؟ اس مسئلہ میں فقہاء کرام کی رائیں مختلف ہیں۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ عیوب جن کی وجہ سے فسخ نکاح کا اختیار ہوتا ہے وہ تین قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو زوجین کے درمیان مشترک ہوتے ہیں مثلاً جذام، برص اور خلل عقل یعنی پاگل ہونا۔ دوسری قسم وہ ہے جو صرف مرد کے ساتھ خاص ہوتے ہیں جیسے خصی ہونا، نامرد ہونا اور مقطوع الذکر ہونا۔ تیسری قسم وہ ہے جو عورتوں کے ساتھ خاص ہوتے ہیں مثلاً شرمگاہ میں ہڈی کا ہونا، دونوں شرمگاہوں کا ملا ہوا ہونا، جماع کا راستہ بند ہونا، عفل ہونا اور بخر ہونا یعنی شرمگاہ وغیرہ کے اندر بدبو کا ہونا۔

(فسخ الزواج [illegible]، الفواکہ الدوانی [illegible]، شرح الکبیر [illegible])

امام شافعیؒ ان عیوب میں سے چند کا استثناء کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جن عیوب کی بناء پر فسخ نکاح کا حق ہوتا ہے وہ جذام، برص، خصی ہونا، مقطوع الذکر ہونا اور رتق و قرن ہیں۔ (فسخ الزواج [illegible]، المہذب [illegible])

امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کی بابت علامہ ابن قدامہؒ نے لکھا ہے۔

"وہ عیوب جن کو خرقی نے آٹھ ذکر کیا ہے وہ تین قسم کے ہیں ایک وہ جس میں میاں بیوی شریک ہیں اور وہ جنون، جذام اور برص ہیں اور وہ جو صرف مرد کے ساتھ خاص ہوتے ہیں اور وہ مقطوع الذکر ہونا اور خصی ہونا ہے اور تین عورتوں کے ساتھ خاص ہیں وہ فتق، قرن اور عفل یعنی اندام نہانی میں گوشت کا ٹکڑا ہونا ہے جو جماع سے مانع ہو۔ (المغنی [illegible])"

شیخ ابن تیمیہؒ کا بھی مسلک جمہور کی طرح ہے کہ ان عیوب کی بناء پر جو کمال استمتاع میں مانع ہو اس کی بناء پر فسخ کا اختیار ہوگا۔

ابن تیمیہؒ نے "الاختیارات العلمیہ" کے اندر لکھا ہے کہ عورت کو ہر اس عیب کی وجہ سے لوٹا دیا جائے گا جو کمال استمتاع سے مانع ہو۔ (فسخ الزواج [illegible])

ایڈز کے اندر بھی یہی صورت پائی جاتی ہے بلکہ دوسرے تمام عیوب و امراض کے مقابلہ میں اس کے اندر زیادہ ہی نفرت پائی جاتی ہے۔ اگر یہ مرد کو لاحق ہو جائے تو عورت یقیناً اس سے اجتناب کرنے کی کوشش کرے گی اور استمتاع کی تکمیل سے دونوں محروم ہو جائیں گے۔

امام ابو حنیفہؒ جمہور سے اختلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زوجین میں سے کسی کو بھی عیب کی بناء پر فسخ کا اختیار نہیں ہوگا سوائے عیوب ثلاثہ یعنی مقطوع الذکر ہونا، خصی ہونا اور عنین ہونے کی صورت کے کہ اس میں اختیار ہوگا۔ علامہ ابن نجیم مصریؒ لکھتے ہیں۔

"ان دونوں میں سے کسی کو عیب کی وجہ سے اختیار نہیں ہوگا یعنی زوجین میں سے کسی کو دوسرے میں پائے جانے والے عیب کی وجہ سے اختیار نہیں ہوگا اس لئے کہ عقد کا مقصد ہی وطی کرنا ہے اور عیب کی وجہ سے مقصد وطی فوت نہیں ہوتا ہے بلکہ ایک قسم کا خلل واقع ہوتا ہے۔ سپرد کرنے سے پہلے موت کی وجہ سے وطی کا فوت ہونا فسخ کو واجب نہیں کرتا ہے تو اختلال کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ اختیار نہیں ہونا چاہئے۔ (البحر الرائق [illegible])"

لیکن احناف میں سے امام محمدؒ کا کہنا ہے کہ چند امراض کی وجہ سے فسخ نکاح کا حق ہوگا۔ جیسے برص، جذام اور جنون۔ اگر یہ کسی کو زوجین میں سے لاحق ہو گئے تو دوسرے کو فسخ نکاح کا اختیار ہوگا۔ (البحر الرائق [illegible])

لہٰذا مرد و عورت دونوں میں ایڈز جیسی مہلک بیماریوں کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہوگا۔ چوں کہ اس میں نفرت بھی پائی جاتی ہے اور اس لئے بھی فسخ کا اختیار ہوگا کہ اس مرض کے جراثیم ایک دوسرے میں منتقل ہوکر دوسرے کی ہلاکت کا سبب نہ بن جائے۔

(۱) استقاط حمل کے مسئلہ میں اولاً یہ جاننا چاہئے کہ بہر صورت کی رائے علی الاطلاق معتبر نہیں ہوگی، اس لئے کہ حمل متشکل ہوجانے کے بعد بغیر کسی شرعی عذر کے گرانا مکروہ تحریمی و ناجائز ہے، اور حرام و ناجائز فعل کے ارتکاب کی اجازت یا حرام و ناجائز وغیرہ چیز کے استعمال کی اجازت بغیر اضطراری حالت اور بغیر کسی شدید ضرورت کے نہیں ہوتی ہے ____ حمل متشکل ہوجانے کے بعد اس کی دو صورتیں ہیں، اس کی خلقت ظاہر ہوگئی ہوگی یا نہیں، اگر اس کی خلقت ظاہر نہ ہوئی ہو تو اس صورت میں استقاط کرانا مباح ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن عابدین نے لکھا ہے:

ہاں اس وقت تک استقاط کرانا مباح ہے جب تک کہ اس کی کچھ بھی تخلیق عمل میں نہ آئی ہو اور یہ عمل ایک سو بیس (۱۲۰) دن کے بعد ہی ہوتا ہے۔ (رد المحتار [illegible])

نیز عالمگیری میں بھی ہے کہ اگر اس کی تخلیق ظاہر نہ ہوئی ہو تو استقاط کرانا جائز ہے۔ ([illegible])

اور اگر اس حمل کی تخلیق ظاہر ہوگئی ہو مثلاً بال، ناخن وغیرہ بن گئے ہوں تو بغیر عذر شرعی کے استقاط کرانا جائز نہیں ہے۔

جب اس کی تخلیق ظاہر ہوجائے مثلاً بال، ناخن وغیرہ ہو جائے تو استقاط کرانا جائز نہیں ہے۔ ([illegible])

نیز علامہ شامی نے لکھا ہے:

علی بن موسیٰ فرمایا کرتے تھے کہ جب پانی رحم میں پہنچ جائے تو اس کا انجام زندگی ہی ہوتی ہے، لہٰذا اس پر زندہ کے احکام جاری ہوں گے۔ (رد المحتار [illegible])

لیکن اگر شرعی عذر ہو تو خلقت کے ظاہر ہونے کے بعد بھی استقاط کرسکتے ہیں مثلاً عورت کا دودھ ختم ہونے کا خوف ہو اور باپ اتنی استطاعت نہیں رکھتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کو کرایہ پر رکھ کر اس بچے کو دودھ پلوائے، دوسرا عذر یہ ہے کہ خود بچے کی ہلاکت کا خوف ہو تو استقاط کرسکتے ہیں۔ ([illegible])

اب زیر بحث صورت میں بھی شرعی عذر پایا جارہا ہے وہ اس طرح کہ اگر بچہ پیدا ہوگا تو اس کو بھی ایڈز کا مرض لاحق ہوگا، جیسا کہ طبی لحاظ سے پورا پورا اندیشہ ہے اور اس کے بعد اس کی موت واقع ہوگی یقینی ہے، لہٰذا اس شرعی عذر کی بنا پر استقاط حمل کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱) یہ بات معلوم ہے کہ ایڈز کا مرض صرف جنسی تعلقات قائم کرنے کی وجہ سے یا خون دینے، لینے کی وجہ سے ایک دوسرے میں منتقل ہوتا ہے۔ ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے یا ساتھ کھانے پینے کی وجہ سے اس مرض کا تعدیہ نہیں ہوتا ہے، اب اگر کسی ایڈز کے مریض بچہ یا بچی کو صرف اس لئے مدارس یا اسکولوں یا کسی ادارہ میں داخلہ سے محروم کیا جائے کہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ مریض کو چوٹ لگ جائے اور خون نکل جائے اور دوسرا بچہ اس کو چھوئے گا یا آپس کی لڑائی کی وجہ سے ایک کا خون دوسرے کے خون کے ساتھ مل جائے گا یا جنسی بے راہ روی کی وجہ سے مرض ایک دوسرے میں منتقل ہوجائے گا، تو درست نہ ہوگا اس لئے کہ یہ صورت اندیشہ محض ہے جس کی وجہ سے علم جیسی عظیم دولت سے محروم کرنا درست نہ ہوگا۔

(۸) اگر کوئی بچہ یا بچی جو ایڈز کے مرض میں گرفتار ہے اس کے تئیں اہلِ خانہ، سماج اور والدین پر اخلاقی تعلیمات کے [illegible] سے یہ امر لازمی عائد ہوتی ہے کہ وہ اس بچی یا بچہ کو اپنے سے دور یا بیزار نہ کریں بلکہ اپنے ساتھ ہی رکھیں اس لئے کہ یہ مرض محض ساتھ رہنے سے متعدی نہیں ہوتا ہے۔ لیکن اس سے احتیاط برتنا بھی نہایت ضروری ہے مثلاً اس سے اختلاط نہ ہو جس کی بنا پر مرض دوسرے تک منتقل ہو جائے، جیسے خون وغیرہ کا چھونا۔ لہٰذا احتیاطی تدابیر اختیار کرنا بے حد ضروری ہے۔

(۹) ایڈز، طاعون اور کینسر جیسے مہلک امراض جب طبی لحاظ سے ناقابلِ علاج مرحلے میں پہنچ جائیں تو اس مریض پر مرض الموت کے احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء کرام کی جزئیات مختلف ہیں، نیز مرض الموت کی تعریفات بھی مختلف ہیں۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ایڈز، طاعون اور کینسر کے مریض پر مرض الموت کے احکام جاری نہیں ہوں گے، جیسا کہ عالمگیری میں خزانۃ المفتیین

سے نقل کیا گیا ہے کہ مرض الموت کا مریض وہ ہے جو اپنی ضروریات پوری کرنے کے واسطے بھی گھر سے باہر نہ نکلتا ہو۔ (جلد [illegible])

اس سے پتہ چلا کہ ایڈز وغیرہ کے مریض پر مرض الموت کے احکام جاری نہیں ہوں گے، اس لئے کہ وہ مریض تو ہے لیکن بازار وغیرہ جاتا ہے اور اپنی ضروریات بھی پوری کرتا ہے ——— دوسری طرف مطلق یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ وہ بیماری جس سے اکثر موت واقع ہوتی ہے اس پر مرض الموت کے احکام جاری ہوں گے، خواہ وہ مریض صاحبِ فراش ہو یا صاحبِ فراش نہ ہو بلکہ گھومتا پھرتا ہو۔ چنانچہ اسی کتاب میں آگے لکھا ہے:

> مرض الموت کی تعریف کے بارے میں اختلاف ہے، مختار قول یہ ہے کہ مرض الموت اس مرض کو کہتے ہیں جس سے اکثر و بیشتر موت واقع ہو جاتی ہو، خواہ وہ مریض صاحبِ فراش ہو یا نہ ہو، مضمرات میں ایسا ہی لکھا ہے۔ (جلد [illegible])

نیز علامہ شامیؒ نور العین سے فقیہ ابو اللیث کا قول نقل کرتے ہیں:

> مرض الموت کا صاحبِ فراش ہونا شرط نہیں ہے بلکہ غلبہ کا اعتبار ہے یعنی اگر اس مرض سے اکثر موت واقع ہو جاتی ہو تو وہ مرض الموت سمجھا جائے گا گو وہ اپنے گھر سے باہر نکلتا ہو، صدر الشہید کا فتویٰ اسی پر ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

> امام محمدؒ نے کتاب الاصل کے اندر چند ایسے مسائل ذکر کئے ہیں جو صرف اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ شرط ہلاکت کا خوف ہونا ہے نہ کہ صاحبِ فراش ہونا۔

بلکہ امام شافعیؒ تو یہ کہتے ہیں کہ اس علاقہ میں رہنے والے پر بھی مرض الموت کا حکم لگایا جائے گا جہاں طاعون پھیل گیا ہو۔

(رد المحتار [illegible])

علامہ شامیؒ کہتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ ہلاکت کے غلبہ ہی کا اعتبار کیا جائے نہ کہ صاحبِ فراش اور غیر صاحبِ فراش ہونے کا جیسا کہ اوپر کی عبارتوں سے پتہ چلتا ہے۔

ان ساری عبارتوں کو دیکھتے ہوئے پتہ چلتا ہے کہ مریض ایڈز، طاعون، کینسر جو طبی لحاظ سے ناقابلِ علاج مرحلہ میں پہنچ گئے ہوں، ان کے لئے مرض الموت کا حکم لگایا جائے گا اور مرض الموت کے احکام جاری ہوں گے۔

(۱۰) طاعون یا دوسرے مہلک امراض پھیلنے کی صورت میں اگر کوئی حکومت اس جگہ جانے پر پابندی لگادے تو حکومت کے لئے ایسا کرنا

جائز ہے۔ اگرچہ حکومت کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص اس جگہ جائے گا یا وہاں سے نکلے گا تو دوسروں کو بھی یہ مرض لاحق ہو سکتا ہے، لیکن حدیث میں جو دخول و خروج کی ممانعت وارد ہوئی ہے وہ اعتقادیات سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن نفس ممانعت میں دونوں برابر ہیں۔ اس لئے حکومت کی جانب سے لگائی گئی پابندی کا پاس و لحاظ کرتے ہوئے وہاں دخول و خروج سے باز رہنا نہایت ضروری ہے۔

حدیث میں جو خروج من بلد الطاعون اور دخول سے منع کیا گیا ہے اس سے وہ خروج مراد ہے جس سے فرار عن الموت مقصود ہو، البتہ اگر وہاں سے باہر آنا یا وہاں جانا ضروری ہو اور فرار عن الموت کا ارادہ نہ ہو، تو وہ دخول یا خروج اہل و عیال کی وجہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے، تو منع نہیں کیا گیا ہے چنانچہ علامہ امام نوویؒ شارح مسلم شریف حدیث طاعون پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> یہ ساری حدیثیں جو "باب الطاعون" میں ذکر کی گئی ہیں اس میں طاعون زدہ شہر میں جانے اور وہاں سے نکلنے سے اس وقت منع کیا گیا ہے جب کہ اس سے مقصد فرار عن الموت نہ ہو۔ بہر حال کسی عارض کی وجہ سے نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نیز آگے لکھتے ہیں کہ علماء نے عرض کی وجہ سے خروج کے جواز پر اتفاق کیا ہے جب کہ فرار مقصود نہ ہو۔ (نووی ج مسلم [illegible])

اسی خروج پر قیاس کرتے ہوئے ضرورت و حاجت کی بنا پر دخول کی بھی اجازت ہوگی۔ کسی شخص کا طاعون زدہ علاقہ میں اس لئے جانا کہ باہر کی ضرورت ختم ہونے کے بعد اب وہیں ٹھہرنا ممکن نہ ہو یا اہل و عیال، گھر و بار کی نگہداشت مقصود ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور کسی ضرورت سے یہاں سے نکلنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز مریض کے علاج اور تیمارداری کا معقول انتظام نہ ہونے کی صورت میں دوسری جگہ منتقل کرنا بھی درست ہے۔ یہ تمام صورت عرض شرعی ہی کے تحت ہیں۔

محور سوم

(۱) غیبت کی تعریف محور دوم کے جواب نمبر دو میں آچکی ہے کہ غیبت کسے کہتے ہیں، یعنی کسی کے عیب کو ظاہر کرنا جس کو صاحب عیب ناپسند کرتا ہو۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس کی حرمت کتاب اللہ اور حدیث شریف سے ثابت ہے۔ لیکن ایک صورت میں غیبت جائز ہو جاتی ہے جب کہ اس میں کسی کا حق پوشیدہ ہو جس کے فوت ہونے کا خوف ہو یا کسی کو شر سے بچانا مقصود ہو۔ اب اصل جواب کی جانب آیئے کہ اگر بصارت کھو دینے والا شخص کسی لڑکی سے اپنے اس عیب کو چھپا کر نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ تو ایک قسم کا دھوکہ ہے جو جائز نہیں ہے۔ نیز اگر شادی ہو بھی گئی تو اس عیب کی وجہ سے دونوں کے اندر منافرت پائی جائے گی اور جھگڑا پیدا ہوگا جس کی وجہ سے مودت و محبت کا وجود ہی نہ ہو پائے گا جس کی وجہ سے نکاح کے مقاصد فوت ہوں گے۔ تو اس سے بچانے کے لئے ڈاکٹر اس کے عیب کو لڑکی والے پر اظہار کر سکتا ہے اور اگر لڑکی والے ڈاکٹر سے اس لڑکے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو اس صورت میں تو عیب کو ظاہر کرنا ضروری ہوگا۔ امام نوویؒ غیبت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> لیکن غیبت کرنا غرض شرعی کی وجہ سے مباح ہو جاتا ہے اور اس اباحت کے چھ اسباب ہیں: ایک ظلم ہے دوسرا تغییر منکر اور عاصی کو طاعت میں پلٹنے پر استعانت کے وقت ہے۔ تیسرا استفتاء یعنی پوچھے جانے کے وقت اور چوتھا
>
> مسلمانوں کو شر و فتن سے بچاتے وقت، اس کی کئی صورتیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ مشورہ کے وقت غیبت کرنا جائز ہے۔ (نووی ج مسلم [illegible])

(۲) دوسرا جواب بھی غیبت ہی سے متعلق ہے اور غیبت سے متعلق ذکر آچکا ہے کہ کن صورتوں میں جائز ہے اور کن صورتوں میں ناجائز؟
اب اگر کسی ڈاکٹر کو مرد و عورت میں سے کسی کا عیب معلوم ہے مثلاً یہ کہ دونوں میں سے کسی ایک کے مادہ منویہ میں جراثیم تولید نہیں ہیں، یا یہ کہ دونوں کی شادی کے بعد ناقص الاعضاء بچے پیدا ہوں گے یا اس کے علاوہ کسی اور قسم کا عیب ڈاکٹر کو معلوم ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسرے فریق کو اس عیب کی خبر دے دے تاکہ جھگڑا پیدا نہ ہو اور طلاق وغیرہ کی نوبت نہ آئے۔

(۳) یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ کسی کے عیب کو ظاہر کرنا کس صورت میں جائز ہے وہی بات یہاں بھی منطبق ہوتی ہے کہ ایک شخص کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے ڈاکٹر کو اس کے عیب کے بارے میں علم ہے کہ وہ نامرد ہے جس کی وجہ سے اس کا نکاح کامیاب نہ ہوگا اور اس کی شادی کی بات کسی عورت سے ہو رہی ہے یا ناقص ہے جو اپنے عیب کو چھپا کر شادی کرنا چاہتی ہے، تو یہاں بھی ڈاکٹر کے لئے اس کے عیب کو دوسرے فریق پر ظاہر کرنا ضروری ہے اس لئے کہ اگر ظاہر نہ کرے گا تو ضرر عظیم لازم آئے گا اور اگر دوسرا فریق اس مریض یا مریضہ کے متعلق معلومات کرنے کے لئے ڈاکٹر کے پاس آئیں تو ڈاکٹر کو بدرجہ اولیٰ اظہار کرنا ضروری ہے، اس سلسلہ میں امام نووی کا قول گزر چکا ہے۔

(۴، ۵) دونوں سوالوں کا جواب "یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام" کے قاعدہ سے متعلق ہے یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ضرر خاص کو ضرر عام کے مقابلہ میں اختیار کیا جائے گا مسئلہ کے طور پر کوئی دیوار عام شاہراہ کی طرف گرنے والی ہو تو گرا دی جائے گی گو وہ دوسرے ہی کی ملکیت میں ہو اس لئے کہ اس میں عام لوگوں کی جان کا خطرہ ہے۔ (الاشباہ والنظائر ابن نجیم ۹۶)

اب اگر کوئی شخص جس کی بینائی متاثر ہو چکی ہے وہ گاڑی چلاتا ہے جس سے بہت سارے لوگوں کی جان ضائع ہونے کا خطرہ ہے تو یہ ضرر عام ہے ڈاکٹر کو اگر یہ معلوم ہے تو وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی اطلاع دے دے، دوسری طرف ڈاکٹر کے اطلاع کر دینے کی وجہ سے اس ڈرائیور کی ملازمت خطرہ میں ہے، لیکن یہ خاص ضرر ہے، چنانچہ قاعدہ کے مطابق ڈاکٹر پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ عوام کی جان کو خطرہ سے بچانے کے لئے متعلقہ محکمہ کو اس کی اطلاع دے دے۔

اسی طرح جو ڈرائیور یا جہاز کا پائلٹ نشہ آور چیز کا استعمال کرتا ہے اگر ڈاکٹر کو یہ معلوم ہے تو اس کے اس عیب کو چھپانے کے بجائے لوگوں کو آگاہ کرنا اور محکمہ کو مطلع کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ اس میں ضرر عام کو دفع کرنے کے واسطے ضرر خاص کا تحمل کرنا ہے

(۶) اگر کوئی عورت اپنے ناجائز حمل سے پیدا شدہ بچے کو شاہراہ یا پارک وغیرہ میں چھوڑ آئی ہے اور ڈاکٹر کو یہ بات معلوم ہے، تو اس ڈاکٹر پر اس بچے کی جان بچانے کی غرض سے حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کرنا ضروری ہے اس لئے کہ اس میں اگرچہ عورت کی بدنامی ہوگی لیکن ایک معصوم الدم بچے کی جان بچ جائے گی ______ بہتر ہے کہ اس کی دوسری صورت بھی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ ڈاکٹر اس بچے کے بارے میں محکمہ کو مطلع بھی کر دے لیکن یہ معلوم نہ ہونے دے کہ یہ کس عورت کے فعل کا نتیجہ ہے۔

(۷) اس سوال کے جواب سے پیشتر یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ آیا حرام چیزوں کے ذریعہ علاج اور دوا کا استعمال درست ہے؟ فقہاء فرماتے ہیں کہ تداوی بالحرام اس صورت میں جائز ہے جب کہ طبیب مسلم یہ کہہ دے کہ اس مرض کا علاج صرف اسی چیز سے ممکن ہے دوسری چیزوں سے ممکن ہی نہیں ہے۔

اور تہذیب کے اندر ہے کہ مریض کے لئے پیشاب، خون اور مردار کا علاج کی غرض سے کھانا اور پینا جائز ہے جب کہ مسلمان ڈاکٹر بتلائے کہ اس کی شفا اسی میں ہے اور کوئی دوسری چیز نہ ہو جس سے اس کا علاج ہو سکتا ہو۔

(رد المحتار ۵/۱۰۰)

علامہ زیلعی بھی اپنی کتاب تبیین الحقائق میں یہی لکھتے ہیں۔ (تبیین الحقائق ۱/۱۰۰)

اب اگر کوئی ماہر نفسیات ڈاکٹر جو مسلم بھی ہے کسی ایسے شخص کا علاج نشہ آور چیز سے کرتا ہے جو نشہ کا بری طرح عادی ہے اور اس کے بغیر وہ نہیں چھوڑ پاتا ہے تو یہ جائز ہے۔ اگر اس نشہ آور چیز کے علاوہ کوئی اور دوا نہیں ہے جس سے اس مریض کا علاج کر سکے۔ یہاں پر گرچہ نشہ آور شئی ۔ شراب حرام ہے لیکن اس کی حرمت ضرورت اور حاجت کی وجہ سے ختم ہو جائے گی، جیسا کہ اوپر فقہا کی عبارت سے معلوم ہوا۔

(۸) اس سوال کا جواب بھی ضرر خاص اور ضرر عام کے مشہور قاعدہ پر مبنی ہے، اس کے بارے میں تفصیلات گزر چکی ہیں کہ ضرر خاص کو اختیار کیا جاسکتا ہے، جو کسی ڈاکٹر کو جرائم پیشہ افراد کے بارے میں معلوم ہے تو اس ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ اس ایک شخص کے مفاد کو درگزر کرتے ہوئے اس کے جرم کی خبر متعلقہ محکمہ کو دے دے تاکہ اس عظیم ضرر سے لوگوں کی حفاظت ہو سکے، نیز ڈاکٹر کا ان جرائم پیشہ افراد کے بارے میں متعلقہ محکمہ کو باخبر کرنا غیبت کی اس قسم میں داخل ہوگا جو مباح ہے اور جس کے کرنے پر ثواب ہی کی بات کی گئی ہے۔ علامہ نوویؒ لکھتے ہیں:

الرابع تحذير المسلمين من الشر۔ چوتھی وجہ یہ ہے مسلمانوں کو شر سے بچانے کے لئے غیبت کی جائے۔ (نووی شرح مسلم ۲/۳۲۲)

(۹) اگر کسی مریض نے مثلاً کسی شخص کو قتل کر ڈالا اور اس واقعہ کی خبر ڈاکٹر کو معلوم ہے، اور اسی جرم میں شبہ کی بنا پر دوسرا شخص گرفتار ہے اور سزا متعین ہے تو اس صورت میں اس ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ عدالت کو اصل مجرم کے بارے میں اطلاع دے دے اور غیر مجرم شخص کو جس کا کوئی گناہ نہیں ہے، کو بچائے اس لئے کہ یہاں اگر وہ خاموش رہتا ہے تو اس سے ایک ناحق خون کا ضیاع لازم آئے گا۔ مجمع الانہر میں ہے:

جس کے پاس شہادت ہو اس کے لئے بغیر طلب کے اس وقت گواہی دینا ضروری ہے جب کہ صاحب حق کو اس کے بارے میں معلوم نہ ہو یا اس کے حق کے فوت ہونے کا خوف ہو۔ (مجمع الانہر ۲/۱۸۰)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں بہترین گواہوں کی نشاندہی نہ کروں؟ وہ وہ لوگ ہیں جو پوچھے جانے سے پہلے ہی گواہی دے دیتے ہیں۔ (مسلم ۲/۷۷)

اور عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ مجرم اور غیر مجرم دونوں میں سے ایک کی جان تو ضرور جائے گی، تو کیوں نہ مجرم ہی کی جان جائے اور غیر مجرم شخص کی رہائی ہو جائے اور وہ بچ جائے، اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ وہ ڈاکٹر جس کو یہ راز معلوم ہے عدالت میں جا کر اس کی اطلاع دے دے۔

(۱۰) یہ سوال محور دوم کے سوال ۵ کے قبیل سے ہے اور اس کا تفصیلی جواب گزر چکا ہے۔ یہاں بھی ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو قبول کیا جائے گا اور ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ مریض کے راز کو افشا کر دے اور اس کے ضرر سے لوگوں کو محفوظ رکھے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کسی انسان کو ہرگز یہ حق نہیں دیا ہے کہ وہ اپنے جسم و جان کا جس طرح چاہے استعمال کرے، اسی وجہ سے اسلام میں خودکشی کو ایک ممنوع اور حرام فعل قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح کسی انسان کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی آدمی کی اجازت کی وجہ سے اس کا قتل کردے۔ اگر اس نے قتل کردیا، تو اس پر پوری دیت واجب ہوگی، چنانچہ علامہ اوزجندی لکھتے ہیں:

ولو قال: اقتلني، فقتله، تجب الدية (الخانیہ [illegible])

اگر کسی نے کہا، مجھے قتل کردو، اس نے اجازت دینے والے کو قتل کردیا، تو قاتل پر دیت واجب ہوگی۔

اسی طرح اگر کوئی کہے کہ میرے باپ کو قتل کردو، اس نے قتل کردیا، تو قاتل مقتول کے بیٹے کو دیت ادا کرے گا۔

(الفتاوی الخانیہ [illegible])

فقہاء کی ان تصریحات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ انسانی جان پر نہ کسی کی ولایت ہے اور نہ کسی کی ملکیت۔ لہٰذا ڈاکٹر کے پاس جو مریض زیر علاج ہے، وہ اپنی صوابدید پر مریض یا اس کے اقرباء سے اجازت لئے بغیر آپریشن کرسکتا ہے۔ اگر آپریشن کامیاب نہ ہوا اور مریض فوت ہوگیا، یا اس کا کوئی عضو تلف ہوگیا تو ڈاکٹر ضامن نہیں ہوگا، البتہ اگر ڈاکٹر نے بغیر اجازت آپریشن کیا اور آپریشن کرنے میں زیادتی سے کام لیا، تب ہر صورت وہ ضامن ہوگا، اس لئے کہ شریعت نے ضمان کے معاملہ میں تعدی اور عدم تعدی کا اعتبار کیا ہے، نہ کہ اجازت اور عدم اجازت کا، چنانچہ اگر ڈاکٹر اجازت لے کر آپریشن کرے تب بھی وہ ضامن ہوگا، اجازت کی وجہ سے ضمان ساقط نہیں ہوگا۔

(المغنی [illegible])

محور دوم

ایڈز کا مرض چھپانا

ایڈز کے مریض کے لئے اپنے مرض کو چھپانے کی گنجائش ہوگی، اس لئے کہ یہ ایسا مرض نہیں ہے کہ مریض کے اختلاط سے یہ مرض دوسروں پر اثر انداز ہو، نیز اگر مریض اپنا یہ مرض اپنے گھر یا باہر کے لوگوں پر ظاہر کرے، تو لوگ نہ مریض کی دیکھ ریکھ کریں گے، اور نہ ہی اپنے قریب آنے دیں گے، اس طرح مریض کا جینا دوبھر ہوجائے گا، لیکن ایڈز کے مریض کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ ہر ایسے عمل سے بچتا رہے، جس کی وجہ سے اس کا مرض متعدی ہوسکتا ہے، مثلاً ایڈز کے مریض کے لئے جائز نہیں ہوگا کہ وہ اپنی بیوی سے ازدواجی رشتہ قائم کرے۔

(۲) اسی طرح ڈاکٹر کے لئے بھی مناسب نہیں ہوگا کہ وہ خواہ مخواہ کسی ایڈز کے مریض کا راز افشاء کرے، بلکہ ڈاکٹر ایسے مریض سے وعدہ لے کہ وہ کسی سے جنسی رشتہ قائم کرے گا، نہ اپنا خون کسی کو دے گا اور نہ ہی اپنا خون کسی کو چھونے دے گا، تاکہ کسی کو نقصان بھی نہ پہنچے، اور مریض باعزت طور پر زندگی گزار سکے۔ اسی طرح ڈاکٹر ایڈز کے مریض کی بیوی کو اپنے شوہر سے جنسی رشتہ قائم نہ کرنے کا مشورہ دے سکتا ہے۔

(۳) سماج والوں کی ذمہ داری

ایڈز، طاعون اور دوسرے متعدی امراض میں مریض کے اہل خانہ اور سماج والوں کی شرعی و اخلاقی ذمہ داری ہوگی کہ وہ ایسے مریض کا خصوصی علاج کرائیں، ان کے لئے دوا، علاج اور کھانے پینے کا انتظام کریں، اس کی مزاج پرسی کرتے رہیں، نہ کہ اس کو اچھوت چھوڑ دیں، یا ایسے مریضوں کو چھوڑ کر لوگ دوسری جگہ منتقل ہوجائیں، چنانچہ طاعون کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے۔

جمہور علماء و فقہاء کا مذہب بھی یہی ہے کہ ایسی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہوگا چنانچہ حافظ ابن حجر (متوفی ۸۵۲ھ) کا بیان ہے:

> کوڑھی سے بھاگنے والی روایت سے زوجین کے درمیان فسخ نکاح پر استدلال کیا گیا ہے، جب کہ ان میں سے کسی کو یہ مرض لاحق ہو، یہ جمہور علماء کا مذہب ہے۔ (فتح الباری ۱۰/۱۶۰)

علامہ علاء الدین ابوالحسن علی لکھتے ہیں:

> جب شوہر نابالغ ہو، یا اس کو جنون، جذام یا برص کا مرض ہو، تو کتاب الاصلاح کے مسئلہ کے مطابق یہاں بھی عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔ (الاختیارات العلمیہ ۱۲۰)

(۶) اسقاط حمل

فقہاء نے عذر کی بنا پر اسقاط حمل کی اسی وقت تک اجازت دی ہے، جب تک بچہ کی خلقت ظاہر نہ ہوئی ہو چنانچہ امام حصکفی فرماتے ہیں:

> دودھ پلانے والی عورت کو جب حمل قرار پاجائے اور اس کا دودھ خشک ہوجائے، اور بچہ کا باپ دایہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے، بچہ کی ہلاکت کا خوف ہے، تو فقہاء کہتے ہیں، ایسی صورت میں اسقاطِ حمل جائز ہے، جب تک کہ حمل نطفہ بستہ خون اور لوتھڑے کی شکل میں ہو اور کوئی عضو نہ بنا ہو، اس کی مدت چار مہینے متعین کی گئی ہے عورت کے لئے ایسی صورت میں اسقاطِ حمل جائز ہوگا، اس لئے کہ اس مدت میں حمل انسان کے حکم میں نہیں ہے
>
> (شامی ۲/۳۸۰)

لہٰذا چار مہینے پورے ہونے کے بعد اسقاطِ حمل جائز نہیں ہوگا، کیوں کہ اس وقت نطفہ انسانی شکل اختیار کرچکا ہوتا ہے، چنانچہ اگر کسی نے خلقت ظاہر ہونے کے بعد اسقاطِ حمل کیا تو غرہ واجب ہوگا (وان اسقطت بعد ما استبان خلقه وجبت الغرة) (حوالہ سابق)

(۷) تعلیم سے محروم کرنا

ایڈز کے مریض بچے یا بچیوں کو اسکول میں داخلہ سے محروم کرنا صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ اسکول میں بچوں کے ساتھ بیٹھنے سے یہ مرض دوسروں کو منتقل نہیں ہوتا ہے، نیز بچوں کا جنسی بے راہ روی میں مبتلا ہوجانا یا آپس میں لڑائی کی وجہ سے ایک کو دوسرے کا خون لگ جانا، یہ محض امکانی درجہ کی بات ہے، جس کی وجہ سے بچوں کو پڑھائی سے روکنا مناسب نہیں —— البتہ مغربی ممالک جہاں کالج اور اسکول کے بچوں میں بھی جنسی بے راہ روی عام ہے، حکومت ایسے بچوں کو اسکول اور کالج جانے سے روک سکتی ہے۔

(۸) والدین کی ذمہ داری

کوئی بچہ یا بچی ایڈز کے مرض میں مبتلا ہوگیا ہو، تو اس کے والدین اور اہل خاندان کی ذمہ داری ہوگی کہ ایسے بچوں کے علاج معالجہ کا اہتمام کریں، اس کی طرح پرورش کرتے رہیں، نہ کہ اس کو بالکل اچھوت بناکر چھوڑ دیں، اسی طرح سماج والوں کی بھی ذمہ داری ہوگی کہ وہ ایسے بچوں کو اچھوت نہ سمجھیں بلکہ اس کو بھی معاشرہ میں جینے کا حق دیں۔

(۹) مرض الموت کا حکم

ایڈز، طاعون اور کینسر کے مریض جب ناامیدی کے درجہ میں پہنچ جائیں اور موت کا غالب گمان ہونے لگے، تو ان کے لئے مرض الموت کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

> مریض موت ایسا شخص ہے جو اپنی ذاتی ضروریات کے لئے نہ نکل سکے، یہ زیادہ صحیح قول ہے جیسا کہ "خزانۃ المفتیین" میں ہے۔ مرض الموت کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں، فتویٰ کے لئے بہتر قول یہ ہے کہ اگر موت کا غالب گمان ہو، تو مرض الموت کا حکم لگایا جائے گا، خواہ مریض بستر پر پڑا رہتا ہو یا نہیں، جیسا کہ "مضمرات" میں ہے۔
>
> (الفتاویٰ الہندیہ ۱۷۶/۴)

(۱۰) آمد و رفت پر پابندی

حکومت اگر طاعون اور دوسرے متعدی امراض میں لوگوں کو وہاں آنے جانے پر پابندی لگاتی ہے، تو حکومت کا ایسا کرنا شرعی نقطہ نظر سے صحیح ہے، کیوں کہ حدیث میں طاعون زدہ علاقہ میں جانے سے بھی منع کیا گیا ہے اور وہاں سے نکلنے سے بھی، جو گذر چکا ہے (مسلم ۲۲۸/۲)

(۱۱) ضرورت کے تحت نکلنا

حضورؐ نے طاعون زدہ علاقہ میں جانے سے منع فرمایا ہے۔ شارحین حدیث کے اس سلسلہ میں کئی اقوال ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپؐ نے بطور سد ذریعہ منع فرمایا ہے، تاکہ لوگوں کا عقیدہ خراب نہ ہو جائے کہ اگر میں وہاں نہیں جاتا تو اس مرض میں مبتلا نہ ہوتا، لہٰذا ایسے لوگوں کو طاعون زدہ علاقہ میں جانے کی اجازت ہو جن کو پورے طور پر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہو، حافظ ابن حجرؒ نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے، لکھتے ہیں:

> آپؐ کا منع فرمانا بدشگونی کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ اس میں اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے سے ممانعت ہے، یا یہ بطور سد ذریعہ ہے کہ جو طاعون زدہ علاقہ میں جائے، اس کو یہ اعتقاد نہ ہو جائے کہ اس کو دوسروں کا مرض لگ گیا ہے، کیوں کہ شریعت میں ایسا خیال رکھنے سے منع کیا گیا ہے، جیسا کہ آگے بھی اس کا ذکر آئے گا، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے، اور ایسے آدمی کو طاعون زدہ علاقہ میں جانے کی اجازت ہے، جس کو پورے طور پر اللہ پر بھروسہ ہو اور اس کا یقین پختہ ہو۔ (فتح الباری ۱۹۰/۱۰)

لہٰذا ایسے لوگوں کو طاعون زدہ علاقہ میں جانے کی اجازت ہوگی، جو کسی کام سے باہر گئے ہوں اور ان کا کام ختم ہوگیا ہو، اور اپنے وطن آنا چاہتے ہوں، یا طاعون والے علاقہ میں ان کے اہل و عیال ہوں اور اہل خانہ کو ان کی ضرورت بھی ہو۔

اسی طرح وہ لوگ جن کو اب طاعون زدہ علاقہ میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ اپنے وطن جانا چاہتے ہیں، تو ان کو اس علاقہ سے اپنے وطن جانے کی اجازت ہوگی، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ کا بیان ہے:

> جو شخص کسی ضرورت کی بنا پر، نہ کہ طاعون سے بھاگنے کے ارادہ سے نکلے، مثلاً کچھ لوگ کسی شہر میں جانے کے لئے تیار تھے اور طاعون آپڑا، گویا اتفاقاً تیاری کے دوران طاعون آن پڑا، چوں کہ ان لوگوں کا ارادہ طاعون سے بھاگنے کا نہیں ہے، اس لئے وہ لوگ ممانعت میں داخل نہیں ہوں گے اور ان کا نکلنا جائز ہوگا۔ (فتح الباری ۱۹۰/۱۰)

اسی طرح جن لوگوں کو طاعون والے علاقہ سے باہر علاج و معالجہ یا کسی دوسرے کام کے لئے جانے کی ضرورت ہو، تو ان کے لئے طاعون زدہ علاقہ سے باہر دوسری جگہ جانے کی گنجائش ہوگی۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

جس کو کوئی ضرورت پیش آجائے، اور وہ طاعون زدہ علاقہ سے نکلنے کا ارادہ کرے، اس صورت میں اختلاف ہے، جن لوگوں نے منع کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ بھی فی الجملہ فرار کی ایک صورت ہے ـــــ جن لوگوں نے اجازت دی ہے، ان کا کہنا ہے کہ فرار سے یہ صورت مستثنیٰ ہے، اس لئے کہ اس نے محض فرار کا ارادہ نہیں کیا ہے، بلکہ وہ علاج کے واسطے نکلنا چاہتا ہے۔ (فتح الباری [illegible])

محور سوم

(۱) ڈاکٹر کا افشاء راز

ایک ماہر چشم ڈاکٹر نے ایک نوجوان لڑکے کا معائنہ کیا، معلوم ہوا کہ اس کی ایک آنکھ کی بصارت ختم ہو چکی ہے، لیکن بظاہر وہ آنکھ بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے۔ لڑکی والوں کے دریافت کرنے پر اگر ڈاکٹر صحیح بات بتا دیتا ہے تو لڑکی والے ایسے لڑکے سے شادی نہیں کرائیں گے، ایسی صورت میں ڈاکٹر کے لئے مناسب نہیں ہوگا کہ وہ لڑکی والوں کو صحیح بات بتائے، اس لئے کہ ایک آنکھ کی خرابی سے کسی کو کوئی نقصان پہنچنے والا نہیں ہے۔

(۲) ڈاکٹر کی طبی جانچ میں یہ بات معلوم ہوئی کہ فلاں مرد و عورت (جن کے درمیان رشتہ کی بات چیت چل رہی ہے) کے مادۂ منویہ میں تولید کے جراثیم نہیں ہیں، جس کی وجہ سے اولاد پیدا نہیں ہو سکے گی، یا ناقص الاعضاء اولاد ہوگی، ایسی صورت میں ڈاکٹر کو اختیار ہوگا کہ اس صورت حال سے دونوں کے گارجین کو مطلع کر دے۔ علامہ حصکفیؒ (م ۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں:

فتباح غيبة مجهول ومتظاهر بقبيح ولمصاهرة (الدر المختار [illegible])

مجہول آدمی، برائی کا مظاہرہ کرنے والے اور رشتہ کی دریافت کی خاطر غیبت جائز ہے۔

(۳) اسی طرح ڈاکٹر کو طبی جانچ کے نتیجہ میں یہ معلوم ہوا کہ فلاں شخص نامرد ہے، یا اس میں ایسا عیب ہے، جس کی وجہ سے اس کا نکاح بار آور نہیں ہو سکتا، یا عورت میں ایسا مرض ہے جس کی وجہ سے اولاد پیدا ہونی ناممکن ہے۔ ڈاکٹر سے اگر ایسے مریض کے بارے میں رشتہ کی خاطر پوچھا جائے، تو ڈاکٹر کا مرض بتانا صحیح ہوگا۔ علامہ شامیؒ (م ۱۲۵۲ھ) غیبت کے بیان میں فرماتے ہیں:

کوئی آدمی چور یا زانی غلام خریدتا ہو، تو دوسرے کو غلام کا عیب بتانا جائز ہوگا، اسی طرح اگر کسی نے دیکھا کہ خریدار بیچنے والے کو کھوٹے سکے دے رہا ہے، تو وہ کہہ دے کہ کھوٹا سکہ لینے سے بچو۔ (رد المحتار [illegible])

(۴) اگر کوئی ڈرائیور بصارت کمزور ہو جانے کے باوجود گاڑی چلاتا ہو تو ڈاکٹر کا اخلاقی فرض ہوگا کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں اطلاع دے، اگرچہ ڈرائیور سرکاری ملازم ہو، اور معلوم ہو کہ نوکری ختم ہونے کے بعد اس کے گھر والوں کو تنگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ انسانی جان کے مقابلہ میں معاشی پریشانی کا ضرر کم تر ہے اور فقہ کا قاعدہ ہے:

الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف۔ (الأشباه والنظائر لابن نجيم [illegible])

کم تر ضرر کے مقابلہ شدید تر ضرر کو دور کیا جائے۔

(۵) جو لوگ جنون، مرگی یا اس قسم کی حالت میں چلاتے ہیں، جس کی وجہ سے لوگوں کو نقصان پہنچنے کا شدید اندیشہ ہو، تو ڈاکٹر اور دوسرے لوگوں کی بھی ذمہ داری ہوگی کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی اطلاع کریں، تاکہ لوگوں کو مضرات سے بچایا جا سکے۔ علامہ عبد الرحمان جزیری لکھتے ہیں:

> ہر وہ عیب جس کو لوگ ناپسند کریں، مناسب ہے کہ اس سے خاموشی اختیار کی جائے، مگر جب اس کے بیان کرنے میں کسی مسلمان کا فائدہ ہو یا کسی مصیبت کو دور کرنا ہو، تو اس کا بیان کرنا درست ہوگا۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ [illegible])

(۶) کسی عورت نے اپنی ناجائز اولاد کو کسی راستہ پر ڈال دیا اور ڈاکٹر کو اس کی اطلاع دے دی، تو ڈاکٹر کے لئے اس کی راز داری ضروری ہوگی، البتہ بچہ کے بارے میں حکومت کو اطلاع دے سکتا ہے، چنانچہ علامہ فخر الدین اوزجندی کا بیان ہے:

> بچہ کو اٹھانے والے شخص کے لئے جائز ہے جب کہ وہ اپنی ذاتی رقم اس پر خرچ کرنا نہیں چاہتا ہے کہ وہ اس معاملہ کو حاکم کے سامنے پیش کرے۔ (فتاوی قاضی خان [illegible])

(۷) شراب سے علاج

ماہر نفسیات ڈاکٹر کو یقین ہو کہ کثرت سے شراب کے عادی شخص کو اگر شراب میں کوئی قے آنے والی دوا ملا کر مریض کو پلائی جائے، تاکہ مریض شراب سے نفرت کرتے ہوئے شراب نوشی چھوڑ دے گا، اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں سے علاج ممکن نہ ہو، تو شراب سے علاج کیا جا سکتا ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

> اگر ڈاکٹر نے مریض کے لئے شراب سے علاج کا مشورہ دیا، مشائخ کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ اگر اس سے صحت کا یقین ہو، تو اس کے لئے شراب سے علاج درست ہوگا۔ (فتاوی عالمگیری [illegible])

(۸) جرائم پیشہ لوگوں کا افشاء راز

جرائم پیشہ اور جاسوسی کرنے والے افراد اگر ڈاکٹر کو اپنا راز بتلادیں، اور ان کے پیشہ سے لوگوں کو ضرر پہنچتا ہو، تو ڈاکٹر کے لئے جائز ہوگا کہ وہ لوگوں کو اور حکومت کے متعلقہ افراد کو اس کی اطلاع کرے، تاکہ لوگ ان کے ضرر سے محفوظ رہیں۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ [illegible])

(۹) حدود کے باب میں گواہی دینا

جس طرح دیکھنے کے بعد گواہی دینے کا حق (تحمل شہادت) ہو جاتا ہے، اسی طرح اقرار کو سننے کے بعد بھی گواہی دینے کا حق حاصل ہو جاتا ہے، چنانچہ علامہ علاء الدین سمرقندی (م ۵۳۹ھ) فرماتے ہیں:

> معاملہ کا مشاہدہ کرنے یا مجرم کا اقرار سننے کے بعد گواہی دینا صحیح ہو جاتا ہے۔ (تحفۃ الفقہاء [illegible])

حدود وقصاص کے باب میں گواہوں کو اختیار ہوتا ہے کہ اگر چاہیں تو پردہ داری کریں اور چاہیں تو حاکم کے پاس گواہی دے دیں، لیکن فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اگر حدود کے ساتھ کسی کا مال یا کوئی حق متعلق ہو جائے، تو گواہی دینی ضروری ہو جاتی ہے۔ علامہ برہان الدین مرغینانی (م ۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

> حدود کے باب میں گواہی دینے کی بابت گواہوں کو اختیار ہے، کہ چاہیں تو پردہ پوشی کریں یا اظہار کردیں، مگر مال کے سرقہ میں گواہی دینی ضروری ہے، چنانچہ وہ کہے گا، چور نے فلاں مال لیا، تاکہ صاحب حق کے حق کو بچایا جا سکے۔

(الہدایہ [illegible])

اس سے معلوم ہوا کہ حدود میں بھی اگر کسی کا مالی یا جانی حق متعلق ہوجائے، تو گواہی دینی ضروری ہوجاتی ہے۔ مثلاً اگر کسی قاتل نے ڈاکٹر کے پاس اپنے جرم کا اقرار کرلیا، اور حکومت نے حقیقی قاتل کی بجائے کسی دوسرے شخص کو گرفتار کرلیا ہے، جس کا اندیشہ ہے کہ وہ بے گناہ شخص سزا کا مستحق ٹھہر جائے گا، ایسی صورت میں ڈاکٹر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ حکومت کو حقیقی مجرم کی نشاندہی کرائے، تاکہ اس معصوم شخص کی رہائی ممکن ہوسکے۔

(۱۰) ایڈز کے مرض کا افشاء

اگر ڈاکٹر کو ایڈز یا طاعون وغیرہ دوسرے متعدی امراض کے بارے میں خطرہ ہو کہ اس کا مرض دوسروں کو لاحق ہوجائے گا، تو ڈاکٹر اس مریض کے گھر والوں کو اس کے مرض سے واقف کراسکتا ہے، تاکہ لوگوں کو اس کے مرض سے بچنا ممکن ہوسکے، کیوں کہ فقہی قاعدہ ہے کہ ضرر عام سے بچنے کے لئے ضرر خاص کو قبول کیا جائے گا۔ یتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام (الاشباہ والنظائر ابن نجیم ۱۰)

هذا ما عندي والله تعالى أعلم بالصواب.

مولانا نسیم اختر قاسمی
(دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد)

محور اول

ذاتی مطالعہ کی بنا پر علاج کرنا

اس مسئلہ کا تعلق باب الجرح سے ہے کہ اگر کوئی ڈاکٹر کسی مریض کا علاج کرنے کا قانونا مجاز نہ ہو مگر اپنے ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بنا پر دواؤں اور امراض کی بابت اسے واقفیت ہو، اور کسی شخص کے علاج کرنے میں مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچے یا اس کا انتقال ہو جائے، تو اس طبیب کے اوپر کوئی ضمان یا تاوان عائد ہوگا یا نہیں؟

فقہاء کے نزدیک طبیب جاہل، مفتی ماجن اور مکاری مفلس پر بالاتفاق حجر جائز ہے۔ (البحر الرائق ۸/۱۰۰) گویا طبیب جاہل پر پابندی لگائی جاسکتی ہے کہ وہ کسی مریض کا علاج نہ کرے، اور علاج کرنے پر ضرر لاحق ہونے کی صورت میں اس پر ضمان عائد کیا جائے، کیوں کہ حجر کا اثر صرف اقوال تک محدود ہوتا ہے، افعال جن کا تعلق حس سے ہوتا ہے ان میں حجر کا کوئی اثر کارفرما نہ ہوگا۔ محمد ابن حسین صاحب تکملہ البحر الرائق تحریر فرماتے ہیں:

> اگر یہ لوگ کوئی چیز تلف کردیں تو ضامن ہوں گے اس لئے کہ افعال کے اندر یہ لوگ مجور نہیں ہیں کیوں کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ قتل کو قتل نہ سمجھا جائے یا قطع کے وجود کو قطع متصور نہ کیا جائے، لہذا اس کے حق میں معتبر ہے۔ تو اس کے اوپر اس کا موجب ثابت ہوگا، کیوں کہ سبب اور اہلیت وجوب بھی دونوں پایا گیا، کیوں کہ انسان کی پیدائش ایک ایسے ذمہ کے ساتھ ہوتی ہے جو حق کے واجب ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ (البحر الرائق ۸/۱۰۰)

اب مسئلہ یہ ہے کہ سوال میں مذکورہ صورت میں ڈاکٹر کو طبیب جاہل قرار دے کر محجور قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ ــــ فقہاء نے طبیب جاہل کی جو تعریف کی ہے وہ یہ ہے:

> الذی یسقی الناس الدواء و یموت المریض۔ جو لوگوں کو دوا پلاتا ہے اور مریض کو مار ڈالتا ہے۔ (الدر مع الشامیة ۵/۹۰)

سوال میں مذکورہ صورت "طبیب جاہل" کی تعریف میں داخل نہیں ہے، کیوں کہ اسے ذاتی مطالعہ اور تجربات کی بنا پر امراض اور اس کی دوائیں تجویز کرنے میں پوری واقفیت حاصل ہے۔ لہذا جس طرح ایک ماہر اور قانونا مجاز ڈاکٹر کے علاج سے اتفاقاً اگر کوئی موت ہو جائے یا اسے کوئی ضرر لاحق ہو جائے تو وہ ضامن نہیں ہوتا اسی طرح یہ طبیب بھی شرعاً ضامن نہیں قرار دیا جائے گا اگرچہ ایسا شخص

حکومت کی جانب سے باضابطہ سند یافتہ قانونا مجاز نہ ہو، علامہ ابن عابدین شامیؒ کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے، لکھتے ہیں:

> اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بعض اہل صنعت و حرفت دوسرے شخص کو اپنا پیشہ اختیار کرنے سے جو روکتے ہیں اگرچہ اس میں وہ باکمال ہو اور اسے سیکھنا چاہے، ان کا یہ روکنا جائز نہیں اور نہ ہی ان پر پابندی لگانا درست ہو سکتا ہے جیسا کہ علائیہ میں اسی پر فتوی دیا گیا ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار)

اور اگر اسے تجربہ نہیں اور علم طب میں رسوخ بھی نہیں اور کسی مریض کا علاج کرنے لگا تو جو بھی ضرر لاحق ہوگا اس کا یہ طبیب ضامن ہوگا علامہ جزیری لکھتے ہیں:

> اگر طبیب وغیرہ اپنے پیشہ میں مہارت نہ رکھتا ہو جیسے وہ لوگ جو حجامت یا رگ کاٹنے یا آنکھ کا پردہ دور کرنے کی جانکاری کا دعویٰ کرتے ہیں باوجود یہ کہ وہ طبی قواعد سے نابلد ہوتے ہیں تو ان لوگوں کے علاج سے جو بھی ضرر لاحق ہوگا اس کے یہ ضامن ہوں گے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۵/ ۱۰۳)

ڈاکٹر کا طبی احتیاطیں ملحوظ نہ رکھنا

ڈاکٹر کے اوپر واجب ہے کہ زیر علاج مریض کی پورے طور پر نگہبانی اور دیکھ ریکھ کرے۔ اگر اس کے باوجود مریض کا کوئی عضو تلف ہوگیا یا اس کا انتقال ہوگیا تو باتفاق فقہاء اسے ضامن نہیں قرار دیا جائے گا علامہ جزیری نے اسے صراحتاً بیان کیا ہے۔ (الفقہ علی المذاہب ۵/ ۱۰۳) اور امام شافعی نے بھی کتاب الام میں اسے ضامن نہیں ٹھہرایا ہے۔ (کتاب الام ۶/ ۱۷۲)

لیکن اگر مریض کی طبیب نے اچھی طرح دیکھ ریکھ نہیں کی اور طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں تو اس نے اپنے فریضہ میں کوتاہی سے کام لیا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں اگر مریض کا کوئی عضو بیکار ہوگیا تو اس پورے عضو کی دیت طبیب پر لازم ہوگی اور اگر مریض ہلاک ہوگیا تو نصف دیت لازم ہوگی۔

امام مالک و احمد کی بھی یہی رائے ہے۔ (الفقہ علی المذاہب ۵/ ۱۰۳) اور امام شافعی کے نزدیک بھی تعدی کا پایا جانا شرط ہے۔ (کتاب الام ۶/ ۱۷۲)

مریض یا اس کے اولیاء کی اجازت کے بغیر علاج کرنا

یہاں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ مریض کے اولیاء اور قریبی اعزہ کی اجازت مریض کی اجازت سمجھی جائے گی یا نہیں؟ ــــ یہ مسئلہ دراصل ولایت علی النفس سے متعلق ہے اور اس میں مسئلہ یہ ہے کہ ولی کو نابالغ پر ولایت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن عاقل بالغ شخص خود مختار ہوتا ہے کسی دوسرے شخص کو اس کی ذات پر ولایت حاصل نہیں ہوتی، اس لحاظ سے بالغ مریض کی جانب سے اس کے قریبی اعزہ کی اجازت کافی نہ ہونی چاہئے جب تک کہ مریض علاج کی خود اجازت نہ دے۔

لیکن چونکہ مریض کے عزیز و اقارب اس کے علاج کے سلسلہ میں جو بھی اقدام کرتے ہیں وہ اپنے مریض کی خیر خواہی کے لئے ہی کرتے ہیں اور علاج کے سلسلہ میں وہ مریض سے بہتر سوچ سکتے ہیں اس لئے مریض عموماً اس پر راضی ہوتا ہے کہ اس کے اولیاء علاج کے سلسلہ میں جو بھی اقدام کریں گے وہ قابل قبول ہوگا، اس لئے مریض کے قریبی اعزہ کی اجازت مریض کی جانب سے صراحتاً تو نہیں البتہ دلالۃً اجازت سمجھی جائے گی اور جو حکم خود مریض کے حکم دینے کا ہوگا وہی حکم اس کے رشتہ داروں کی اجازت کا ہوگا، اس مسئلہ کو ایک فقہی جزئیہ پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ وہ جزئیہ یہ ہے کہ ولی اگر اپنی بالغ لڑکی کی شادی کسی سے کرادے اور لڑکی خبر پاکر خاموشی اختیار کرے تو یہ اس کی جانب سے نکاح کی اجازت سمجھی جائے گی۔ (ہدایہ ۲/ ۲۹۶ باب فی الاولیاء والاکفاء) تو یہاں پر بھی چونکہ بالعموم صورت یہ سمجھتی ہے کہ اس کا باپ اس کے نکاح سے متعلق جو بھی فیصلہ کرے گا وہ سراسر دور اندیشی اور خیر خواہی پر مبنی ہوگا، اس لئے وہ خاموشی اختیار کرتی ہے اور اس کی یہ خاموشی دلالۃً اجازت سمجھی جاتی ہے۔

محور دوم

ایڈز کے مریض کا اپنے مرض کو چھپانا

ایڈز کا مرض دیگر وباء سے مختلف ہوتا ہے۔ کیوں کہ جذام اور طاعون وغیرہ کے جراثیم جیسی کے اختلاط اور نشست و برخاست سے بھی پھیلتے ہیں۔ لیکن ایڈز کا مرض اس طرح نہیں پھیلتا بلکہ ایڈز کے مریض کے خون چھونے یا جنسی عمل سے پھیلتا ہے۔ اس لئے ایڈز کا مریض اپنے مرض کو اپنے گھر والوں اور متعلقین سے چھپا کر رکھنا چاہے تو جائز ہونا چاہئے۔ البتہ بیوی یا شوہر کو خبردار کرنا ضروری ہے کیوں کہ نہ بتلانے کی صورت میں جنسی عمل سے مرض کے دوسرے تک منتقل ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ بیوی یا شوہر کے علاوہ دوسرے لوگوں تک اس مرض کے متعدی ہونے کا اندیشہ نادر ہے اس لئے معاشرہ اور سماج میں اچھوت بن جانے کے خوف سے اس مرض کو اپنے گھر والوں اور دیگر متعلقین سے چھپا سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

ڈاکٹر کا ایڈز کے مریض کے مرض کو چھپانا

شرعی نقطہ نظر سے ڈاکٹر کو بھی چاہئے کہ اگر ایڈز کا مریض اپنے دلی ارادہ سے اپنے مرض کو چھپانا چاہتا ہے تو اس کے اس راز کو افشاء نہ کرے، البتہ اس کی بیوی یا شوہر کو مطلع کردے تاکہ بیماری کے منتقل ہونے کے اندیشہ کے پیش نظر دونوں محتاط رہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ڈاکٹر سے اس مریض کے بارے میں مشورہ طلب کرے مثلاً نکاح وغیرہ کا ارادہ ہو تو ڈاکٹر کو اس مرض سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔ فقہاء کی عبارت سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

> لہذا مجہول، فسق کے اظہار کرنے والے کی اور رشتہ نکاح کے لئے غیبت مباح ہے۔ لہذا بطور نصیحت اس کی حالت بیان کرسکتا ہے۔ (رد المحتار [illegible])

علامہ نووی لکھتے ہیں:

> جس سے مشورہ طلب کیا جارہا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ بطور نصیحت اس کی برائیوں سے آگاہ کردے، انھیں چھپانا جائز نہیں۔ (ریاض الصالحین [illegible])

علامہ جزیری تحریر فرماتے ہیں:

> غیبت کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کے عیب کو ظاہر کردیا جائے اور اس کے ان احوال سے آگاہ کردیا جائے جس کا ظاہر ہونا اس کے نزدیک پسندیدہ نہ ہو۔ لہذا انسان کے عیوب کی بابت خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے الا یہ کہ اس کے بیان کرنے میں کسی مسلمان کا فائدہ ہو یا کسی گناہ کو دور کرنا مقصود ہو۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ [illegible])

ایڈز، طاعون اور دیگر امراض کے پھیلنے کی صورت میں عوام کا موقف

ایک حدیث میں ہے:

> جب تم کسی سرزمین میں طاعون پھیلنے کی اطلاع پاؤ تو وہاں نہ جاؤ۔ اور اگر تمہارے علاقہ میں طاعون پھیل جائے تو وہاں سے نہ نکلو۔ (بخاری [illegible])

حدیث شریف بالکل واضح ہے، جس میں طاعون کے خوف سے وطن چھوڑنے کی صراحتاً ممانعت وارد ہوئی ہے، اسی طرح طاعون سے متاثرہ علاقہ میں داخلہ سے بھی روکا گیا ہے۔

دوسری طرف یہ مسئلہ ہے کہ طاعون اور اس طرح کی دیگر وبا، جب کسی علاقہ میں پھیلتی ہے تو بسا اوقات تھوڑے وقت میں پورے شہر یا علاقہ کا صفایا کر دیتی ہے اور یہ انتہائی جانی نقصان ہوتا ہے جس کی بنا پر انسان یہ سوچ کر اپنے وطن کو چھوڑنا چاہتا ہے یا چھوڑ دیتا ہے اور کسی دوسرے محفوظ علاقہ میں پہنچ جاتا ہے کہ وہ اس وبا سے محفوظ رہ سکے گا۔

علماء نے تفصیلات اور واقعات کی روشنی میں طاعون وغیرہ سے فرار ہونے کی تین صورتیں بیان کی ہیں جن کی تفصیل ابن حجر عسقلانیؒ نے یوں بیان کی ہے۔

(۱) کوئی شخص محض فرار کی نیت سے سفر کرے یہ بہرحال ممنوع ہے۔

(۲) سفر کے پیش نظر محض اپنی ضرورت ہو، طاعون سے فرار ہونے کا کوئی ارادہ نہ ہو مثلاً کسی شخص نے سفر کا ارادہ کیا اور پھر سفر کی تیاری کی حالت ہی میں اس کے اپنے شہر میں وبا پھوٹ پڑی تو اب اس کا دوسرے شہر کی جانب سفر کرنا جائز ہوگا ممنوع نہ ہوگا۔

(۳) طاعونی وبا کے دوران اسے سفر کی ضرورت درپیش ہوئی، مگر ساتھ ہی ساتھ طاعون سے نجات پانے کی بھی نیت ہے، یہ صورت علماء کے مابین مختلف فیہ ہے، ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ بھی فی الجملہ صورتاً فرار ہے اور جواز کی وجہ یہ ہے کہ یہ صرف فرار کی نیت سے نہیں بھاگ رہا ہے بلکہ تداوی کی بھی نیت ہے لہٰذا یہ صورت ممانعت سے مستثنیٰ ہوگی۔ (فتح الباری ۱۰/۱۹۰)

لہٰذا احادیث اور فقہاء و محدثین کی عبارات کی روشنی میں محور دوم کے تیسرے، آٹھویں اور گیارہویں سوال کا جواب یہ ہے کہ مریض کے اہل خانہ اور متعلقین اس کی دیکھ ریکھ کریں، اسے بے سہارا، بے یار و مددگار اور کس مپرسی کے عالم میں نہ چھوڑیں، یہ اسلامی تعلیم اور انسانی ہمدردی کے یکسر خلاف ہے، خصوصاً جب کہ اس سے کوئی رشتہ ہو کیوں کہ اس میں انسان کو یہ امید بندھی رہتی ہے کہ مصیبت کے وقت کام آئے گا۔ اور اگر کوئی شخص کسی ضرورت کے تحت باہر گیا ہو اور اس کے اہل خانہ طاعون کے شکار ہو جائیں اور ان کی نگہداشت اور گھریلو ضروریات پوری کرنے کے لئے انہیں اس کی ضرورت ہو تو اسے واپس پہنچ کر ان کی دیکھ ریکھ کرنی چاہئے۔ انہیں اپنی حالت پر چھوڑ دینا اور نظریں پھیر لینا، بے وفائی اور بے مروتی کی بدترین مثال ہوگی، ایسے دوست یا رشتہ دار سے کیا فائدہ جو مصیبت میں کام نہ آئے اور راہ فرار اختیار کرے، یا مصیبت سے دوچار ہونے پر بھی ان کی خاطر کوئی اقدام نہ کرے بلکہ اپنے مفاد کے پیش نظر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے۔

دیکھئے حضرت عمرؓ کو جب شام میں طاعون پھیلنے کا علم ہوا اور شام کے حاکم کا خط موصول ہوا تو مسلمانوں کی خبر گیری کرنے کے لئے دورہ کے ارادہ سے نکلے، اور جب مقام سرغ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ وبا پہلے سے زیادہ شدت اختیار کر چکی ہے تو پھر صحابہ کرام کے مشورے سے واپس ہوئے، طاعون کے خوف سے واپس نہ ہوئے، کیوں کہ وہ فرمایا کرتے تھے، ان الناس [illegible] انا [illegible] زعموا انی فررت من الطاعون وانا ابرأ اليك من ذلك [illegible]۔ (فتح الباری ۱۰/۱۹۰)

اور جو لوگ باہر سے آئے ہوں اور ان کا کام ختم ہو گیا ہو، اگر اپنے وطن جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں کیوں کہ اسے فرار سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح جس شخص کا علاج ارض طاعون میں مناسب نہ ہو یا اچھی طرح نگہداشت نہ ہو سکتی ہو یا اس کی دوسری جگہ ضرورت ہو تو ان کے لئے بھی انتقال جائز ہونا چاہئے بشرطیکہ منتقلی میں دوسری جگہ بھی طاعون پھیلنے کا اندیشہ نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طاعون وغیرہ میں حکومت کی جانب سے آمد و رفت پر پابندی

طاعون یا اس جیسے مہلک مرض پھیلنے کی صورت میں اگر کسی علاقہ کے اندر حکومت کی طرف سے آمد و رفت پر پابندی عائد کی جائے تو شرعاً اسے جائز ہونا چاہئے کیوں کہ شریعت نے بھی اس سے روکا ہے۔

مریض کا اپنے مرض کو دوسرے میں منتقل کرنا

ایڈز کا مریض جو اپنے مرض اور اس کی نوعیت سے بخوبی واقف ہے اگر کوئی ایسا کام کرے جس سے دوسرے تک اس کا مرض منتقل ہو جائے تو وہ ضامن ہوگا اور شرعاً و قانوناً اسے مجرم قرار دیا جائے گا۔ جس طرح ایک شخص تیز ہوا میں اپنی زمین کی گھاس یہ جانتے ہوئے جلاتا ہے کہ آگ اس کے پڑوسی کھیت کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گی تو وہ ضامن قرار پاتا ہے۔ (الاشباہ ص ۱۰۰) اسی طرح اگر اپنی زمین میں پانی یہ جانتے ہوئے بہاتا ہے کہ دوسرے کی زمین تک پہنچ جائے گا تو اس پر بھی ضمان عائد کیا جاتا ہے۔ (الاشباہ ص ۱۰۰)

اور اگر اپنے مرض کو منتقل کرنے ہی کی غرض سے کوئی کام کرے تو اس میں تو نسبتاً زیادہ تعدی ہے، اس پر ضمان عائد کرنے کے ساتھ ساتھ قانوناً مجرم قرار دے کر سزا بھی دی جانی چاہئے۔

زیر بحث مسئلہ ایڈز سے متعلق ہے کہ ایڈز کی بنا پر فسخ نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟

حنفیہ کے نزدیک ایک مرتبہ جنسی حق وصول کر لینے کے بعد اگر شوہر کو کوئی ایسا مرض لاحق ہوا جس کی بنا پر فسخ نکاح جائز ہوتا ہو تو اس کا اختیار نہیں اور بیوی کو فسخ نکاح کی اجازت نہ ہوگی۔ کیوں کہ ایک مرتبہ جنسی حق وصول کر لینے کے بعد مقصد نکاح حاصل ہو گیا۔ علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

> نکاح فسخ کرنے کا اختیار اس شرط کے ساتھ ہے کہ شوہر نکاح کے بعد عورت تک بالکل نہ پہنچا ہو چنانچہ اگر ایک مرتبہ عورت سے استفادہ کر چکا ہو تو اب عورت کو فسخ کا اختیار نہیں۔ کیوں کہ عورت کا حق نکاح ایک مرتبہ وطی کرنے سے حاصل ہو گیا اور فسخ کا اختیار حق مستحق کے فوت ہونے کی وجہ سے تھا اور وہ پایا نہیں گیا۔
>
> (بدائع الصنائع ۲/۳۲۷)

البتہ مریض نے اگر ایسا مرض چھپا کر شادی کر لی اور بعد کو وہ مرض عورت پر منکشف ہوا تو امام محمدؒ کے نزدیک جنون، جذام اور برص کے مرض میں عورت کو فسخ کا اختیار حاصل ہے۔ کیوں کہ جس طرح "جب" اور "عنہ" میں حق نکاح وصول کرنا دشوار تھا اور اس کی بنا پر فسخ کی اجازت دی گئی، اسی طرح ان عیوب کے ہوتے ہوئے بھی دشوار ہے، لہذا جب وہی علت پائی گئی تو حکم بھی وہی ہونا چاہئے۔

(العنایہ علی الہدایہ ۴/۳۰۴)

امام محمدؒ کے قول سے گنجائش معلوم ہوتی ہے اور بات بھی معقول معلوم ہوتی ہے۔ کیوں کہ جو علت "جب" اور "عنہ" میں اختیار فسخ کی ہے یعنی حق نکاح کا عدم وصول وہی علت یہاں پر بھی پائی جاتی ہے۔ کیوں کہ عورت ایڈز یا جذام کے مریض سے اس اندیشہ کے پیش نظر احتراز کرے گی کہ کہیں اس کو اور پھر اس کی اولاد کو بھی یہ مرض لاحق نہ ہو جائے۔ چنانچہ اسی بات کے پیش نظر علماء نے اس شخص کی بابت اس کی بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار دیا ہے جسے جماع کے وقت دست آنے لگے۔ ([illegible]) اور فتاوی عالمگیری میں امام محمدؒ کے قول کو راجح قرار دیا گیا ہے۔

کے رہنے کے لئے کوئی علاحدہ جگہ تجویز کرے ۔ (الفقہ ۲/ ۱۰۷)

کیا ایڈز اور طاعون وغیرہ کے مریض پر مرض وفات کے احکام جاری ہوں گے ؟

مسئلہ یہ ہے کہ ایڈز، طاعون اور کینسر جیسے امراض جب طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلہ کو پہنچ جائیں تو کیا اسے مرض الموت قرار دے کر مریض کے لئے مرض وفات کے احکام جاری ہوں گے ؟

علامہ شامی نے طلاق مریض کے باب میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ طاعون پھیلنے کی صورت میں اگر شوہر طلاق دے تو اسے طلاق فار نہیں قرار دیں گے پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :

> میں کہتا ہوں کہ طاعون جب کسی ایسے محلہ یا گھر میں داخل ہو جس میں رہنے والوں پر ہلاکت کا اندیشہ غالب ہو جیسا کہ حملہ آوری کی حالت میں ، بر خلاف اس محلہ اور گھر کے جس میں طاعون داخل نہ ہوا ہو تو یہ تفصیل مناسب ہے کیوں کہ یہ بات معلوم ہے کہ اعتبار ہلاکت کے اندیشہ کے غالب ہونے کا ہے ۔ پھر یہ مخفی نہیں ہے کہ یہ تمام صورتیں اس شخص کی بابت ہیں جو طاعون کا شکار نہ ہوا ہو ۔ (رد المحتار ۲/ ۵۷۸)

علامہ شامی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ طاعون کا مریض اگر اپنی بیوی کو طلاق دے تو اسے طلاق فار قرار دیں گے لیکن اس سے یہ تفصیل معلوم نہیں ہوتی کہ طاعون کس مرحلہ میں پہنچ جائے تو اس کے مریض پر مرض الموت کے احکام جاری ہوں گے ۔

اس سلسلہ میں فقہاء کے یہاں جو صراحت ملتی ہے وہ فالج اور مفلوج کے بارے میں ہے کہ اگر اس کی بیماری میں اضافہ ہوتا رہے تو غالب گمان یہی ہے کہ یہ متعدی اضافہ بالآخر جان لیوا ثابت ہوگا ، اس لئے اس پر اس حالت میں مرض الموت کے احکام نافذ ہوں گے

اس کے برعکس اگر اضافہ ہونا بند ہوگیا تو اسے صحیح قرار دیں گے اور اس پر مرض الموت کے احکام جاری نہ ہوں گے ۔ (الہندیہ ۱/ ۴۶۲) کتنی مدت کے دوران اگر اضافہ نہ ہوا تو اسے معتبر قرار دیا جائے گا ؟ اس کی تحدید علماء نے ایک سال سے کی ہے ۔

> ہمارے اصحاب نے طویل مدت کی تحدید ایک سال سے کی ہے ۔ چنانچہ بیماری پر ایک سال گزرنے کے بعد مریض کے تصرف کو صحیح کا تصرف قرار دیں گے ۔ (الہندیہ ۱/ ۴۶۲)

ایڈز ، طاعون ، کینسر اور اس طرح کے دیگر امراض کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے کہ ناقابل علاج مرحلہ کو پہنچ جانے کے بعد اگر بلا اضافہ ایک سال تک زندہ رہا تو اسے صحیح قرار دیں گے ورنہ اس پر مرض الموت ہی کے احکام جاری ہوں گے ۔ واللہ اعلم

محور سوم

غیبت اور چغلی گناہ کبیرہ میں سے ہیں ۔ یہ گناہ کتنا قبیح اور شنیع ہے اس کو قرآن نے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر کیا ہے اس کی وجہ سے انسانی معاشرہ میں جو فساد اور تباہی رونما ہوتی ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ـــــ لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی آدمی کا عیب نہ بیان کرنے میں کوئی دوسرا شخص نقصان اٹھاتا ہے اور وہ کسی دھوکے فریب کا شکار ہو جاتا ہے ۔ ایسی صورت میں شریعت نے بطور نصیحت اس کے عیب بیان کرنے اور اس سے محتاط رہنے کی اجازت دی ہے ۔ چنانچہ فاطمہ بنت قیس کو جب ان کے شوہر ابو عمرو بن حفص نے طلاق دے دی تو حضرت معاویہ اور ابو جہم نے شادی کا پیغام بھیجا ۔ ان دونوں میں انتخاب کرنے کے لئے یہ آنحضور کی خدمت میں مشورہ کی غرض سے حاضر ہوئیں تو حضور اکرم نے ارشاد فرمایا :

(۳) اسی طرح اگر طبی جانچ کے ذریعہ کوئی ایسا مرض ظاہر ہوا جس کی بنا پر نکاح بار آور نہیں ہو سکتا اور ڈاکٹر کے علم میں یہ بات ہو کہ اس کا کہیں رشتہ طے ہو رہا ہے تو ڈاکٹر کو اس کے عیب سے باخبر کرنا جائز ہے۔ اور اگر دوسرا فریق معلومات کے لئے ڈاکٹر کے پاس آئے تو ڈاکٹر کو اس کا راز چھپانا جائز نہیں بلکہ اس کے بارے میں مطلع کرنا ضروری ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں:

مشورہ طلب کئے جانے والے شخص پر اس کی پردہ داری جائز نہیں بلکہ بطور نصیحت اس کے حالات سے باخبر کرنا ضروری ہے۔ (ریاض الصالحین ۵۷۵)

(۴) یہ سوال "تحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام" سے متعلق ہے، ایسی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی ضعف بینائی سے آگاہ کر دے، تاکہ آگے چل کر اس کی ضعف بصارت سے گاڑی کسی حادثہ کا شکار ہو کر بہت سی جانوں کی ہلاکت کا پیش خیمہ نہ ثابت ہو جہاں تک اس کی ملازمت اور معاش کا مسئلہ ہے یہ ضرر خاص ہے جس کا ضرر عام کے مقابلہ میں اعتبار نہیں۔

(۵) اسی طرح اگر کوئی شخص ٹرین، بس یا ہوائی جہاز کا ڈرائیور ہے اور نشہ کا عادی ہے اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ متعلقہ محکمہ کو اس کی حالت سے باخبر کرے، کیوں کہ اس کی پردہ داری کرنے میں بے شمار لوگوں کی جان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۶) ناجائز حمل سے بچہ پیدا ہوا اور بدنامی کے خوف سے عورت نے اس نومولود کو کسی شاہراہ یا پارک وغیرہ میں چھوڑ کر ڈاکٹر کو اس کی اطلاع دی تو ڈاکٹر کو اس عورت کی راز داری کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہے، لیکن پردہ داری کرنا ہی زیادہ مناسب ہے، ہدایہ میں ہے:

حدود کے باب میں گواہوں کو اختیار ہے چاہیں تو اسے صیغہ راز میں رکھیں یا اظہار کر دیں، لیکن پردہ داری افضل ہے، کیوں کہ آنحضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ داری کرے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے عیب کو چھپائیں گے۔ (ہدایہ ۲/۵۰۵)

البتہ اس معصوم بچہ کے بارے میں حکومت کے متعلقہ محکمہ کو خبر کرنا ضروری ہے تاکہ وہ معصوم نفس ضائع نہ ہو جائے اور اگر اس کی حفاظت کی راہ میں عورت کی غمازی کرنی پڑے تو پھر راز داری درست نہیں۔

(۷) اس صورت میں جب کہ نشہ کے عادی شخص پر تمام نفسیاتی تجربات ناکام ہو چکے اور علاج کی یہی ایک صورت رہ گئی کہ شراب میں جس کا وہ عادی ہے کمی یا تقلیل لانے والی دوا ملا کر دی جائے جائز ہونا چاہئے کیوں کہ اس میں اگرچہ ایک حرام چیز کے استعمال کا مشورہ دیا جا رہا ہے مگر یہ مشورہ ایسا ہے کہ اگر نہ پیا جاتا تو بھی وہ اس کا عادی تھا ترک نہ کرتا، اور ڈاکٹر کے اس علاج سے اس کے مرض کے دور ہونے کی امید ہے، لہٰذا اس قسم کے طریقہ علاج کو جائز ہونا چاہئے، خصوصاً جب کہ ایسی صورت میں تداوی بالخمر کی علماء کی ایک جماعت نے اجازت دی ہے، عالمگیری میں ہے:

اگر ڈاکٹر کسی مریض کو شراب پینے کا مشورہ دے تو مشائخ کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ اگر اس کے ذریعہ صحت کا یقین ہو تو استعمال جائز ہے۔ (الفتاویٰ الہندیہ ۵/۳۵۵)

(۸) ایسا جاسوس جس سے عام لوگوں کا غیر معمولی نقصان ہوتا ہو اور اس کا یہی پیشہ بن چکا ہو ایسی صورت میں لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے ڈاکٹر کو اس کی پردہ داری نہیں کرنی چاہئے بلکہ حکومت کے متعلقہ محکمہ کو اس سے باخبر کرنا چاہئے۔

(۹) مسئولہ صورت یہ ہے کہ کسی مریض نے جرم کا ارتکاب کیا اور ڈاکٹر کے پاس اس جرم کا اقرار بھی کیا اور اسی جرم پر شبہ کی بنا پر ...

شخص ملوث ہو گیا ہو، دراصل اس جرم سے بری ہے تو ڈاکٹر کا اس مریض کی بابت کیا رویہ ہونا چاہئے؟

باب الشہادۃ میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے اوپر کسی حق کا اقرار کیا تو اس کے اوپر گواہی دینا جائز ہے۔ نیز یہ مسئلہ بھی ہے کہ اگر مدعی کی دانست میں اس کا کوئی گواہ نہ ہو حالانکہ ایک آدمی اس کا گواہ ہے اور اندیشہ ہے کہ اگر یہ شخص گواہی نہ دے گا تو مدعی کو اپنے حق سے ہاتھ دھونا پڑے گا تو اس گواہ پر گواہی دینا لازم اور ضروری ہے۔

مگر جب کہ حق دار کو معلوم نہ ہو اور (گواہی نہ دینے میں) اس کے حق کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو بلا طلب گواہی دینا لازم ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ (الباب ۱۰/ ص ۱)

یہاں پر جب ایک حق کے فوت ہونے پر بلا طلب شہادت لازم ہے تو جان کا معاملہ تو اس سے اہم ہے یہاں پر بھی ڈاکٹر کو مریض کے جرم کے بارے میں باخبر کرنا ضروری ہے۔ گو ڈاکٹر تنہا ہو پھر بھی گواہی نہ دینا درست نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ قاضی یا حاکم اس کی بات قبول نہ کرے۔ (ابن نجیم لکھتے ہیں، اگر اطلاع دینے والا ایک عادل آدمی ہو تو اس کے لئے جائز نہیں کہ گواہی کو چھوڑ دے۔ (البحر الرائق ۷/ ص ۱)

(۱) اس مسئلہ پر مجموعہ دوم کے سوال نمبر ۵ پر روشنی ڈال دی گئی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب و علمہ اتم و احکم۔

اقتباسات

ہیں اور خود حاصل شدہ کسی بھی علم میں جس میں کسی راہنما کی رہنمائی نہ ہو غلطی کرنا اور کثرت غلطیوں کا پایا جانا یہ بھی ہے اور بہت سی چیزیں ہر فن میں ایسی ہوا کرتی ہیں جو بغیر کسی کو استاد یا گرو بنائے جو اس فن کا ماہر ہو کو حاصل ہو نہیں سکتی۔ اور نا تجربہ کار ڈاکٹر یا عطائی وغیرہ کے عمل سے حاصل شدہ ضرر کے ذمہ دار یہی نیم حکیم قرار پائیں گے۔ علامہ جزیریؒ لکھتے ہیں:

> ڈاکٹر وغیرہ جو اپنے پیشہ میں مہارت نہیں رکھتے وہ ایسے ہی ہیں، جو دعویٰ تو بواسیر کے کاٹنے اور آنکھ کے آپریشن کا کرتے ہیں پر ان کو اس میں مہارت نہیں تو ان کی ذات سے پہنچنے والے ضرر کے وہ ذمہ دار ہوں گے ان پر ضمان آئے گا۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۵/ ۳۷۰)

نیز فقہ السنہ میں اس بات کی صراحت ہے کہ اس ضمان کے عائد کرنے پر علماء کا اتفاق ہے۔ (فقہ السنہ ۲/ ۲۷۰)

ڈاکٹر کی بے توجہی

قانوناً علاج و معالجہ کی اجازت یافتہ ڈاکٹر نے مریض کے ساتھ وہ تمام تدابیر اور احتیاطیں نہ کیں جو اسے مطلوب تھیں، نیز اس کی نگرانی اور دیکھ بھال میں بھی تساہل سے کام لیا تو مریض کو پہنچنے والے ہر نقصان کا ذمہ دار وہ ڈاکٹر قرار پائے گا جس کے غیر ذمہ دارانہ علاج کے سبب مریض کو یہ نقصان برداشت کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

> اگر ڈاکٹر ماہر ہو لیکن اس نے ختنہ کی صورت میں حشفہ یا لائق حصہ سے آگے کاٹ دیا یا کسی کے آپریشن میں اس نے ضرورت سے زیادہ کاٹا یا کند اوزار سے کاٹا جس سے تکلیف زیادہ ہوتی ہے یا ایسے وقت اس کا آپریشن کیا جب کہ وہ اس لائق نہیں رہا تھا تو ان جیسے تمام صورتوں میں ڈاکٹر ضامن ہوگا۔ (المغنی ۵/ ۲۷۰)

اور اس ضمان میں اس سے دیت لی جائے گی جب کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر پر نہ قصاص ہے اور نہ دیت ہے۔ (فقہ السنہ ۲/ ۲۷۰)

چنانچہ صاحب بحر الرائق علامہ ابن نجیمؒ نے احتیاط کا بھی ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

> اگر مریض ڈاکٹر کی ایسی جراحت سے فوت ہوا کہ موضع معتاد سے تجاوز نہ کیا اور ڈاکٹری رو سے تمام احتیاطیں محفوظ رکھیں لیکن اگر ان مذکورہ افعال میں سے کسی بھی فعل میں تساہل ہوئی اور اس کے سبب اس کا کوئی عضو ناکام ہوگیا یا جان چلی گئی تو اس کوتاہ ڈاکٹر پر ضمان ہوگا۔ (البحر الرائق ۸/ ۲۹)

آپریشن کے لئے اجازت

زیر علاج مریض جس کا آپریشن ضروری ہوگیا ہے اگر وہ خود آپریشن کی اجازت دے دیتا ہے تو ڈاکٹر اس کے آپریشن کا حق دار ہوگا۔ (بدائع الصنائع ۷/ ۳۰۵) اور یہی حکم ان قریبی رشتہ داروں کا بھی ہے جو اسے ہاسپٹل تک لے گئے ہیں کیوں کہ اگر ان کی اجازت کو مریض کی جانب سے وکالۃً اجازت تسلیم نہ کی جائے تو بسا اوقات کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور جو لوگ اسے ہاسپٹل تک لے آئے ہیں کیا وہ ایسے اقدام کر سکتے ہیں جو اس وقت مریض کے لئے ضرر رساں ہوں یا اس کی جان پر بن پڑے تو جب صحت کی حالت میں ولی کا کیا گیا عمل اپنے بالغ اولاد کی حق میں جب کہ وہ خاموش رہ جائے تو اجازت تصور کیا جاتا ہے تو یہاں تو مریض کی خاموشی ہی نہیں بلکہ خود سپردگی ہے تو یہاں بھی اس کے حق میں ولی اور عصبہ کو وہ حیثیت حاصل ہوگا اور ان کی دی ہوئی اجازت مریض کی دی ہوئی اجازت کا درجہ رکھتی ہے۔

اجازت اور ضمان کا مسئلہ ایک اصول پر مبنی ہے جس کو ابن قدامہ حنبلی نے "المغنی" میں ذکر کیا ہے کہ ضمان کا تعلق اجازت اور غیر اجازت سے کم بلکہ تعدی اور عدم تعدی پر موقوف ہے کیوں کہ اگر اذن کے بعد تعدی پائی جائے گی تو بھی ڈاکٹر پر ضمان لازم ہوگا۔ (المغنی: ۵/۳۹۸) اور اجازت ولی بھی ضروری ہے چنانچہ الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں امام احمدؒ کے مذہب کو ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے:

کسی بچہ کا علاج بغیر اجازت ولی ہوا تو ضرر کا ضمان ڈاکٹر پر ہوگا۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ: ۵/۱۰۳)

امام شافعیؒ بھی اجازت کو ضروری قرار دیتے ہیں اور ضمان سے بری ہونے کی وجہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔
(کتاب الام: ۶/۱۷۶)

محور اول کی چوتھی صورت میں جب کہ خود مریض اس لائق نہیں جو اجازت دے سکے اور اس کے اعزہ بھی موجود نہیں تو اس صورت حال میں فوری ضروری آپریشن کردہ مریض کو اگر کوئی نقصان پہنچتا ہے تو ڈاکٹر پر اس کا ضمان نہیں ہونا چاہئے۔ کیوں کہ لقطہ جو کہ مال ہے اگر کسی کو پڑا ہوا ملے تو اس کے اٹھانے کی شرط اجازت ہے جب کہ اشہاد و اعلان کا ارادہ ہو لیکن وہی لقطہ اگر ضائع ہونے کے کنارے پر ہو جب کہ اسے نہ اٹھایا جائے تو اس کا اٹھانا واجب ہے۔ تو نفس جو کہ حفاظت کے اعتبار سے مال سے بڑھا ہوا ہے اس کے اٹھا لینے پر جب کہ آج کل عورتوں کا علاج کرنے والا وہ بھی اتنی سیریس حالت میں کون ہے۔ ذمہ دار اور ضمانت دار نہ ہوگا کیوں کہ لقطہ کے بارے میں جس کے بارے میں مالک یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اٹھانے والے نے اس کو اپنے فائدہ کے لئے اٹھایا ہے اور آخذ کا دعویٰ یہ ہے کہ اس نے مالک کے لئے اس کو اٹھایا ہے تو سوا ابو حنیفہؒ کے تمام ائمہ شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ اور حنفیہ میں صاحبینؒ اس آخذ کو ضامن قرار نہیں دیتے تو اس شخص کا آپریشن کرنے والا ڈاکٹر جس کو کہ آپریشن کرنے میں کسی بھی قسم کا لالچ اور بھی کوئی نفع نہ ملنے والا ہے

اور نہ ہی وہ ملنے والا اس کی امید رکھ سکتا ہے کیوں کہ اعزہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے کوئی اجازت تھوڑی ہی دی تھی جو ہم اس کے علاج وغیرہ کے اخراجات دیں۔ آپریشن اس ڈاکٹر کا محض احسان ہے لہٰذا اس کو ضمانت دار نہیں قرار دیا جا سکتا۔ واللہ اعلم

نیز فقہاء نے جو ضمان سے براءت کی دو شرطیں ذکر کی ہیں وہ مکمل طور پر اس جگہ پائی جا رہی ہیں ایک شرط اجازت کی ہے جو اگرچہ صراحتاً یہاں نہیں پائی جا رہی ہیں لیکن دلالۃً پائی جا رہی ہے اور بہت کم ممکن ہے کہ ایسی صورت میں اعزہ کسی قسم کا دعویٰ ڈاکٹر پر کریں۔ دوسری تعدی تو یہ شرط تو بالکل واضح ہے کہ اگر ڈاکٹر کو تعدی مقصود ہوتا تو وہ اس کا علاج کرنے کے بجائے اس کو یوں ہی چھوڑ دیتا۔ لہٰذا تعدی کا الزام اس پر عائد نہیں کیا جا سکتا۔ ایک مریض یا حادثہ میں گرفتہ شخص گویا زبان سے گویا ہوتا ہے کہ میں لائق مدد ہوں میری مدد اور مجھے اس مرض اور حادثہ سے چھٹکارا دلایا جائے۔ لہٰذا ایسے مریض کا کوئی تعلق رابطہ والے والا شخص ذمہ دار نہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆

مولوی عتیق الرحمن بھاگلی
([illegible])

طبیب جاہل و حاذق کون

سب سے پہلے ضروری ہے کہ طبیب جاہل و حاذق کی پہچان کر لی جائے تاکہ مسئلہ کا حل کرنا آسان ہو جائے ___ طبیب جاہل و حاذق کسے کہتے ہیں اس سلسلہ میں فقہاء کی تصریحات مختلف شق ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ طبیب کے متعلق لوگوں کو معلوم ہو کہ علم طب کا جاننے والا ہے اور وہ دوا کے منفی اثرات کو زائل کرنے پر قدرت رکھتا ہو، یا دوسرے ڈاکٹرس اس کی تائید و توثیق کرتے ہوں یا وہ

طبی اخلاقیات

مولوی حسیب الرحمن قاسمی
دارالعلوم حیدرآباد

محور اول

ہر زمانے میں حکومت لوگوں کی آسانی کے لئے ایک قانون مقرر کرتی ہے تاکہ وہ لوگ جو اس قانون کے حامل نہ ہوں ایسے کام سے رک جائیں جس سے لوگوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اور علاج معالجہ کا معاملہ بھی کچھ زیادہ سنگین ہے اس لئے اس کے لئے بھی کچھ قوانین و شرائط مقرر کئے جاتے ہیں تاکہ لوگ طبیب جاہل اور ناواقف ڈاکٹر کے علاج سے ہونے والے نقصانات سے چھٹکارا پاسکیں۔

اسی طرح کا حکم اور تصور شریعت اسلامیہ میں بھی ملتا ہے کہ ایک آدمی ڈاکٹری اور طبی معلومات سے ناواقف ہے تو اس پر حجر کا حکم لگایا جائے گا جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ (۱۰/۱۰۰)

اس لئے ایک ایسا ڈاکٹر جسے قانوناً علاج کا حق نہیں ہے پھر بھی لوگوں کا علاج کرتا ہے اور اس سے کوئی نقصان پہنچتا ہے مثلاً جان چلی جائے یا کوئی عضو تلف ہوجائے تو اس پر ضمان آئے گا۔ (حوالہ سابق)

گویا قانونی اجازت حاصل کئے بغیر صرف تجربہ سے ڈاکٹری کرنے والے کو ان ڈاکٹروں کے زمرے میں رکھا جائے گا جو طبی معلومات سے ناواقف ہے۔ ظاہر ہے کہ جو طبی معلومات سے ناواقف ہو اس کو علاج و معالجہ کا حق حاصل نہیں ہوسکتا انھیں تفصیلات کو حضور نے اپنی ایک حدیث میں سمو دیا۔

ومن تطبب ولم یعرف الطب فهو ضامن۔ (مشکوۃ شریف ۳۰۲)

یعنی ایسا علاج نہ جانتا ہو جس سے عام طور پر صحت حاصل ہوجائے۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ صرف اپنے طور پر تھوڑا علاج کرنا جان لے تو اس کو علاج کا حق نہ ہوگا۔

فقہاء کرام کے ذکر کردہ شرائط

امام مالکؒ نے اس شرط کی صراحت فرمائی ہے کہ جب تک ڈاکٹر حاکم وقت کی اجازت (تحریری تصدیق) حاصل نہ کرلے اس وقت تک اس کے لئے ڈاکٹری پیشہ کرنا درست نہ ہوگا اور اگر بے غیر اذن حاکم اور سرٹیفیکیٹ (تحریری تصدیق) کے اپنا پیشہ شروع کردیا تو نقصان کی صورت میں وہ ضامن ہوگا۔

ان کے علاوہ دوسرے فقہاء کرام اگرچہ ڈاکٹری پیشہ کے جواز کے لئے دوسرے شرائط لگاتے ہیں لیکن آج کل جو صورت حال ہے خاص کر انگریزی دوائیں اور علاجوں کے طلب کے وقت اگر اجازت حاکم اور سرٹیفیکیٹ شرط نہ ہو تو کتنے لوگوں کی جانیں ہلاک ہوں گی۔ اس لئے کہ انگریزی دوائیاں جلد شفایاب ہونے کے ساتھ ساتھ تھوڑی بے احتیاطی سے بہت زیادہ ہلاکت کا سبب بن جاتی ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ ڈاکٹری کے جواز اور نقصان کی صورت میں ڈاکٹر پر ذمہ داری عائد نہ ہونے کے لئے دو شرطیں لگاتے ہیں۔

(۱) ضرورت عامہ   (۲) اذن مریض یا اس کے ولی کی اجازت۔

اور امام شافعیؒ بشمول امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ مریض کی اجازت اور مریض کی اصلاح کی نیت ہو تو نقصان کی صورت میں ڈاکٹر ذمہ دار نہ ہوگا۔

ان حوالوں کی روشنی میں خاص کر امام مالکؒ کے قول اور شرح کی روایتوں میں بے احتیاطی کی صورت میں ہونے والے ہلاکتوں کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ ایسا ڈاکٹر جسے قانونا علاج کا حق نہ ہو اگرچہ تجربہ کی روشنی میں وہ صحیح علاج کر سکتا ہے پھر بھی اس کو علاج کا حق نہیں دیا جائے گا ورنہ بہت سے لوگ اپنے آپ کو طبیب ظاہر کر کے لوگوں کا علاج کریں گے نتیجتاً اس سے بہت سے لوگوں کا نقصان ہوجائے گا۔ اس لئے ڈاکٹر کے ماہر ہونے کا معیار یہی ہوگا کہ وہ سرٹیفکیٹ حاصل کرے اور قانونا اجازت بھی۔

(۲) ایک ایسا ڈاکٹر جسے اگرچہ قانونا علاج کا حق تو ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جس طرح چاہے بے احتیاطی سے مریض کا علاج کرے بلکہ مریض کا جسم گویا اس کے لئے امانت ہے اس لئے ڈاکٹر پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ علاج و معالجہ میں پوری احتیاط کرے اگر احتیاط کے باوجود کوئی نقصان پہنچتا ہے تو ڈاکٹر پر شرعاً کوئی ذمہ داری (تاوان وغیرہ) نہیں آئے گی۔

کتب فقہ کے اوراق گردانی سے اس کی نظیر امانت کے مسئلہ میں ملتی ہے کہ ایک آدمی کسی کے پاس امانت کے طور پر کوئی چیز رکھی اگر امانت دار اس سامان کی حفاظت میں بے احتیاطی نہیں برتی اس کے باوجود نقصان پہنچا تو امین پر ضمان نہیں آئے گا لیکن اس نے بے احتیاطی برتی اور اس کے نتیجہ میں سامان کا نقصان ہوا تو امین پر ضمان آئے گا۔

[illegible] (رد المحتار [illegible])

اس تعلق سے المشرح الجلال میں ایک صریح عبارت موجود ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی ڈاکٹر نے حسن نیت کے ساتھ علاج کیا پھر بھی مریض کو کسی طرح کا نقصان پہنچا تو وہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

لیکن احتیاط کے باوجود اگر ایسی غلطی ہوجائے جسے اصول طب سے موافقت نہ ہو یعنی اصول طب کے مطابق یہ غلطی نہیں ہونی چاہئے تو اس صورت میں ڈاکٹر ضامن ہوگا۔

غیر فاحش غلطی کی وضاحت کے لئے ایک مثال واقعہ کی صورت میں بیان کی گئی ہے کہ ایک بچہ چھت سے گرا اور اس کا سر پھول گیا بہت سے ڈاکٹروں نے تو مشورہ دیا کہ اگر سر کو شق کیا گیا تو بچہ کی موت واقع ہوجائے گی لیکن ایک ڈاکٹر نے کہا کہ اگر آج اسے شق نہ کیا گیا تو یہ مرجائے گا اور میں اس کا علاج کروں گا۔ چنانچہ اس نے شق کیا پھر وہ بچہ دو تین روز میں مرگیا تو اس زمانہ کے فقہاء کرام نے فتوی دیا کہ اگر شق اجازت اور معتاد طریقہ سے کیا گیا ہو نیز شق فاحش نہ ہوا ہو تو ڈاکٹر ضامن نہ ہوگا۔ (المشرح الجلال [illegible])

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ڈاکٹر قصداً یا اس کی بے احتیاطی سے مریض کو کوئی نقصان پہنچتا ہے تو ڈاکٹر اس کا ضامن ہوگا چاہے نقصان فاحش نہ ہو۔

(۳) اگرچہ شریعت میں ماہر ڈاکٹر کی رائے کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے اسی لئے اگر آپ فقہاء کی عبارت کا جائزہ لیں گے تو علاج کے باب میں جگہ جگہ اس کا تذکرہ ملے گا کہ فلاں حرام اور ناجائز چیز اس وقت استعمال کرنا جائز ہے جب کہ اور شرائط کے ساتھ ساتھ ماہر ڈاکٹر کی رائے میں اس حرام سے شفا حاصل ہونا غالب ہو تو اس کو استعمال کرنا جائز ہوگا۔ ([illegible])

سمجھا جاتا ہو اس سے بھاگنا صحیح نہیں ہے۔ درحقیقت کسی کو مریض کرنے والا یا صحت دینے والا صرف خدا کی ذات ہے اس لئے کسی مرض کے متعدی ہونے کا عقیدہ رکھنے سے بچنا چاہئے۔

دوسری بات قابل توجہ یہ ہے کہ ایڈز کا مرض اور امراض کی طرح صرف بدن لگنے یا ساتھ رہنے سے نہیں لگتا بلکہ خون لگ کر لگ جاتا ہے یا بیوی سے ہمبستری کرے تب یہ مرض کسی کے لئے سبب بن سکتا ہے اس لئے لوگوں کا اس سے بھاگنا یا مریض کو اپنے سے جدا رکھنا صحیح نہیں ہے۔

(۴) کسی آزاد عورت سے جب کوئی نکاح کرتا ہے تو وہ اس کے بضع کا مالک بن جاتا ہے اور اس نکاح کا مقصد حق زوجیت (وطی) حاصل کرنا ہے گویا اصل مقصد نکاح کا یہی ہے۔ اب اگر کوئی شخص عورت کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جو اصل مقصد نہیں ہے بلکہ وہ ممنوع ہے جیسے مارنا پیٹنا اس انداز میں کہ اس کا کوئی عضو تلف ہوجائے تو اس کا ضمان لازم ہوگا۔ مثلاً عورت کو اس طرح مارا کہ وہ مستحاضہ ہوگئی تو اس پر ضمان آئے گا جب کہ ایک سال کی مدت ملنے کے بعد بھی دوا بھی نہ ہو سکی۔ (عالمگیری [illegible])

لیکن اگر اپنی بیوی سے قصداً یا بغیر قصد کے اس انداز سے جماع کیا کہ اس کا نقصان ہوا مثلاً وہ مرگئی یا مستحاضہ ہوگئی تو اس صورت میں شوہر پر کچھ لازم نہ ہوگا امام محمدؒ کے نزدیک یہی قول امام صاحب کا بھی ہے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس پر ضمان آئے گا۔

قاعدہ کے مطابق فتویٰ طرفینؒ کے قول پر ہوگا اس لئے کہ صاحبینؒ میں سے جس کے ساتھ امام صاحب ہوں اس قول پر فتویٰ ہوا کرتا ہے۔

اس جزئیہ کی روشنی میں ایڈز کے مریض کے بارے میں کہا جا سکتا ہے اگر وہ اپنے مرض پر واقفیت رکھتے ہوئے بیوی سے جماع کرتا ہے جس کی وجہ سے بیوی کو وہ مرض لاحق ہوجاتا ہے تو شوہر پر کچھ لازم نہ ہوگا۔

(۵) اس سوال کے حل کرنے سے قبل فقہاء کی صراحت کردہ مختلف امراض کے احکام پر نظر ڈال لی جائے۔ مرد کا عنین ہونا ہے۔ عنین ایسے مریض کو کہتے ہیں کہ جس کی وجہ سے وہ عورت سے جماع پر قدرت نہ رکھتا ہو چاہے جادو کا اثر ہو یا اور کوئی وجہ۔ (ہدایہ [illegible])

اس مرض کی وجہ سے مرد کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی تاکہ علاج کے ذریعہ اپنا مرض صحیح کرائے اس مہلت کے باوجود یہ مرض ختم نہ ہوسکا تو زوجین کے درمیان حاکم تفریق کرائے گا جب کہ عورت اس کی مانگ کرے۔

عنین کے بارے میں ایسا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کے رہتے ہوئے بیوی کو زوجیت کا مقصد حاصل نہیں ہوپاتا جس کی وجہ سے اس کی زندگی اجیرن بن کر رہ جائے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ چیز عورت کے لئے بہت بڑی تکلیف کا سبب ہوگی۔ اس لئے عورت کو اس تکلیف سے چھٹکارا دلانے کے لئے شریعت نے عورت کو اختیار دیا ہے کہ وہ شوہر کے ساتھ رہے یا نہ رہے۔ اس کے علاوہ دوسرے امراض مثلاً جذام اور برص وغیرہ کی وجہ اگرچہ شوہر بیوی سے ان امراض کے باوجود مجامعت پر قادر ہوتا ہے اور کر بھی سکتا ہے لیکن یہ امراض ایسے ہیں کہ جس سے عورت کو کدورت ہوتی ہے کہ کہیں قریب رہنے کی وجہ سے عورت کو بھی یہ مرض لاحق نہ ہوجائے۔

خلاصہ یہ کہ عنین کی وجہ سے عورت کو دلی تکلیف ہوتی ہے کہ شوہر مجامعت پر قادر نہیں اور دوسرے امراض سے جسمانی تکلیف ہوتی ہے کہ عورت کو بھی مرض لگ سکتا ہے۔

ان دونوں قسموں کے مریضوں کے بارے میں فقہاء کرام کا فیصلہ یہ ہے کہ عنین اگر لاعلاج ہوجائے تو عورت کو خیار حاصل

ہوگا لیکن دوسرے امراض کے متعلق امام محمدؒ کے علاوہ کوئی بھی خیار دینے کے حق میں نہیں ہیں امام محمدؒ بعد القصور عورت کو خیار دینے کے قائل ہیں۔ (الفتاویٰ مع الہدایۃ [illegible] جواہر الفقہ [illegible])

اس تفصیل کو سامنے رکھتے ہوئے ایڈز کے مریض کا جائزہ لیا جائے کہ کیا اس کو عنین کے زمرہ میں داخل مانا جائے کہ اس مرض کی وجہ سے اگر بیوی سے مجامعت نہیں کرے گا تو اس کو دلی تکلیف پہنچے گی یا اگر وطی کرے گا تو جسمانی تکلیف پہنچنے کی وجہ سے جذام اور برص کے زمرے میں داخل مانا جائے۔

میرے خیال میں ایڈز کے مریض کو دوسرے قسم کے امراض کے زمرے میں داخل مانا جائے اس لئے کہ کسی مرض کا متعدی ہونا نہ ہونا خدا کی قدرت میں ہے اس رائے کے مطابق عورت کو شرعاً عام فقہاء کرام کے نزدیک خیار حاصل نہ ہوگا البتہ امام محمدؒ کے قول کے مطابق خیار حاصل ہوگا اور فی الوقت اس مرض کے بظاہر لاعلاج ہونے کی وجہ سے عورت کو ضرر سے بچانے کے لئے امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے بشرطیکہ مجامعت سے عام طور پر عورت کو یہ مرض لاحق ہوجاتا ہو اور خدا کرے وہ وقت جلد آئے کہ اس کا علاج کثرت سے ہونے لگے یہاں تک کہ اس مرض کی حیثیت ایک عام مرض کی طرح ہوجائے پھر تو امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ ہونے کا کوئی معنی نہیں ہوگا اور یہ خیار عورت کو اسی وقت حاصل ہوگا جب کہ اس کو پہلے سے اس مرض کا علم نہ ہو ورنہ خیار حاصل نہیں ہوگا۔ ([illegible])

(۲) قبل اس کے کہ اس جزیہ پر کوئی حکم لگایا جائے اسقاط حمل کے جرم کی تھوڑی وضاحت کردی جائے۔ اسقاط حمل دراصل ایک محترم نفس کو قتل کرنا ہے بلکہ رحم مادر میں نطفہ جانے کے بعد ہی فقہاء کرام نے اس پر زندہ شخص کو قتل کرنے کے معنی بتایا ہے جیسا کہ شمس الائمہ سرخسیؒ نے مال کو طہور رکھتے ہوئے اس کو قتل نفس کے مرادف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے مبسوط سرخسی [illegible])

یعنی عورت کے رحم میں جاکر نطفہ جب تک خراب نہ ہو زندگی کی صلاحیت رکھتا ہے اس لئے اس کو ضائع کرنے کی صورت میں اسے ایک زندہ شخص قرار دیا جائے گا اور اس کا ضمان واجب ہوگا۔ جیسے کوئی شخص حالت احرام میں شکار کا انڈا توڑ دے تو اس پر وہی جزاء (تاوان) واجب ہوگی جو ایک شکار کے مار ڈالنے پر ہوتی ہے۔

یہ حکم تو اس نطفہ سے جسم بننے اور اس میں روح پڑنے سے پہلے کا ہے لیکن جب جسم میں روح اور آثار زندگی پیدا ہونے کے بعد اسقاط حمل کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب جسم میں روح پڑ چکی تو اس کے بعد اس کو گرانا ایک زندہ شخص کو قتل کرنا ہے فرق صرف یہ ہے کہ ایک پردہ رحم میں لپٹا ہوا ہے اور دوسرا اس دنیا کے آب و گل میں آچکا ہے واقعتاً اولاد ہی کے قاطب اگر بچوں کو زندہ درگور کردینے والے ہوسکتے ہیں تو آخر وہ اس سے کیوں کر دامن کش ہیں جو رحم مادر میں پلنے والے بچوں کو زندگی کی نعمت سے محروم کریں اس لئے تمام فقہاء بالاتفاق اس فعل شنیع کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ ([illegible])

اور یہ بات ظاہر ہے کہ آثار خلقت کے ظہور کے بعد اگر پیٹ کا بچہ عورت کی حرکت سے مرگیا تو اس کو قتل کا گناہ ہوگا۔ [illegible] نے اس کے متعلق بڑی صراحت لکھی ہے کہ اگر اسقاط حمل زندگی پیدا ہوجانے کے بعد ہو تب تو ظاہر ہے کہ اس میں کلام نہیں لیکن اگر زندگی پڑنے سے پہلے اسقاط کیا جائے تو بھی ناجائز ہے اس لئے کہ زندگی پڑنے سے قبل وہ عورت کے بدن کا ایک جزء ہے اور انسان کو اس کا حق نہیں ہے کہ اپنا کوئی جزء کاٹ کر پھینکے۔ (الفتاویٰ [illegible])

اس کے علاوہ ایک بات یہ ہے کہ تمام مخلوقات کے مقابلہ میں انسان کو مکرم بنایا گیا ہے۔ اس لئے اس کے تکریم کا تقاضا بھی یہی ہے کہ کوئی دوسرا کسی کو قتل نہیں کرسکتا۔

اس لئے ان تمام تفصیلات کے بعد ایک شخص کو صرف اس امکان کی وجہ سے کہ وہ جو پیدا ہوگا تو معاشرہ کے لئے بار ہو سکتا ہے

اور اس کے وجہ سے دوسرے اس مرض میں مبتلا ہو سکتے ہیں شرعاً یہ حق نہیں ہوگا کہ اسقاط حمل کیا جائے۔ البتہ عزل کی اجازت بعض ناگزیر صورت میں دی گئی ہے۔

نیز شریعت میں کسی انسان کو قتل کرنے کا حکم اس وقت ہے جب کہ وہ فساد فی الارض کا ارتکاب کرتا ہو یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے کسی کو قتل کیا تو قاتل کو شرعاً قتل کیا جائے گا۔ یہ حکم اگر صادر نہ کیا جائے تو ہر آدمی اس جرم کی جرأت کرے گا اس طرح فساد فی الارض کا بازار گرم ہو جائے گا اور اس قاتل کو قتل اس وجہ سے کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ارادے سے اس طرح کا جرم کرتا ہے۔ لیکن ایک بچہ جس کے اندر ایڈز کے مرض کا امکان ہے اور اس کی وجہ سے معاشرہ میں ویرانی آ سکتی ہے اس بچہ کو اس وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ یہ مرض اس کے ارادے اور قدرت سے باہر ہے۔

(۱۰) اگر کسی بچے یا بچی کو ایڈز کا مرض لاحق ہو تو اس کی وجہ سے اس کو فرض تعلیم کے حصول کے لئے مدارس سے روکا نہیں جا سکتا اس لئے کہ جب یہ مرض صرف بدن کے لگنے یا چھونے سے دوسروں کو نہیں لگتا بلکہ چوٹ لگنے کے بعد خون سے یا کسی اور سبب سے لگ سکتا ہے تو اس بعید امکان کی وجہ سے فرض تعلیم سے اس کو روکا نہیں جا سکتا اور فرض تعلیم کے علاوہ فرض کفایہ اور جائز تعلیم سے بھی اس امکان کی وجہ سے کہ بچوں میں لڑائی ہو یا غلط تعلق کی وجہ سے یہ مرض دوسروں کو لاحق ہو جائے گا، روکنا شرعاً کوئی وجہ نہیں رکھتا اور اگر ان بچوں کو سب سے الگ رکھنے کا حکم دیا گیا تو لوگوں کا عقیدہ بھی خراب ہوگا کہ اس مرض کو بذاتہ متعدی سمجھیں گے۔

(۱۰) اگر خاندان کے کسی فرد کو یہ مرض لاحق ہو تو لوگوں کو چاہئے کہ اس کو آپس میں مختلط انداز سے رکھے اس عقیدہ کے ساتھ کہ یہ مرض بذاتہ متعدی نہیں ہو سکتا زیادہ ہو کہ اس مریض کو اچھوت نہ کر رکھا جائے یعنی بالکل اس مریض کو الگ نہ کیا جائے اس خوف سے کہ یہ مرض ہمیں بھی نہ لگ جائے اور بالکل بے احتیاطی نہ کی جائے کہ اگر مرض لگ گیا تو عقیدہ یہ بن جائے گا کہ اس مرض کی وجہ سے ہی ایسا ہوا ہے، چنانچہ حضورؐ نے دونوں کے درمیان کا راستہ اختیار کرنے کا سبق دیا ہے، فرمایا:

لا عدوی ولا طيرة ولا هامة ولا صفر وفر من المجذوم كما تفر من الأسد۔ (بخاری شریف [illegible])

اس حدیث میں ایک طرف امراض کے متعدی ہونے کی نفی ہے تو دوسری طرف اس سے دور رہنے کی ترغیب ہے۔ شراح حدیث نے ان کے درمیان یوں تطبیق دی ہے کہ لا عدوی سے مراد یہ ہے کہ وہ مرض اپنی ذات کے لحاظ سے متعدی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے متعدی ہوتا ہے اگر خدا چاہے تو متعدی ہوگا ورنہ نہیں۔ (اوجز المسالک [illegible])

یعنی بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضورؐ کی مراد لا عدوی سے متعدی ہونے کو باطل کرنا نہیں ہے بلکہ بذاتہ اس کے متعدی ہونے کی نفی کرنی ہے اس لئے کہ بیماریاں یقیناً متعدی ہوتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپس میں میل جول کو سبب قرار دیا ہے لیکن ہمیشہ میل جول سے مرض لاحق نہیں ہوتا بلکہ کبھی اس کے خلاف ہوتا ہے اس لئے کہ اس وقت خدا کا حکم نہیں ہوتا ہے۔ گویا اس حدیث کے ذریعہ زمانہ جاہلیت کے عقیدہ کو ختم کرنا ہے۔

اور اجتناب کے امر سے مراد امر استحبابی ہے ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے مجذوم کے ساتھ کھانا تناول فرمایا گویا اس عمل کے ذریعہ حضورؐ نے جواز کو ثابت کیا ہے۔

اس تفصیل کے بعد اگر ایڈز کے مرض پر غور کیا جائے تو یہی حکم اس کے متعلق بھی ہوگا بلکہ اس سے بھی آسان ہوگا اس لئے کہ جذام جلدی مرض ہے اور ایڈز جلدی مرض نہیں ہے کہ اس کا تعلق جسم کے اندرونی حصے سے ہے اس لئے تھوڑے احتیاط کے ساتھ اس مریض کو رکھنا چاہئے۔ بالکل اسے اچھوت نہ بنایا جائے۔

(۹) ایڈز کے مریض پر مرض الموت کا حکم صادر کرنے سے قبل اس بات کی تفصیل ضروری ہے کہ کس نوعیت کا مرض کسی کو لاحق ہو تو اس پر مرض الموت کا حکم لگایا جائے۔

مرض الموت کی دو تعریفیں فقہا نے کی ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ کسی کو ایسا مرض لاحق ہو جائے جس کی وجہ سے وہ اپنا کام نہ کر سکے اگر مرد ہو تو گھر سے باہر جا کر اپنا کام (جیسے اونچی جگہ پر چڑھنا یا اس سے اترنا) نہ کر سکے اور عورت ہو تو گھر کا کام نہ کر سکے تو اس کو مرض الموت کے مرحلہ میں شمار کیا جائے گا گویا وہ صاحب فراش ہو چکا۔ (دیکھئے [illegible])

دوسری تعریف یہ ہے کہ مرض ایسا شدید ہو کہ اس کی وجہ سے اس مرض میں ہی اس کی موت کا غالب گمان ہو چاہے صاحب فراش نہ ہو ان دونوں قول میں مختار قول دوسرے کو بتایا گیا ہے۔ (در مختار مع الشامی [illegible])

ان تعریفوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایڈز کے مریض کو موجودہ حالات کی وجہ سے غور کیا جائے کہ فی الحال یہ مرض قریب الاہلاک مرض ہے اس لئے کہ اس مرض کی وجہ سے انسان کی قوت مدافعت سلب ہو جاتی ہے پھر اس کے بارے میں غالب گمان یہ رہتا ہے کہ اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ اس طرح اس کو دوسری تعریف کے تحت لایا جا سکتا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں مرض الموت کے جو احکام ہیں وہ تمام احکام اس پر جاری ہوں گے۔ یہی تفصیل طاعون اور کینسر کی ہے۔ البتہ جب ان امراض کے لئے مستقل علاج مہیا ہو جائے تو پھر احکام میں تبدیلی آ سکتی ہے اس زمانے میں طاعون اور کینسر کا علاج اگرچہ ایجاد ہو چکا ہے لیکن اب تک اس کے کامیاب ثمرات سامنے نہیں آ رہے ہیں۔ اس لئے یہ امراض بھی دوسری تعریف کے تحت آ سکتی ہے۔

(۱۰) اگر کسی مقام پر طاعون یا اس جیسے مہلک امراض کے پھیلنے کی وجہ سے حکومت وقت وہاں آمد و رفت پر پابندی لگائے تو شرعاً اس کی پابندی ضروری ہے اس لئے کہ شریعت کا حکم بھی یہی ہے کہ اگر کسی مقام پر طاعون پھیل جائے تو وہاں کے لوگ نہ باہر جائیں اور نہ باہر کے لوگ وہاں آئیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوها واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها۔ (بخاری شریف [illegible])

اس طرح کا حکم شریعت نے اس لئے دیا ہے کہ مقام طاعون میں جانا گویا اپنے آپ کو وبا کے حوالہ کرنا اور اپنے نفس کے خلاف مدد کرنا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جسم اس کی امانت میں دیا ہے اس لئے حتی الامکان اس امانت کی حفاظت کرنا ضروری ہے چونکہ اپنے آپ کو ہلاکت کے منہ میں ڈالنا شرعاً و عقلاً دونوں اعتبار سے ممنوع ہے۔ ([illegible])

اور اس جگہ سے نکلنے کو اس لئے ممنوع قرار دیا گیا تاکہ اپنے آپ کو قضاء و قدر کے حوالہ کر دینا چاہئے اور اللہ پر پورا بھروسہ کرنا چاہئے کہ خدا جو کرے گا وہ ہو کر رہے گا چاہے ہم دنیا کے کسی حصہ میں چلے جائیں۔ مقام طاعون سے بھاگنا گویا یہ سمجھنا ہے کہ ہم یہاں سے بھاگ جائیں گے تو مرض سے بچ جائیں گے حالانکہ یہ توکل کے خلاف ہے۔

شریعت اسلامی کی نظر میں

مولوی محمد شمال الدین قاسمی
(اسسٹنٹ اکیڈمی پھلواری شریف پٹنہ)

ایسا کوئی شخص جو قانونا کسی مرض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے لیکن ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بنا پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے اگر اس شخص نے کسی مریض کے کہنے پر اس کا علاج کیا تو شرعاً اس کا علاج کرنا جائز ہے۔

ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث اس سلسلے میں رہنما اصول ہیں۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من تطبب ولا يعلم منه طب فهو ضامن۔

(ابوداؤد کتاب الدیات)

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیقات بذل المجہود میں علامہ الموفق کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے دو شرطوں کے ساتھ رفع ضمان کا حکم لگایا ہے۔ وہ دو شرطیں یہ ہیں۔

أحدهما أن يكونوا ذوي حذق وبصارة في صناعتهم، فإن لم يكن كذلك لم يحل له مباشرة القطع وإذا قطع مع هذا يضمن۔ والثاني ألا يتجاوزوا ما ينبغي أن يقطع وانقطع منه اختلافا۔ (بذل المجہود ص ۱۰۰ ج ۱۸)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی جو تشریح کی ہے وہ بہت خوب ہے اس سے مذکورہ شرائط کی خوب وضاحت ہو جاتی ہے۔ (بذل المجہود ص ۱۰۰ ج ۱۸)

ان مذکورہ شرائط کی وضاحت کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص طبی مہارت رکھتا ہے مگر حکومتی سطح سے باضابطہ طریقے پر اجازت حاصل نہیں ہے تو غیر ماہرین اور غیر مستندین کی ضرر سے بچنے کے لئے اس شخص کا خود علاج کرنا درست نہ ہوگا البتہ مریض خود علاج کے لئے آئیں اور اپنا علاج خواہ عامہ کی وجہ سے کرائیں تو اس کا علاج کرنا جائز ہوگا ورنہ لوگ حرج اور پریشانی میں مبتلا ہو جائیں گے جو خود جائز نہیں ہے۔

حضرت مولانا عبدالرشید صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے جب ایک صاحب نے اس قسم کا سوال کیا تو آپ نے جواب دیا۔

سوال و جواب حسب ذیل ہے۔

سوال: جو شخص فارسی پڑھا ہوا طب کا علاج مریضان کا کرے اور مطب بھی کیا ہو اور تشخیص مرض بھی بخوبی کرتا ہو مگر سند اس زمانے کے حکام کی نہ ہو تو بغیر سند اگر وہ علاج کرتا ہے تو گنہگار ہوتا ہے یا نہیں اور اس شخص نے اپنے اساتذہ سے بخوبی علم طب فارسی میں پڑھا ہے۔

جواب: ایسے شخص کو جس کا حال درج سوال ہے علاج کرنا درست ہے ہرگز گناہ نہیں اور سند کی حاجت نہیں لیکن طب سے ماہر ہونا چاہئے۔

اور پھر اس نے شرائط کا مطالبہ اس طرح پر کیا۔

جب دونوں شرطیں مفقود ہوں گی تو حکم بھی مفقود ہو گا اور ان دونوں کے وجود سے ضمان کا وجود ہو گا چنانچہ سرقہ معصیت ہے شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے اور قطع ید کو عقوبت قرار دیا ہے تو جو شخص اس فعل کا ارتکاب کرے گا تو وہ دیت کا سبب بنے گا لیکن شرط اس میں دو چیزیں پائی جائیں گی تو وجوب ضمان کا سبب ہو گا ورنہ نہیں وہ ہے ادراک اور اختیار اگر وہ غیر مدرک ہو تو اس پر کوئی ضمان نہیں جیسے مجنون اور اگر مدرک ہو اور غیر مختار ہو تو اس پر بھی کوئی ضمان نہیں۔

پھر عصیان شریعت میں خطاء کے مقابلے میں بولا جاتا ہے اور خطاء تو ایں وضعیہ ہی سے ہے لیکن خطاء کے مقابلے میں عصیان کی تشریح معنی مقصود پر دلالت کرنے کے اعتبار سے زیادہ باریک ہے اور ماسبق میں گزر چکا ہے کہ ضمان کی وجود شرعی عصیان پر موقوف ہے تو طبعی طریقے پر ضمان درجات عصیان کی تابع ہوگی اور درجات عصیان کے معاملے میں شریعت نے اعمال کو نیت پر مقرر کیا ہے اور ہر ایک کو اس کی نیت پر محصور دیا ہے جس کی تمثیل نبی کی حدیث انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی (بخاری باب کیف کان بدء الوحی حدیث ۱) ہے

اور نیت کا محل قلب ہے جس کے معنی قصد کے ہیں اور شیخ محمد ابو زہرہ قاعدہ کی تطبیق دیتے ہوئے شریعت جنایت کی خاطر صرف جانی (جنایت کرنے والا) پر نظر نہیں رکھتا ہے البتہ جنایت پر اولا اور جانی پر ثانیا نظر رکھتی ہے پھر اسی بنیاد پر جنایت اور وہ معاصی مرتب ہوتے ہیں جو ممکن ہوتا ہے کہ انسان مدرک اور مختار کی طرف منسوب کیا جائے پھر اس سے اس جنایت کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے جو دو قسموں پر ہے۔ (۱) ایک قسم وہ کہ انسان کوئی فعل کرے اور اس نیت سے کرے اور شریعت کی نافرمانی کا قصد بھی ہو۔ (۲) ایک قسم وہ ہے کہ انسان کوئی فعل انجام دے اور اس نیت سے انجام دے اور شریعت کی نافرمانی کا قصد نہ کرے۔ تو نوع اول یہ ہے کہ انسان عمداً اور جان بوجھ کر کرے۔ اور نوع ثانی یہ ہے کہ وہ خطاء اور بھول چوک سے وہ کام کرے اور شریعت اسلامیہ جب انما الاعمال بالنیات پر مشتمل ہے جیسا کہ ہم نے تحریر کیا تو مسئولیت جنائیہ متعمد اور مسئولیت جنائیہ خطاء میں فرق کیا جائے گا۔

اس طریقے سے کہ مسئولیت جنائیہ متعمد اغلظ اور مسئولیت جنائیہ خطاء اخف ہو گا اور علت تغلیظ تعمد ہے کہ اس نے جرم کا ارتکاب بالفعل قلب سے کیا ہے اس لئے اس کا جرم کامل ہے اور علت تخفیف خطاء ہے کہ عصیان اس کے دل میں نہیں تھا البتہ اس کے فعل سے ایسا ہوگیا تو اس کا جرم غیر کامل ہے اور قرآن نے عمد اور خاطی کے درمیان فرق کیا ہے ولیس علیکم جناح فیما اخطاتم به ولکن ما تعمدت قلوبکم۔ (آیت ۵ سورۃ الاحزاب) اس طریقے سے مسئولیت جنائیہ کی قسم کے اور کئی درجے کے ہوں گے اور عصیان اور اس کے درجے بھی اسی کے مطابق ہوں گے۔

اس تمہید کے بعد اگر ہم اول کے مسئلہ اولیٰ میں اس طبیب غیر مستند نے جو اتفاقی تجربہ رکھتا ہے علاج کیا اور مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا یا اس کا اتلاف ہوگیا تو اس پر کوئی ضمان یا تاوان لازم نہیں آئے گا اور نہ ہی اس کا عمل شرعاً قابل تعزیر جرم ہو گا اس لئے کہ شریعت علاج و معالجہ کی تاکید کرتی ہے اور انسان کو اس کا پابند بناتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالے تو گویا کہ علاج، زخم و جرح یہ شارع کے اغراض میں سے ہیں تاکہ ضرر کا دفاع اور مرض کا علاج و معالجہ کرایا جائے اور نفس کو ہلاکت سے بچایا جائے۔

اور جب کسی مصلحت کے تحت فعل حرام (ضرر) کو مباح قرار دیا گیا ہے تو یہ خود بخود ثابت ہو جاتا ہے کہ فعل حرام کا ارتکاب کسی مصلحت کے تحت مباح ہے البتہ فعل حرام (ضرر) ہی قصد ہو تو یہ ایک جرم اور قابل تعزیر شمار ہو گا تو وہ طبیب جو مریض کا چیرہ پھاڑ کرتا ہے علاج کے غرض سے تو وہ واجب کو ادا کرتا ہے جس کا وہ مکلف ہے لیکن جب مریض کو اس کے قتل یا نقصان کے غرض سے علاج کرتا ہے یا چیر کرتا ہے تو وہ قاتل اور مجرم ہے اس کا عمل جرم ہے۔

مولوی محمد نعیم رشیدی
(دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد)

چوں کہ اس محور کے مسائل کا تعلق زیادہ تر غیبت کے باب سے ہے اس لئے یہاں پر مختصراً چند باتیں غیبت سے متعلق سپرد قلم کی جاتی ہیں۔ پھر بالترتیب جوابات تحریر کئے جائیں گے۔ غیبت کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی آدمی دوسرے کے سامنے کسی شخص کا ایسا تذکرہ کرے کہ اگر وہ شخص اس پر مطلع ہو جاتا تو تکلیف اور اذیت محسوس کرتا۔ (مسلم [illegible])

اور اگر وہ وصف اس شخص میں موجود نہ ہو تو یہ بہتان کہلائے گا۔ جیسا کہ احادیث میں اس کی بھی صراحت موجود ہے۔

غیبت کے حرام ہونے پر علماء امت کا اتفاق ہے اور احادیث میں اس کی مذمت اور نہایت سختی سے اس کی ممانعت وعید وارد ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں غیبت کی قباحت کو لحم میتہ کے کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

غرض یہ کہ غیبت نہایت ہی مذموم صفت ہے۔ جس سے ہر مسلمان کو احتراز لازم ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ شارحین حدیث اور فقہاء امت نے اس سے بعض مواقع کو مستثنیٰ بھی قرار دیا ہے۔

اب اس اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوالات مذکورہ کو بآسانی حل کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے سو اس کے متعلق یہ بات سامنے آتی ہے کہ مذکورہ صورت جواز غیبت کے مواقع میں سے ایک ہے۔ کیوں کہ نکاح کے بعد اگر اس پر مطلع ہو جائے تو چوں کہ انسانی فطرت ہے کہ وہ ہر عیب سے متنفر ہوتی ہے۔ اس لئے یہاں بھی زوجین کے درمیان کا وہ رشتہ جو محبت و مودت کے ستون پر قائم ہے۔ منہدم ہو کر رہ جاتا ہے اور ان میں نااتفاقی اور نفرت کی ایک ایسی فضا قائم ہو جائے گی کہ جس میں زوجین اپنی زندگی میں مطلق چین و سکون سے محروم ہو جاتے ہیں اور نوبت طلاق تک بھی آ سکتی ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں اس ڈاکٹر کو صحیح صورت حال سے آگاہ کر دینا چاہئے۔ اگرچہ وہ لوگ استفساراً معلوم بھی نہ کرے تاہم حد تک عیب پر مطلع کرنا ضروری ہوگا علامہ آلوسی کی عبارت سے یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ (ملخصاً روح المعانی [illegible])

اس سے خود بخود اس شق کا بھی جواب نکل آیا جب کہ ڈاکٹر سے بطور مشورہ آگاہی حاصل کرنے آتے ہوں تو ظاہر ہے ایسی صورت میں مطلع کر دینا جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہوگا۔

معلوم ہوا کہ ڈاکٹر یہاں پر بھی عیب پر بغرض مصلحت ان لوگوں کو مطلع کرے گا اور مخفی رکھنا جائز نہ ہوگا۔

ظاہر ہے کہ یہ صورت افراد مذکورہ کے دائرہ میں آ جاتی ہے۔ جہاں اطلاع عیب کو جائز رکھا گیا ہے اور مطلع کرنا ضروری اس وجہ سے ہوگا کہ اس میں دوسرے فریق کا نقصان ہے۔ مزید یہ کہ بلاد مغربیہ میں جرائم تولید ہونا ایسی صورت ہے۔ جو متعلقہ نسل سے متعلق ہے۔ اس لئے ڈاکٹر کو چاہئے کہ اس عیب پر مطلع کر دے۔ تاکہ معاملہ کی نوعیت پختہ ہو کر فتنہ کی صورت اختیار نہ کرے۔

پہلی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ مرد کے عیب پر مطلع کردے کیوں کہ اس صورت میں نکاح کا جو اصل مقصد ہے، وہ بالکل ہی مفقود ہے۔ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص غلام خرید رہا ہے اور ایک شخص کو معلوم ہے کہ وہ غلام چور ہے، تو خریدنے والے کو اس صورت حال سے باخبر کردے تاکہ وہ اس نقصان سے محفوظ رہے۔ ([illegible])

رہی دوسری صورت سو اس میں دونوں پہلو قابل غور ہیں کہ اگر وہ عورت کے عیب کو واشگاف کرتا ہے، تو اس کی بھی زندگی کا سوال ہے کہ کسی رشتہ نکاح کا ہونا مشکل ہے اور اگر عیب کو مخفی رکھتا ہے تو دوسرے لوگوں کو بھی نقصان ہے۔ اب اس صورت میں یہ دیکھا جائے کہ نقصان کس صورت میں زیادہ ہے اور کس میں تعدی ضرر پایا جاتا ہے تاکہ قاعدہ فقہ کی رو سے مسئلہ کو حل کیا جاسکے کہ ضرر اشد کے مقابلہ میں ضرر اخف کو نظرانداز کردیا جاتا ہے اور ترجیح ضرر اشد ہی کو دی جاتی ہے۔ اس نقطہ نظر سے جب ہم دیکھتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ اخفاء عیب کی صورت میں زیادہ ضرر رساں ہے اور اس صورت میں جانبین کو ضرر سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اس لئے کہ اس صورت سے رشتہ نکاح قائم ہوجائے، اور پھر عیب ظاہر ہوجائے تو یہ عین ممکن ہے کہ نتیجہ طلاق تک آسکتا ہے اور ظاہر ہے اس صورت میں ایک طرف شوہر والوں کو بھی ضرر ہے، اور دوسری طرف خود عورت کو بھی کہ اس میں عورت کے عیب ظاہر ہوجانے اور لوگوں میں پھیل جانے کی نہایت ہی خطرناک صورت ہے اور اگر پہلے ہی عیب پر اطلاع کردیا جائے تو اس میں اگرچہ عورت کا نقصان ہے لیکن دوسرے لوگ اس ضرر سے محفوظ ہوجاتے ہیں، لہٰذا مذکورہ صورت میں ڈاکٹر عورت کے عیب پر مطلع کردے گا تاکہ دوسرے لوگ ضرر سے محفوظ ہوجائیں۔

الجواب ۵،۶: جب کہ ڈاکٹر کی رائے میں ڈرائیور کی بینائی بری طرح متاثر ہوچکی ہے اور ڈاکٹر اس کو اس سے منع بھی کرتا ہے، باوجود اس کے اس کا ڈرائیونگ ایک عام خطرہ کا پیش خیمہ ہے اور ہر وقت خطرہ کا اندیشہ رہ سکتا ہے، جس سے بہت سے لوگوں کی زندگی وابستہ ہے تو ایسی صورت میں قاعدہ "الضرر الاعلیٰ یتحمل بالضرر الادنیٰ" کے تحت ڈاکٹر ایسی صورت میں لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش کرے گا یا پھر متعلقہ محکمہ کو اطلاع کردے گا۔ دونوں صورتوں میں افشاء راز کرنا بہت سے لوگوں کی جان ضائع ہونے کے قوی اندیشہ کو نظرانداز کرنا ہے، جو شرعی اصول کے خلاف ہے۔

رہا اطلاع کردینے کی صورت میں اہل خانہ کا معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہوجانے کا مسئلہ سو وہ اس طرح دور ہوسکتا ہے کہ اس کا تدارک کسی اور طرح ممکن ہے اور بہر حال بمقابلہ اس ضرر شدید کے کمتر ہے۔

رہا پانچواں سوال سو اس کے متعلق اس قدر تفصیل ہوگی کہ اگر وہ شخص نشہ آور اشیاء کے استعمال کا اس قدر خوگر ہوگیا ہے کہ اس کے استعمال سے اس کی ذہنیت متغیر نہیں ہوتی ہے تو ایسی صورت میں مخفی رکھنے کی گنجائش ہے کہ اس میں خطرہ کا احتمال نہیں ہے اور اگر اس کی ذہنیت متغیر ہوجاتی ہو اور خطرہ کا قوی اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں ڈاکٹر متعلقہ محکمہ کو اس کے مرض سے باخبر کردے، تاکہ لوگ اس سے متعلقہ خطرے سے محفوظ رہ سکے، واللہ اعلم

رہا ۷: جس کی وجہ سے اس بچہ کو کوئی صورت ظاہر ہو وغیرہ پر چھوڑ کر چلی جائے اور ڈاکٹر کو بھی اس صورت حال کی اطلاع دی تو اس صورت میں اگرچہ عورت نے نہایت غلط اقدام کیا ہے، لیکن بغیر افشاء راز متعلقہ محکمہ کو خبر دے دے گا اس لئے کہ یہاں پر افشاء راز کے بغیر بھی تحفظ جان کا فریضہ انجام دیا جاسکتا ہے، ہاں اور اگر کوئی صورت حال ایسی پیدا ہوجائے کہ تحفظ جان بغیر افشاء راز کے ممکن نہ ہو تو پھر افشاء میں توقف و تردد نہیں کیا جائے گا۔

صنف کا تعلق تداوی بالمحرم سے ہے، جس کے متعلق فقہاء کرام کی عبارات میں یہی ہے کہ محرم اشیاء سے تداوی اور علاج ہے۔ لیکن صورت حال ایسی پیدا ہو جائے کہ ڈاکٹر علاج کے مختلف طریقوں کو آزما چکا ہے۔ لیکن اب اس کے لئے سوائے تداوی بالحرام کے اور کوئی دوا موجود نہیں ہے اور اس طریقہ علاج میں کامیابی بھی مجرب ہے۔ تو ایسی صورت میں فقہاء کرام نے تداوی بالحرام کی اجازت دی ہے۔ (دیکھئے جمیل اخلاق ۱۰۰۱)

لہذا صورت مسئولہ میں جب کوئی اور مباح طریقہ علاج ممکن نہیں ہے تو اب حرام شئی کے ذریعہ علاج درست ہوگا۔

جب کہ اس شخص سے دوسروں کو غیر معمولی ضرر پہنچ رہا ہے۔ تو وہ ڈاکٹر اس مریض کو اپنے پیشے سے باز آنے کی تنبیہ اور نصیحت کرے گا کہ وہ اس سے باز آجائے۔ اب اگر وہ باز نہیں آتے تو اس احتمال کی بنا پر کہ زندگی کا معاشی نظام اس پیشہ سے متعلق ہو چکا ہے تو اس کو اب چھوڑنے کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ عام لوگوں کے ضرر کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا ڈاکٹر اس مریض سے دوسرے جائز پیشہ کو اختیار کرنے تک کی مہلت دے گا اگر اس شخص کا اس ناجائز پیشہ کو ترک کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو اب ڈاکٹر متعلقہ محکمہ کو خبر کرے تاکہ لوگ اس کے ضرر سے محفوظ رہ سکیں۔

جب اصل مجرم محفوظ اور بری ہے۔ لیکن اس جرم کی بنیاد پر دوسرا شخص مجرم قرار دیا جا رہا ہے۔ اور سزایاب ہو سکتا ہے۔ تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ عدالت میں جا کر حقیقت حال کی وضاحت کرے۔ اس لئے کہ شریعت میں یہ گوارہ نہیں کیا گیا۔ کہ اصل مجرم بری ہو اور اس جرم کی پاداش میں دوسرا بے گناہ شخص سزا کا مستحق قرار دے دیا جائے۔ اب رہا یہ کہ حقیقت حال بیان کرنے کے بعد اصل مجرم بھی تو سزا کا مستحق قرار دیا جائے گا۔ تو کہا جائے گا کہ مجرم کے حق میں تو ایک واجبی امر ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک بے قصور

شخص کے سزا پانے سے کمتر ہے۔ مثال کے طور پر فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کا حق جو ناحق کسی دوسرے کی ظلم و زیادتی کی بنا پر تلف ہو رہا ہے۔ اور اس پر صاحب حق کو کوئی گواہ میسر نہیں ہے تو جو شخص حقیقت حال سے واقف ہے اس کو شہادت واجب ہوگی۔

☆☆☆☆☆☆

مولوی محمد ہارون قاسمی
(دارالعلوم سبیل السلام)

(۱) ایک ماہر چشم مسلمان ڈاکٹر نے ایک نوجوان کا علاج کیا۔ اس نوجوان کی آنکھ کی بصارت ختم ہو چکی ہے۔ لیکن ماہر ڈاکٹروں کی کوشش سے اس مریض کی دو آنکھ دیکھنے میں بالکل صحیح و سالم محسوس ہوتی ہے۔ اس نوجوان کا رشتہ کسی خاتون سے طے پا رہا ہے۔ ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اگر اس خاتون مریض کے اس عیب کا علم ہو گیا۔ تو پھر یہ رشتہ کو تیار نہیں ہوگی۔ نوجوان یہ عیب چھپا کر اس خاتون سے رشتہ نکاح طے کر رہا ہے۔ ایسی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس خاتون یا اس کے گھر والوں کو اس نوجوان شخص کے عیب سے باخبر کرے، اس کے لئے نوجوان کے اس راز کو پردہ راز میں رکھنا ضروری نہیں ہے۔ اگرچہ اسلام نے امانت کے بارے میں کافی زور دیا ہے اور امانت کے بارے اسلام کا تصور کافی وسیع تر ہے۔ کیوں کہ بعض حالات میں مریض کی راز داری اور پردہ پوشی کی صورت میں اس سے متعلق دوسرے کثیر افراد یا سماجی نقصان کا خطرہ ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ مریض کی پردہ داری بے شمار افراد کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے اور ضابطہ یہ ہے يتحمل الضرر الادنى لدفع الضرر الاعلى (الاشباہ) راز داری کی صورت میں فرد واحد کا نقصان ہے اور نکاح کے بعد تفریق کی صورت میں دو خاندانوں عورت و دونوں کا مسئلہ ہے۔ لہذا فرد واحد کے ضرر کو برداشت کر کے کثیر افراد کے ضرر کو دور کیا جائے گا۔

(۲) ایک مرد عورت کے مابین رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہے، جن میں سے کوئی کسی ڈاکٹر کے پاس طبی جانچ کے لئے آتا ہے، طبی جانچ کے نتیجہ میں ڈاکٹر کو کسی ایک کے بارے میں ایسے مرض کا علم ہوجاتا ہے، جس کے نتیجہ میں اس بات کا پورا اندیشہ ہے کہ ناقص الخلقت بچے پیدا ہوں گے، یا یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ مرد عورت میں کسی ایک کے جراثیم میں مادہ تولید نہیں ہے، ایسی صورت میں ازروئے شرع ڈاکٹر کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ خاموش رہے، اور فریقین میں سے کسی ایک کو دوسرے کے راز یا عیب سے باخبر کرے۔

(۳) ایک شخص کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، ڈاکٹر کو طبی جانچ کے نتیجہ میں یہ بات معلوم ہے کہ یہ شخص نامرد ہے، یا اس میں کوئی ایسا عیب ہے، جس کی وجہ سے اس کا نکاح بار آور نہیں ہوسکتا، ڈاکٹر کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ شخص کسی سے رشتہ نکاح کی بات کر رہا ہے اور اپنے اس عیب کو چھپا کر اس صورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے، یا کوئی خاتون کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، وہ کسی ایسے مرض یا عیب میں مبتلا ہے، جس پر مطلع ہونے کے بعد اس کا رشتہ نکاح کہیں ہونا دشوار ہے، اور وہ خاتون اپنے اس مرض یا عیب کو چھپا کر اس شخص سے

نکاح کرلینا چاہتی ہے، رشتہ نکاح کی بات ڈاکٹر کے علم میں آگئی ہے، ان دونوں صورتوں میں ڈاکٹر پر واجب ہے کہ وہ دوسرے فریق کو اپنے مریض کے مرض یا عیب کے بارے میں باخبر کردے، اور اگر دوسرا فریق اس مریض یا مریضہ کے بارے میں معلومات کرنے کے لئے آئے، تو ڈاکٹر اس کے سلسلہ میں اپنی معلومات سے متعلق صاف صاف عرض کردے، تاکہ دونوں کی زندگی تلخیوں باہمی رنجشوں سے دور رہ سکے، ورنہ مستقبل قریب ہی میں ایسی صورت میں باہمی نزاع اور دوری کا خطرہ ہے، لہذا الضرر یزال (الاشباہ ۸۵) کے تحت اس ہونے والے ضرر کو دور کیا جائے گا اور ڈاکٹر کا یہ عمل غیبت شمار نہ کیا جائے گا، اس لئے غیبت عیوب لازمہ کے بیان کو کہتے ہیں اور یہ عیوب متعدیہ ہیں، جن کا اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے۔

(۴) ایک شخص کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہے اور اس کی بینائی بری طرح سے متاثر ہوچکی ہے ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گاڑی چلانا اس کے لئے اور دوسروں کے لئے مہلک ہوسکتا ہے، ایسا شخص اگر ڈاکٹر کے منع کرنے کے باوجود گاڑی چلاتا ہے، تو ایسی صورت میں شرعاً ڈاکٹر کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ حکومت کے متعلقہ محکمہ کو اس کے بارے میں باخبر کردے، اور ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرانے کی سفارش کرے، مروت داری برت کر خاموشی اختیار نہ کرے، اس لئے کہ ڈاکٹر کا یہ عمل اس شخص کی ہتک کے لئے نہیں کہ اس کو غیبت شمار کیا جائے، بلکہ فائدہ عام کے لئے ہے، اس پر ثواب ملنے کی امید ہے، اس لئے کہ غیبت کی دو قسمیں ہیں۔ غیبت لازم ۔۔ غیبت متعدیہ ۔۔

غیبت لازم: کسی شخص کے عیوب و نقائص اس لئے بیان کرنا کہ اس کی ہتک ہو، اور وہ اس کی ذات کے ساتھ خاص ہوں، دوسروں پر ان کا اثر نہ پڑتا ہو، جیسے ڈاڑھی منڈوانا، اسلامیات کا مکمل پابند نہ ہونا یہ ایسے عیوب ہیں جن سے دوسروں کو نقصان نہیں پہنچتا لہذا ان عیوب کا بیان کرنا عمل غیبت اور ۔۔ گناہ ہے۔

غیبت متعدیہ: کسی متعدی یعنی دوسروں پر اثر پڑنے عیوب کو اس وجہ سے بیان کرنا تاکہ دوسرے لوگ اس کے غلط اثر اور غلط نتائج سے بچ سکیں، مثلاً چوری کا عیب، جاسوسی اور زنا وغیرہ کا عیب، اس لئے کہ ان کے اثرات دوسروں پر بھی پڑتے ہیں اور صورت مسئولہ کو بھی صورت ہذا میں داخل کرتے ہوئے ڈاکٹر اس سے حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کرے گا۔

(۵) اگر کوئی شخص ایسی ملازمت پر ہے، جس سے بہت سارے لوگوں کی زندگیوں کا تحفظ وابستہ ہے، مثلاً ہوائی جہاز کا پائلٹ یا ٹرین وغیرہ کا ڈرائیور اور وہ شراب اسی طرح دوسری نشہ آور چیزوں کا عادی ہے، اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، نشہ کو ترک نہیں کرتا، اور ۔۔

۔ یں ملازمت کے فرائض انجام دیتا ہے۔ تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کی شرعاً یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مریض کے اس عیب کو راز نہ سمجھتے ہوئے حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کرے۔ اس لئے کہ یہ ڈاکٹر اس شخص کی شخصیت اور سوابق کے لئے یہ عمل انجام نہیں دے رہا ہے، بلکہ فلاح و عامہ کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ جو معاشرہ میں رہنے والے ہر فرد بشر کی ذمہ داری ہے۔ ڈاکٹر مریض کی رازداری اور

پردہ داری کرتا ہے تو گنہگار ہوگا اور معاون ظلم شمار کیا جائے گا۔

(۵) اگر کسی عورت کے ناجائز حمل تھا اس سے بچہ پیدا ہوا۔ اور وہ عورت اس نومولود کو کسی شاہراہ یا پارک یا کسی اور عام جنگل وغیرہ میں ڈال آئی۔ تاکہ سماج میں بدنامی سے بچ سکے اور پھر وہ عورت ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرتی ہے۔ اور ڈاکٹر کو اس صورت کی خبر ہو جاتی ہے۔ تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس عورت کی رازداری نہ کرتے ہوئے اس کے غلط اقدام کے بارے میں کسی کو یا حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کرے۔ تاکہ ایک نفس کو بچا کر اس کے احترام کو برقرار رکھا جا سکے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے،

ولقد کرمنا بنی آدم وحملناھم فی البر والبحر الخ۔ (سورۃ الاسراء)

اور ڈاکٹر کے اس عمل کو بھی غیبت قرار نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ ایک نفس کی صیانت و حفاظت پر محمول کیا جائے گا۔ کیوں کہ قاعدہ ہو

الاصل ہے۔

یتحمل الضرر الادنیٰ لدفع الضرر الاعلیٰ۔ (اصول الفقہ للزہرہ ص ۲۹۰) ظاہر بات ہے کہ عورت کی پشیمانی ادنیٰ واقع ہے۔ بہ نسبت اس معصوم بچہ کی جان کی حفاظت کے لہٰذا ہر وہ شخص جو اس صورت حال سے واقف ہو۔ اس پر واجب ہے کہ وہ حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کرے۔

(۵) ایک شخص شراب کا یا اسی طرح کسی نشہ آور چیز کا عادی طور عادی ہے اور اس بری عادت کو خواہش کے باوجود چھوڑ نہیں پا رہا ہے، اس شخص نے یا اس کے گھر والوں نے ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر سے اس کا علاج کرانے کے لئے رابطہ قائم کیا۔ ڈاکٹر نفسیاتی علاج کے مختلف طریقے اس پر آزما چکا۔ لیکن اسے کامیابی نہیں ملی اور یہ شخص شراب یا منشیات کا اسی طرح عادی رہا۔ اس ماہر نفسیات ڈاکٹر کے پاس ایک ہی طریقہ علاج باقی رہا وہ یہ کہ مریض کو وقتاً فوقتاً وہی شراب یا نشہ آور چیز استعمال کرنے کی تجویز کرے۔ جس کا وہ عادی ہے۔ لیکن مریض کے علم میں لائے بغیر اس میں کوئی ایسی دوا شامل کرے۔ جو شراب اور نشہ آور چیز کے استعمال کے بعد وہ مریض کافی دیر تک متلی یا قے وغیرہ میں گرفتار ہو جائے۔ اس طرح مریض کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ اگر میں شراب یا نشہ آور چیز کا استعمال کروں گا، تو متلی اور قے میں گرفتار ہو جاؤں گا۔ جب کہ یہ طریقہ علاج بہت سارے مریضوں پر کارگر ثابت ہوا ہے۔ مختلف نفسیاتی طریقہ علاج کے ناکام ہونے کے بعد ایک مسلمان ڈاکٹر اپنے مریض پر طریقہ علاج استعمال کر سکتا ہے۔

مریض کے لئے پیشاب، خون اور مردار کا استعمال بطور تداوی جائز ہے جب کہ مسلمان طبیب اس بات کی خبر دے کہ اس میں شفا ہے، اور مباح اور جائز الاستعمال اشیاء میں سے کوئی اس کے قائم مقام نہیں ہے۔ لہٰذا صورت بالا اس جزئیہ پر کامل طور پر منطبق ہوتی ہے تو یہ بھی اس کا حکم اختیار کرے گی۔ (الفقہ الاسلامی ۔۔۔)

(۵) بہت سے جرائم پیشہ افراد ڈاکٹر کے زیر علاج ہوتے ہیں، یہ لوگ اپنے جرائم پیشہ ہونے کو حد درجہ چھپاتے ہیں کہ ان کے عیوب

سے کوئی بھی مطلع نہ ہو سکے۔ مثلاً ایک شخص جاسوس ہے، اور لوگوں کے حالات مختلف ذرائع سے حاصل کر کے دوسرے افراد تک پہنچاتا ہے، اس کی جاسوسی سے بہت سارے لوگوں کا نقصان ہوتا ہے۔ ایسا جاسوس بسا اوقات نفسیاتی الجھن میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس شخص کا ضمیر اسے مجبور اور ملامت کرتا ہے۔ نفسیاتی الجھن کی وجہ سے بسا اوقات اسے بے خوابی اور دوسری شکایتیں ہو جاتی ہیں، اور وہ ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرتا ہے، اسے اپنے اس پیشہ اور جرائم کی خبر دیتا ہے۔ لیکن بعض لوگ اپنے پیشے کو غایت درجہ غلط سمجھتے ہیں، لیکن چونکہ ان کے معاشی مفادات اس سے وابستہ ہو گئے ہیں، اس لئے اسے ترک کرنا بھی کافی دشوار ہے، ایسی صورت حال میں ڈاکٹر کی ازروئے شرع یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہاں جرائم پیشہ افراد کے عیوب کی پردہ داری نہ کرتے ہوئے اور ان کے ان نقائص کو صیغہ راز میں نہ رکھتے ہوئے عوام اور معاشرہ کو ان سے باخبر کر دے، یا اس سے متعلق حکومت کے متعلقہ محکمہ کو مطلع کر دے، تاکہ عوام الناس ان کے شر اور ضرر سے مامون و محفوظ رہ سکیں اور ڈاکٹر کا یہ عمل اور رویہ حدیث شریف من ستر عورة اخیہ ستر اللہ عورتہ یوم القیامۃ ومن کشف عورة اخیہ کشف اللہ عورتہ یوم القیامۃ (الترغیب والترہیب ۳/۱۰۱) کے معارض نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس ڈاکٹر کا یہ عمل مفاد عامہ کی خاطر ہے، نہ کہ ان اشخاص کی ہتک و تذلیل کے لئے۔

(۹) کسی نفسیات کے معالج سے متعلق یہ مریض نے کسی جرم کا ارتکاب کیا، مثلاً کسی کو قتل کر دیا یا اس جیسی کوئی اور سنگین واردات کی اور ڈاکٹر کے پاس آکر اپنے ارتکاب جرم کا اقرار کرتا ہے اور شبہ جرم کی بناء پر دوسرا شخص گرفتار ہو گیا ہے اور اس کے خلاف مقدمہ چل رہا ہے، اس بات کا قوی احتمال ہے کہ دوسرا شخص جو اصلاً جرم سے بری ہے عدالت میں مجرم قرار دیا جائے جس کی بناء پر سزایاب ہو جائے۔ اس جیسی صورت میں ڈاکٹر اس اصل مجرم سے متعلق رازداری اور پردہ داری سے کام نہ لیتے ہوئے اس سے متعلق عدالت میں جاکر بیان دے، تاکہ بے قصور و بے گناہ شخص کی رہائی ہو سکے، کیونکہ ارشاد باری ہے:

یاایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین الآیہ۔ اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دو اللہ تعالیٰ کو شاہد و حاضر جانتے ہوئے اگرچہ وہ شہادت تمہارے اپنے نفسوں یا تمہارے والدین یا تمہارے عزیز و اقرباء اور متعلقین کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ شہادت سے متعلق اتنی سخت تاکید فرما رہے ہیں، تو اس طرح کی صورت میں کسی ڈاکٹر یا طبیب کے لئے رازداری سے کام لینا قطعاً روا اور جائز نہیں ہوتا، بلکہ ان عیوب و جرائم سے مطلع اور باخبر کرنا نہایت لازمی ہو جاتا ہے، تاکہ بے قصور و بے گناہ شخص ظلم و زیادتی اور سزایابی سے بچ سکے اور اصل مرتکب جرم سزایاب ہو سکے، جس کی بناء پر وہ اپنے جرائم سے باز آ جائے اور اس طرح جرائم کا سدباب ہو سکے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص متعدی امراض مثلاً ایڈز یا طاعون وغیرہ میں مبتلا ہے، اور کسی اہل فکر ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، مریض کا اصرار ہے ڈاکٹر اس کے مرض کے متعلق کسی کو مطلع نہ کرے حتیٰ کہ اس کے اہل خانہ سے بھی اس کے مرض کو پردہ اخفاء میں رکھے ورنہ وہ معاشرہ اور سماج میں اچھوت بن کر رہ جائے گا، کوئی بھی اس سے ملنا جلنا گوارہ نہیں کرے گا، ایسی صورت حال میں ازروئے شرع ڈاکٹر کا اس مریض کے ضمن میں یہ رویہ ہونا چاہئے کہ وہ اس مرض کو اخفاء میں نہ رکھتے ہوئے اس کے اہل خانہ اور متعلقین کو اس سے باخبر کرے، تاکہ اس کے اولیاء ڈاکٹر کے پاس علاج نہ ہونے کی صورت میں کسی دوسری جگہ علاج کرا سکیں اور مریض کی حفظان صحت سے متعلق کوئی دوا دیکھ ریکھ کر سکیں، اور اگر ڈاکٹر وقتی طور پر اس مرض کو پردہ اخفاء میں رکھ کر اس شخص کو ضرر سے بچانا چاہتا ہے تو یہ ڈاکٹر کے لئے مناسب نہیں ہوگا، اس لئے کہ ایسی صورت میں مستقبل قریب ہی میں اس شخص سے متعلق ایک بڑے اور قوی ضرر کا اندیشہ ہے۔ ابھی ممکن

ہے کہ مرض کے واضح ہونے کی بنا پر اس کا بہ سہولت اندازہ ہو سکے گا، اور بعد میں خطرناک صورت اختیار کرنے کے بعد اطلاع پا جائے اور مریض ایک امر عظیم سے دوچار ہو جائے، اور اس کا سبب ڈاکٹر کی غلط بیانی اور دھوکہ قرار پائے۔ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد گرامی ہے:

من ابتلی ببلیتین [illegible] اختار [illegible]۔ (الاشباہ [illegible])

جب تم دو آزمائشوں میں مبتلا ہو جاؤ، یا تمہیں دو معاملات کے درمیان اختیار شرعی دیا جائے تو تم آسان و سہل کو اختیار کرو۔ صورت بالا میں بھی ڈاکٹر دو معاملات سے دوچار ہے، اول مریض کے ضرر کو دفع کرنا جس سے وہ اچھوت نہ سمجھا جائے، ثانیاً اس کے اہل خانہ اور متعلقین کو باخبر کرنا اور فائدہ عامہ کے لئے سماج کو اس سے متعلق ضرر کے انسداد کی راہ دینا، لہذا ڈاکٹر شخصی فائدہ کو ترک کرتے ہوئے عمومی مفاد کو پیش نظر رکھ کر اس کے اولیاء اور اہل خانہ کو اس کے مرض سے مطلع کر دے، تاکہ اس کے اولیاء اس کے علاج و معالجہ کا صحیح بندوبست کر سکیں اور متعلقین صحت سے متعلق مکمل دیکھ ریکھ کر سکیں، اور مبتلا بہ مریض ایک گونہ راحت و اطمینان کی زندگی گزار سکے۔

☆☆☆☆☆☆

مولوی محمد صادق قاسمی
(دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد)

۱۔ ڈاکٹر کا افشاء راز

اس قسم کے مسائل کے بارے میں دیکھا یہ جائے گا کہ ان کے ظاہر کر دینے سے غیبت ہوگی یا نہیں؟ غیبت کہتے ہیں کسی کی برائی کو اس کے پیٹھ پیچھے بیان کرنا، جس کو وہ ناپسند کرے۔ اس کی کتاب اللہ اور سنت رسول دونوں سے ممانعت آئی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کسی بھی شخص کا کون سا عیب غیبت ہے اور کون سا بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔ چنانچہ اگر کسی کا حق کسی سے متعلق ہے اور وہ اس کو نہیں جانتا اور دوسرا شخص جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اگر ظاہر نہیں کیا تو اس کے حق کے فوت ہونے کا خوف ہے تو اس جاننے والے شخص پر لازم اور ضروری ہے کہ وہ اس کو اس سے (صاحب حق) اسے واضح کر دے، یہ غیبت جائز ہے۔ اگر اس سے کسی کا حق متعلق نہ ہو تو غیبت حرام ہے۔

چنانچہ اس مسئلہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ نوجوان کی آنکھ کی روشنی ختم ہو چکی ہے، اگرچہ دیکھنے وغیرہ میں صحیح و سالم معلوم ہوتی ہے۔ اب اسی حالت میں اس کا کسی خاتون سے رشتہ طے ہوا، لڑکا اپنا عیب چھپاتا ہے اور ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اگر خاتون کو اس کا عیب معلوم ہو جائے گا تو وہ اس رشتہ پر ہرگز راضی نہیں ہوگی تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کو چاہئے کہ اس شخص کا عیب اس خاتون یا اس کے گھر والوں پر ظاہر کر دے، اس نوجوان کے عیب کو نہ چھپائے، اس لئے کہ اس سے دوسروں کے حق کے فوت ہونے کا خوف ہے اور اگر لڑکی یا اس کے افراد خانہ اس ڈاکٹر سے معلوم کریں تو اس صورت میں بدرجہ اولیٰ اس کے راز کو ظاہر کر دے۔ اس ڈاکٹر کی اخلاقی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ اس راز کو ظاہر کر دے اس لئے کہ نکاح کا مقصد محبت و مودت ہے اور تسکین ہے جو کہ عیب کی صورت میں باقی نہیں رہے گا۔

(۲) ایسے وقت میں جب مرد و عورت کے درمیان نکاح کی بات چل رہی ہو تو اپنی طبی جانچ کے لئے کسی ڈاکٹر کے پاس آتے ہیں، جس کے نتیجہ میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو ایسا مرض ہے، جس کے نتیجہ میں یہ اندیشہ ہے کہ بچے ناقص الاعضاء پیدا ہوں گے، یا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرد یا عورت کے مادہ منویہ اس قابل نہیں ہیں کہ اس سے تولید ہو تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کی یہ انسانی ہمدردی کے ناطے اخلاقی ذمہ داری ہے کہ ان کو آگاہ کرے کیونکہ نکاح کا ایک مقصد جہاں محبت و مودت اور تسکین قلب ہے

(۱۰) یہ سوال محور دوم کے سوال (۶) کے قبیل سے ہے اور اس کا مفصل جواب گزر چکا۔ یہاں بھی ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔ اور ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ اس مریض کے راز کو ظاہر کردے۔ تاکہ لوگ اس ضرر سے اور اس مرض سے محفوظ رہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

مولوی نظام الدین قاسمی
(دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد)

افشاء راز

غیبت حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن میں بصراحت اس سے منع کیا گیا ہے۔ اور اسے اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا ہے۔ اور حدیث میں نہ صرف غیبت کرنے بلکہ سننے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ (ریاض الصالحین ۵۰۵/۲) لیکن اس کے ساتھ ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہمیں بعض واقعات ایسے ملتے ہیں جن سے بظاہر معلوم ہوتا کہ آپ نے خود غیبت کی ہے مثلاً

(۱) ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک انصاری عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا ایک نظر اس لڑکی کو دیکھ لو کیوں کہ انصار کی آنکھوں میں کچھ عیب ہے۔ (مشکوٰۃ ۲۶۸/۲)

(۲) فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا کہ "معاویہ" اور "ابو جہم" نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے آپ کی کیا رائے ہے؟ نبی اکرم نے فرمایا کہ ابو جہم تو اپنی بیوی کو بہت مارا کرتے ہیں، رہے معاویہ تو وہ بالکل دست نگر اور قلاش ہیں۔ (حوالہ سابق)

ان دونوں طرح کے نصوص کو سامنے رکھ کر رمز آشنا شریعت فقہاء و محدثین نے اصول بنایا کہ صحیح مقصد کے لئے غیبت مباح ہے مثلاً

☆ ظالم کے ظلم کا تذکرہ کرنا تاکہ انصاف مل سکے۔

☆ منکرات اور برائیوں کو روکنے کے غرض سے کسی سے اس کی شکایت کرنا۔

☆ مشورہ کے وقت اصل حقیقت کو ظاہر کرنا جیسا کہ مذکورہ دونوں حدیثوں میں ہے۔

☆ کسی مسلمان کو دھوکہ دہی سے بچانا مقصود ہو۔ جیسے خریدار بیچنے والے کو کھوٹا سکہ دے رہا ہے اور وہ اس سے ناواقف ہے۔ کوئی تیسرا اس سے باخبر ہے تو وہ بیچنے والے کو اس سے آگاہ کرسکتا ہے علامہ شامی لکھتے ہیں: فمالو رأى المشتري يعطي البائع دراهم مغشوشة فيقول احترز منه۔ (رد المحتار ۲۶۳/۵)

معلوم ہوا کہ ہر موقع پر غیبت ناجائز نہیں بلکہ بعض مواقع پر کسی بڑے مقصد کے حصول کے لئے اس کی اجازت ہے۔ افشاء راز بھی ایک طرح سے غیبت ہی ہے کیوں کہ غیبت کی تعریف یہ کی جاتی ہے "ذکرک اخاک بما یکرہ" (اپنے بھائی کے ان چیزوں کا تذکرہ کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہے) اور یقینی طور سے کوئی اسے پسند نہیں کرتا کہ اس کے راز کا افشاء کیا جائے۔

مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ کسی بڑے مقصد کے حصول کے لئے افشاء سر کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ اس لئے اگر کسی

خون اور پیشاب کی ناپاکی مسلم ہے۔ مردار کی حرمت پر اتفاق ہے۔ لیکن اس کے باوجود دوسری دواؤں کی عدم موجودگی میں ان کے استعمال کی اجازت ہے۔ (المغنی [illegible])

معلوم ہوا کہ اگر حرام چیزوں کے استعمال کے بغیر علاج ممکن نہیں تو بطور دوا، حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص شراب کا عادی ہے اور اس کے بغیر علاج ممکن نہیں کہ وقتاً وقتاً سے وہی شراب یا نشہ آور چیز کا استعمال کرایا جائے جس کا وہ عادی ہے اور مریض کے علم میں لائے بغیر کوئی ایسی دوا شامل کردی جائے کہ اس کی وجہ سے وہ متلی یا قے وغیرہ کی شکایت میں گرفتار ہو جائے اور اس طرح شراب کی لت چھوڑ دے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

(۹) شہادت ایک امانت ہے۔ جس طرح امانت کی واپسی ضروری ہے۔ اس میں خیانت بدترین جرم ہے۔ اسی طرح گواہی دینا لازم ہے اور اس کو چھپانا معصیت ہے۔ رب کائنات کا ارشاد ہے: ولا تکتموا الشہادۃ و من یکتمھا فانہ آثم قلبہ۔ (سورۃ البقرۃ [illegible])

یہی وجہ ہے کہ فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی معاملہ کا گواہ ہو لیکن صاحب معاملہ اس سے واقف نہ ہو مقدمہ عدالت میں پیش ہو، معلوم ہے کہ گواہ نہ ہونے کی بناء پر مقدمہ خارج کر دیا جائے گا اور صاحب معاملہ کا حق مارا جائے گا تو اس گواہ کے لئے بلا طلب حاضر ہو کر گواہی دینا ضروری ہے۔ (المبسوط [illegible])

لہذا اگر کسی مریض نے کسی جرم کا ارتکاب کیا اور ڈاکٹر کے پاس اپنے اس جرم کا اقرار کیا اور اسی جرم کی بناء پر دوسرا کوئی شخص ماخوذ ہے اور مقدمہ زیر عدالت ہے، پورا اندیشہ ہے کہ دوسرا شخص جو در اصل بری ہے مجرم قرار دے دیا جائے تو ایسی صورت میں ڈاکٹر اور کوئی جو اس جرم سے واقف ہے۔ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اصل مجرم کے بارے میں عدالت میں آکر گواہی دے تاکہ بے گناہ شخص رہا ہو سکے۔

ڈاکٹر کی کوتاہی

اگر معالج طبیب اصول کی رعایت کرنے کے بعد کوتاہی واقع ہو جائے تو اس پر ضمان نہیں۔ بیشتر عبارات فقہا اس بات پر دال ہیں۔ (دیکھئے فتاویٰ [illegible]) فتاویٰ میں قنیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ بچی اگر چھت سے گر جائے اور سر پر سخت چوٹ آئے اور ڈاکٹروں نے آپریشن کو اس کے حق میں نقصان دہ ہونا بیان کیا، لیکن ان تمام کے خلاف کسی ایک طبیب نے یہ رائے ظاہر کی کہ اگر میں آپریشن نہ ہوا تو جان کا خطرہ ہے چنانچہ اس کے بعد اس کا آپریشن کرنے کی وجہ سے بچی کا انتقال ہو گیا تو وہ ضامن نہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ اصول کی رعایت پوری طور پر کرنے کے باوجود واقع ہونے والا قتل موجب ضمان نہیں۔ البتہ اگر اصول کی رعایت نہ کی اور کوتاہی ہوئی تو ضمان ضرور عائد ہوگا۔ چنانچہ حسب ذیل عبارات فقہا میں اس کی نشاندہی کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں۔

ڈاکٹر نے مریض کے علاج کے لئے وہ طریقہ اپنایا جو فن طب کے ماہرین کے اصول کے اعتبار سے مریض کے لئے مفید ہے لیکن اس کے باوجود قتل ہو گیا تو ضمان نہیں ہے البتہ اصول کی رعایت نہ کرنے میں اس پر ضمان ضرور عائد ہوگا۔ (الام [illegible])

نیز ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں معالج طبیب نے صحیح آلہ یا مناسب وقت یا معروف حدود تک جراحی و آپریشن وغیرہ میں رعایت نہیں کی جو اصول طب کے اعتبار سے انتہائی ضروری اور لازمی ہے اور نتیجہ تجاوزی ہوگی تو ان ساری صورتوں میں اس ڈاکٹر کو تاوان اور ضمان دینا پڑے گا۔ (المغنی [illegible])

اس سلسلہ میں صاحب البحر الرائق کا بیان کردہ دو شرطوں کا نقل کرنا کافی ہے فرماتے ہیں۔ ضمان کے واجب نہ ہونے کے لئے اجازت کی شرط کے علاوہ صحیح طریقے سے علاج و معالجہ کرنا ضروری ہے۔ (دیکھئے [illegible])

بلا اجازت آپریشن شدت و ضرورت کے وقت

نکاح اور اموال کی طرح جسمانی تصرف کے باب میں شریعت نے ولایت کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔ لہٰذا جراحت و معالجہ میں بھی خود مریض کی (جب کہ وہ بالغ ہو) یا اس کے ولی کی اجازت ضروری ہے۔ فتاویٰ ہندیہ کے [illegible] پر ہے ولا ضمان على الحجام والفصاد والبزاغ والختان [illegible]۔ یعنی ان مذکورہ حضرات کے عمل جراحت کی وجہ سے مریض کی موت ہو گئی تو ان پر ضمان نہ ہوگا کیوں کہ اجازت موجود ہے۔ اس کے علاوہ ابن نجیم کا بیان کردہ ضابطہ (جو دو شرطوں پر مشتمل ہے) ابھی گزرا، جس میں بھی اذن کو مشروط قرار دیا۔ البتہ یاد رہے کہ اجازت کے لئے اگر وہ بالغ ہے تو اس کی اجازت کافی ہے ورنہ ولی کی اجازت ضروری ہے۔ (دیکھئے ہندیہ [illegible])

مناسب تجویز

پس اگر مریض بچہ ہے یا بے ہوش ہو چکا ہے (جیسا کہ تیسرے سوال میں ہے) اور ان کی نظر میں آپریشن انتہائی ضروری ہے تو اس صورت میں حکومت وقت سے یا امام المسلمین سے اجازت طلب کرکے آپریشن کر سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں دیگر مذاہب کے فقہا کی کچھ تصریحات ملتی ہیں مثلاً امام مالک سے "البیان والتحصیل لابن رشد" میں منقول ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آپریشن وغیرہ کے معاملات میں اطبا کی بے جا جرأت کے روک تھام کے لئے امام مالک نے یہ تجویز بیان فرمائی کہ ایسے معاملات بھی حاکم وقت کے حوالہ ہونا چاہئے۔ اور اس سلسلہ میں انھوں نے اطبا کی حق تلفی زیادتیوں کا بھی حوالہ دیا ہے۔ مذکورہ

یہ مرض کے شکار کی بڑھتی ہوئی تعداد تین سال کے بعد ۵۰۰۰ سے ۲۰۰۰۰ ہو گئی۔ اس کے علاوہ اس مرض کے امراض سے متاثر مرضا کی لمبی فہرست بیان کی جاتی ہے۔ اس مرض کے درد و کرب سے بے چینی و تکالیف کا اندازہ تو صاحب مرض کی زبانی سنئے۔

ایسا مریض خود اپنے تکالیف میں مبتلا ہو کر پریشان نہیں ہوتا بلکہ معاشرہ میں بھی اس کو اندیشہ رہتا ہے کہ اس کے خلاف لوگ بے مروتی کا ثبوت دیں گے حتی کہ اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام بھی نہ ہو پائے گا (العیاذ باللہ) واقعہ یہ ہے کہ ایسے امراض کا جنم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا مصداق ہے جو آپ نے اخیر زمانہ کے ان جیسے ہی امراض کے متعلق فرمائی تھی: لم تظهر الفاحشة

في قوم قط حتى يعلنوا بها الا فشا فيهم الطاعون والاوجاع التي لم تكن مضت في اسلافهم الذين مضوا. (ابن ماجہ ۲/۳۰۰ عن ابن عمر)

اس کے بعد اس کے اسباب کو ملاحظہ فرمائیں ـــ ماہرین اطباء نے اس کے چار اسباب بیان کئے ہیں۔

(۱) جنسی اتصال و اختلاط (۲) ایسے مریض سے آلودہ خون یا اس کے اثرات اس دوسرے تک منتقل ہونا (۳) ایسے مریضوں کے لئے استعمال شدہ انجکشن کو دوسرے کے لئے استعمال کرنا (۴) اس مرض میں مبتلا ماں کے رحم میں بچے کا متاثر ہونا ـــ حقیقۃً مذکورہ اسباب کا حاصل یہ ہے کہ کسی نہ کسی صورت میں ایڈز کے وائرس سے بے احتیاطی اس مرض کے تعدی کا سبب ہے۔ اطباء نے جن سات امراض کو متعدی شمار کیا ہے ان کے ساتھ اس کو بہت قریبی مناسبت ہے۔ ملا علی قاری نے [illegible] کے تحت ان سات امراض کو بیان فرمایا (۱) جذام (کوڑھ) (۲) جرب (خارش) (۳) جدری (چیچک) (۴) الحصبہ (بخار کی ایک مخصوص قسم جس میں کھانسی و زکام کا بھی اثر رہتا ہے) (۵) البخر (گندہ دہنی) (۶) الرمد (آشوب چشم) (۷) ہر قسم کے عام وبائی امراض۔ (مرقات ۹/۰۰)

اس تمہیدی گفتگو کی روشنی میں محور دوم میں دریافت کردہ مسائل کا حل حسب ذیل ہے۔

ایسے مہلک مرض میں گرفتار شخص کے لئے واجب و ضروری ہے کہ اپنے گھر والے اور متعلقین کو اس مرض کی اطلاع کرے بلکہ ڈاکٹر کی بھی شرعی ذمہ داری ہے کہ اس مرض کو بیان کر دے تاکہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے میں کوئی کوتاہی نہ ہو۔ اگرچہ اس صورت اظہار میں مریض کو نقصان ہوگا لیکن شریعت کا یہ بھی مسلمہ ضابطہ ہے کہ يتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام۔ (الاشباہ ۱۰۰)

نیز اذا تعارض مفسدتان روعي اعظمهما ضررا بارتكاب اخفهما (الاشباہ ۹۸) ثابت ہے اور ظاہری بات ہے کہ عدم اظہار میں پوری کمیونٹی و سماج کا نقصان ہے اور اظہار میں شخصی و انفرادی ضرر ہے اس لئے اھون ضرر کو برداشت کیا جائے گا بلکہ اھون ضرر کا واقع ہونا (سماج میں خاص اقارب میں اچھوت ہو جانا) ظنی ہے یقینی نہیں ہے جیسا کہ سماج کو نقصان پہنچنا یقینی نہیں ہے گویا دونوں ضرر ظنی ہے البتہ ایک شخصی ہے اور دوسرا اجتماعی لہٰذا اھون کو برداشت کرتے ہوئے نظر انداز کیا جائے گا۔ اور فقہ میں اس مسئلہ کی بے شمار جزئیات ملتی ہیں بخوف طوالت اس کے ذکر سے گریز کیا جاتا ہے۔ البتہ وجوب اظہار کی صورت میں جہاں تک غیبت کا تعلق ہے اس کا تفصیلی جواب محور سوم میں آرہا ہے۔

مہلک امراض میں اہل خانہ اور سماج کی شرعی ذمہ داری

اگرچہ تفصیل سابق سے مرض میں تعدی کو سبب کے درجہ میں ثابت کرتے ہوئے وجوب اظہار کا حکم دیا گیا اور احتیاطی تدابیر کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان مریضوں کی تیمارداری بھی شرعاً فرض کفایہ کے درجہ میں ہے چنانچہ حدیث میں ہے۔ "عن ابی موسی رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطعموا الجائع وعودوا المریض وفکوا العانی" (بخاری ۲/۸۴۳، ابوداؤد ۲/۴۴۰، [illegible]) اس حدیث میں عیادت کو واجب قرار دیا ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے "باب وجوب العیادۃ" میں اس کا اندراج کیا ہے۔

(۲) یعنی شوہر کا جو ایسا عیب جس کے ہوتے ہوئے اس کے ساتھ قیام ضرر اٹھائے بغیر ممکن نہ ہو تو نکاح فسخ ہو جائے گا جیسا کہ حافظ الحجتین علامہ زیلعی نے امام محمد کی طرف نسبت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

وقال محمد ترد المرأة اذا كان بالزوج عيب فاحش بحيث لا تطيق المقام معه لانه تعذر عليها الوصول الى حقها لمعنى فيه (زیلعی ۳/۲۵)

(۲۰) جنون (المبسوط ۵/۹۷) اور یہی مفتی بہ قول ہے جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔ ایسا جنون جو وقفہ سے طاری ہوتا ہو اس میں فوری طور پر عورت کو فسخ نکاح کا اختیار دینے کے بجائے شوہر کو ایک سال کی مدت علاج مہلت دی جائے گی جیسا کہ عنین میں ہوتا ہے اور اگر دائمی جنون سوار ہو تو مطلوب علاج کر کے ساتھ فوری طور پر نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اس مسئلہ کو جبہ ماخذ سے متعلق قرار دیا ہے۔ (ہندیہ ۱/۵۲۶)

(۳) حضرات شیخین کا قول ہے ان کے نزدیک فقط جب و عنین میں فسخ کا اختیار ہے ورنہ نہیں، اس کے علاوہ کسی بھی عیب میں حق تفریق حاصل نہیں ہے۔

اس ضابطہ کے بعد ''ایڈز'' کو ملاحظہ فرمائیں کہ کیا اس مرض میں مبتلا مریض کے ساتھ عورت رہ سکتی ہے یا نہیں، اگر قیام ممکن ہے تو خیار نہیں ہے ورنہ اختیار رہے گا۔ ظاہری بات ہے کہ ایڈز کی حقیقت سابقہ کے پیش نظر اس کا قیام انتہائی مشکل ہے حتیٰ کہ جذام اور برص سے بھی خطرناک مرض ہے۔ لہٰذا ایڈز میں بطریق اولیٰ حق خیار حاصل رہے گا۔ البتہ اگر عورت خود راضی ہو تو وہ اور بات ہے چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں تصریح ہے: ان علمت المرأة وقت النكاح انه عنين لا يصل الى النكاح لا يكون لها حق الفسخ. (ہندیہ ۱/۵۲۴)

ایڈز کے سبب اسقاط حمل

اسقاط کا اصل ضابطہ یہ ہے کہ نفخ روح کے بعد قطعاً حرام ہے اس کا مرتکب قتل نفس کا مجرم ہوگا۔ شامی میں ہے: ومنعهم الشافعية انه القتل لو استبان خلقه ومات بفعلها (۵/۲۰۹) اشیخ ''فتح الملک العلام'' میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ ''[illegible] في اسقاطه بعد نفخ الروح محرم وهو الاجماع'' (۲/۲۲۹) اور واضح رہے کہ مدت نفخ چار ماہ یعنی ایک سو بیس دن ہے۔ (شامی ۵/۲۰۹) البتہ نفخ روح سے پہلے اسقاط کی دو صورتیں ہیں (۱) بلا عذر اسقاط (۲) عذر کے پیش نظر حمل کو ساقط کرنا — پہلی صورت میں مرتکب کے گنہگار ہونے میں کوئی شبہ نہیں، البتہ ضمان کے مسئلہ میں اختلاف ہے۔ صاحب فتاویٰ تاتار خانیہ علامہ سرخسی موجب ضمان قرار دیتے ہیں۔ (دیکھئے شامی ۵/۲۰۹، فتاویٰ قاضی ۳/۴۱۰، المبسوط [illegible]) جب کہ دیگر حضرات جائز لیکن مکروہ کہتے ہیں ضمان کے قائل نہیں، مثلاً ابن وہبان اور فقیہ ابو موسیٰ وغیرہ۔ ابن وہبان فرماتے ہیں: فيه لا اثم اثم القتل (شامی ۵/۲۰۹) اور فقیہ ابن موسیٰ کے متعلق شامی میں صراحت ہے: ونقلوا عن الفقيه ابي موسى يقول انه يكره فان الماء بعد ما وقع في الرحم ماله الحياة فيكون له حكم الحياة. (شامی ۵/۲۰۹)

اور دوسری صورت یعنی بحالت عذر و ضرورت حمل ساقط کرنا جائز ہے اور اس کے اعذار بھی دو طرح کے ہیں ایک تو ماں کی جانب سے عذر ہو مثلاً یہ کہ ظہور حمل کے بعد اس کی جان کے ہلاکت کا خوف ہو یا اس کے دودھ کے منقطع ہونے کا اندیشہ ہو۔ (شامی ۵/۲۰۹)

یا کبھی عذر بچے کی جانب سے ہوتا ہے مثلاً ماں کے رحم میں موجود بچے پر صعوبتی مرض کے یا کسی مہلک مرض کے سرایت کا اندیشہ ہو جو ولادت کے بعد قوی درجہ میں جان لیوا ہو — چنانچہ زیر بحث مسئلہ یعنی ایڈز کی بنیاد پر اسقاط بھی اسی صورت میں داخل ہے۔ بہرحال ایڈز کی وجہ سے بعد نفخ اسقاط بالکل جائز نہیں، البتہ نفخ روح سے پہلے بوجہ عذر جائز ہے۔

(۹) اس مسئلہ کا تعلق دو حیثیت شہادت کے ساتھ ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ صاحب حق اگر اپنے لئے کسی واقف احوال کو گواہی دینے کے لئے طلب کرے تو گواہی دینا فرض ہو جائے گا۔ (در، ۱۰۰۰) لیکن بعض حالات میں از خود گواہی دینا بھی فرض ہو جاتا ہے وہ صورت یہ ہے کہ صاحب معاملہ کو اپنے احوال سے واقف شخص کا علم نہ ہو اور گواہی کے لئے پریشان ہو یا یہ خود کہ بینہ پیش نہ کرنے پر اس کا ضرر ہوتا ہو تو واقف شخص پر از خود گواہی دینا فرض ہے۔ (دیکھئے حاشیہ، ۲۰۰۰) مسئلہ اسی جزئیہ کے تحت اس مسئلہ کو حل کرتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ غیر مجرم سے رفع ضرر کے لئے از خود ڈاکٹر کا مجرم کے متعلق رپورٹ دینا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایڈز اور طاعون و کینسر

احکام و مسائل

مولانا رشید عالم ندوی
(سراج العلوم محبوب نگر، اے پی)

ایڈز کو چھپانا

ایڈز کی بیماری چوں کہ مہلک اور گھناؤنی ہے اور اس سے انسانی شرافت پر دھبہ آتا ہے۔ خواہ اس کی پیدائش کی کوئی بھی وجہ ہو، اس لئے معاشرہ میں اپنی ساکھ کو برقرار رکھنے اور زندگی کو اجیرن ہونے سے بچانے کے لئے اگر کوئی شخص اپنے مرض کو چھپانا چاہتا ہے اور گھر والوں کو اس سے واقف نہیں کرتا ہے، تو اس کو چھپانا مناسب اور درست ہے، بغیر کسی کو اطلاع دیئے ہوئے علاج و معالجہ کرتا ہے، ڈاکٹروں سے رجوع کرے اور ڈاکٹر بھی رازدارانہ طریقہ پر علاج کرتا ہے، اور ان کے گھر والوں تک اطلاع نہ دے۔ ایک مسلم بھائی کے عیب کو چھپانے میں مدد بھی ہو جائے گی۔

اس میں ایک تو خود مریض کسمپرسی کے عالم میں ہوتا ہے اور اپنی ہی اندرونی کیفیات سے وہ کافی پریشان ہوتا ہے، پھر اگر لوگوں کو اطلاع ہو جائے گی تو مزید گھٹن کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لہٰذا "من ستر مسلما" کے ارشاد کی بنا پر مناسب یہ ہے کہ عیب کا افشاء نہ کرے لیکن ساتھ ساتھ وہ ڈاکٹر ان تمام تدابیر کو استعمال کرے جس سے مرض متعدی نہ ہو اور دوسرے لوگ اس سے بچ بھی سکیں۔ ڈاکٹر اسے اس بات کی تاکید کردے کہ خون دوسروں تک منتقل نہ ہو اور نہ ہی اسے اس کی اجازت دے کہ وہ اپنی بیوی سے مجامعت کرے اس لئے کہ خون کے ذریعہ اور جنسی مجامعت کی بنا پر یہ مرض دوسروں تک منتقل ہوتا ہے۔ لہٰذا اس طرح کی اور دوسری چیزوں سے بھی احتیاط برتے۔

مریض کی نگہ بانی

مریض خواہ کیسے ہی ہوں ان کے متعلقین اور اہل خانہ کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس کی نگہ بانی کریں اور جس چیز کی ضرورت ہو دوا دارو وغیرہ فراہم کریں۔ تمام امراض میں خطرناک طاعون کی بیماری ہے جو بہت ہی قدیم اور مہلک ہے، ایسے مرض کے پائے جانے کی صورت

میں آپ ﷺ نے اس بستی میں جانے سے منع فرمایا۔ لیکن وہاں بھی اس کی تاکید فرمائی کہ مریضوں کی تیمارداری کے خوف سے انہیں بے یار و مددگار چھوڑنا درست نہیں۔ بلکہ جو لوگ مریض کے قرب میں ہیں وہ اس کی دیکھ ریکھ کرتے رہیں گے۔ طب نبوی کے ذیل میں حدیث نبوی مذکور ہے۔ بخاری نے روایت کی ہے۔

"إذا سمعتم بالطاعون بأرض فلا تدخلوها وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا منها" (بخاری کتاب الطب)

جب تم کسی سرزمین میں طاعون کی خبر سنو تو وہاں مت جاؤ اور اگر وہیں موجود ہو جہاں تم موجود ہو تو وہاں سے نہ نکلو۔

مرض کا منتقل ہونا

ایڈز کے مریض نے کوئی ایسا عمل کیا جس سے اس کی بیماری دوسروں تک منتقل ہوگئی اور دوسروں تک جراثیم پہنچ گئے۔ مثلاً کسی ضرورت مند کو خون دے دیا جس کی بنا پر وہ بھی ایڈز کا شکار ہوگیا یا اور کوئی ایسی صورت اختیار کی جس سے یہ مہلک مرض دوسروں تک ہوگیا۔ حالاں کہ وہ مریض اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ اس طرح کے عمل سے مرض دوسروں تک منتقل ہوجاتا ہے۔ جب کہ اس کا ارادہ بھی تھا کہ اسی کی طرح دوسرا شخص بھی اس مہلک مرض میں مبتلا ہوجائے تو ایسی صورت میں شریعت کی نگاہ میں وہ شخص گنہگار ضرور ہوگا۔ اس لئے کہ ایک بھائی کے لئے خیر خواہی کے بجائے بدخواہی کا معاملہ کیا۔ اس بدنیتی کا گناہ اس کو ہوگا۔

لیکن یہ شخص سزا کا مستحق اور قانونی پکڑ میں نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ وہ اس کا قاتل نہیں ہے۔ لہٰذا سزا نہیں دی جائے گی البتہ گنہگار ضرور ہوگا۔

فسخ نکاح

اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے یہاں ثبوت موجود ہے اور آثار صحابہ سے بھی اس دن لگ سکتے ہیں کہ اگر شوہر کو مہلک مرض درپیش ہوجائے جس سے حقوق زوجیت ادا کرنا مشکل ہوجا ہو تو ایسی صورت میں عورت اس شوہر سے جدا ہوسکتی ہے۔ مؤطا کی حدیث ہے۔

عن سعيد بن المسيب انه قال ايما رجل تزوج امرأة وبه جنون او ضرر فانها تخير ان شاءت قرت وان شاءت فارقت۔ (مؤطا امام محمد ۲۰۰)

حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ وہ شخص جس سے کسی عورت کی شادی ہوئی اور اس شوہر کو جنون یا اور کوئی مرض لاحق ہو تو اس عورت کو اختیار ہوگا چاہے اس شوہر کے پاس رہے یا جدا ہوجائے۔

فقہاء نے ان آثار و قرائن کی بنا پر چند مخصوص قسم کے امراض کے لاحق ہوجانے کی صورت میں فرقت کو درست قرار دیا ہے۔ جیسے جنون یا مجبوب و مقطوع العضو ہے۔ یعنی ان ہی امراض کو قابل فسخ قرار دیا جو بظاہر زوجین کے مقاربت میں حرج واقع کرسکتا ہو۔ باقی

اور دوسرے ایسے امراض جس سے مقاربت ممکن ہو خواہ دوسرے مہلک امراض پیدا ہوں رہے ہوں۔ بعض فقہاء نے اس کی رعایت نہیں کی ہے۔

امام محمدؒ کے نزدیک کوئی خاص مرض متعین نہیں ہے بلکہ کوئی بھی بیماری جس کے پائے جانے کی صورت میں فسخ نکاح درست ہے اس میں اصل وجہ ضرر سے بچانا ہے تاکہ دوسرے افراد اس سے محفوظ رہ سکیں۔ لہٰذا ایڈز میں یہ بات مکمل صادق آتی ہے اس میں ضرر اشد کا قوی امکان ہے لہٰذا یہاں بھی عورت کو ہر دو صورتوں میں فسخ نکاح کا اختیار ہوگا جب کہ شادی کے بعد ایڈز پیدا ہوا ہو، یا شوہر نے بغیر بتائے ایڈز کی حالت میں نکاح کرلیا ہو۔ دونوں صورتوں میں عورت جدا ہوسکتی ہے۔ اس مسئلہ میں امام محمدؒ کی رائے ہی مناسب ہے ملاحظہ فرمائیں۔

> امام محمدؒ کا قول عیوب خمسہ میں نکاح فسخ کرنے کا اختیار اس لئے ہے تاکہ عورت سے ضرر کو دفع کیا جاسکے اور یہ عیوب ضرر پہنچنے میں اس سے بھی زیادہ قوی ہیں اس لئے کہ عام طور سے یہ مرض متعدی ہے۔ جب ان میں اختیار حاصل ہوا تو اس میں بدرجہ اولیٰ اختیار ثابت ہوگا۔ (بدائع الصنائع ۲، ۳۲۷)

اسقاط حمل

جب کسی عورت کے بارے میں یہ علم ہوگیا کہ اسے ایڈز کی بیماری ہے۔ ایسی خاتون کو ابتدائی مرحلہ ہی میں اپنے شوہر سے مقاربت سے دور رکھا چاہئے۔ بالفرض اگر حمل قرار پاگیا تو اب آئندہ نسل کے لئے اس مرض میں مبتلا ہونے کا قوی امکان ہوگا۔ جس صورت میں اگر حمل باقی رکھا جائے تو معصیت کا سامنا کرنا پڑے گا اور اگر اسقاط کیا جائے تو یہ بھی غیر شرعی عمل ہوگا جو کسی طرح بھی مناسب نہیں ہوگا۔

لیکن اسقاط حمل کے سلسلے میں اس قدر دلیل ملتی ہے کہ اگر دوران رضاعت حمل پایا جاتا ہو جس کی وجہ سے ماں کا دودھ خشک ہو جانے اور باپ اس قدر سرمایہ دار بھی نہ ہو جس سے بچے کے لئے دودھ کا نظم کر سکے۔ تو ابتدائی مرحلہ میں اگر اس حمل کو ساقط کر دیا جائے تو اس کی اجازت ہے۔

یہاں بھی یہی صورت ہے کہ اگر بچہ پیدا ہوگیا تو اپنے کو اور دوسروں کو ہلاک کرنے کا سبب بنے گا اس لئے قبل اس کے کہ حمل میں صورت گری ہوئی ہو اسقاط درست ہوگا۔ اس لئے کہ اس وقت کسی انسان کو قتل کرنا لازم نہیں آئے گا۔ ہاں اگر رحم میں تخلیق ہو چکی ہے تو اسقاط حرام ہوگا۔ قاضی خاں میں ہے:

> دودھ پلانے والی عورت اگر حمل سے ہو، جس کی وجہ سے اس کا دودھ آنا بند ہوگیا ہو اور بچے کے والد کے پاس سرمایہ بھی نہیں کہ دودھ پلانے والی کا نظم کر سکے اور بچہ ہلاکت کے قریب ہو تو فقہاء عام سے ہٹ کر گویا خون نکالنے کی
>
> اجازت دیتے ہیں جب تک کہ نطفہ یا علقہ یا مضغہ ہو۔ اس لئے کہ اسے آدمی نہیں کہہ سکتے۔ (قاضی خاں [illegible])

اس بنا پر یہ ضروری ہوگا کہ بچے کی صورت بننے سے قبل جس کی مدت اندازاً سو دن یا ایک سو بیس دن ہے اس کے اندر ہی اسقاط کرے تو کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ اس کے بعد درست نہیں ہے۔

اسکولوں میں شریک کرنا

ایسے مریض بچے جو ایڈز میں مبتلا ہیں اگر انھیں تعلیم دینے کا مسئلہ درپیش ہو تو جو مناسب اسکول ہو۔ جہاں جنسی بے راہ روی نہ ہو اس کا اندیشہ کم ہو کہ لڑائی وغیرہ کی بنا پر خون خرابہ ہوگا اور اس سے مرض دوسروں تک سرایت کر جائے گا تو ایسے اسکولوں میں شریک کرانا نامناسب نہیں ہوگا۔ اس طرح اگر اسکول میں شریک درس ہے تو وہاں سے نہ نکالے۔ ہاں اگر ایسا اسکول ہے جہاں مرض کی تیزروی ہے اور خون خرابہ کا بھی واقعہ آئے دن رونما ہوتا رہتا ہے تو پھر ایسے اسکول میں شریک نہ کرے بلکہ اسکول بدل دینا مناسب ہوگا۔

تیمارداری ضروری ہے

اولاد سے انسان کا فطری تعلق ہوتا ہے اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے کوئی ماں باپ گوارہ نہیں کر سکتے۔ طاعون والی حدیث میں جہاں بستی چھوڑ کر بھاگنے سے منع کیا گیا ہے اس سے یہی مراد ہے کہ اس بستی کے باشندے کا خوف کھا کر یہ شخص کی تیمارداری سے بچ کر نکلنا درست نہیں ہے۔ لہٰذا یہ تو بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگیا کہ جس کے گھر اس کی اولاد میں سے اس طرح کے مہلک مرض میں مبتلا ہو اس کی دیکھ ریکھ اور تیمارداری ضروری ہوگی۔ بخاری کی حدیث ہے۔

> جب کسی سرزمین میں طاعون کی اطلاع ملے تو اس جگہ مت جاؤ اور جہاں یہ مرض ہو وہاں سے مت نکلو۔

(بخاری باب ما یذکر فی الطاعون)

مرض الموت کا حکم

ایڈز، طاعون اور کینسر وغیرہ جیسے مہلک بیماری جب آخری مرحلہ میں پہنچ جائیں اور وہ لاعلاج ثابت ہو جائیں، ڈاکٹر بھی مکمل ناامیدی ظاہر کر دے کہ اب یہ مریض علاج سے باہر ہو چکا ہے اب اس کا علاج موت ہی ہے، تو ایسے وقت جبکہ ظاہری علامات موت کا پیش خیمہ ہیں، ایسے مریض کے بارے میں مرض الموت کا حکم لگانا درست ہے۔ اس لئے کہ فقہاء کے نزدیک مریض الموت کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ صاحب فراش ہو، بلکہ جس میں ظاہری اسباب موت کے لئے قوی تر ہو چکے ہوں تو ایسے افراد کو بھی مرض الموت میں مبتلا سمجھا جائے گا، ہندیہ میں ہے:

> قول محقق یہ وقول مختار یہ ہے کہ جب موت یقینی ہو جائے تو ایسے شخص کو مرض الموت میں شمار کریں گے خواہ وہ شخص صاحب فراش ہو یا نہ ہو۔ (فتاوی ہندیہ [illegible])

لہذا ایڈز، طاعون اور کینسر وغیرہ امراض جب اس حد کو پہنچ جائیں کہ ڈاکٹر ناامید ہو جائے تو ایسے مریض کے لئے مرض الموت کا حکم لگایا جائے گا اور اس پر وہ تمام احکام جاری ہوں گے جو کسی مرض الموت والے مریض پر عائد کئے جاتے ہیں۔

آمد و رفت پر پابندی

ایسے علاقے میں جہاں طاعون یا ایڈز جیسے امراض ہوں اگر حکومت مسافرین کی آمد و رفت میں پابندی لگائے تو یہ درست ہے، اس لئے کہ حدیث طاعون اس بات پر شاہد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت فرمائی کہ جہاں طاعون ہو وہاں مت جاؤ اور اگر تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔ لہذا اس بات کے پیش نظر حکومت کا پابندی عائد کرنا درست ہوگا اور لوگوں کو اس کا پابند ہونا بھی ضروری ہوگا۔

آمد و رفت کی اجازت

طاعون زدہ علاقہ میں آنے جانے سے روکنے کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے کہ مریض کو لوگ وحشت میں ڈال کر بھاگ نکلیں گے پھر اس کا پرسان حال کوئی نہ ہوگا، یا اس وجہ سے کہ مرض اور شفا تو اللہ کی قدرت میں ہے، لیکن وہاں ایک اجنبی شخص جانے کے بعد اگر مرض میں مبتلا ہو گیا تو اس کے اندر یہ بات پیدا ہو سکتی ہے کہ میں یہاں آکر اس مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

> تاکہ کوئی شخص اعتقاد نہ کر بیٹھے کہ اگر اس بستی میں جہاں طاعون ہے وہاں جائیں گے تو مرض اسے متعدی ہو کر گرفتار کرے گا، جو ممنوع ہے جیسا کہ ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری [illegible])

اس کے برخلاف جو شخص عزم کا پکا ہو اللہ پر پورا بھروسہ ہو ایسے شخص کے لئے جانا منع نہیں۔ لہذا ضرورت مند افراد کا وہاں سے نکلنا اور دوسرے ضرورت مند حضرات کا وہاں جانا درست ہے۔ فتح الباری میں ہے:

> بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کا روکنا یہ نہی تنزیہی پر محمول ہے۔ لہذا ایسے لوگوں کا نکلنا درست ہے جس کا اللہ پر مکمل بھروسہ ہو اور اس کا یقین پختہ ہو۔ (فتح الباری [illegible])

اس کی مزید وضاحت فتح الباری میں موجود ہے کہ ضرورت کے پیش نظر نکلنا درست ہے جب کہ فرار کی نیت نہ ہو، یا وہ تجارتی ضرورت یا علاج و معالجہ کی غرض سے نکلنا چاہے تو جانا درست ہے۔

جن حضرات نے نکلنے کی اجازت دی ہے وہ فرار کے ارادے سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، اس لئے کہ وہ فرار اختیار کرنے
کی غرض سے نہیں نکل رہا ہے بلکہ دوا کے لئے، لہٰذا جو شخص ضرورت کی بناء پر نکلے فرار کا ارادہ نہ ہو ایسا شخص منع
کئے ہوئے افراد میں شامل نہیں ہوگا۔ ([illegible])

مولوی شمشاد احمد قاسمی
دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد

(۱) ایڈز کا مرض چھپانا؟

اولاً یہ عرض کردینا زیادہ اہم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً انسان کو صحت اور بیماری دونوں سے دوچار کیا ہے اور صحت مند و تندرست
اور بیمار و علیل رہنا اللہ ہی کی چاہت سے ہوتا ہے اس لئے کسی بھی مرض کے بارے میں ایسا خیال اور عقیدہ رکھنا قطعاً درست نہیں ہے کہ
وہ دوسرے تک متعدی ہوتا ہے۔ اگر واقعۃً امراض میں متعدی ہونے کی صلاحیت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا کی بھلائی و
ہمدردی کے لئے مبعوث ہوئے تھے ضرور اس سے بچنے کی رہنمائی فرماتے۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے اس طرح کے فاسد نظریات کی بھرپور
تردید فرمائی چنانچہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ لا عدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ فی الاسلام۔

البتہ کسی مرض کے متعلق رہنمائی یہی ہو کہ اس میں اس بات کی صلاحیت پائی جاتی ہے کہ وہ دوسرے تک متعدی ہوجائے تو اس
بارے میں اس سے زیادہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عذاب اور آزمائش ہے، اس اعتبار سے ایڈز واقعی ایسا مرض ہے
جیسا کہ واللہ اعلم، تو وہ ایک انسان کے لئے مہلک، خطرناک، ضرر رساں اذیت ہے اور صاحب مرض اس بات کو جانتا بھی ہے کہ یہ مرض
دوسروں کے لئے بھی سم قاتل بن جاتا ہے تو اس صاحب مرض کا خود ذاتی فریضہ ہوگا کہ اپنے خاندان والوں اور گھر کے تمام افراد کو اطلاع ہی
نہیں دے بلکہ اس سے بچنے کی تلقین بھی کرے ورنہ وہ دوسروں کی اذیت رسانی کا باعث قرار پائے گا جو شرعی حرام اور بالاتفاق واجب
الاحتراز ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

قال ابوھریرۃ دلنی علی عمل ید خلنی الجنۃ قال اعزل الاذی عن الطریق۔
ابوہریرہ کہتے ہیں کہ یا نبی اللہ مجھے ایسے عمل کی رہنمائی فرمادیں جو مجھے جنت میں داخل کردے آپ نے فرمایا راستہ سے تکلیف دہ
چیز ہٹاؤ۔

(۲) اوپر میں یہ بات ابھی ذکر کی گئی کہ شرعی نقطہ نظر سے ایڈز بھی ایک متعدی مرض ہے جو دوسروں کے لئے ضرر رساں اور اذیت کا
سبب ہے اور شریعت نے اذیت سے بچنے کی شدید تاکید کی ہے اس لئے اگر ڈاکٹر کو یہ معلوم ہوجائے کہ فلاں شخص اس مہلک مرض کا
مریض ہے تو اس کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ اس راز کو افشاء کرے کیوں کہ اگر ڈاکٹر اس کو راز میں رکھتا ہے تو اس کے عام ہونے کا قوی
امکان ہے شریعت کا مشہور ضابطہ ہے:

ضرر عام کی روک تھام کے لئے ہر ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس میں ہر وہ چیز شامل
ہے جو عام مسلمانوں کے لئے نافع ہو یا ان سے ضرر کو روکی جانے والی چیز ہو۔ (نووی شرح مسلم ۱/[illegible])

(۳) اس کا تعلق بھی ماقبل کے جواب سے ہے کہ اس طرح کے امراض سے عام انسانوں کی ہلاکت کا اندیشہ ہے اس لئے اہل خانہ کی سب سے
پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کا علاج و معالجہ کرائے، اس کو عام اختلاط سے روکے، اس کا کھانا پینا، ظروف و لباس سب دوسرے سے الگ

بھی دیے ہیں۔ اگر میاں اور بیوی دونوں کی زندگیاں کسی طرح کی کلفت میں قید ہو کر اجیرن نہ بن جائے۔ بلکہ عدم نباہ و عدم وفا کی صورت میں اپنے دیے گئے شرعی اختیارات کو روئے کار لا کر ایک دوسرے سے چھٹکارا حاصل کر سکیں۔ مثلاً شوہر کو شریعت نے طلاق کا حق دیا تو عورت کو خلع کا یا بصورت دیگر قاضی کی شرعی عدالت سے اپنا نکاح فسخ کرانے کا اختیار دیا۔ البتہ ان اختیارات کو استعمال کرنے میں زوجین کو شریعت نے آزاد بھی نہیں چھوڑا تاکہ رشتہ ازدواجیت ایک مذاق بن کر رہ جائے۔ بلکہ ان دیے گئے اختیارات کے استعمال کے لئے زوجین کو کچھ شرطوں کا پابند بھی بنایا ہے چنانچہ عورت اپنے فسخ نکاح کا کب مطالبہ کر سکتی ہے اور اس کو یہ حق کب حاصل ہے۔ اس بارے میں علماء کرام کے چند اقوال ہیں۔

قول اول

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کی رائے یہ ہے کہ عورت کو مرد کے عنین اور مجبوب ہونے کی صورت میں فسخ نکاح کے مطالبے کا حق ہوگا۔ امام محمد کی رائے یہ ہے کہ جب مرد کو جنون یا برص یا جذام، عنین، مجبوب کے امراض میں سے کوئی مرض لاحق ہو تو عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا اختیار ہوگا۔

جب کہ جو شوہر کو جنون یا برص یا جذام کا مرض ہو تو امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف کے نزدیک فسخ کا اختیار عورت کو نہیں ہوگا۔ امام محمد کے نزدیک عورت کو اختیار ہوگا۔ (ہدایہ [illegible])

قول ثانی

علامہ ابن قیم کا ہے صاحب فقہ السنہ نے ان کی رائے ان الفاظ میں نقل کی ہے۔

امام ابن قیم کی تحقیق ہے وہ نظر کے اعتبار سے اس باب میں بہت عمدہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ شوہر کے نابینا، گونگا، بہرا دونوں ہاتھ کٹا ہوا، دونوں پیر کٹا ہوا یا ایک ہاتھ یا ایک پیر کٹا ہوا اسی طرح اور جو چیز منافرت کا سبب بنے ہونے کی صورت میں فسخ کے مطالبہ کا اختیار ہوگا۔ (فقہ السنہ [illegible])

امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک بھی ان امراض سے فسخ نکاح کا اختیار عورت کو حاصل ہوگا۔ البتہ امام احمد نے ایک اور قید کا اضافہ کیا ہے۔ (ایضاً)

اگر عورت اپنے شوہر کے اندر مجنون ہونے یا مجبوب ہونے یا جذامی یا ایک قسم کی بیماری ہے جس سے جسم کا کوئی حصہ جھڑ جاتا ہے یا عنین ہونے وغیرہ مرض لاحق ہو تو عورت کو اختیار ہوگا۔ امام مالک و احمد یہی کہتے ہیں۔

(الفقہ [illegible])

امام شافعی کا مذہب نقل کرتے ہوئے علامہ زیلعی رقمطراز ہیں۔

امام شافعی نے فرمایا کہ عورت رد کر سکتی ہے نکاح کو جب مرد میں یہ پانچ عیوب پائے جائیں۔ جذام، برص، جنون، رتق، قرن۔ (تبیین الحقائق [illegible])

حنفیہ کے یہاں امام محمد علیہ الرحمہ کے قول پر فتویٰ ہے چنانچہ ہندیہ میں ہے۔

اگر شوہر کو جنون کا روگ لاحق ہو جائے اور اس کی مدت ایک سال تک ہو جائے تو وہ عنین کی طرح ہے اور اگر جنون مطبق ہے تو وہ مجبوب کی طرح ہے۔ (ہندیہ [illegible])

مذکورہ بالا فقہاء کی آراء اور امراض کی تفصیل سے یہ واضح ہوا کہ ان امراض سے فسخ نکاح کا حق محض منافرت کی بنیاد پر مل رہا ہے تو گویا یہ بات سامنے آئی کہ ہر وہ امراض جو وقتی میاں بیوی کے درمیان منافرت کا باعث بن سکتے ہوں، ان سے عورت کو فسخ نکاح کرانے کا حق حاصل ہوگا۔ لہٰذا ایڈز کا مرض بھی انہیں امراض منافرہ میں سے ہے، تو عورت کو فسخ کا حق ہوگا اور اگر کسی قاضی نے ان علل کی بنیاد پر یا ایڈز کے مرض کی بنیاد پر عورت کا نکاح فسخ کر دیا تو نافذ اور فیصلہ شرعی ہوگا۔ چنانچہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

> اور ہم نے تحریر کیا ہے قواعد فقہیہ فی مذہب الحنفیہ میں کہ قاضی نے فسخ نکاح کا فیصلہ کر دیا، زوجین میں سے کسی کے عیب کی وجہ سے تو اس قاضی کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ (البحر الرائق [illegible])

(۶) ایڈز کے مرض میں گرفتار عورت اسقاط حمل کرا سکتی ہے یا نہیں؟

کسی بھی عارضہ کے وقت اسقاط کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا بچہ جو پیٹ کے اندر ہے اس میں روح پڑ گئی ہوگی یا نہیں۔ اگر روح نہیں پڑی ہوگی بلکہ ابھی علقہ یا مضغہ ہی کی شکل میں ہوگا تو اس وقت اگر عورت چاہے تو اسقاط حمل کرا سکتی ہے اور اگر اس میں روح پڑ گئی ہوگی تو اس وقت اسقاط حمل قطعی جائز نہیں ہوگا۔ چنانچہ قاضی خان لکھتے ہیں:

> دودھ پلانے والی عورت کو جب حمل ظاہر ہو جائے اور اس کا دودھ اس کی وجہ سے منقطع ہو جائے اور اس بچہ کا باپ کسی دودھ پلانے والی عورت کو اجرت پر لینے کی استطاعت بھی نہ رکھتا ہو اور اس بچہ کے ہلاکت کا بھی خوف ہو تو فقہاء کہتے ہیں کہ اس عورت کے لئے مباح ہوگا کہ اپنے خون اترنے کا علاج کرا لے جب تک اس حمل میں انسانی عضو نہیں بنے ہوں بلکہ حمل ابھی نطفہ یا علقہ یا گوشت کا لوتھڑا ہی ہو۔ جس کی مدت علماء نے ایک سو بیس دن بیان کی ہے اور استفراغ رحم کے ذریعہ حمل ساقط کرنے کو جائز اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ حمل ابھی پیٹ کے اندر آدمی نہیں بنا ہے۔ لہٰذا ایک آدمی کی جان بچانے کے لئے اس حمل کا ساقط کرنا مباح ہوگا۔ (خانیہ [illegible])

اس عبارت سے پتہ یہ چلا کہ اگر اس ایڈز کی مریضہ کے حمل کی مدت ایک سو بیس دن سے کم ہے تو اس کو اسقاط حمل کرانا جائز ہوگا اور اگر مذکورہ مدت (۱۲۰) کو حمل کی مدت پہنچ گئی ہو یا اس سے متجاوز ہو گئی ہو تو اس عورت کو اسقاط حمل جائز نہ ہوگا۔ کیوں کہ وہ بھی ایک آدمی ہے جس طرح ایڈز زدہ مریض یا کسی آدمی کو قتل کرنا حرام ہے اسی طرح اس پیٹ کے بچے کی جان اسقاط کے ذریعہ لینا حرام ہوگا۔ ارشاد باری ہے ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔

اسی طرح ایک جزیہ تکملہ بحر میں ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

> اور نوادر میں ہے کہ ایک حاملہ عورت کے پیٹ میں بچہ اس طرح الٹ گیا کہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کئے بغیر اس کو پیدا ہونا مشکل ہو جائے۔ اگر اس طرح نہ کیا گیا تو اس کی ماں کی جان خطرہ میں پڑ جائے۔ تو کہتے ہیں اگر بچہ پیٹ میں مردہ ہے تو اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر زندہ ہے تو اس کو ٹکڑے کیا جانا بالکل جائز نہیں ہے کیوں کہ ایک جان کو قتل کر کے دوسری جان کی حفاظت ایسا کوئی حکم شریعت میں وارد نہیں ہے۔ (تکملہ البحر الرائق [illegible])

(۷) ایڈز زدہ بچوں کا اسکولوں میں داخلہ

ایڈز کے مرض میں گرفتار بچے، بچیوں کا داخلہ لینا یا دینا یہ مسئلہ در حقیقت انسانی اور شہری حقوق سے وابستہ ہے، شریعت اسلامی

کا یہ خصوصی امتیاز ہے کہ ہر انسان کو بحیثیت انسان مساویانہ حقوق دینے کا پاس و لحاظ رکھا ہے ۔ خواہ کسی درجہ کا نقصان پہونچا ہو، لنگڑا ہو، اندھا ہو، اپاہج ہو، بہرا اور اندھا ہو۔ ہر ایک کا درجہ حقوق کی ادائیگی میں برابر ہے اور اس کی ادائیگی کی شریعت سخت تاکید بھی کرتی ہے۔ اس لئے کسی بھی بچے اور بچیوں کو مدارس، اسکول، کالجس اور دیگر تعلیمی و تکنیکی اداروں میں داخلے سے محروم نہیں کیا جائے گا خواہ ایڈز زدہ بچے ہوں یا دوسرے ہوں کیوں کہ ان اداروں میں تعلیم و تربیت حاصل کرنا ہر ایک کا اخلاقی، ملکی اور شرعی حق ہے۔ اس لئے اس باب میں مستقبل کے امکانات (مثلاً سر وغیرہ چھوٹ کر دوسروں کو خون کا لگ جانا یا جنسی بے راہ روی میں مبتلا ہو کر دوسروں تک متعدی ہوجانا وغیرہ) کا قطعی اعتبار نہ ہوگا۔

(۸) ایڈز کے مریضوں کے ساتھ احتیاطی تدابیر

ایڈز جیسے مہلک مرض میں گرفتار بچے، بچیوں اور دیگر افراد کے بارے میں بہت ہی اخلاقی اور احتیاطی ذمہ داری اہل خانہ اور متعلقہ افراد پر عائد ہوتی ہیں مثلاً اہل خانہ اس مریض کے ساتھ دیگر افراد جیسا مساویانہ برتاؤ کریں، الفت و محبت سے پیش آئیں، تاکہ مرض سے متاثرہ حضرات خصوصاً بچے، بچیوں کی دل شکنی نہ ہو۔ اگر شیر خوار بچہ ہو تو بجائے ماں کو اپنا دودھ پلانے کے گائے، بھینس یا بازاروں میں دستیاب اس طرح کی مصنوعات کا انتظام کریں۔ اسی طرح ان سے الگ تھلگ اس طرح نہ رہیں کہ وہ اچھوت پن کا احساس کرے۔ ساتھ ہی ساتھ ان کی دوا علاج کا انتظام ذات باری پر بھروسہ کرتے ہوئے کرنا ہے اور خدا کی ذات سے ناامید نہ ہوں لا تقنطوا من رحمة الله۔ اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔

(۹) مرض الموت کا حکم؟

علماء کرام نے تھوڑی بہت کمی اور زیادتی کے ساتھ کتابوں میں دو طرح کی تعریفیں نقل کی ہیں۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے،

مریض مرض الموت وہ ہے جو اپنی طبعی ضروریات کے لئے بھی باہر نہ نکل سکے۔ یہی زیادہ صحیح ہے۔ (ہندیہ [illegible])

اصحاب متون میں صاحب تنویر مرض الموت کی تعریف نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں،

مرض موت اس کو کہتے ہیں جس مرض کی وجہ سے یا اس کے علاوہ کسی وجہ سے صاحب مرض کی ہلاکت غالب ہو، تو اگر اس کو مرض نے پکڑا اور اس مرض کی وجہ سے اپنی ضروریات پورے کرنے سے عاجز ہوگیا وہ مرض موت ہے۔

(رد المحتار [illegible])

ہندیہ میں دوسری تعریف اس طرح نقل کی گئی ہے اور اسی کو فتاویٰ کے لئے بھی اختیار کیا گیا ہے جو رد المحتار کی تعریف سے قریب تر ہے

اور فتاویٰ کے لئے مختار قول یہ ہے کہ جس مرض کی وجہ سے مریض کا مرنا غالب گمان ہوجائے تو وہ مرض موت ہے

خواہ صاحب فراش ہوا یا نہ ہو۔ (ہندیہ [illegible])

مذکورہ بالا تعریفات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ امراض یا حوادث جس سے کہ انسان کی موت یقینی ہو وہ مرض موت ہے لہذا ایڈز، کینسر، طاعون اور اس طرح کے اور مہلک امراض جس سے کہ انسان کی موت یقینی ہوجاتی ہے اس میں مرض موت کا حکم لگے گا اور میت کے احکام جاری ہوں گے۔

(۱۰) طاعون کی وجہ سے آمد و رفت پر پابندی؟

طاعون یا اس جیسی دوسری کوئی وبا کسی مقام پر آجائے تو اس مقام پر کوئی کا جانا یا وہاں سے بغیر ضرورت نکل بھاگنا شرعی نقطہ نظر

سے درست نہیں ہے۔ کتابوں میں جس طرح کی تفصیل ملتی ہے، اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے جو منع کیا ہے (آمد و رفت) سے اس کا مقصد دو باتوں کی طرف جاتا ہے اولاً تو اس لئے کہ اس سے عام انسانوں کے ضرر میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو سکتا ہے ثانیاً اس لئے کہ اس سے اعتقاد پر ضرب پہنچتی ہے۔ ان دونوں باتوں کے پیش نظر شریعت نے وہاں کی آمد و رفت سے منع کیا ہے چنانچہ اللہ کے نبی نے ارشاد فرمایا،

> طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل یا تم سے پہلے جو قوم تھی اللہ تعالیٰ نے اس پر بھیجا تو جب سنو کسی جگہ کے بارے میں کہ وہاں یہ آزمائش لگی ہے تو مت جاؤ اور اس جگہ آجائے جہاں پر تم ہو تو وہاں سے مت بھاگو۔

(مسلم ۲/۲۲۸)

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی کی حکومت طاعون زدہ علاقہ میں آمد و رفت پر پابندی لگاتی ہے اور اس کا مقصد لوگوں کی حفاظت اور اس ضرر کے پھیلنے سے بچانا ہو تو یہ پابندی درست ہوگی کیوں کہ پابندی خواہ اعتقادی خرابی کے اندیشہ پر مبنی ہو یا ضرر پر خود ایک درجہ میں مذکورہ روایت سے معلوم ہے۔

(۱۱) طاعون زدہ علاقہ سے نکلنا یا داخل ہونا

روایتوں میں جو طاعون زدہ علاقہ سے آنے اور وہاں جانے سے روکا گیا ہے وہ ایک مصلحت پر مبنی ہے لہٰذا ایسے لوگ جو اس مقام سے اس وبا کے آنے سے قبل باہر گئے تھے اور ان کے اہل و عیال، کاروبار اس علاقہ میں ہیں اور ان کی ضروریات بھی پوری ہو گئیں ہیں تو وہ لوگ اس ممانعت کے مخاطب نہیں ہوں گے اور ان کے لئے اپنے اس مقام پر جانا درست ہوگا کیوں کہ جن روایات میں جو ممانعت آئی ہے وہ اعتقادی ہے۔ اس طور پر کہ کوئی شخص اس طاعون زدہ علاقہ میں گیا اور قضاءً الٰہی اس بیماری میں مبتلا ہو گیا تو اس کا اعتقاد اس طرح خراب ہو کہ میں وہاں نہ جاتا تو مجھے یہ وبا لاحق نہ ہوتی تو شریعت کا منشا اس طرح کے عقیدہ کی خرابی سے بچانا ہے چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں،

> قدوم و خروج کی ممانعت نہ ہوتی لیکن لوگوں پر فتنہ کا اندیشہ تھا کہ لوگ یہ گمان نہ کرلیں کہ ہلاکت آنے کی وجہ سے ہوئی ہے اور سلامتی وہاں سے بھاگنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ (حوالہ سابق)

اسی طرح وہ حضرات جو اس مقام پر کسی ضرورت سے گئے یا وہاں ملازم پیشہ تھے اور ان کا کام اب نہیں چل رہا ہے اور بیوی بچے گھر کے متعلق افراد کی کفالت بھی انہی کے ذمہ ہے یا وہاں پر دوا علاج کا انتظام درست نہیں ہے تو اس طرح کے لوگوں کا وہاں سے آنا درست ہوگا اور فرار میں داخل نہیں ہوگا علامہ نووی نے اس کو جمہور علماء کا مسلک قرار دیا ہے۔

> اور ان روایات میں طاعون زدہ شہر میں آنا اور وہاں سے نکلنا فرار ہے البتہ کسی عارض کی وجہ سے نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ تفصیل جو ہم نے ذکر کی ہے یہی ہمارا مذہب اور علماء جمہور کا مذہب ہے۔ (حوالہ سابق)

مذکورہ تشریحات سے یہ معلوم ہوا کہ اگر قدوم و خروج میں اعتقاد پر کوئی ضرب نہ آتی ہو تو ضرورۃً تو نکلنا جائز اور فرار میں داخل نہیں ہے یہی بلا ضرورت بھی نکلنا فرار میں داخل نہ ہوگا۔

اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ کسی وجہ سے وہاں سے نکلنا جائز اور فرار میں داخل نہیں ہے اور دلیل اس پر صحیح احادیث ہیں۔ جب کوئی شخص طاعون کے شر سے نکلا اور اس کا ایمان اس بات پر ہو کہ ساری چیزیں اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے وہاں سے نکلنے اور داخل ہونے میں۔ (ردالمحتار)

☆☆☆☆☆☆

مولوی مجیب الاسلام قاسمی
(دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد)

غیبت کی تعریف و اس کا حکم

کسی آدمی کے پیٹھ پیچھے ایسی باتوں کا تذکرہ کرنا جو اسے معلوم ہوجانے پر ناگوار خاطر ہو۔ یہ تعریف حضرت ابوہریرہ کی روایت سے ماخوذ ہے جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ غیبت کیا چیز ہے۔ تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے تو آپؐ نے فرمایا تمہارے اپنے بھائی کی ایسی باتوں کا تذکرہ کرنا جو اسے معلوم ہوجانے پر ناگوار خاطر ہو۔ تو آپؐ سے کہا گیا اگر وہ بات میرے بھائی میں پائی جاتی ہو، تو آپؐ نے فرمایا کہ جو بات تم کہہ رہے ہو اگر اس میں موجود ہے تو یہی غیبت ہے اور اگر اس میں وہ بات نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو تو یہ بہتان ہے۔ (مسلم ۲/۳۲۱)

غیبت کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔ قرآن نے غیبت کو اپنے مردار بھائی کے گوشت کے کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔

ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا۔ (سورۃ الحجرات)

تم میں کا کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں کا کوئی یہ بات پسند کرتا ہے کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے ؟

غیبت کرنے والا گنہگار ہے۔ حرام ہو گا البتہ ضرورت کے وقت غیبت کی اجازت ہے۔ چنانچہ شامی میں ہے۔

فلا تحل الا عند الضرورۃ بقدرھا۔ غیبت بوقت ضرورت بقدر ضرورت جائز ہے۔

نیز امام نووی نے اپنی شرح مسلم میں بغرض شرعی غیبت کو مباح قرار دیا ہے اور انھوں نے چھ ایسے اسباب بیان کئے ہیں جہاں غیبت مباح ہے۔

غیبت شرعی غرض کی بناء پر مباح ہے اور اس کے چھ اسباب ہیں۔ پہلی تظلم، مظلوم کے لئے جائز ہے کہ وہ سلطان قاضی اور ان کے علاوہ سے ظلم کی شکایت کرے جس کو ولایت حاصل ہو یا انصاف پر قادر ہو کہ فلاں شخص نے ظلم کیا ہے یا ایسا کام کیا ہے۔ اور دوسری قسم منکر کے بدلنے اور عاصی کے ختم کرنے پر فریاد رسی کرنا۔ پس اس شخص سے کہتا ہے جس کی قدرت کی امید کی جاسکتی ہے کہ وہ ایسا کام کرے گا۔ اور تیسری قسم استفتاء سے متعلق ہے اس طرح کہ مفتی سے کہتا ہے کہ میرے باپ نے مجھ پر ظلم کیا ہے یا کہتی ہے کہ میرے شوہر نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ اور چوتھی قسم تحذیر مسلمین من الشر ہے۔ اس کی کئی وجہیں ہو سکتی ہیں اس میں سے یہ ہے کہ مشورہ کے وقت کسی کے عیب

جس سرزمین میں طاعون کی بیماری پھیل گئی ہو اور تم وہاں موجود ہو تو بلا ضرورت فساد عقیدہ سے بچنے کے لئے فرار مت اختیار کرو۔

ظاہر ہے کہ طاعون ایک مہلک مرض ہے جو انسان بھی اس مرض کا شکار ہوتا ہے اسے موت نظر آنے لگتی ہے حضورؐ نے فرمایا:

جس سرزمین میں تم موجود ہو اور وہاں طاعون کی وبا پھیل پڑے تو اس شہر کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف منتقل مت ہو۔ جہاں اس ٹکڑا کا مطلب دوسرا لیا جاسکتا ہے وہیں یہ مطلب بھی لیا جاسکتا ہے کہ تم فرار کیوں کا اختیار کرتے ہو تم اپنی چھوٹی چھوٹی اولاد کو مبتلا مرض میں چھوڑ کر کیوں بھاگے جارہے ہو۔ اس سے پتہ چلا کہ شرعاً مریض کی دیکھ ریکھ اہل خانہ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

ایڈز کا ایسا مریض جو اپنے مرض اور اس کے مضر اثرات سے خوب اچھی طرح واقف ہو اگر وہ کسی دوسرے تک اپنے مرض کو منتقل کرنے کی غرض سے کوئی ایسا کام کرے مثلاً بیوی سے مجامعت کی جس کی وجہ سے ایڈز کے جراثیم بیوی میں منتقل ہوگئے یا کسی مریض کو خون کی ضرورت ہے۔ ایڈز کے اس مریض نے اپنا خون اس کے لئے پیش کیا اور مریض کو وہ خون چڑھایا گیا جس کے نتیجہ میں اس مریض کو بھی ایڈز کا مرض لاحق ہوگیا تو ایڈز کا یہ مریض جو دانستہ دوسرے تک اس قاتل مرض کی منتقلی کا سبب بنا ہے تو اسے سزا دی جائے گی اور اگر مریض مرگیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ چنانچہ شامی کی ذیل کی عبارت سے اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔

> کسی شخص نے ایک آدمی کو زہر پلایا اور اس کی وجہ سے وہ شخص مرگیا تو جنایات البدائع میں کہا ہے کہ قصاص واجب ہوگا اس لئے کہ اس نے حیلی جیسا عمل کیا ہے اور سمرقندی نے اپنی شرح میں کہا ہے کہ ہمارے زمانے میں عمل اسی روایت پر ہے کیوں کہ اس نے فساد پھیلانے کی کوشش کی ہے لہٰذا رفع شر کے خاطر قتل کردیا جائے گا۔
>
> (رد المحتار)

اگر اس نے اپنے مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ تو نہیں کیا مگر اس کی حقیقت سے واقف ہونے کے باوجود بیوی سے مجامعت کرتا ہے یا کسی مریض کو خون دیتا ہے تو وہ گنہگار اور مجرم ہوگا۔

ابن حزم کے ذکر کردہ روایات کی روشنی میں کئی صورتیں معلوم ہوتی ہیں۔ نکاح سے قبل فریقین میں سے کسی کو بھی دوسرے کے عیب کا علم نہ ہو جب کہ شوہر یا بیوی کے اندر پہلے ہی سے عیب موجود ہو۔ چنانچہ محلی میں ہے۔

> یحییٰ ابن سعید انصاری سے روایت ہے کہ میں نے سعید ابن مسیب کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر ابن الخطابؓ نے فرمایا کہ کسی ایسی عورت کا نکاح کیا گیا جو جنون، جذام اور برص کی مریضہ تھی تو شوہر اس سے جماع کے وقت اس کی بیماری سے مطلع ہوا (المحلی)

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ امراض و عیوب کی بنا پر فسخ نکاح کے بارے میں ائمہ کے یہاں اختلاف رہا ہے۔ امراض تین طرح کے ہوتے ہیں بعض مرض تو وہ ہے جس میں مرد و زن مشترک ہوتے ہیں مثلاً جذام، برص، جنون۔ بعض مرض وہ ہیں جو عورتوں ہی کے ساتھ خاص ہوتے ہیں مثلاً رتق، قرن وغیرہ بعض وہ ہیں جو مردوں کے ساتھ مختص ہوتے ہیں جیسے جب، عنت۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قریب قریب سبھی امراض سبب فسخ نکاح ہوتے ہیں۔ امام اعظمؒ کے نزدیک سبب فسخ نکاح صرف شوہر کو عنین اور مقطوع الذکر ہونا ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں کے علاوہ جذام، برص، جنون کو بھی اسباب فسخ نکاح میں سے شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں۔

امام محمدؒ نے تین امراض یعنی جذام، برص، جنون میں امام صاحب کی مخالفت کی ہے جب کہ جذام وغیرہ شوہر کو لاحق
ہو تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہوگا۔ برخلاف اس کے کہ جب یہ امراض عورت کے ساتھ لاحق ہو تو مرد کو فسخ کا
اختیار نہ ہوگا۔ اس لئے کہ مرد اس پر قادر ہے کہ اپنی طرف سے طلاق کے ذریعہ ضرر کا دفعیہ کرے۔ ([illegible])

اور متاخرین احناف نے امام محمد ہی کے قول پر فتویٰ دیا ہے اس لئے کہ امام محمد کا نظریہ شرعی مصلحت کے بہت قریب ہے۔ چنانچہ
صاحب بحر فرماتے ہیں۔

> ہم نے قواعد فقہیہ میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی قاضی نے کسی عیب کی بناء پر
> زوجین میں سے کسی ایک کے نکاح کو رد کر دیا تو اس کا یہ فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ ([illegible])

علماء لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں سب سے معتدل رائے امام محمد رحمۃ اللہ کی ہے۔ بحر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کا نظریہ
صرف مذکورہ بالا تین امراض ہی میں خاص ہے جب کہ دیگر مصنفین کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد کے یہاں اس مسئلہ میں توسیع ہے
حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ عیب جس کی وجہ سے شوہر بیوی کا ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنا ضرر سے خالی نہ ہو تو وہ عیب فسخ
نکاح ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈز کے مرض کا شکار ہو گیا تو عورت کو اختیار
ہے کہ نکاح کے فسخ کا مطالبہ کرے کیوں کہ یہ مرض جذام، برص وغیرہ سے بھی زیادہ مہلک ہے اور یہی کہ فقہاء نے بمقتضائے مصلحت نکاح
کے فسخ کا فتویٰ دیا ہے تو ایڈز کی وجہ سے فسخ نکاح کا فتویٰ دینا بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ اگر ایڈز کے کسی مریض نے اپنے مرض کو پردہ اخفاء میں رکھ کر
کسی عورت سے عقد نکاح کر لیا تب بھی فقہاء کے ارشاد کی روشنی میں عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

اسقاط حمل کے بارے میں فقہاء کرام نے صراحت کی ہے کہ اگر ماں کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو اور بچے کے اندر رحم میں جان
پڑی نہ ہو تو مباح ہے اور جان پڑ جانے کے بعد فقہاء کرام نے عدم جواز کی صراحت کی ہے اور اس کی مدت فقہاء نے قرآن کی روشنی میں چار
مہینے بیس دن متعین کئے ہیں۔ چنانچہ ہندیہ میں ہے۔

> جب مرضعہ حاملہ ہو جائے اور اس کا دودھ خشک ہو جائے اور صغیر کا والد بذریعہ اجرت دودھ پلانے والی عورت کے
> متعین پر قادر نہیں ہے اور بچے کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے تو فقہاء نے عورت کے لئے مباح قرار دیا ہے کہ
> استنزال دم کے لئے علاج کروائے جب تک حمل نطفہ، علقہ اور مضغہ کی شکل اختیار کیا ہو اور اس کے لئے کوئی عضو
> بنایا نہ گیا ہو اور عضو کے پیدا ہونے کی مدت فقہاء نے چار مہینے بیس دن متعین کئے ہیں اور اصل میں فقہاء نے
> استنزال دم کے ذریعہ اسقاط حمل کو مباح قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ ابھی آدمی کی شکل اختیار نہیں کیا ہے لہذا ایک آدمی
> کی جان کے خاطر اسقاط مباح ہو سکتا ہے۔ ([illegible])

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ایڈز کی مریضہ عورت کے لئے چار مہینے کے بعد اسقاط حمل جائز نہیں ہے
اور نہ شوہر کو اختیار حاصل ہوگا کہ عورت کو اسقاط حمل پر مجبور کرے۔ رہا دودھ کا مسئلہ تو ترقی کے سائنسی دور میں اس کے بہت سے ذرائع
ہیں۔ نیز ڈاکٹر کے امکان اور مفروضہ کی بناء پر ایک نفس کی حیات کے لئے دوسرے نفس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

انسان جس ملک کا باشندہ ہوتا ہے اسے کچھ ملکی و شہری حقوق حاصل ہوا کرتے ہیں خواہ شعبہ تعلیم کے قبیل سے ہو یا سماجیات کے قبیل سے ہو۔ اگر اسے اپنا حق حاصل کرنے سے روکا جاتا ہے تو اس شخص پر ظلم ہے لہذا جو بچے یا بچیاں ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں انہیں مدارس اور اسکولوں میں داخلے سے محروم کرکے تعلیم سے محروم رکھا جائے تو ایسے بچے یا بچیوں پر ظلم ہے اس لئے کہ اس قسم کے لوگ بھی

تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے البتہ اگر وہ لوگ اس قسم کے بچوں کے ساتھ اختلاط سے دوسرے بچوں کو تاکید کرے اگر لوگ اس قسم کے بچوں کا الگ انتظام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو الگ انتظام کرے۔ یہ ممکن ہے کہ کھیل کود کی بنا پر کوئی عضو مجروح ہو جائے اور اس کے خون میں دوسرے بچے ملوث ہو جائیں۔

ایڈز، طاعون اور کینسر جیسے امراض یا ان کے علاوہ دیگر امراض جن کا کوئی علاج نہ ہو اس پر مرض الموت کا حکم لاگو نہیں کیا جائے گا اور ایسے مریض کے لئے موت و حیات کے احکام جاری ہوں گے کیوں کہ ایسی صورت میں اللہ کی رحمت سے مایوس اور ناامید ہونا، جب کہ حدیث میں ناامیدی کو کفر کہا گیا ہے نیز قرآن میں ہے۔

لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا نہیں چاہئے۔

طاعون کی حقیقت

طاعون وہ ورم ہے جو جسم کے مختلف حصوں پر نکلتا ہے جیسے کہنی، بغل، ہاتھ، انگلیاں اور جسم کے تمام نرم و نازک حصوں میں ظاہر ہوتا ہے انسان اس مرض کی شدت سوزش کی وجہ سے عالم دنیا کو خیرباد کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ بخاری اور مسلم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون اللہ کی جانب سے عذاب ہے جو قوم بنی اسرائیل پر نازل کیا گیا تھا لیکن یہی طاعون مسلمانوں کے لئے رحمت ہے جیسا کہ بخاری و مسلم کی روایت ہے المطعون شہید اور دیگر روایتوں میں ہے۔

بلاشبہ طاعون اللہ کا عذاب ہے اپنے منشاء کے مطابق جس کو چاہتا ہے اس مرض وباء میں مبتلا کر دیتا ہے لیکن یہی مرض ایسے مسلمانوں کے لئے رحمت کا باعث بن جاتا ہے جو طاعون میں مبتلا ہوا اور طاعون زدہ علاقہ میں صبر کے ساتھ قیام کئے رہا، اس یقین کے ساتھ کہ انسان کو جس حادثہ سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے وہ سب نوشتہ ہے جس کو ایک دن واقع پذیر ہونا ہے تو اللہ ایسے شخص کو اجر شہید کا درجہ دیتا ہیں۔ (شرح نووی ۱/۲۰۳)

نیز حضرت اسامہ کی روایت ملاحظہ ہو۔

حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل پر بھیجا گیا یا یہ ارشاد فرمایا کہ (تم سے پہلے کے لوگوں پر) جب تم کسی جگہ کے بارے میں یہ سنو کہ وہاں طاعون پھیلا ہوا ہے تو وہاں مت جاؤ اور اگر تم کسی جگہ مقیم ہو اور وہاں طاعون کی وبا پھیل جائے تو تم وہاں سے مت نکلو۔ (مسلم ۱/۲۰۰)

طاعون زدہ علاقہ سے نکلا اس یقین کے ساتھ کہ ہر چیز پر اللہ کی قدرت غالب ہے تو اس جگہ سے نکلنے میں اور داخل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (مرقات)

حضرت ابوبصیر کی روایت کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ اگر حکومت کی طرف سے آمد و رفت پر پابندی لگائی جائے تو درست ہے مگر اس سے کچھ لوگ مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً کسی شہر میں کوئی آدمی تجارت کے واسطے کسی علاقے میں گیا اور اس کا قیام بھی کچھ [illegible] اتفاق سے ابھی [illegible] علاقے میں ہے کہ وہاں طاعون کی بیماری پھیل گئی تو ایسا شخص وہاں سے نکل کر اپنے وطن جا سکتا ہے اس لئے کہ اس طرح کے مواقع کے جواز پر حضرات کرام کا اتفاق ہے۔ چنانچہ علامہ نووی لکھتے ہیں:

کسی کام اور غرض سے نکلنے پر علماء کا اتفاق ہے بشرطیکہ اس سے مقصود فرار نہ ہو۔ (شرح نووی ۲/۲۲۹)

اگر دوسری جگہ سے کچھ لوگ اپنی ضروریات سے باہر گئے ہوئے ہیں اور پھر یہ صورت حال پیدا ہو گئی تو ان کے قیام کی اب ضرورت ہے۔ ممکن ہے۔ پھر ان کا گھر بار وغیرہ سب اس علاقے میں نہ ہو [illegible] کو ان کی ضرورت ہے۔ نیز گھر والوں کو بھی ان کی نگہداشت کی ضرورت ہے۔ تو ایسے لوگ کیا کریں؟

ایسے لوگ اپنے وطن واپس جا سکتے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو کسی اور غرض سے آئے ہوئے تھے ان کا کام ختم ہو گیا۔ جو کسی مریض کا علاج کرانے آئے [illegible] دوسری جگہ علاج کے لئے جا سکتا ہے اس لئے کہ اس طرح کی صورت میں طاعون زدہ علاقہ سے نکلنے کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے۔ چنانچہ علامہ نووی لکھتے ہیں:

ضرورت کی وجہ سے طاعون زدہ علاقہ سے نکلنے پر علماء کا اتفاق ہے بشرطیکہ ارادہ فرار کا نہ ہو۔ (شرح نووی ۲/۲۲۹)

HIV/ایڈز۔ عام معلومات

ترتیب و تلخیص:۔ سید حامد حسین امروہوی

۱۔ HIV/ایڈز کی ابتدا کب اور کہاں ہوئی؟

اس کے آغاز کے بارے میں کئی نظریات ہیں لیکن ان میں سے کسی کے بھی بارے میں سائنسی اتفاق نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ HIV معاشرہ میں صدیوں سے گمنام پڑا ہو اور حال ہی میں ایک طاقتور وائرس میں تبدیل ہو گیا ہو۔ بہر حال اس کے آغاز کی تلاش محض تضیع اوقات کی عالمانہ بحث ہے۔ ہمارے لئے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ خواہ اس کی کوئی دوا یا ٹیکہ دریافت بھی ہو جائے تب بھی یہ انفکشن جیسے ہی اور اسی طرح رہے گا اور صرف فوری تدارکی اقدامات ہی اس کے بڑھنے کو روک سکتے ہیں۔

۲۔ HIV انفکشن زدہ اور ایڈز کے مریض میں کیا فرق ہے؟

HIV انفکشن زدہ فرد (جس کو طبی اصطلاح میں HIV پازیٹو (مثبت) کہا جاتا ہے) وہ ہوتا ہے جس کے جسم میں امیونو ڈیفیشی وائرس ہو۔ ایسا انفکشن زدہ فرد اپنی باقی ماندہ تمام زندگی انفکشن زدہ ہی رہے گا جو عام طور سے آٹھ دس برس تک وہ غیر علامتی رہے گا اور قطعی طور سے تندرست نظر آئے گا۔ غیر علامتی HIV انفکشن زدہ فرد میں ایڈز نہیں ہوتا لیکن جب HIV پازیٹو فرد کے T Lymphocyte (الف۔ ایک اہم دفاعی سفید خلیہ جو جسم کے اعضاء اور خلیات میں رہتا ہے) کی تعداد کم ہو کر ۲۰۰ یا اس سے بھی کم ہو جاتی ہیں تو اس کی علامات ابھرنی شروع ہو جاتی ہیں۔ ایڈز کے تمام مریض HIV انفکشن زدہ ہوتے ہیں لیکن HIV زدہ سب ہی افراد کو ایڈز نہیں ہوتا۔ ایڈز اس انفکشن کا صرف آخری درجہ ہوتا ہے۔

۳۔ HIV۔۱ اور HIV۔۲ کیا ہیں؟

یہ دونوں وائرس کے ایک ہی خاندان سے متعلق ہیں لیکن اپنے کردار کے (Genetic) اعتبار سے مختلف ہیں۔ HIV۔۱ پہلی بار فرانس میں ۱۹۸۳ء میں دریافت ہوا تھا اور یورپ اور امریکہ میں اس کا غلبہ زیادہ ہے۔ یہ دونوں انفکشن ہندوستان میں بھی دریافت ہوئے ہیں اور دونوں ایڈز کے محرک ہیں۔

۴۔ کیا HIV۔۳ بھی موجود ہے؟

نہیں HIV۔۳ نام کا کوئی وائرس نہیں ہے اس کی دریافت میں غلطی ہوئی تھی اور اب اس کو مسترد کیا جا چکا ہے۔

۵۔ ہندوستان اور دنیا میں HIV انفکشن کے بنیادی اعداد و شمار کیا ہیں؟

دسمبر ۱۹۹۷ء کے مطابق عالمی تنظیم صحت کا عالمی تخمینہ یہ ہے کہ

☆ ایک کروڑ تیس لاکھ افراد HIV مثبت ہیں۔

☆ دس لاکھ بچے HIV مثبت ہیں۔

☆ روزانہ ۱۶ ہزار نئے انفکشن زدہ افراد وجود میں آتے ہیں۔

☆ ہر ۱۵ سیکنڈ کے بعد ایک نیا انفکشن زدہ فرد بنتا ہے۔

اور ہندوستان میں ۱۱ ہزار HIV مثبت افراد دریافت ہوئے ہیں لیکن غیر سرکاری اندازوں کے مطابق ہر ایک دریافت شدہ فرد کے ساتھ ایک سو غیر دریافت شدہ افراد موجود ہیں اس لئے ان کی اندازاً تعداد کئی لاکھ ہے۔

مہاراشٹر، تمل ناڈو اور منی پور کی ریاستوں میں انفیکشن کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ شاید اس کی وجہ سے یہ ہو کہ ان ریاستوں میں جانچ کا کام زیادہ کیا جا رہا ہے۔

۶۔ ہندوستان میں ایڈز کیسے پہنچا؟

ہندوستان میں ۱۹۸۶ء میں پہلا HIV مثبت فرد دریافت ہوا اس کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ وائرس ہندوستان میں کب اور کیسے آیا شاید اس کی وجہ سیاحی اور سفر کی سہولیات ہوں۔ لیکن یہ باتیں سائنٹیفک دلچسپی سے تعلق رکھتی ہیں ہمارے مطلب کی بات یہ ہے کہ اس کے پھیلنے کو کیسے روکا جائے اور ہندوستان میں اس متعدی وبا کا کیا بندوبست کیا جائے۔

۷۔ ایڈز کس کو ہو سکتا ہے؟

ایڈز ایسے کسی بھی فرد کو ہو سکتا ہے جس کو HIV انفیکشن ہوا ہو اس کا ٹرانسمیشن (منتقلی) بصرف کسی انفیکشن زدہ پارٹنر (ساتھی) کے ساتھ غیر محفوظ جنسی اختلاط سے ہوتا ہے یا ہو ناخون کے ٹرانسفیوژن سے یا جراثیم آلودہ خون کے پروڈکٹس کے انجکشن سے یا جراثیم آلودہ سرنجوں اور سوئیوں سے انجکشن لینے پر یا انفیکشن زدہ ماں سے اس کے بچے میں دوران حمل، دوران پیدائش یا پیدائش کے فوراً بعد۔ لیکن چونکہ اس انفیکشن کی شرح کا زیادہ حصہ غیر محفوظ جنسی اختلاط کی وجہ سے گذرتا ہے اس لئے اس کا شکار زیادہ تر ۱۵ سے ۴۰ سال کی عمر کے درمیانی گروپ کے افراد ہوتے ہیں جو جنسی طور پر فعال ہوتے ہیں۔ اس میں گروپ کے اعتبار سے کوئی مخصوص "خطرے والا" گروپ نہیں بلکہ اصل چیز ہے فرد کا خطرناک طرز زندگی۔ آپ کون ہیں یا کہاں ہیں اس سے مطلب نہیں بلکہ یہ آپ کا عمل ہے جس کے باعث آپ یہ انفیکشن حاصل کرتے ہیں جو بالآخر ایڈز میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

۸۔ مرد یا عورت میں سے کس کو انفیکشن کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے؟

اس متعدی وبا کے آغاز میں تو عورتوں کی بہ نسبت مرد ہی اس میں زیادہ مبتلا ہوئے تھے، لیکن مخالف جنسی اختلاط میں کثرت کے باعث عورتیں ہی اس میں زیادہ مبتلا ہوں گی۔ جس کی متعدد وجوہات ہیں۔

۹۔ کیا جانوروں کو بھی ایڈز ہو سکتا ہے؟

جانوروں میں خواہ وہ گھریلو پالتو جانور ہوں یا جنگلی HIV انفیکشن نہیں ہوتا، حالانکہ یہ علم میں آیا ہے کہ جانوروں میں بھی جسمانی قوت مدافعت کی معطلی واقع ہوتی ہے اور اس کی وجہ HIV سے ملتا جلتا کوئی وائرس ہوتا ہے لیکن انسانوں کے لئے اس سے انفیکشن کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

۱۰۔ جسمانی مدافعتی نظام پر ایڈز وائرس کس طرح حملہ کرتا ہے؟

ایک بار جسم میں HIV داخل ہو جانے کے بعد یہ وائرس خون کی سفید کیوں جنہیں ٹی لمفو سائٹس (T. Lym-phocyte) کہتے ہیں اور جو انسانی جسم کو "ٹی سیلوں" کی صورت میں انفیکشنوں سے محفوظ رکھتے ہیں، میں شامل ہو جاتا ہے اس کے بعد اس وائرس کا "آر۔ این۔ اے" "تناسلی مادہ" اس وائرس سے پیدا شدہ ایک انزائم (انزائم ایک طویل آنتک مادہ ہوتا ہے جو بذات خود تبدیل ہوئے بغیر دوسرے مادوں کی ہیئت بدل دیتا ہے) کے توسط سے DNA تناسلی مادہ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور پھر یہ DNA خون کی سفید کیوں کی ہیئت میں خود کو پیوست کر لیتا ہے جہاں وہ اس فرد کی زندگی کے اختتام تک برقرار رہتا ہے یہ انفیکشن شدہ خلیہ مزید وائرسوں کے تیار کرنے کی ایک فیکٹری بن جاتا ہے اور مزید وائرس (HIV) پیدا کرتا ہے جو اس بیماری خلیہ سے برآمد ہو کر سفید خلیوں... ملحقہ آلودہ کر

کرنے کے باعث منہ میں چھالے بھی ہو سکتے ہیں یا مسوڑوں سے خون کا رِستا بھی ممکن ہو سکتا ہے اس لئے گہرا اور طویل بوسہ لینے والے فرد کے لعاب دہن کی آمیزش انفیکشن کا خطرہ پیدا کر سکتی ہے۔

کیا دوسرے فرد کا استرہ استعمال کرنے سے HIV ہو سکتا ہے؟

حجاموں کی دکانوں یا گھروں میں ایک دوسرے کا استرا شیونگ بلیڈ استعمال کر لیا جاتا ہے اور اگر استعمال سے قبل استرہ یا بلیڈ کو صابن اور پانی سے مکمل صاف نہ کر لیا جائے تو انفیکشن کا خطرہ معمولی طور پر موجود رہتا ہے کیونکہ استرہ کو دوسرے فرد کا شیو بناتے ہوئے خون بھی لگ سکتا ہے اور جلد کا کوئی انفیکشن بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ دوسرے کا استعمال شدہ استرہ استعمال میں نہ لایا جائے اور حجاموں سے کہا جائے کہ وہ ہر گاہک کے لئے نیا استرہ استعمال کرے یا ایک حجامت کے بعد استرہ کو پانچ منٹ تک میتھائل الکوحل کے محلول میں رکھے اس کے بعد اسے دوسرے فرد کی شیونگ میں استعمال کرے۔

کیا ناک یا کان چھدوانے سے HIV ہو سکتا ہے؟

بے شک ہو سکتا ہے اگر سوراخ کرنے والا تار یا سوئی جراثیم آلودہ ہو، تاہم اس صورت میں انفیکشن کا خطرہ بہت معمولی ہے اور اس کو اس صورت میں ختم کیا جا سکتا ہے کہ اس تار یا سوئی کو استعمال سے قبل آگ پر گرم کر کے جراثیم سے پاک کر لیا جائے۔

کیا انفیکشن زدہ عورت کا M C بھی HIV پازیٹو ہو سکتا ہے؟

جی ہاں، کوئی بھی خون جس میں HIV انفیکشن ہو یا HIV انفیکشن زدہ فرد کے جسم سے خارج ہو، انفیکشن زدہ ہوتا ہے۔

کیا معالج دندان کے پاس بھی HIV انفیکشن کا خطرہ ہو سکتا ہے؟

یوں تو نہیں، لیکن دانتوں کے معالج یا دندان ساز کے معاملہ میں یہ خطرہ بہت کم ہے، تاہم جراثیم آلود اوزاروں کو ٹھیک طرح جراثیم سے پاک نہ کرنے پر HIV انفیکشن ہو جانے کی کچھ متفرق رپورٹیں موجود ہیں۔

کیا عورتوں میں مصنوعی تخم کاری بھی HIV انفیکشن پھیلا سکتی ہے؟

مغربی ممالک میں اس نوعیت کے کئی تجربے کامیابی سے کئے جا چکے ہیں کہ جن افراد کے مادہ منویہ میں بچے پیدا کرنے والے جراثیم (حتنے) نہیں ہوتے ان کی بیویاں کسی اور فرد کے مادہ منویہ کو انجکشن کے ذریعہ رحم میں داخل کروا کر حاملہ ہو جاتی ہیں اور بچے پیدا کرتی ہیں یورپ اور امریکہ میں تو اب مادہ منویہ کے بینک بھی قائم ہو گئے ہیں۔ یہ قاعدہ مصنوعی تخم کاری کہلاتا ہے اور جانوروں کی نسلیں بہتر بنانے کے سلسلے میں بھی عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے، تاہم یہ بات صاف ہے کہ جو فرد HIV سے متاثر ہوگا اس کا مادہ تولید بھی اس انفیکشن کے جراثیم کا حامل ہوگا۔

کیا سیرو پازیٹو خشک خون سے بھی انفیکشن ہو سکتا ہے؟

نہیں، یہ وائرس انسانی جسم سے باہر نکلنے کے بعد زیادہ دیر زندہ نہیں رہتا اور خشک خون میں تو اس کے زندہ بچنے کا سوال ہی نہیں ہے۔

کیا HIV پازیٹو ماں کے دودھ میں بھی انفیکشن موجود ہوتا ہے لیکن اس سے بچے میں انفیکشن کے ترسیل کی مثالیں کم ہیں۔ ماں کا دودھ بہترین غذا اور بچے کو متفرق انفیکشنوں سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ ہندوستان جیسے ملک میں اطفال اموات کی شرح بہت اونچی ہے۔ یہ ضروری ہے کہ بچے کو ماں اپنا ہی دودھ پلائے تاکہ بچے کی نشوونما ٹھیک ہو اور وہ دوسرے انفیکشنوں سے محفوظ رہے۔ اس اعتبار سے بچے کو ماں کے دودھ کے فوائد HIV انفیکشن کے خطرہ کی بہ نسبت کہیں زیادہ ہیں۔

اقسام کا نمونیہ وغیرہ۔

تاہم یہ بات بھی نوٹ کر لینی چاہیے کہ مذکورہ بالا امراض ان افراد کو بھی لاحق ہوتے ہیں جو ایڈز کے مریض نہیں ہیں۔

۲۔ HIV انفیکشن زدہ فرد میں علامات ظاہر ہونے میں کتنی مدت درکار ہوتی ہے؟

اس کا انحصار اس پر ہے کہ اس فرد کو انفیکشن کس ذریعہ سے ٹرانسمٹ ہوا اور اس کا طرز زندگی کیا ہے۔ خون کے ٹرانسفیوژن کے ذریعہ متاثر افراد میں ۳-۲ برس کے اندر علامات ظاہر ہو جاتی ہیں۔ دوسرے ذرائع سے ٹرانسمیشن میں اگر وائرس کی مقدار کم ہے تو مریض

۸-۱۰ سال یا اس سے بھی کچھ زیادہ مدت تک تندرست رہ سکتا ہے۔ اگر کوئی HIV پازیٹو مرد یا عورت محفوظ جنسی اختلاط کے طور طریقے اختیار کر کے اپنے طرز زندگی کو بہتر بناتا ہے، اچھی غذا استعمال کرتا ہے، باقاعدگی سے ورزش کرتا ہے، طبیعت ذرا بھی بگڑنے پر فوراً طبی امداد حاصل کرتا ہے، دوائیں اور جسم پر بوجھ اور تفکرات سے گریز کرتا ہے، فعال رہتا ہے اور خوش کن نظریہ رکھتا ہے تو زیادہ طویل مدت تک اس کے زندہ رہنے کا امکان ہے۔

۳۔ کیا HIV سے متاثر فرد اور غیر متاثر فرد کے درمیان بظاہر کوئی فرق محسوس ہوتا ہے؟

کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ ایک HIV متاثر فرد جس میں ایڈز کا دور شروع نہیں ہوا ہے اور غیر علامتی ہے بالکل ایسا ہی نظر آتا ہے جیسے غیر انفیکشن شدہ کوئی فرد ہو۔ شکل صورت اور صحت کے اعتبار سے دونوں یکساں نظر آتے ہیں۔

۴۔ کیا HIV انفیکشن زدہ فرد صرف متاثر رہتا ہے اور کبھی ایڈز کا مریض نہیں بن سکتا؟

HIV اس صورت حال کو طاری ہوئے ابھی صرف چند ہی سال ہوئے ہیں اور یہ بتانا قبل از وقت ہوگا کہ HIV پازیٹو فرد ہمیشہ اس انفیکشن کا حامل رہے گا اور کبھی ایڈز کے درجہ پر نہیں پہنچے گا۔ تاہم ایسے افراد کی مثالیں موجود ہیں جو ۱۹۸۰ میں HIV پازیٹو دریافت ہوئے تھے اور اب تک پوری طرح تندرست اور ایڈز کے درجے سے دور ہیں۔

۵۔ اگر بخار، دائمی اسہال، وزن میں کمی اور سر درد رہتا ہو تو کیا ایڈز کا اندیشہ ہو سکتا ہے؟

آپ نے اپنے جو امراض بتائے ہیں ان کے بہت سے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں، لیکن اگر آپ کا خیال ہے کہ آپ اپنے طرز زندگی کے اعتبار سے کسی خطرہ والا گروپ سے متعلق ہیں تو آپ کو کسی منظور شدہ جانچ سینٹر میں ضرور جانا چاہیے جہاں آپ کو مناسب مشورہ ملے گا اور اگر ضروری سمجھا گیا تو آپ کا ٹسٹ بھی کر لیا جائے گا۔

۶۔ ایڈز زدہ فرد کی موت کس طرح واقع ہوتی ہے؟

جیسے جیسے ایڈز بڑھتا جاتا ہے اور فرد کی CD4 خلیات میں کمی ہونے لگتی ہے اور جسم کی قوت مدافعت میں تخفیف ہوتی چلی جاتی ہے پھر جسم میں بیکٹیریا سے لڑنے کی طاقت نہیں رہتی۔ انفیکشن اس پر غالب آ جاتے ہیں اور وہ تپ دق، دست، بدہضمی، نمونیہ، پھیپھڑوں کی تکالیف، سانس لینے میں دقت، دماغی خلل اور کسی نہ کسی قسم کے کینسر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کسی مرض کی کوئی دوا اس کا جسم قبول نہیں کرتا۔ ایک بہت تکلیف دہ صورت حال ہوتی ہے اور یہی اس کا انجام ہوتا ہے۔

۷۔ کیا کینسر اور ایڈز کے درمیان کوئی تعلق ہے؟

کچھ ایڈز مریضوں کو کینسر ہو جاتا ہے۔ ایڈز میں بعض مخصوص کینسر ہو جاتے ہیں جیسے Kaposi's Sarcoma جو ہندوستان میں عام نہیں ہے۔ یہ جلد کا ایک کینسر ہے جس میں جلد پر بڑے بڑے سرخ دھبے پڑ جاتے ہیں اور یہ اعضا کو متحرک رکھنے والے نرم عمل کے پٹھے والوں کو بھی متاثر کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک دوسرا کینسر Non Hodgkin's Lymphoma بھی ہو جاتا ہے جو ایڈز

کے نتیجے کے طور پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کینسر کے سبھی مریض ایڈز کے حامل نہیں ہوتے۔

۸۔ کیسے پتہ چلے گا کہ روزمرہ ملنے والے افراد میں سے کسی کو HIV انفیکشن ہے یا نہیں؟

صرف HIV انفیکشن کا ٹسٹ کرانے سے ہی پتہ چل سکتا ہے کہ کسی فرد کو HIV انفیکشن ہے یا نہیں کیونکہ HIV انفیکشن زدہ افراد دیکھنے میں بالکل تندرست اور نارمل نظر آتے ہیں اور انفیکشن زدہ فرد اور تندرست فرد میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

علاج اور معالجت

۱۔ کیا ایڈز کی کوئی دوا یا ٹیکہ ہے یا نہیں؟

نہیں۔ ایڈز جیسی کوانفرادی امیون ڈیفی شینسی سنڈروم کا اب تک تو کوئی بھی دوا یا ٹیکہ ایجاد نہیں ہوا ہے۔ کسی موثر ٹیکہ کی دریافت نہ ہو سکنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ وائرس بہت آسانی اور پھرتی سے اپنی ساخت بدل ڈالتا ہے اور اس طرح کسی بھی دوا یا ٹیکہ کے اثر کو اپنے اوپر کارگر نہیں ہونے دیتا۔ اسی لئے اس کا کوئی موثر علاج دریافت ہونا فی الحال ناممکن ہے۔

۲۔ کیا HIV کا بھی کوئی علاج ہے؟

HIV، ایڈز کو ختم کرنے کے لئے کوئی علاج اب تک دریافت نہیں کیا جا سکا ہے۔ کچھ دوائیں ضرور ہیں، جیسے: AZT (زیڈو وڈین)، ddI، ddC وغیرہ، جن کا اس وقت استعمال کیا جا رہا ہے۔ لیکن ان کی خوبی/اثر متفرق نوعیت کی ہے اور اس کے علاوہ اس کے جانبی اثرات بھی بہت سنگین ہیں۔ دوسری بات یہ کہ دوائیں بہت مہنگی ہیں اور بالخصوص ہندوستان جیسے ملک کے افراد کے لئے عموماً ناقابل مقدور ہیں۔ اور پھر دوسری بات یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعہ مریض کی عمر میں بہت سے بہت ایک دو برس کا ہی اضافہ ہو سکتا ہے تاہم بعض موقع پرست انفیکشنوں کا علاج ضرور ہو سکتا ہے جو ان ایام میں مریض پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ غیر ممالک کے سائنسداں ٹیکوں کی ایجاد پر بڑا کام کر رہے ہیں اور کچھ ٹیکے تجرباتی دور میں ہیں لیکن کم و بیش دس برس سے پہلے ان کا مارکٹ میں آنا ناممکن ہے۔

۳۔ HIV ایڈز کے لئے کیا کوئی علاج بھی ہے؟ کوئی بھی، کسی طریقہ علاج میں جیسے یونانی طب، آیورویدک، ہومیوپیتھک، سدھا، نیچروپیتھی، یوگ یا اور کسی بھی نامعلوم طریقہ علاج میں؟

اس بارے میں ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہی ہوگا۔ طریقہ علاج کے بہت سے تجربات ہیں جن پر کام کرنے والے ماہرین کا خیال ہے کہ وہ ایڈز کا کوئی موثر علاج دریافت کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف انداز سے تجربات کئے جا رہے ہیں لیکن تا حال سائنسی اعتبار سے کوئی بھی قابل بھروسہ دوا اس دعوے کے ساتھ پیش نہیں ہوئی ہے کہ یہ ایڈز/HIV کی موثر اور شافی دوا ہے۔

۴۔ اگر ایک HIV پوزیٹو فرد اپنے جسم کا خون نکلوا کر نئے اور اچھے خون کا ٹرانسفیوزن کرا لے تو کیا اس سے وہ ٹھیک ہو جائے گا؟

قطعی نہیں، وجہ صاف ہے۔ HIV پوزیٹو فرد میں یہ وائرس صرف اس کے خون میں نہیں بلکہ اس کے دوسرے خلیات اور اعضاء

زخمیوں سے خارج ہونے والے مواد سے شناخت نہیں کیا جا سکتا۔

۱۰۔ کیا جنسی متعدی مرض کا علاج نہ کرانے پر HIV انفیکشن ہونے کا خطرہ ہو سکتا ہے؟

جی ہاں۔ کیونکہ جنسی اختلاط کی راہ سے HIV انفیکشن کے خطرہ میں اضافہ کے اہم عوامل جنسی امراض بھی ہیں، بالخصوص ان افراد میں جن کے بہت زیادہ شریک ہوں HIV اور STD دونوں کے خطرات بہت زیادہ ہیں کیونکہ مرد اور عورت دونوں کے جنسی اختلاطی اعضاء پر جنسی متعدی امراض کی وجہ سے جو خراشیں، دانے یا زخم ہو جاتے ہیں ان میں پلنے والے جراثیم HIV کے داخلہ میں سہولیات مہیا کرتے ہیں۔

۱۱۔ Cervities کیا چیز ہے؟

اس کے معنی ہیں Cervix کے متعلق عارضہ۔ Cervix رحم کے منہ کا زیریں حصہ ہوتا ہے عورتوں میں اس سے متعلق مختلف نوعیتوں کے عارضات اکثر اور عام ہوتے ہیں، اور اس کی وجوہ میں مانع حمل گولیوں کے ذیلی اثرات یا بچہ کی ولادت کے دوران اس کی ضرورت سے زیادہ کھچاوٹ اور پھٹنے کا اندیشہ یا دوران اختلاط کوئی بے احتیاطی وغیرہ شامل ہیں۔ ان وجوہات سے یا تو یہ حصہ متورم ہونے لگتا ہے یا اس پر خراشیں آ جاتی ہیں اور علاج نہ ہونے پر ان میں انفیکشن پیدا ہو جاتا ہے یا اس کی نوک کا کچھ حصہ گھس کر یا گل کر ختم ہو جاتا ہے اور اس مقام پر کچا زخم ہو جاتا ہے۔ جس پر جھلی نہیں آتی۔ یہ کیفیت تولید کی اعمال کے دوران ۱۰ فی صد عورتوں میں واقع ہوتی ہے۔ اس عمل کے باعث چھلے ہوئے، خراش آلود، متورم مقامات ہی HIV انفیکشن کے داخلہ اور وائرس کے پہنچ جانے کے مقامات ہوتے ہیں۔ اور جب Cervix سے متعلق کوئی تکلیف ہو اس کو فوراً علاج کرانا نہایت ضروری ہے۔

HIV۔ آج اور مستقبل میں

HIV کے ابتدائی وائرس کو الحق کیا ہے قرن کے نمونوں میں اب سے سو برس قبل ۱۹۵۹ء میں ہی دریافت کیے جا چکے تھے لیکن افریقی ایڈز کے کیسوں کی دریافت پہلی بار ۱۹۸۰ء میں کی گئی تھی۔ یہ بات قابل غور ہے کہ مرض مدت سے (شاید ہمیشہ سے) معاشرہ میں موجود رہا ہو اور سویا ہوا ہو یا کسی مخصوص نوعیت میں ہو کہ اس کی علیحدہ شناخت نہ کی جا سکے۔ ممکن ہے اب سے پانچ سو سال قبل انگلینڈ کے نوجوان بادشاہ ایڈورڈ ششم کی موت بھی ایڈز سے ہوئی ہو۔ ممکن ہے مشہور انگریزی شاعر لارڈ بائرن کو اپنے خوبصورت چہرے کے بگڑنے کا جو اندیشہ تھا اور جس کے تحت اس نے خودکشی کی شاید اس کی وجہ ایڈز ہو۔ لیکن اس کا متبادل نظریہ بھی قابل غور ہے کہ یہ مرض پہلے بھی مہلک اور بھیانک نہیں رہا۔ "طاقتور ہی زندہ رہتا ہے" اصول کے تحت شاید ان فنکشن بھی ہیں اور اپنی زیادہ سے زیادہ نسل انسانی جسم میں پیدا کرتے ہیں۔

اس کوئی سوال نہیں کہ معاشرتی تبدیلیوں نے HIV کے پھیلاؤ میں تیزی پیدا کی۔ دنیا بھر رسل و رسائل میں اضافہ مواصلات، بڑھتی آبادی، شہری آبادیوں میں اضافہ، جنسی سرگرمیوں اور جسم میں بذریعہ انجکشن داخل کیے جانے کے قابل اشیاء کے استعمال ان تمام باتوں میں اضافہ کے، حالات نے ایک نسبتاً کم ضرر لیکن دائمی انفیکشن کو قابل انفیکشن میں تبدیل کر دیا۔ اگر جینیات کا نظریہ درست ہے اور اگر HIV کی موجودہ مہلک، قاتلانہ فطرت اس کے تیزی سے پھیلاؤ کا نتیجہ ہے تو پھر سب سے زیادہ مہلک اور وبائی شرح، کم آبادیوں

ایڈز مسائل اور اعداد و شمار کے آئینہ میں

ترتیب و تلخیص: سید شاہد حسین الہ آبادی

ہندوستان میں ایڈز کو آتشک جیسے جنسی مرض کی مانند ایک مرض تصور کیا گیا ہے دونوں متعدی امراض ہیں دونوں کی ابتدا اور پھیلنے کے طریقے بھی بڑی حد تک یکساں ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ آتشک ایک قابل علاج مرض ہے اور ایڈز لاعلاج ہے۔ اس کی ابتدا HIV سے ہوتی ہے (ایچ۔ آئی۔ وی) ہیومن امیونو ڈیفی شینسی وائرس کا مخفف ہے یعنی وہ انفکشن جو انسانی جسم میں موجود بیماریوں کا مقابلہ کرنے والے قدرتی مدافعتی نظام کو مفلوج و معطل کر دیتا ہے جس کے بعد اس کو طرح طرح کی بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ جس کی جانچ انسانی سیرم سے کی جاتی ہے۔ (اس جانچ کا نام سیرم ٹیسٹ ہے۔ سیرم یعنی انسانی خون میں شامل وہ شفاف اور مصفا پانی جیسا مادہ ہوتا ہے جو کسی زخم پر کھرنڈ جم جانے کے بعد بچے کھرنڈ کے کناروں سے رستا ہوا نظر آتا ہے) اگر کوئی خون بیماری سے ہے کہ اس خون میں شامل مادہ کی جانچ کی جاتی ہے اگر [illegible] مثبت ہوتا ہے تو یہ HIV کی موجودگی کی علامت ہے۔ اس مرض کی سب سے پہلے دریافت اسی کی دہائی کے شروع میں امریکہ میں ہم جنسی اختلاط کرنے والوں اور انجکشن کے ذریعہ شریانوں میں ہیروئن وغیرہ نشہ آور شئے کے داخل کرنے والوں میں ہوئی بعد میں یہ مرض یورپ اور بالخصوص وسطی اور مشرقی افریقہ میں پھیل گیا۔ ایشیا میں اس مرض کا داخلہ اس کے کئی برس بعد ہوا۔ یہ مرض مردوں سے عورتوں کو زیادہ اور عورتوں سے مردوں کو کم لگتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ جنسی بے راہ روی ہے جس میں ہم جنسی، بہت زیادہ عورتوں سے کئی مردوں کا آزادانہ جنسی اختلاط یا کسی عورت کا بہت زیادہ مردوں سے جنسی تعلق۔ یہ مرض شوہر سے بیوی میں بھی منتقل ہوتا ہے اور حاملہ ہونے کی صورت میں عورت کے رحم میں پل رہے بچے کو بھی لگ جاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ شریانوں میں منشیات کا انجکشن لینا بھی ہے اس طریقہ کے نشہ کے عادی بعض افراد جس انجکشن لینے والے ایک دوسرے کی سرنجیں اور سوئیاں بغیر انہیں اسٹیرلائز (یعنی ابال کر جراثیم پاک کئے بغیر) کئے ہوئے باہم استعمال کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر کو HIV انفکشن ہوتا ہے۔ اس کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ انفکشن سے متاثر شخص کا خون کسی ضرورت مند کے جسم میں ٹرانسفیوز کئے جانے پر بھی انفکشن ٹرانسمٹ ہوتا ہے۔ منشیات کے عادی افراد اور غریبوں کے ضرورت مند اپنا خون بلڈ بینکوں اور خون جمع کرنے کے مراکز کو فروخت کرتے رہتے ہیں اگر یہ خون بغیر جانچ کئے ٹرانسفیوز (داخل) کیا جاتا ہے تو اس انفکشن کا پھیلاؤ لازمی ہے۔ بے احتیاطی کی وجہ سے یہ مرض ہسپتال کے دوسرے مریضوں یا ڈاکٹروں اور عملہ کو بھی لگ سکتا ہے۔

ایڈز کے مریضوں کے خون اور پیپ کی پٹیوں اور گندے کپڑوں یا اسٹیرلائز کئے بغیر آلات کو استعمال کرنے سے بھی یہ مرض لگ سکتا ہے۔ ایڈز کے مریض کو دئے گئے انجکشن کی سوئی اتفاقیہ اگر کسی کو چبھ جائے تو اس کے جراثیم منتقل ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس نوعیت کے صرف گنے چنے واقعات اطلاع میں ہیں۔ ہسپتالوں میں زیادہ تر پلاسٹک کی سرنجیں انجکشن کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ جنہیں ابالنے پر ان کی شکل بگڑ جاتی ہے یہ سرنجیں اور سوئیاں ایڈز کے مریضوں پر استعمال کے بعد کوڑے میں پھینک دی جاتی ہیں۔ بعض افراد ان کو وہاں سے لے آتے ہیں اور بغیر درست طریقہ سے اسٹیرلائز کئے اپنے استعمال میں لے آتے ہیں یا ہسپتالوں کو فروخت کر دیتے ہیں۔ یہ بھی اس انفکشن کے پھیلنے کا ایک راستہ ہے۔ یہ علم نہیں کہ اس مرض کا ایڈز مچھروں کے ذریعہ بھی ہوتا ہے یا نہیں لیکن سو فی صد امکان ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔

تاہم یہ بات واضح ہے کہ HIV یا ایڈز کے مریض کے ساتھ رہنے کھانے پینے سے اس کی اشیاء استعمال کرنے سے اس کے کپڑے اس سے یا اس کی تیمارداری کرنے سے بھی دوسرے کو نہیں لگتا۔ یہ صرف اس کے ساتھ جنسی تعلق یا اس کے جراثیم آلودہ سرنج یا سوئی اپنے جسم میں چبھ جانے یا اس کا خون کسی کو چڑھ جانے سے یہ مرض لگ سکتا ہے۔ یعنی جب تک کسی کے خون سے اس کے جراثیم کا اتصال نہ ہو یا پیوستہ نہ ہو اس وقت تک یہ مرض دوسرے کو نہیں لگ سکتا۔

میں خون کی جانچ کے سنٹر قائم کئے گئے ہیں جہاں HIV کی دریافت کے لئے زیادہ خطرات میں مبتلا گروہوں (یعنی جن کو اس انفکشن کے لگنے کا زیادہ خطرہ ہو جیسے طوائفیں، کال گرلز اور عیاش مرد وغیرہ) کے سیری جانچ کے علاوہ رضاکارانہ طور پر بھی کوئی بھی اپنی جانچ کرا سکتا ہے۔ اگر ٹیسٹ میں اس کا سیرم مثبت علامات کا حامل ہو تو اس کو صلاح مشورہ کی سہولیات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ یہ ٹیسٹ جن آلات کے ذریعہ ہوتا ہے وہ "ایلیزا ٹیسٹ" کہلاتا ہے۔ اس ٹیسٹ پر مثبت ثابت ہونے پر اس کی توثیق کے لئے سیرم کا دوبارہ ٹیسٹ لیا جاتا ہے جو "ویسٹرن بلاٹ ٹیسٹ" کہلاتا ہے۔ یہ ٹیسٹ کافی مہنگے ہوتے ہیں اس لئے اب مقامی طور پر اس ٹیسٹ کے لئے آلات تیار کئے جا رہے ہیں جس سے اخراجات میں نمایاں کمی واقع ہوگی۔ انفکشن کے غیر علامتی دور کو طویل تر کرنے کے لئے تغذیہ (نیوٹریشن) بہت ضروری ہیں تاکہ جسم میں طاقت بحال رہے اور جراثیم تیزی سے اثر نہ کر سکیں۔ اس دور میں بھی متعدی امراض بالخصوص تپ دق، پیچش اور جگر کے امراض سے تحفظ کے لئے ادویہ کا استعمال ضروری ہے کیونکہ یہ متعدی امراض موقع دیکھ کر بار بار حملے کرتے ہیں۔ علامتی دور بہر صورت جلد یا بدیر نمایاں علامات کے دور میں تبدیل ہو جاتا ہے جس کے بعد تیزی سے مریض کی حالت گرنے لگتی ہے۔ متعدی امراض کے حملے تیز ہو جاتے ہیں اور ان کے تدارک کی ادویہ غیر موثر ثابت ہوتی ہیں۔ یہی دور ایڈز کا دور ہے جس کے بعد مریض کی موت جلد واقع ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہ مرض قریب قریب لا علاج ہے۔

HIV انفکشن یا ایڈز کے مریض کا خون چھونے سے یہ مرض نہیں لگتا لیکن اگر یہ خون کسی کے کھلے زخم کو چھو جائے تو انفکشن ہو جاتا ہے۔ جراثیم آلودہ خون سے تیار ادویہ کے انجکشن سے بھی یہ مرض لگ جاتا ہے۔ سب سے زیادہ تعداد میں یہ مرض جنسی بے راہ روی سے پھیلتا ہے اور اس طرح اس کے پھیلنے کی شرح نوے فی صد ہے۔ چونکہ چڑھائے جانے والے خون کی جانچ قانوناً لازم قرار دے دی گئی ہے اس لئے اب اس راہ سے اس کو لگنا مشکل ہے۔ تاہم اس مہلک مرض سے بچنے کا بہترین ذریعہ محفوظ جنسی اختلاط کے طریقوں کا درست اور مسلسل استعمال ہے۔ متاثرہ عورتوں کو حمل سے بچنے کے لئے کوئی مانع حمل جو ادویہ سنٹروں میں بہ آسانی دستیاب ہیں۔ نیز Spermi-cides یعنی بیج پیدا کرنے والے جراثیم کو مارنے والی ادویہ بھی ملک میں عام طور پر دستیاب کرائی جا رہی ہیں۔ خارجی ذرائع سے انفکشن سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ جسم میں انجکشن کے ذریعہ منشیات داخل کرنے والوں کو اپنی سرنجیں اور سوئیاں ہر استعمال کے بعد کھولتے پانی میں ابال کر جراثیم سے پاک کر لینے چاہئیں۔ اسپتالوں اور زچہ خانوں میں عملے کو ربڑ کے دستانے اور ایپرن استعمال کرنا ضروری ہے تمام آلات اور سرنجوں وغیرہ کو قاعدہ کے مطابق ابال کر صاف کر لینا ضروری ہے۔ اگر پلاسٹک کی سرنجوں کے بجائے (جو سستی ہوتی ہیں) شیشے کی سرنجیں استعمال میں لائی جائیں تو ان کو تیز گرم پانی میں ابالنا آسان ہوتا ہے اور ان کی شکل نہیں بگڑتی۔ اسپتالوں کے وارڈوں اور زچہ خانوں میں احتیاطی طور کے علاوہ جراثیم کش دوائی جیسے کہ فنائل کا چھڑکاؤ بہت ضروری ہے۔ زچہ خانوں میں بوقت پیدائش خارج ہونے والے خون اور پانی وغیرہ کی صفائی احتیاط کے ساتھ کی جانی چاہئے۔ مریضوں کے گندے کپڑے اگر جلا دیئے جائیں تو زیادہ بہتر ہوگا اور ایڈز کے مریضوں کو علیحدہ وارڈوں میں رکھا جانا بھی مناسب ہوگا۔ عوام میں اس انفکشن کے متعلق وسیع پیمانے پر بیداری لانا بہت ضروری ہے۔ خاص طور پر نوجوانوں میں جو جنسی تجربات کی جانب بہت راغب ہوتے ہیں۔ ہندوستان کی ۹۰ کروڑ کی آبادی میں کم سے کم ۲۵ فی صد مرد اور عورتیں جنسی عمل کے قابل ہیں اور ایک اندازہ کے مطابق ان میں سے کم و بیش چار لاکھ عورتیں HIV انفکشن سے متاثر ہیں اور ان کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے۔ ہندوستان میں سالانہ ۲۵ کروڑ بچے پیدا ہوتے ہیں جن میں سے کم سے کم بیس ہزار بچے HIV سے متاثر ہوتے ہیں۔

اعضاء کی پیوندکاری سے بھی ایڈز کا انفکشن ہوتا ہے۔ اگر عضو کا دینے والا انفکشن میں مبتلا ہو تو اس کو لینے والا بھی مریض بن جائے گا۔ سب سے زیادہ ضروری عوام کی ذہنی تربیت ہے۔ انہیں اس کے خطرات سے آگاہ کیا جائے اخلاقیات کا درس دیا جائے اپنا طریق زندگی بدلنے پر زور دیا جائے۔ عورتوں کو مانع حمل ادویہ اور آلات استعمال کرنا چاہئے تاکہ انفکشن سے متاثر بچوں اور مستقبل کے بے چارہ اور یتیم بچوں کی تعداد میں کمی ہو۔ اگر عیاشی اور منشیات کے بین الشریانی استعمال سے عوام پرہیز کریں تو اس مرض کے پھیلنے کا زیادہ خطرہ

تک وہ اس مرض کے ساتھ جدوجہد کرتا رہتا ہے اور ساری زندگی پریشان رہتے ہیں ان کا شکار ہو کر زندگی بھر سخت تکلیف دہ زندگی
گزار کر وہ عمر بھر یہاں تک موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے

کرنے والے افراد جو ایک دوسرے کے انجکشن یا مختلف بغیر انہیں جراثیم سے پاک کئے استعمال کرتے ہیں (۳) وہ افراد جو Hepatites جیسے کسی عارضہ میں مبتلا ہوں جس کے لئے ان کے جسم میں اکثر و بیشتر خون چڑھایا جاتا ہو جس میں جراثیم آلودہ خون بھی شامل ہو سکتا ہے (۴) حاملہ ماؤں کے بچے وغیرہ متعدد شریکوں (ایڈز متاثرین) کے ساتھ جنسی تعلقات۔

یاد رکھئے

اب تک ایڈز کا کوئی علاج دریافت نہیں ہوا ہے اور اس کا انجام ایک تکلیف دہ موت ہے۔ (۲) اس کی علامات فوراً ظاہر نہیں ہوتیں بلکہ ظاہر ہونے میں چھ ماہ تا پانچ سال اور بسا اوقات دس سال بھی لگ جاتے ہیں اور یہ دور خاموش دور ہوتا ہے۔ جب علامات ظاہر ہوتی ہیں اس وقت تک تمام امیدیں اس کے تدارک کی مسدود ہو چکی ہوتی ہیں۔ (۳) ایڈز کے مریضوں کو کینسر، نمونیہ، تپ دق وغیرہ جیسی موذی بیماریاں بہت جلد لاحق ہو جاتی ہیں اور جسم کی دفاعی مشینری کے معطل ہو جانے کے باعث کوئی دوا کسی مرض کے لئے کارگر نہیں ہوتی۔ (۴) معمولی سے بھی شک پر فوراً خون کا ٹیسٹ کرائے اور طبی ماہر سے مشورہ کرے۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ شرافت کی زندگی گزارے۔

HIV انفیکشن۔ عصری دستاویز اور مستقبل کے اندیشے

چیچک، ٹی بی، طاعون اور ہیضے کی تباہیوں کا شور و غوغا ابھی پوری طرح تھما نہ تھا کہ بنی نوع انسان پر اس سے بھی زیادہ مہلک مرض نے یلغار کر دی جو چیچک سے کہیں زیادہ متعدی اور جلد سرایت کرنے والا تھا۔ یہ مرض تھا ہیومن امیونو ڈیفیشینسی وائرس جس کو مختصراً HIV (ایچ۔ آئی۔ وی) کہا گیا۔ ایڈز اسی وائرل انفیکشن کا آخری دور ہے۔ ۱۹۸۱ء میں امریکہ میں پہلی بار اس مرض کی شناخت کی گئی تھی اور جب سے اب تک ایک بر اعظم کی جانب اس کا طوفانی کوچ جاری ہے۔

عالمگیر تعدیت کا خاکہ

جولائی ۱۹۹۶ء تک مجموعی طور پر تمام دنیا کے ۱۹۸ ممالک سے عالمی تنظیم صحت کو ۱۵ لاکھ سے زیادہ ایڈز کے کیسوں کی رپورٹ دی جا چکی ہے لیکن اندازہ ہے کہ ان کی اصل تعداد ۷۷ لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ یہ بھی یقین کیا جا رہا ہے کہ ایڈز کے پانچ کیسوں کا نصف حصہ وسطی اور مشرقی افریقہ میں واقع ہوا ہے۔ مزید برآں یہ تخمینہ بھی لگایا گیا ہے کہ ۱۹۹۲ء تک اطفالی ایڈز کے پانچ لاکھ سے زیادہ کیس بھی اسی علاقہ میں ہوئے ہیں جو دنیا کے مجموعی اطفالی ایڈز کیسوں کا ۹۰ فیصد ہے۔

عصری دستیاب اعداد و شمار کی بنیاد پر عالمی تنظیم صحت کا اندازہ ہے کہ اس مرض کی دریافت کی ابتدا سے ۱۹۹۲ء تک ایک کروڑ اور ایک کروڑ بیس لاکھ کے درمیان پانچ اور دس لاکھ بچے HIV انفیکشن کا شکار ہوئے ہیں۔ وسطی اور مشرقی افریقہ میں اس وقت ۶۰ لاکھ افراد اس انفیکشن میں مبتلا ہیں۔ شمالی امریکہ، لاطینی امریکہ اور غرب الہند کے خطہ میں مجموعی طور پر تیس لاکھ، جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیا میں ۱۵ لاکھ، یورپ، سابق کمیونسٹ ممالک، سابق سوویت یونین میں ۵ لاکھ، شمالی افریقہ اور مشرق وسطیٰ میں ۷۵ ہزار، بحر الکاہل خطہ میں ۲۵ لاکھ اور آسٹریلیا میں تیس ہزار افراد HIV سے متاثر ہیں۔ یہ بھی اندازہ ہے کہ ۱۹۹۲ء کے اول چھ ماہ کے دوران دنیا میں دس لاکھ نئے افراد اس انفیکشن میں مبتلا ہوئے ہیں اور یہ تعداد تیزی سے بڑھتی جا رہی ہے۔ ان دس لاکھ نئے متاثر افراد میں سے تقریباً نصف تعداد افریقی ممالک، ایک چوتھائی ایشیا اور بحر الکاہل خطہ میں (ان کا بڑا حصہ جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیا میں) اور دوسرے حصے سے کچھ زیادہ لاطینی امریکہ اور کیریبین خطہ میں آئے ہیں۔ یہ بھی یقین کیا جا رہا ہے کہ جملہ نئے پانچ افراد میں نصف تعداد عورتوں کی ہے۔ نومبر ۱۹۹۲ء تک ایڈز کے جن ۱۰۵۰ کیسوں کی رپورٹ ہوئی ہے وہ جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیا میں رہتے ہیں ان میں ۹۵ فیصد افراد ہندوستان اور تھائی لینڈ کے باشندے ہیں۔

انفیکشن کی اختیار کردہ راہیں

آسٹریلیا، شمالی امریکہ اور مغربی یورپ۔ عالمی تنظیم صحت کے مرتب کردہ اعداد و شمار کے مطابق آبادی کا بیشتر گروپ جو متواتر ہم جنسی اور دو جنسی استفادہ کرنے والوں اور انٹرا وینس ڈرگ لینے والوں پر مشتمل ہے اگرچہ جنس مخالف سے تعلقات رکھنے والے متاثرہ افراد کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ہم جنسوں اور انٹرا وینس ڈرگ لینے والے ایڈز کے کیسوں کے تقابلی تناسب میں نمایاں فرق جاری ہے کیونکہ ۸۰ کی دہائی کے وسط سے ہم جنسوں کی تعداد میں کافی تخفیف ہو رہی ہے۔ ۸۰ کی دہائی کے دوران ماں سے بچے میں انفیکشن کا ٹرانسمیشن اہم تصور نہیں کیا جاتا تھا لیکن HIV انفیکشن سے متاثرہ عورتوں کی تعداد میں اضافہ کے باعث اس روٹ سے بھی اس کے پھیلاؤ میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

وسطی اور مشرقی افریقہ

جنس مخالف سے آزادانہ جنسی تعلق HIV انفیکشن کی توسیع کا غالب طریقہ جو متواتر رہا ہے جس کی وجہ سے مردوں اور عورتوں میں سرایت کا تناسب کم و بیش مساوی ہے۔ دیگر جنسی بیماریوں کے ساتھ عورتوں میں HIV کے انفیکشن میں بھی معمولی اضافہ ہوا ہے جس کی کئی سماجی اور حیاتیاتی وجوہات ہیں ان ممالک میں مردوں اور عورتوں کا تناسب ۱:۱ ہے متاثرہ حاملہ عورت سے اس کے اندرون رحم بچے میں یا شیر خوار بچے میں HIV ٹرانسمیشن بڑے پیمانے پر ۳۰ فیصد سے متجاوز ہو گیا ہے۔ جنسی بیماریوں کی اونچی شرح بھی ایک اہم معاملہ ہے جس نے اس خطہ میں مرد سے عورت اور عورت سے مرد میں HIV ٹرانسمیشن کو آسان بنا دیا ہے۔ خارجی ذریعہ ٹرانسمیشن HIV متاثرہ خون ہے جو نسبتاً کم ہے اور تمام انفیکشنوں کا دس فی صد ہے تاہم یہ تناسب اب کم ہوتا جا رہا ہے کیونکہ عطیہ شدہ خون HIV کی دریافت کے لئے ضابطہ کے مطابق جانچا اسکرین کیا جا رہا ہے۔ اندازہ ہے کہ ۱۹۹۲ء تک وسطی اور افریقی ممالک میں HIV انفیکشن سے متاثر ساڑھے سات لاکھ بچے پیدا ہو چکے ہیں۔

جنوب اور جنوبی ایشیا

اس خطہ میں اگرچہ انفیکشن کا پھیلاؤ ۸۰ کی دہائی کے وسط یا آخر کے قریب ہوا تاہم اس کی توسیع کی رفتار کافی تیز ہے۔ جنوب مشرقی ایشیا بالخصوص میں تھائی لینڈ، فلپائن، ویت نام اور قطبی لینڈ وغیرہ میں ٹرانسمیشن کا سب سے بڑا ذریعہ مردوں اور عورتوں کا آزادانہ ہم جنسی تعلق اور کسی حد تک انٹرا وینس ڈرگ بھی ہے حالانکہ اس خطہ میں اس سے قبل انٹرا وینس ڈرگ لینے والوں کی تعداد زیادہ تھی لیکن اب کثیر التعداد جنسی شریکوں کے ذریعہ HIV ٹرانسمیشن بڑھتا جا رہا ہے بالخصوص ۱۹۸۸ء سے اس میں نمایاں اضافہ ہوا ہے تاہم یہ وبا ابھی اس خطہ میں ابتدائی دور میں ہی ہے لیکن اس کے تیزی سے پھیلنے کے آثار نمایاں ہیں اور اندیشہ ہے کہ یہ رفتار بالکل ویسی ہی ہو جائے گی جیسی ۸۰ کی دہائی میں وسطی اور مشرقی افریقی ممالک میں تھی لیکن اس خطہ میں چونکہ بالغ آبادی کے لحاظ سے جنوبی اور جنوب مشرق ایشیا میں انفیکشن سے متاثرہ افراد کی تعداد افریقی ممالک کی بہ نسبت کہیں زیادہ ہو گی۔

لاطینی امریکہ اور کیریبین خطہ

محدود و نامکمل اعداد و شمار کے باعث اس خطہ میں HIV انفیکشن کا مکمل اور درست تخمینہ لگانا مشکل ہے تاہم اندازہ ہے کہ وسطی امریکی عورتوں میں گزشتہ چار سال کے اندر مکمل ایڈز کیسوں کی تعداد کی شرح میں چالیس گنا اضافہ ہوا ہے۔ حالیہ جائزہ کے مطابق لاطینی امریکہ میں زیادہ تر بچے انفیکشن کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں مردوں اور عورتوں کے جنسی آزادانہ اختلاط کے ساتھ منشیات لینے والوں کی تعداد بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ مجموعی طور پر ۱۹۹۲ء میں HIV انفیکشن سے متاثرہ افراد کی تعداد کا تخمینہ دس لاکھ سے اوپر لگایا گیا ہے جبکہ ایڈز کے کیس ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہیں۔

مشرقی ایشیا، بحر الکاہل خطہ، مشرقی یورپ، سابق سوویت روس، شمالی امریکہ اور مشرق وسطی

ان ممالک میں انفکشن نسبتاً حال میں پھیلا ہے جس کی وجہ سے ان علاقوں میں اس انفکشن کے غالب طریقوں کی جو شناخت بہت دشوار ہے اس لئے اس کے پھیلنے اور ایڈز کے کیسوں کے بہت محدود اور نامکمل اعداد و شمار دستیاب ہو سکے ہیں۔

ایڈز کے بڑھنے کی سمتیں۔ تخمینہ جات اور خاکے

HIV/ایڈز کے مستقبل کے لئے اس کی عصری سمتیں صورت حال اور خاکے حفظان صحت کی منصوبہ بندی اور مرض کے تدارک کی حکمت عملی وضع کرنے کے لئے بہت اہم ہیں۔ اس نوعیت کے اندازے دستیاب اعداد و شمار (وہ کتنے ہی نامکمل کیوں نہ ہوں) کے استعمال اور ان کو آبادی کے مخصوص حصوں پر منطبق کرکے تیار کئے جاتے ہیں۔ نیز معلومات کے خلاء کو پر کرنے کے لئے ریاضیاتی ماڈلوں کو استعمال میں لایا جاتا ہے۔ مستقبل میں وبا کے اختیار کرنے والی سمت کا بیشتر انحصار HIV کی ڈائنامکس (علم حرکت الاجسام) کے متعلق مفروضات پر ہوتا ہے۔ اگر حالیہ معلومات میں تاخیر کے لئے ماضی کی معلوماتی تاخیر کے تخمینہ جات کی بنیاد پر کچھ ترمیم اور عددی درستگی کر بھی لی جائے تب بھی یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ اس نوعیت کی درستگی حالیہ یا مستقبل کی معلوماتی تاخیر کے لئے مناسب حد تک صحیح ہوگی۔ ان حرکات اجسام کی نمونہ سازی ان کی کثیر التعداد حیاتیاتی اور عملی قوتوں کے باعث (جن کی HIV پھیلاؤ کے بیان کے لئے ضرورت ہوتی ہے) بہت زیادہ مشکل ہے۔ اس مقصد کے لئے بہت سے نمونوں کی تعداد موجود ہے لیکن افادیت کی نقطۂ نظر سے ان میں سے کوئی بھی سادہ نہیں بلکہ بیماری کے حقائق کا عکس پیش کرنے کے نظریہ سے پیچیدہ ہے۔ HIV انفکشن کا تخمینہ اس کے پھیلاؤ کے متعلق دستیاب اعداد و شمار کو مجموعی آبادی پر منطبق کرکے لگایا جا سکتا ہے۔ عام طور پر استعمال کئے جانے والے ایک اور نمونہ میں ایڈز کے کیسوں کی رپورٹ اور HIV انفکشن کے ایڈز کی شکل اختیار کرنے کی سالانہ شرح تعداد کو معکوس شمار کر کے HIV انفکشن کی سالانہ تعداد کا تخمینہ لگایا جا سکتا ہے اور بھی کئی طریقے ہیں لیکن ان سب میں خامیاں ہیں۔

۱۹۸۸ء میں عالمی تنظیم صحت نے ایک "ڈیلفی سروے" ۲۰۰۰ء تک HIV کے پھیلاؤ کا خاکہ تیار کرنے کے لئے کیا تھا۔ ۱۹۹۲ء کے وسط میں امریکہ کے ہارورڈ اسکول آف پبلک ہیلتھ کی جانب سے عالمگیر پیمانے پر HIV کے امکانی انفکشنوں میں تعداد کا تخمینہ اور خاکہ تیار کیا گیا تھا۔

ہندوستان کے لئے تخمینہ اور خاکے

سیرو سرویلنس سرگرمیوں سے دریافت شدہ اعداد و شمار ہندوستان کے لئے بھی مستقبل کے امکانات اور تخمینوں کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ ایک مثال پر عمل کرتے ہوئے یہ مندرجہ ذیل تناظر پیش کرتا ہے۔

ہندوستان میں HIV انفکشنوں کی تعداد کا تخمینہ کے مطابق سروے اعداد و شمار ۱۹۹۱ء

گروپ	اندازاً تعداد لاکھ میں	غلبہ کی شرح	انفکشن سے متاثر افراد (اندازاً تعداد)
عام لوگ	دس لاکھ	[illegible] فی صد	ایک لاکھ
[illegible] عورتوں سے تعلق رکھنے والے	۳۰ لاکھ	[illegible] فی صد	[illegible] ہزار
[illegible]	[illegible] ہزار	[illegible] فی صد	۵ ہزار
ہم جنس [illegible] مرد	ایک لاکھ	[illegible] فی صد	۳۰ ہزار
[illegible]	[illegible] لاکھ	[illegible] فی صد	۳۰ ہزار

قدم پر مرکوز ہے۔ یہ مستقبل میں HIV/ایڈز کنٹرول کی زیادہ وسیع سرگرمیوں کے لئے بنیاد بھی فراہم کرتا ہے۔ اس منصوبے کی سرگرمیوں کو زیادہ سے زیادہ حد تک صحت کے موجودہ ڈھانچے کے ساتھ ضم کر دیا جائے گا اور پرائیویٹ سیکٹر اور غیر سرکاری تنظیموں کے ساتھ ان میدانوں میں جن میں انہیں مہارت اور تجربہ حاصل ہے، وسیع پیمانے پر اشتراک کیا جائے گا۔

نیشنل ایڈز ریسرچ ادارہ کا قیام

ہندوستان میں ایڈز اب کوئی بعید تصور نہیں بلکہ ایک حقیقت بن چکا ہے اور محض قدغنوں کے ذریعے اسے دور نہیں کیا جا سکتا۔ یہ انفیکشن دنیا کے کئی ممالک اور بالخصوص وسطی اور مشرقی (افریقی) ممالک میں جو تباہی اور قہر نازل کر چکا ہے اس کے اعادہ کے لئے وافر اسباب و شواہد موجود ہیں۔ ہندوستان کے لئے اس کے موجودہ پھیلاؤ اور مستقبل کے خاکے خاصے اندیشہ ناک اور تشویشناک ہیں۔

ہندوستان میں ایڈز کے مسائل سے نمٹنے کے لئے خود پر بھروسہ کرنے کے لئے مقامی صلاحیتوں اور مہارت کو ترقی دینے اور فروغ دینے کی سخت ضرورت ہے۔ بیماری کی نیچرل ہسٹری (طبعی تاریخ) کے متعلق جانکاری اور اس کی کلینیکل مظاہر جیسے شعبہ کو ابھارا جائے۔ مغربی دنیا کے جانے پہچانے پیمانوں کے ساتھ مماثلت کے درجے سے واقفیت کے حصول کے لئے وائرس کے علیحدہ کئے جانے اور اس کی گروہ بندی کے عمل کو ترجیحی بنیاد پر اختیار کرنا چاہئے اور اگر ہندوستانی پیمانہ مختلف ثابت ہوا تو مغربی پیمانے کے لئے تیار کردہ ٹیکے و تشخیصی آلات کی ہندوستان میں استعمال کی موزونیت پر از سر نو غور کرنے کی ضرورت ہوگی۔

HIV انفیکشن کی اہمیت کے احساس کے پیش نظر "نیشنل ایڈز کنٹرول تنظیم (NACO) قائم کی گئی ہے یہ نیشنل ایڈز کنٹرول پروگرام کے اطلاق کا کام کرتی ہے۔ اس کے علاوہ HIV/ہندوستان کی تحقیقی مساعی کی رہنمائی کے لئے انڈین کونسل آف میڈیکل ریسرچ نے ایک نیشنل ایڈز ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (NARI) پونہ میں قائم کیا ہے۔

وبائی تعلیم، تحقیقی مطالعات انٹراوینس ڈرگ لینے والوں میں HIV انفیکشن

[illegible] ناگالینڈ کی ریاستوں میں HIV انفیکشن کے زبردست پھیلاؤ سے ہندوستان میں ایڈز کا منظر بہت تیزی سے تبدیل ہو رہا ہے۔ ان حلقوں میں طوائفوں اور پیشہ ور خون دینے والوں کو سب سے بڑا متاثرہ گروپ شناخت کیا گیا ہے تاہم کچھ شمالی مشرقی ریاستوں منی پور، میزورم اور ناگالینڈ میں گزشتہ دو سال کے دوران انٹراوینس منشیات کے انجکشن لینے والوں کی کافی کثیر تعداد میں موجودگی کے باعث HIV انفیکشن کی وبا کے پھوٹ پڑنے کی بہت تشویشناک صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔ برما کے ساتھ ان ریاستوں کی بین الاقوامی سرحد پر مشترک ہونے کے باعث آسانی سے [illegible] کے ساتھ ساتھ واقع قصبات میں "گولڈن ٹرائی اینگل" سے آزادانہ ہیروئن دستیاب ہو رہی ہے۔ ۱۹۸۹ء میں منی پور میں انٹراوینس لینے والا پہلا HIV سیرو مثبت کیس دریافت ہونے کے بعد ان ریاستوں میں ICMR کی یونٹ کے تحت [illegible] یہ مطالعات کا سلسلہ جاری ہے۔ [illegible] تکنیک اور [illegible] کے ذریعہ [illegible] بنیادی جائزوں نے ظاہر کیا ہے کہ ان تینوں ریاستوں میں [illegible] لینے والوں کی تعداد کل آبادی کا ایک یا دو فی صد ہے اور اس شرح میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے ان منشیات میں [illegible] انجکشن [illegible] انٹراوینس ڈرگ لینے والوں میں [illegible] سے زیادہ HIV سیرو پازیٹو افراد

ہیں جو بہت تیزی کے ساتھ اس انفیکشن کو پھیلا رہے ہیں۔ مطالعات نے نمایاں کیا ہے کہ انٹراوینس ڈرگ لینے والوں اور ان کے جنسی پارٹنروں، طوائفوں مقامی اور دوسری ریاستوں سے آنے والے ٹرک ڈرائیوروں میں [illegible] نگرانی کی فوری اور سخت ضرورت ہے۔ منی پور، میزورم اور ناگالینڈ ہندوستان کی کل آبادی کا محض تین فی صد آبادی کا احاطہ کرتی ہیں لیکن ملک کے ۵۰ فی صد HIV سیرو پازیٹو افراد پیش کرتی ہیں۔

HIV انفیکشن اور تپ دق

HIV کی وبا نے ایک اور عالمی وبا تپ دق کو دنیا پر نازل کر دی ہے۔ اندازہ ہے کہ دنیا میں تقریباً [illegible] لاکھ افراد بیک وقت HIV اور

HIV انفیکشن کے مراحل (ایڈز کے مریضوں میں وبائی ایڈز کے ان جنسی اعمال کے شریکوں کو جو HIV منفی رہے ہیں اور مارچ سکریٹری
کو زیر مطالعہ رکھا گیا ہے اور ان کے CD۴ اور CD۸ کی شرح اور شمار کو جانچا گیا ہے ان تین افراد کے مطالعہ میں CD۴ کا شمار HIV انفیکشن
کی علامات کے اظہار اور ان کے طبی بیماری کے درجہ تک ارتقا اور رابطہ نتائج سے تفصیلی طور پر مطابق دریافت ہوا ایڈز کے نمایاں حق
کیسوں کی تشخیص کے لئے عالمی تنظیم صحت کے معین کردہ اور جانچ کے اصولوں کو آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز نئی دہلی

میں ہندوستانی ایڈز مریضوں پر آزمایا گیا جس سے معلوم ہوا کہ غیر معمولی تاخیری چوری تھی CD۴ خلیاتی شمار اور CD۴/CD۸ کا
تعدادی تناسب جسمانی مدافعتی نظام کے تعطل کے اچھے مظاہر ہیں مکمل (Lymphopenia (Lymph ایک اگلی سیال مادہ ہوتا ہے
جو پانی جیسا اور جسم کے خلیات اور اعضا میں پایا جاتا ہے نسوں میں سست رفتاری سے بہتا ہے) نسبتاً بہت کم پایا گیا ہے ابھی مطالعات جاری
ہیں۔

مستقل (مرکزی) چوکسی

وقت کی مدت اور حالات کے ساتھ HIV انفیکشن کے جھکاؤ کی نگرانی کے لئے کونسل نے مرکزی نگرانی کے مقصد کے تحت ایڈز اور
HIV کی جانچ سے جانچ پر عمل کا پروگرام تیار کیا ہے۔ اس "مرکزی چوکسی" میں کسی آبادی کے داخلی منتخبہ گروپ "بیم ورک" کا کام انجام
دیتے ہیں اور خیال ہے کہ اس سے حاصل کردہ اعداد و شمار HIV/ایڈز کے تدارک اور اس کے کنٹرول کی سرگرمیوں، جانچ اور منصوبہ سازی
کے لئے بالکل درست اطلاعات فراہم کریں گے۔ جانچ کے عمل کو اس چوکسی کے اندر کسی سے ربط نہیں رکھا گیا ہے اور پوری گمنامی اور
رازداری کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔

تمام HIV جانچ کرنے والی لیبارٹریز میں تجربہ گاہوں کی اعلی صفات اور کوالٹی کی عمدگی کے معیار طریقوں اور اصولوں کو قائم رکھنا
اشد ضروری ہے۔ نیز ان ضوابط پر بھی سختی سے عمل ضروری ہے جو HIV پر عمل والے سیرم کی حتی الامکان حد تک درست لیبارٹری
تشخیص پیش کر سکیں اور جو HIV/ایڈز کے تدارک اور کنٹرول کے لئے اشد ضروری ہے۔ داخلی اور خارجی دونوں پہلوؤں کی اعلی خصوصیات پر
حاوی یقین دہانی اور متعلق تجربہ گاہوں کے معیاری نگرانی کے لئے ان کی پابندی بھی لازم ہے۔

۹۰ کی دہائی کے لئے تخمینے اور نتائج

اس عالمگیر وبا کے عصری عالمی حالات پر دستیاب اعداد و شمار کی بنیاد پر عالمی تنظیم صحت نے تخمینہ لگایا ہے ۹۰ کی دہائی کے دوران
بالغوں میں ایک اور دو کروڑ کے درمیان HIV انفیکشن کے نئے کیس لازمی طور پر ہوں گے۔ یہ بھی اندازہ ہے کہ اس عرصہ میں پچاس لاکھ
اور ایک کروڑ بچے HIV انفیکشن کے ساتھ پیدا ہوں گے یہ بات زیادہ تر ترقی پذیر ممالک میں رونما ہوں گی اور ان کی اکثریت مشرقی اور
وسطی افریقہ میں ہوگی۔ اس دہائی میں ایڈز کے کیسوں میں بھی بہت تیزی سے اضافہ ہوگا۔ ۱۹۸۹ء میں ان کی تعداد ۵ لاکھ تھی اور ۲۰۰۰ء
تک ان کی تعداد کم سے کم ایک کروڑ تک پہنچ جائے گی۔ یہ اضافہ ناگزیر ہے کیونکہ اس وقت ایک کروڑ اور ایک کروڑ بیس لاکھ کے درمیان
افراد HIV انفیکشن میں مبتلا ہیں جو بتدریج ایڈز میں تبدیل ہو جائیں گے اور اس طرح موجودہ صدی کے آخر تک ان کی تعداد میں ۳ تا ۴ گنا
اضافہ ہو چکا ہوگا۔ یعنی ان کی تعداد تین یا چار کروڑ کے درمیان پہنچ جائے گی علاوہ ازیں دس سال سے کم عمر کے کم از کم ایک کروڑ بچے جو زیادہ
تر ترقی پذیر ممالک میں ہیں ایسے ہوں گے جو اس صدی کے آخر تک ایڈز کے باعث اپنے والدین کی موت کے باعث یتیم ہو چکے ہوں گے۔

۹۰ کی دہائی کے دوران آسٹریلیا، مغربی یورپ اور شمالی امریکہ میں ہم جنسی کا ارتکاب کرنے والے اور انجکشن سے منشیات لینے والے

افراد جو متاثر آبادی کے سب سے زیادہ متاثر گروپ بنے رہیں گے لیکن یہ امکان بھی ہے کہ نئے انفیکشن جنس مخالف سے
رکھنے والوں نیز متعدد جنسی پارٹنروں کے ساتھ تعلقات رکھنے والوں میں زیادہ واقع ہوں گے۔

۹۰ کی دہائی کے آخر تک مشرقی اور وسطی افریقی ممالک میں HIV انفیکشن سے متاثر اطفال کی تعداد دس لاکھ تک پہنچ جائے گی۔ یہ اطفال والدین کے ذریعہ اولاد میں انفیکشن کے ترسیل کی شرح (۳۰ فی صد) پر مبنی ہیں تاہم متاثرین کے ۷۰ فی صد بچے غیر متاثر شدہ ہوں گے اور یہی وہ بچے ہوں گے جو یتیموں کا سب سے بڑا گروپ بنائیں گے کیونکہ ان کی متاثر ماں یا متاثر باپ یا دونوں ان بچوں کی ۱۰ سال کی عمر کے درمیان مر چکیں گے۔ ان ہی ممالک میں ۹۰ کی دہائی کے دوران ایڈز سے مرنے والے بچوں کی شرح میں پچاس فی صد کا اضافہ ہو جائے گا۔ بہت سے ممالک میں اطفال اموات کی شرح کم کرنے کی جتنی بھی کامیابیاں سابق گذشتہ دس برس کے دوران کی گئی تھیں اب سب پر پانی پھر جائے گا۔ ان ممالک کے بڑے شہری علاقوں میں ایڈز سے مرنے والے بچوں اور ۱۵ تا ۴۹ سال کی عمر کے درمیان کے بالغوں کی کثیر تعداد میں اموات کی وجہ سے ان علاقوں میں اضافہ آبادی کی شرح میں تیس فی صد تخفیف ہو جائے گی ان میں اموات بالغان کی شرح تین گنا سے بھی زیادہ ہو گی۔

تھائی لینڈ میں ایڈز کے پھیلاؤ سے نتیجہ نکالا گیا ہے کہ اگر موجودہ رفتار اور انداز میں تبدیلی واقع نہیں ہوئی تو ۹۰ کی دہائی کے آخر تک مجموعی طور پر ۲ تا ۴ ملین کے درمیان HIV کیس ہوں گے۔

ان اعداد و شمار کے برعکس ترقی یافتہ ممالک HIV اور ایڈز کے مسائل کے مقابلے کے لئے زیادہ خواندگی، بہتر طبی وسائل اور جنسی بیماریوں کے کم غلبے کے باعث زیادہ بہتر طریقے سے تیار ہوں گے اس دور ان کے اہم مسائل کا مرکز تحفظ صحت کی مد میں اخراجات اور بوجھ اور ضروریات میں توازن کا قیام ہوگا۔ لیکن ترقی پذیر ممالک میں اس بیماری کے باعث اقتصادی ڈھانچے میں تباہ کن تبدیلیاں واقع ہوں گی، وجہ یہ ہے کہ اس بیماری کا زیادہ تر اثر روزی کمانے والے محنت کش طبقے کے علاوہ صنعتی اور کاروباری افراد پر بھی پڑے گا افرادی قوت کی یہ عمر روزگار اور کاروبار دونوں اعتبار سے بہترین پیداواری عمر ہوتی ہے پیداواری عمر اور سب سے زیادہ انفیکشن کی شرح کی عمر کا گروپ ایک جیسا ہے، علاقائی تجارت، مصنوعات کی تیاری اور زراعت سخت متاثر ہوں گے۔ سرمایہ لگانے والے غیر ملکیوں کی ہمت شکنی ہوگی، سیر و سیاحت سے ہونے والی ملکی آمدنی بہت زیادہ گر جائے گی اور ایڈز بہت زیادہ متاثر ممالک کی معیشت کی تباہی کا باعث ہوگا اس کے علاوہ HIV اور ایڈز مریضوں کی دیکھ بھال، تیمارداری اور علاج و تغذیہ کے اخراجات قومی اور ذاتی وسائل پر بوجھ بن جائیں گے اور ۲۰۰۰ء میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ایڈز بعض ممالک کی معیشت کی بربادی کے ساتھ ان کے سیاسی استحکام کی جڑیں بھی کھوکھلی کر دے گا۔

HIV اور دوسرے انفیکشنوں کے درمیان تعامل عوامی صحت کی بہت زیادہ پریشانی کا سبب ہے ان انفیکشنوں میں تپ دق زیادہ اہم ہے۔ یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ بغیر HIV انفیکشن والے فرد کی بہ نسبت HIV انفیکشن والے فرد میں HIV اور تپ دق تیزی سے جسم پر اثر انداز ہوتا ہے۔ عالمی تنظیم صحت کا تخمینہ ہے کہ ۱۹۹۲ء تک چالیس لاکھ یا اس سے زیادہ افراد کی کافی بڑی شرح ہے جو علاوہ HIV انفیکشن کے غلبے کے ساتھ ۹۰ کی دہائی میں تپ دق کی شکل میں ایک مہلک وبا کے غلبے سے دوچار ہوں گے۔ بعض ممالک میں تپ دق کے جراثیم اس مرض کی

تنفس میں مجرب اور موثر ادویہ کے استعمال کے باوجود ختم نہ ہو سکنے کی وجہ سے ایک اور اہم مسئلہ پیدا ہو رہا ہے اور اندیشہ ہے کہ اور بھی کئی ممالک اسی نوعیت کے سنگین عوامی صحتی مسئلے سے دوچار ہوں گے۔

HIV کے مقابلے کے لئے ادویہ

اس وقت HIV انفیکشن کا کوئی علاج دنیا کے کسی بھی گوشے میں دریافت نہیں کیا جا سکا ہے تاہم بعض ادویہ کی مدد سے متاثر فرد کی زندگی کی مدت میں کچھ اضافہ کر کے اس کے غیر علامتی دور کو طویل تر کر کے ایڈز کی علامات کے غلبے کو کچھ مدت کے لئے ملتوی کرنا ممکن ہو گیا ہے اس سلسلے میں جن ادویہ کے استعمال کی رائے دی گئی ہے ان میں DDI، AZT اور DDC شامل ہیں یہ سب TOXIC یعنی زہریلی

ERS کے تین متوازی ٹیسٹ ہوتے ہیں اور جیسا کہ حکمت عملی (۲) میں ہے تینوں ٹیسٹ مختلف اینٹی جن مجموعوں یا مختلف اصولوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ وہ سیرم جو پہلے ٹیسٹ میں ردعمل ظاہر کرے وہ HIV اینٹی باڈیز مثبت سمجھا جاتا ہے اسی طرح جو سیرم پہلے ٹیسٹ میں ردعمل والا اور دوسرے ٹیسٹ میں غیر ردعمل والا پایا جائے اسے مشتبہ قرار دے دیا جاتا ہے۔

حکمت عملی (۲) و (۳) میں استعمال کے لئے HIV2 اینٹی باڈیز ٹیسٹوں کے انتخاب میں پہلا ٹیسٹ زیادہ تخصیص والا ہونا چاہئے جبکہ دوسرے اور تیسرے ٹیسٹ کو پہلے کی بہ نسبت زیادہ تخصیص کا ہونا چاہئے۔

جہاں HIV ٹیسٹنگ کا مقصد غیر علامتی HIV متاثرہ افراد کی شناخت ہو وہاں حکمت عملی (۳) تجویز کی جاتی ہے (ایسی صورت میں جبکہ وہاں حکمت عملی (۲) کا استعمال درست ہوگا) جہاں HIV سے متعلق بیماری کی تشخیص کے لئے HIV2 اینٹی باڈیز کیفیت کی تصدیق درکار ہو وہاں بھی حکمت عملی (۲) آزمائی جائے، جانچ اور نگرانی کے مقصد کے لئے حکمت عملی (۲) کے استعمال کی رائے ان حالات میں دی ہے جہاں HIV غلبہ دس فی صد سے کم ہو اور حکمت عملی (۱) وہاں استعمال میں لائی جائے جہاں HIV کا غلبہ دس فی صد سے زیادہ ہو۔ جب مقصد ترسیل خون کو تحفظ اعضاء کی پیوندکاری کا تحفظ ہو وہاں تمام عطیوں کے HIV غلبوں میں حکمت عملی (۱) ہی استعمال میں لائی جائے۔ اس طریقے کے متبادل جانچ حکمت عملی سے کافی بچت ہو سکتی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ۱۰ فی صد سے کم HIV غلبہ پر حکمت عملی (۳) کی جانچ کی قیمت روایتی طریقے سے جانچ کی قیمت کے تقریباً نصف کے برابر یا اس سے کم ہوگی۔

نتائج :۔ ۱۹۸۶ء سے اب تک کئے گئے مطالعات مندرجہ ذیل نتائج پیش کرتے ہیں۔

ایڈز کے پروان چڑھنے کی مدت اور بالغوں میں ایڈز عروج کے کئی کیس جنسی ترسیل کے نتیجے کے طور پر ریکارڈ کئے جانے کے نتیجے کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ سمجھا گیا ہے کہ ہندوستان سے HIV کا تعارف ۸۰ کی دہائی کے تقریباً آغاز میں ہوا تھا اور اس وائرس کا وبائی صورت میں غلبہ تقریباً ۸۵-۱۹۸۶ میں شروع ہوا (۲) یہ وائرس ۱۹۹۳ء تک ملک کی بیشتر ریاستوں اور یونین علاقوں تک پھیل گیا (۳) HIV ترسیل کے دو نمایاں طریقے ہیں (الف) شمال مشرقی ہندوستان اور ملک کے کئی بڑے شہروں میں شریانوں میں انجکشن کے ذریعہ منشیات لینے کے سلسلے میں ایک دوسرے کی سرنجوں اور سوئیوں کا آزادانہ استعمال (ب) ملک کے باقی حصوں میں بہت سے افراد کے ساتھ جنسی تعلقات (۴) آبادی کے بعض مخصوص گروپوں میں جن کی شناخت کی جا چکی ہے HIV بہت تشویشناک تیز رفتاری سے ایک فرد سے دوسرے میں پھیل رہا ہے۔ بمبئی میں تین چار سال کے اندر ۳۰ فی صد طوائفیں اس انفیکشن سے متاثر ہوئی ہیں اور شمال مشرقی علاقے کے امپھال میں انجکشن سے منشیات لینے والوں میں ایک سال کے اندر اندر پچاس فی صد کا اضافہ ہوا ہے۔ ہندوستان کو دوسرے ممالک کے تجربات سے منصوبہ بندی کی حکمت سیکھنے اور نیشنل ایڈز پروگرام کو کامیابی سے عملی حقیقت بنانے اور ان ممالک کی غلطیوں اور ناکامیوں اور طریق کار سے پسپائی کرنے کا بھی فائدہ اٹھانا چاہئے اور ایسا ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہئے۔

یہ نظریہ کہ HIV / ایڈز محض صحت سے متعلق ایک مسئلہ ہے جو زبردست اہمیت کا ہے اس کے وسیع تر نتائج کی جانچ کے لئے ایک بہت ہی تنگ خاکہ ہے۔ اس کے اثرات کا جائزہ ان سماجی اور معاشی مسائل کے سیاق و سباق میں لینا چاہئے جو ملک کو درپیش ہیں۔ اور جو خود اس انفیکشن کے لئے پیدا کر رہے ہیں۔ HIV / ایڈز کے پھیلنے کے امکان کو انسانی ترقی اور سماجی اور معاشی تبدیلیوں کے ساتھ اس کے رشتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے سمجھنا چاہئے۔ HIV / ایڈز ہمارے معاشرہ کی عمارت کو مسمار کر دینے کا خطرہ بن گئی ہے۔

کنٹرول پروگرام کے اطلاق کے لئے نیشنل ایڈز کنٹرول آرگنائزیشن کا قیام اور ایڈز میں کثیر الجہتی تحقیق کی قیادت کی فراہمی کے لئے ICMR کا قائم کردہ نیشنل ایڈز ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ایڈز و HIV انفیکشن کے تدارک اور کنٹرول کے لئے اہم اداروں کا مظہر ہے۔ اس انفیکشن کی شناخت دس سال کے اندر اندر ایڈز اور HIV پر سائنسی تحقیق میں بے اندازہ ترقی علم و فہم کی نئی جہتوں کو تلاش کیا ہے۔ جس نے ترقیت تشخیصی طریقوں علاج اور تدارک کی ٹیکوں کی دریافت کے لئے امید کا سامان بہم پہنچایا ہے۔

لیکن آج ۱۹۹۲ء میں HIV انفیکشن کی روک تھام کے لئے کوئی چیز نہیں ہے اور بجز احتیاطی اقدامات کی مجرد سماجی ترسیل اور تعلیم کے اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اس کے خلاف موثر دوا کی دریافت کے لئے عظیم پیمانہ پر تحقیقی پروگرام شروع کیا گیا ہے۔ کچھ دوا کے بہت افزا نتائج سامنے آئے ہیں لیکن یہ ادویہ اول تو بہت قیمتی ہیں دوسرے یہ کہ کوئی مضر جانبی اثرات کی بھی حامل ہیں نیز ترقی پذیر ممالک کے لئے قابل حصول نہیں اور عام استعمال میں رائج ہیں۔ اگر ایک موثر ٹیکہ آئندہ کچھ برسوں میں ایجاد ہو بھی جائے تب بھی تحقیقی اور مالی رکاوٹیں شاید اس کے استعمال کو محدود کر دیں گی اور اس متعدی مرض کے پھیلاؤ پر اس کا اثر محدود ہو کر رہ جائے گا۔ وبائی پھیلاؤ میں اس کے تیزی سے آگے بڑھنے کی رفتار کو روکنا مشکل ہے تا آنکہ ان افراد کو جن کے سروں پر اس کا خطرہ منڈلا رہا ہے اپنی زندگیوں کے طور طریق

بدلنے کی ترغیب حاصل ہو۔ عصری سیاسی اور مستقبل کے نتیجے بلاشبہ بہت خوفناک ہیں اس لئے سائنس کی مانند اقوام کو بھی اس چیلنج کے مقابلہ کے لئے کمربستہ ہو جانا چاہئے۔ صرف قوم کی جانب سے پرجوش اور منظم عوامی عمل کے ذریعہ ہی ہم اس متعدی مرض ایڈز کے خلاف کامیاب ہونے کی توقع کر سکتے ہیں اگر باشندگان ملک نے شریفانہ طریقہ زندگی کا راستہ اختیار کر لیا تو یہ سب سے بہتر اقدام ہوگا دوسرا اقدام صحت کو ایک عظیم امانت اور خدا کا عطیہ کا تصور کرنا ہے۔

مباحثہ بابت طبی اخلاقیات

قاضی صاحب

جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے کہ اس وقت ہمارا موضوع طبی اخلاقیات ہے جس کے کئی حصے ہیں۔ ایک حصہ تو وہ ہے جس کا تعلق اخلاقیات سے ہے، مثلاً ایک طبیب کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور مریض کے حالات اور اس کی بیماری کو راز میں رکھنا اور اس طرح کے دیگر مسائل۔

اس کا دوسرا حصہ ڈاکٹر معالج اور طبیب کی اہلیت کا ہے کہ جو لوگ اہل نہیں ہیں ان کے لئے طب و معالجہ جائز ہے یا نہیں؟ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر نا اہل اور ایسا شخص جو کوئی لائسنس نہیں رکھتا ہے اس نے معالجہ کا کام کیا تو وہ ضامن ہوگا یا نہیں؟ اگر اس کے علاج سے کوئی نقصان ہو چکا ہو تو کیا ہوگا۔ اسی طرح بہت سے دوسرے مسائل ہیں جو آپ نے سوالنامہ میں پڑھے ہوں گے۔ ابھی سب سے پہلے میں جناب ڈاکٹر مسعود اشرف صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تشریف لائیں اور اس موضوع پر روشنی ڈالیں۔

ڈاکٹر مسعود اشرف صاحب (علی گڈھ)

صدر، محترم علماء کرام معزز حاضرین!

میں آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ آپ آج کے جن مسائل پر غور و خوض کر رہے ہیں، جن میں طبی اخلاقیات بھی شامل ہے۔ یہ مسئلہ وقت کے ساتھ ساتھ زیادہ سنگین صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ مریضوں کے تئیں ڈاکٹروں کا رویہ ہمدردانہ کم اور تاجرانہ زیادہ ہے۔ اخلاقی اور طمع نے اس اچھے پیشے کو بھی منافع بخش کاروبار میں بدل دیا ہے۔ یہ ایک افسوسناک صورت حال ہے۔ تو ہمیں اخلاقی پہلو نظر انداز نہیں کرنے چاہئے۔ اس کے لئے مذہب کا سہارا اور اخلاقی ضروری ہو گئی ہے۔

حضرات!

اسلامی فقہ اکیڈمی کی طرف سے جو سوالنامہ مرتب کیا گیا ہے اور اس بارے میں علماء کرام نے جو رائیں دی ہیں وہ اپنی جگہ بہت اہم ہیں اور میں اس کی طرف پہلے آپ کی توجہ مبذول کراؤں گا اور بعد میں دیگر مسائل کی طرف۔ سوالنامہ کا پہلا مسئلہ رازداری ہے۔ اس مسئلہ میں امراض کو تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ (۱) ایسے امراض جن سے دوسرے کو کوئی نقصان نہ ہو مثلاً کسی کی پیٹ کی تکلیف یا گردہ میں پتھری ہو گئی ہو، کوئی دوسرا عضو متاثر ہے جس سے کسی دوسرے کو نقصان نہیں ہے، مگر مریض یہ چاہتا ہے کہ یہ کسی کو بتایا نہ جائے تو اس کو کسی اور سے نہ کہنے میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا۔ (۲) دوسری قسم اس طرح کے امراض کی ہے جن سے دوسرے متاثر ہو سکتے ہیں جیسے کسی کو ٹی بی ہے جو دوسروں کو متاثر کر سکتی ہے۔ اب ایسے لوگ نماز باجماعت پڑھیں یا مجمع میں دوسروں سے میل جول میں رہیں یا کوئی ایسا کام کرے جو مستقل ساتھ رہنے کی وجہ سے دوسروں کو لگ سکتا ہے۔ (۳) تیسری قسم ان امراض کی ہے جن سے معاشرہ کا بہت بڑا حصہ متاثر ہو سکتا ہے مثلاً ایڈز کی بیماری یا طاعون، ان حالات میں ڈاکٹر کا کیا فرض ہوگا؟ کیا وہ مریض سے متعلق اتھارٹیز (Authoritbes) کو مطلع کرے یا نہ کرے اور دوسروں کو اس سلسلہ میں بتلا سکتا ہے؟

دوسرا مسئلہ یہ زیر بحث ہے کہ دواؤں اور آپریشن میں ایسی چیزوں کے استعمال کا کیا حکم ہے جو شرعاً حرام ہیں مثلاً اسپرٹ یا آپریشن میں جو لوگ (Catgdt) استعمال کرتے ہیں جو جانوروں کی آنت سے تیار ہوتی ہے اور تقریباً سارے آپریشن میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔

ہے۔ عورت کے مادہ میں بھی جان ہے اور مرد کے مادہ میں بھی جان ہے، تو جان تو شروع ہی سے ہوگی تو پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ بچے میں اگر جان نہ ہو بعض حالات کے اندر، تو اسقاط حمل کی اجازت ہو سکتی ہے۔ بس یہ چند مسائل تھے جن کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا تھا۔ اس مسئلہ کا جو بھیانک پہلو ہے وہ انسانی اعضاء کا بیوپار ہے۔ انسان کا جبراً استحصال، حصول دولت کے بجائے کسی کی مجبوری سے مالی فائدہ اٹھانا۔ پارٹس کا لفظ استعمال کر کے روایت کیا یہ سارے مسائل ہیں۔ علماء کا فرض محض صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ مسائل کا حل پیش کریں بلکہ اس سے لوگوں کو آگاہ کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کام کے لئے اشتہارات اور کتابچوں کی اشاعت، اور ان مسائل پر جمعہ کے دن گفتگو کے ذریعہ ایک عام بیداری اور مسائل سے واقف کرایا جا سکتا ہے۔ مذکورہ مسائل پر گفتگو کرتے وقت یا کسی حل پر پہونچنے سے پہلے اس پر بھی غور کرنا ضروری ہے کہ وہ حل کس حد تک قابل عمل ہے۔ اس کے ساتھ خود آپ کے یہاں اضطرار اور عموم بلوی کی اصطلاح موجود ہے، بہت سی باتیں عوام اپنا لیتی ہے اور مسائل میں گنجائش ہوتی ہے تو نرم پہلو اختیار کیا جاتا ہے، بہرحال جس طرح ہوا ان میں حد سے تجاوز کرنا غلط ہے، اسی طرح تنگی بھی نامناسب ہے، دین میں انہی امور تفہیم کے ذریعہ باتوں کو ذہن نشین کرایا گیا ہے اور مسائل میں آسانی کو اختیار کیا گیا ہے۔ بہرحال ان چیزوں کو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ مجھے اللہ کی ذات سے پوری امید ہے کہ آپ کی یہ گفتگو پوری انسانیت کے لئے نتیجہ خیز ثابت ہوگی اور خواص و عوام کے لئے مفید ان شاء اللہ۔ شکریہ۔

قاضی صاحب:

محترم حضرات!

جنسی اخلاقیات کے موضوع پر جو سوالات کئے گئے تھے ان میں سے بیشتر سوالات کے جوابات آچکے، آخری عرض جو مولانا انیس الرحمن صاحب کو پیش کرنا ہے، میں نے یہ محسوس کیا کہ اس میں کئی چیزیں وہ ہیں جو زیر بحث آچکی ہیں اس لئے مزید اس پر وقت خرچ کرنے کے بجائے موضوع پر مباحثہ شروع کیا جائے، میں اس وقت تھوڑی سی گفتگو یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جو بحث ہمارے یہاں ایڈز کے مرض کی چل رہی ہے، سب سے پہلی بات جو اس سیمینار کو خصوصیت سے کرنی چاہئے وہ یہ ہے کہ ایڈز کا مرض کیوں پیدا ہوتا ہے؟ یہ اس دور میں جنسی آوارگی جو موجودہ تہذیب کا تحفہ ہے اور اصل برائی کی جڑ ہے، اس پر پابندی کی کوشش کتنی بھی نہیں کی جا رہی ہے۔ ایڈز اس وقت بین الاقوامی طور پر بہت بڑے پیمانے کا موضوع ہے، اور اس وقت اس کو ایک ہیبتناک اور خوفناک چیز کے طور پر دیکھا جا رہا، علمی اور تحقیقی مجالس میں پیش کیا جا رہا ہے، بلاشبہ یہ اللہ کا عذاب ہے، جس تہذیب نے جنسی آزادی، بے قید و بند اور بغیر جائز و ناجائز کا تصور کئے ہوئے ہوس نفس کی تکمیل کو اپنا خاص شعار بنایا ہوا اس کو یہ تحفہ ملنا ہی تھا، جو تہذیب آج اس پر غور کر رہی ہے کہ ہم جنسی کو جواز کی سند ملنی چاہئے، اور عورت عورت اور مرد مرد کے جنسی تعلق کو ایک قانونی حق کے طور پر مانا جانا چاہئے، افسوس انگلینڈ وغیرہ والوں نے جب آگے بڑھ کر بات کی کہ تو انسان میں ہم جنسی کے جین موجود ہیں، انہوں نے بات کو اور بہت دور تک پہونچایا، اس مرض کے عموم کے پیچھے بہت بڑا دخل اور اس مرض کے پھیلنے کا اسباب دراصل ناجائز جنسی رشتے ہیں، موجودہ تہذیب نے ٹیلی ویژن کے ذریعہ جو فلموں کے ذریعہ اور بیہودہ اشتہارات میں مخصوص خواتین کے ذریعہ اس مرض کو پھیلایا ہے، جوہات کو کھلی جنسی اور آزادی نسواں کے نعرے کے تحت ان کی تصویروں اور ان کے جسموں کے اعضاء کی نمائش تجارتی مقاصد کے لئے اشتہارات اور جنس میں کی جا رہی ہے، یہ ہیں وہ بنیادی اسباب جو دراصل اس مرض کے پھیلنے کے اور اس عذاب کے مسلط ہونے کا باعث ہو رہے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اس سیمینار کو صاف الفاظ میں دنیا کی دو حالت ساری دنیا کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بات کہی جانی چاہئے کہ تہذیب مغرب کی جنسی آوارگی اور جنسی آزادی، اور وہ عیاشیاں جنہوں نے پورے معاشرہ کو تباہ و برباد کر رکھا ہے اور تمام اعلیٰ اخلاقی قدروں کو اور اس کے پورے سسٹم کو برباد کر رکھا ہے، انسانیت کے تحفظ کے لئے سب کو آگے آنا چاہئے اور آگے بڑھ کر ان چیزوں پر پابندیاں عائد کرنی چاہئے جو اس مرض کا سبب ہوتے ہیں، اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اعلان اس سیمینار سے۔۔۔ زیادہ اس کا مستحق ہے کہ وہ اس بات کا اعلان صاف الفاظ میں کرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ فقہ کی نظر حقیقت اور

واقعہ یہ ہوتی ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ یہ مرض پیدا ہو چکا ہے اور اس مرض کے بہت سے معاشرتی نتائج ہیں، محرکات کی بات میں نے کی، معاشرہ میں بہت سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں اس ذیل میں یہ مسئلہ بھی ہے کہ ایڈز کے مریض کے ساتھ یا دیگر امراض خبیثہ کے مریضوں کے ساتھ عام انسانوں کا اور معاشرہ کا کیا رویہ ہونا چاہئے، میں سمجھتا ہوں کہ جہاں تک اسلامی تعلیمات کا تعلق ہے وہ ہم پر یہ ذمہ داری عائد کرتی ہیں کہ جس حد تک ممکن ہو ہم ایسے مریضوں کی تیمارداری کریں، اگرچہ وہ اس کے کسی عمل بد کی وجہ سے آیا ہو، اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص کو یہ مرض کسی عمل بد کی وجہ سے لاحق ہوا، ایک شخص ایڈز کا مریض ہے وہ انجکشن استعمال کرتا ہے، مرض منتقل ہو سکتا ہے، استروں کے استعمال سے مرض منتقل ہو سکتا ہے خون کی منتقلی کے ذریعہ مرض منتقل ہو سکتا ہے، بچے بے قصور اور معصوم لوگ بھی ہو سکتے ہیں جنہوں نے کسی گناہ کا ارتکاب نہ کیا ہو لیکن وہ اس مرض میں مبتلا ہو جائیں، اور بے گناہوں کے ساتھ گنہگاروں جیسا برتاؤ کیا جائے یہ ہم فرق نہیں کر سکتے، اور کی بات کو اللہ بہتر جانتا ہے، ہم کو اسلام کے نقطہ نظر سے ان کے ساتھ معاملہ کرنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں جو سوالات آئے ہیں اور اس کی بابت عرض بھی سامنے آچکے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ بہت زیادہ اختلافی مسائل نہیں ہیں، اور یہ بات مان کر چلنا چاہئے کہ ضابطوں میں ڈاکٹر مریض سے اجازت لے لیں ٹھیک ہے، لیکن اگر ایسے حالات ہوں اور ضابطوں کی اجازت وہ نہیں لے سکیں، ایک ڈاکٹر یہ دیکھ رہا ہے کہ مریض مر رہا ہے، اور اس کے علم و فن کے اعتبار سے اس کو بچایا جانا ممکن ہے اور اجازت کے ضابطہ کی تکمیل کی بظاہر کوئی صورت نہیں ہو تو ڈاکٹر کو اس کا حق ہونا چاہئے کہ اپنا انسانی فریضہ ادا کرے اور اپنی صلاحیتوں اور مہارتوں کے مکمل استعمال کے ساتھ اس انسان کو بچانے کی کوشش کرے، اس کے بعد اگر کوئی کامیابی نہیں ہوتی تو ناکامی میں اس کو ضامن نہیں ہونا چاہئے، البتہ جب غفلت ہو، اور ڈاکٹر کو پیشہ ایک تجارت کے طور پر استعمال کیا جائے تو ظاہر ہے کہ غفلت کی بنیاد پر اس کو تعدی اور زیادتی قرار دے کر ضمان یا تعویض کا حکم اس پر لگایا جا سکتا ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے یہ بات کہی ہے۔

ایک مسئلہ اس میں عیب اور راز کو چھپانے اور نہیں چھپانے کا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ بہت زیادہ اس میں بحث و تمحیص کی ضرورت نہیں، جو شریعت کا اصول ہے یعنی "لا ضرر و لا ضرار فی الإسلام" یہ دیکھنا چاہئے کہ اس مرض کے اخفاء میں زیادہ ضرر ہے یا اس کے اظہار میں زیادہ ضرر ہے، دونوں صورتوں میں "اخف الضررین" جو اس میں کمتر ہوگا اس کو چھوڑا جائیگا، اور جو بڑا ضرر ہوگا اس کو دفع کیا جائے گا، اس اصول پر مبنی ہے وہ اصول جس کا ذکر مقالہ نگاروں نے کیا ہے کہ ضرر خاص اور ضرر عام اگر ٹکرائیں، ایک طرف کسی خاص فرد کا نقصان ہے اور دوسری طرف پوری سوسائٹی کا نقصان ہے، تو سوسائٹی کا اجتماعی نقصان زیادہ اہمیت رکھے گا، فرد کے نقصان کو برداشت کیا جائے گا، لیکن سوسائٹی کو نقصان اور ضرر سے بچایا جائے گا، اس اصول پر ان سوالات کا فیصلہ ہم لوگ کر سکتے ہیں۔ اب اگر عمداً ایسی بات ہے قصداً کسی شخص کو کسی شخص سے دشمنی ہے، وہ چاہتا ہے کہ میں ایڈز کا مریض ہوں اور وہ اس لئے اسے اپنا خون دے دیتا ہے کہ اسے بھی یہ مرض لاحق ہو جائے، اس ذیل میں میں ایک بات عرض کروں، مرض موہوم، مرض موہوم کا لفظ بہت استعمال کیا گیا ہے، اور شاید خاص کر اور خاص طور پر یہاں پر بیٹھا ہے وہ یہ محسوس کر رہا ہو کہ آج کل ان امراض کے پھیلنے کا جو تناسب ہے وہ غیر معمولی ہے اس کو محض موہوم نہیں کہا جا سکتا، میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے علماء اور فقہاء نے جو مرض موہوم کا لفظ استعمال کیا ہے، یہ شاید امکانیات کے معنی میں ہے، اور امکان، کوئی بھی ڈاکٹر یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک شخص کا مرض دوسرے کی طرف ضرور (یقینی) منتقل ہو جائے گا Possible ہے کہ منتقل ہو جائے، تو ایک ہے ممکن (Posibility) اور اس کے مقابلہ میں شیورٹی (Surity) ہے تو جب ہم ممکن اور شیورٹی کہیں گے تو یہ ممکن جس میں صرف امکان ہے اس کے مقابل میں دوسرا ضرر جو شیور اور یقینی ہے اس سے بچنے کی کوشش کریں گے، یہ اصول ہمارے یہاں فقہ میں ہے، اس میں ایک چیز اور سمجھنا چاہئے کہ ایک ہے سادہ ممکن، سادہ امکان دونوں پہلو برابر ہیں، ہو بھی سکتا ہے، نہیں بھی ہو سکتا ہے، اور ایک ہے غالب امکان، تو غالب امکان کو ظن غالب کو فقہاء نے یقین کے معنی میں لیا ہے، اگر کسی شی کا غالب

امکان ہو اور اکثر و بیشتر احکام میں علت کی بنا پر اس کو قائم مقام حقیقی مان کر حکم لگایا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ جب کوئی فیصلہ کریں گے تو اس بات کو ذہن میں رکھیں گے کہ ایڈز جیسے امراض کا پھیلاؤ اور اس کا منتقل ہونا محض امکان ہے یا امکان غالب ہے جیسا کہ آج کے اطباء اور اصحاب تحقیق کی رائے ہے۔ مسئلہ فسخ نکاح کا تو بہت اہمیت اور تفصیل کے ساتھ اور بہت مدلل مولانا زبیر صاحب نے فسخ نکاح کا سوال اٹھایا ہے۔ اس کے بحث کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اگر کوئی مرض شوہر کو ایسا پیدا ہو جائے جو عورت کے لئے نقصان دہ ہے، مثلاً فلاں فلاں امراض تو عورت کو فسخ نکاح کا حق ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ مرض بوقت نکاح اس شخص کو موجود ہو، نکاح کے بعد اگر اس کو یہ مرض موجود ہوا تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ دوسرا نکتہ ان کا بہت اہم ہے کہ فقہاء نے جن امراض کی صراحت کر دی ہے انہیں کے ساتھ حکم مخصوص ہوگا، دوسرے امراض کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ دونوں باتیں بہت اہم اور قابل غور ہیں۔ ہمارے یہاں فسخ نکاح کے مسائل میں معمول فقہ مالکی پر ہے، اور جہاں تک فقہ حنفی کا تعلق ہے تو جیسا کہ آپ کو معلوم ہے شیخین یعنی امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ امراض کی صورت میں عورت کو حق تفریق نہیں دیتے۔ فقہ حنفی کے نقطہ نظر سے اگر عورت نان و نفقہ سے محروم ہو جائے اور شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہو جائے، کہ نان نہیں معذور ہو گیا، کوئی اور وجہ ہو گی جس کو فقہاء کی اصطلاح میں "معسر عن النفقہ" کہتے ہیں اس صورت میں فقہ حنفی یہ کہتی ہے کہ تفریق نہیں کی جائے گی، اور وہ بتاتے یہ ہیں کہ نفقہ ایک حق مالی ہے، اور حق زوجیت مقصود بالنکاح ہے، اور حق مالی تابع ہے، تو تابع کے فقدان سے اصل شی ختم نہیں ہوتی، جب ان سے بحث کی گئی کہ امراض کی صورت میں آپ کیا کہتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہاں اصل حق سے محروم ہوتی ہے، مقصود بالنکاح ختم ہو جاتا ہے، اور نفقہ کی صورت میں ایک تابع سے محرومی ہے، اور تابع کے ختم ہو جانے سے مقصود متاثر نہیں ہو سکتا، پھر وہ کیا کرے؟ فقہاء نے کہا: "یقال لها استدینی علیه" عورت سے کہا جائے گا کہ اس کے نام پر قرض لے لے۔ اس زمانہ اور مفلس شخص کی بیوی کو قرض کون دے گا، اور سوچئے تو آپ؟ شاید اس زمانہ میں لوگ رہتے ہوں، لیکن آج کے زمانے میں تو ہرگز قرض دینے کے لئے اس کو تیار نہیں ہوں گے، پھر وہ عورت کیا کرے، اب یا تو وہ عورت لوگوں کے درمیان ایک کھلونا بن کر رہ جائے گی اور اس کی عفت و عصمت خطرے میں پڑے گی یا پھر اپنے جسم و جان کو باقی رکھنے کے لئے اس کے پاس کوئی "قوت لا یموت" نہیں ہوگا، اس لئے متاخرین احناف نے اس رائے کو تسلیم کیا کہ دلائل کے اعتبار سے اگرچہ امام ابو حنیفہ کا قول قوی ہے، لیکن معاشرتی مشکلات اور دشواریوں میں اس قول پر عمل کرنے کے نتیجہ میں جو حل نکالا گیا ہے وہ تسلی کافی نہیں ہوتا، اور ایک دوسری بات پیدا ہوتی ہے کہ جنسی تعلق میاں بیوی کا بے شک مقصود نکاح ہے، لیکن یہ مقصود ثانوی ہے، مقصود اولیں ہے عفت و عصمت کا حصول، اور اگر غربت و افلاس کی وجہ سے اور بے سہارگی کی وجہ سے اس کی عفت و عصمت کے مجروح ہو جانے کا خطرہ ہو جیسا کہ آج کے معاشرہ میں اس کے امکانات بہت زیادہ ہیں تو ایسی صورت میں جو اصل مقصود نکاح ہے وہی ختم ہو جاتا ہے۔ لہذا اصل مقصود نکاح پر نظر رکھتے ہوئے اگر شوہر مفلس ہو یا ایسا ہو گیا ہے، بیوی کے نان و نفقہ کو پورا نہیں کر سکتا تو بیوی کو حق تفریق دیا جانا چاہئے۔ جہاں تک تعلق اس بات کا ہے کہ فقہ مالکی کو ہم معمول بہ مانتے ہیں تو اس لئے کہ فقہ مالکی کی بنیاد حکم ضرر پر ہے، اور اس میں کوئی وجہ نہیں سمجھتا ہوں کہ جن امراض کو قدیم فقہاء نے ذکر کیا ہے اور وہ امراض جو ان کے زمانہ میں پیدا ہی نہیں ہوئے تھے آج ان کے حکم پر ہی ہم مجبور کریں کہ جن

پانچ سات آٹھ بیماریوں کی تفصیل قدیم فقہاء نے لکھ دی ہے وہیں تک حکم محدود رہے گا، اگر یہ کتاب و سنت کی نصوص بھی ہوں کہ فلاں فلاں مرض میں تفریق کی جائے گی تو بھی یہ حکم معلل بالعلۃ ہے، یہ حکم خلاف قیاس نہیں، معلل بالعلۃ ہے، موجب تفریق قرار دیتی ہے، فقہ مالکی حکم کی بنیاد ضرر پر رکھتی ہے، مدار علت پر رکھتی ہے، یہ ہمارے علاوہ کو خاص طور سے نظر میں رکھنی چاہئے، ایک خاتون ۲۲ تھوڑے یہ محسوس کرتی ہے کہ میرا شوہر ایڈز کا مریض ہے اور سب سے موثر اور قوی ذریعہ اس بیماری کے منتقل ہونے کا جنسی تعلق ہے، اور اس نتیجہ اور خبیث مرض میں مبتلا ہو جانے کا ایک عورت کو خطرہ ہے وہ نفسیاتی طور پر خوف کے تحت مریض رہتی ہے اور امام محمد کا قول جا ہے کہ نکاح فسخ ہو یا ہو اختلاف کا، مجھے اس بحث میں نہیں پڑنا ہے، مگر علامہ ابن عابدین "مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر" میں نقل کیا ہے وہ یہ اہم نکتہ

ہے: "اذا لم یمکن لہا المقام معہ الا بضرر" بہترین اور بلیغ تعبیر ہے ایک عورت کے لئے اس مرد کے ساتھ رہنا بغیر ضرر کے ممکن نہ ہو یہ "لا یمکن لہا المقام لہ الا بضرر" ایک عورت کے لئے بغیر ضرر کے اس کے ساتھ رہنا ممکن نہ ہو وہ علاقہ ہم بھی کریں گے، نصیحت کریں گے، عورت کو صبر اور توکل کی بات کہیں گے کہ تم امت، تیرے کو اللہ نے مبتلا کیا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اجر دے گا، اور بے شک وہ اگر صبر کرے تو بہت بڑے درجہ والی بھی ہوگی، بے شک اس میں کوئی شک کی بات نہیں لیکن روح ہے ان احادیث کی جن میں نکاح کے رشتہ کو دور تک اور دیر تک چلانے کا شریعت کا ایک عمومی مزاج ہے لیکن اس کے باوجود اگر دونوں میاں بیوی راضی ہوں یہ حال میں تو ہمیں کیا؟ میاں بیوی راضی تو قاضی کیا کرے، اس کو اس کا کوئی تعلق حاصل ہو نہیں، مسئلہ یہ ہے کہ ایک عورت کھڑی ہو کر کہتی ہے کہ میں اس شوہر کے ساتھ نہیں رہ سکتی، یہ فلاں مرض میں مبتلا ہے اور میں اس کے ساتھ جسمانی طور پر اور نفسیاتی طور پر خوف کا شکار ہوں اس لئے اس کے ساتھ رہنا میرے لئے ممکن نہیں ہے، اس صورت میں قاضی کیا کرے؟ یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور میرے خیال میں ابن ہمام کی جو تحریر ہے، فقہاء کا ان پر عمومی طور کو محدود کر دینا اور اس کو ایک امر تعبدی اور خلاف قیاس قرار دینا چاہے ابن قدامہ نے لکھا ہو، مجھے کہنے دیجئے چاہے کسی اور بڑے محقق نے لکھا ہو، لیکن اس کے باوجود جو میری سمجھ اور جو کچھ فقہ کے اصولوں کے تقاضے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ ان کا اگر یہی قول ہے تو یہ قول ان کا فقہ کے بنیادی اصول کے موافق ہے، میں اس کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے احکام معقول المعنیٰ ہیں اگر علت مشترک پائی جاتی ہے تو حکم کا اشتمال ہوگا، دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح نکاح کے وقت مرض ہو اس سے جو ضرر عورت کو ہو رہا ہے گا، نکاح کے بعد ہونے والے مرض سے بھی ضرر ہو رہا ہے گا، اور بعض مثالیں جو دی گئی ہیں دراصل یہ مثالیں اس قول پر مبنی ہیں جس میں یہ کہا گیا ہے کہ مرد و عورت کے درمیان ایک بار اگر زندگی میں جنسی رشتہ قائم ہو جائے تو مرد کی ذمہ داری پوری ہو گئی میں اپنے دوستوں سے درخواست کروں گا کہ حضرت مولانا عبد الصمد رحمانی کی کتاب "کتاب الفسخ و التفریق" ضرور مطالعہ کریں، اس قول پر جو پوری بحث کی گئی ہے اور خود کتاب اللہ سے جو معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک دفعہ نہیں زندگی میں سو دفعہ جنسی تعلق قائم کیا لیکن اس کے بعد قسم کھائی کہ چار مہینہ اپنی بیوی سے نہیں ملوں گا، صورت ایلاء میں شریعت نے عورت کو علیحدہ کرنے کا حکم دیا، اگر اس نے قسم کھائی ہے کہ میں نہیں ملوں گا بنیادی روح اس کے پیچھے یہی ہے اور اس کو بھی مت کہہ دیجئے کہ یہ خلاف قیاس ہے، اس مسئلہ میں فوجیوں کو کتنے دنوں تک گھر سے دور رہنا ہے اور کتنے دنوں کے بعد ان کو لوٹ آنا ہے، اس واقعہ ایلاء سے

مسئلہ مرض سے استدلال کیا، اس لئے یہ سوچنا چاہئے کہ آپ ایک عورت کو ایک بار جنسی رشتے قائم کر کے یہ سوچتے ہیں کہ اب زندگی بھر کا سارا فرض پورا ہو گیا اس لئے اگرچہ وہ مجبور ہو جائے اور اگرچہ وہ عنین ہو جائے لیکن اس کی تفریق نہیں ہوگی، صحیح نہیں ہوگا، یہ چند چیزیں تھیں جو مجھے عرض کرنی تھیں، میں سمجھتا ہوں کہ اور حضرات کو بحث کا موقع دیا جانا چاہئے، اس سلسلہ میں آپ ماہرین طب علماء بھی یہاں بیٹھے ہیں، اطباء اور ڈاکٹرس بھی یہاں بیٹھے ہیں اس مسئلہ پر اظہار خیال کریں۔

حکیم ظل الرحمن صاحب

ایڈز کے بارے میں بہت پروپیگنڈہ ہے، کیا کسی کے پاس یہ اعداد و شمار ہیں کہ اب تک کتنے اور کس قدر آدمی اس سے مر گئے؟ یہ اعداد و شمار کسی کے پاس نہیں ہیں، اگر نہیں ہیں تو پھر اس کو ہوا کیوں بنایا جا رہا ہے، جبکہ ہمارا اعتقاد ہے کہ "لکل داء دواء" اور کل یہ تحقیق بھی ممکن ہے کہ جس مرض کو ہم لاعلاج مرض سمجھتے تھے وہ قابل علاج مرض ہے۔

استقرار حمل کے سلسلہ میں ابھی یہ رائے دی گئی تھی کہ اطباء یہ تصدیق کریں کہ مریض کے اثرات پیدا ہونے والے بچے میں منتقل ہونے کا شدید اندیشہ ہے، اول تو یہ تصدیق صرف ظنی ہوگی اور یہ ظن اس عوامی پروپیگنڈہ کا نتیجہ ہے جو ایڈز کے سلسلہ میں کیا جا رہا ہے، ایسی حالت میں یہ تصدیق قابل تسلیم نہیں ہونی چاہئے۔

تیسری بات یہ کہ ٹی بی کو دق جیسے مرض کو مرض الموت قرار دیا ہے، جبکہ آج بہت آسانی سے یہ قابل علاج مرض ہے اور ایک سال کا علاج اس مرض کا ازالہ کر دیتا ہے اور یہی صورت کینسر کی ہے، کینسر کے سلسلے میں ابھی میں ایک تازہ اطلاع دیدوں، جرمنی سے ایک کیپسول آیا ہے جس کی قیمت ۵۰۰ روپیہ ہے، اور ایک صاحب دہلی میں اس کے زیر علاج تھے دو مہینہ میں اس میں کافی Improve-ment ہوا ہے اور امید یہ ہے کہ تقریباً ٹھیک ہو جائیں گے، اور تیسری ایک تجویز ہے میری کہ طبی اخلاقیات کے موضوع پر ضروری ہے کہ فقہ اکیڈمی اسلامی ہدایات کی روشنی میں معالجین اور مریضوں کے لئے بیٹھ کر ایک ضابطہ اخلاق مرتب کرے اس مقصد کے لئے کمیٹی تشکیل دیجائے، اور چونکہ ضابطوں کی تیاری میں ایک وقت لگے گا لہذا قاضی صاحب کو اس کا اختیار دیا جائے اور وہ کمیٹی کے اس مسودہ میں ترمیم تنسیخ کر کے اس کا اعلان فرمادیں۔

ڈاکٹر عبد القادر صاحب

ایڈز کے بارے میں جتنی باتیں ہوئی ہیں اس میں ایک بات قابل غور ہے جو مجھے ایسا لگتا ہے کہ چھوٹ گئی ہے، وہ یہ ہے کہ ہمارے لوگوں کا ڈسکشن (Discussion) اس پر رہا کہ مرد کو ایڈز ہو جائے جبکہ ایڈز عورت کو بھی ہو سکتا ہے، اس حالت میں مرد کے لئے کیا حکم ہوگا، اور جو حقوق عورت کو دئے جانے کا مسئلہ چل رہا ہے کہ دیا جائے یا نہیں دیا جائے تو عورت کو بھی ہوتا ہے ایڈز وغیرہ۔

ایک دوسری بات یہ ہے کہ ایڈز کا مریض ذاتی طور پر، سماجی طور پر، معاشرتی طور پر اپنے مرض سے پریشان ہو کر ڈاکٹر کو کہے کہ مجھے مار دو، کوئی نئی بات نہیں ہو رہی ہے، ایسا ہوتا ہے مریض، مریض اگر کہے کہ مسٹر ڈاکٹر مجھے مار دو تو ڈاکٹر کو کیا کرنا چاہئے آپ Eutha-nasia ہے، دو طرح کا طریقہ بتایا گیا ہے، ایک انجکشن ایک دوسرے، ایکٹیو تو یہ ہے کہ اس کو ختم کر دیا جائے جس سے وہ مر جائے، دوسرا یہ ہے کہ جو جو سپورٹ (Support) ہے کہ اس کی زندگی کو برقرار رکھا جا رہا ہے اس سپورٹ (Support) کو روک لیا جائے، ہٹالیا جائے تو خود بخود مریض مر جائے گا، اس کے بارے میں ہمارے مفتیان کرام علماء کرام کیا کہتے ہیں؟

تیسری بات جو ہمارے ذہن میں ہے وہ جان پڑنے والا مسئلہ ہے، میرے اپنے ذاتی خیال میں اب تک بات سمجھ میں نہیں آئی ہے کہ یہ جان کب پڑتی ہے، اسلامی نقطہ نگاہ کیا ہے، ہم اور ہمارا میڈیکل سائنس جو کہتا ہے کہ مرد سے نکلنے والا اسپرم (Sperm) جاندار اور عورت سے نکلنے والا (Ovum) اووم جاندار ہے، دونوں پہلے سے جاندار ہے اور پھر تیسرا جاندار، یعنی جاندار تو شروع سے ہے، اب چار مہینہ میں جان پڑنے والی جو بات ہے تو میڈیکل سائنس سے شریعت کو کیسے کوری لیٹ (Corelate) کیا جائے، کس نتیجے پر کوری لیٹ (Corelate) کیا جائے، یہ تین باتیں میرے ذہن میں سوالات کے طور پر ہیں، ایک مزید جانکاری کے لئے میں بتا دوں کہ جو ایکسیڈنٹ کے مریض کے بارے میں ایک صاحب نے بیان فرمایا تھا کہ جب وہ آئے گا تب پولیس کیس ہوگا اور پولیس میں انفارمیشن دینا ہوگا، سپریم کورٹ میں ۱۹۸۹ میں سپریم کورٹ آف انڈیا نے ایک ڈیسیزن (Dicision) دیا تھا پہلے جب مریض آتا تھا تو ڈاکٹر لانے والے سے پوچھتا تھا کون لایا، مریض کو ہم اور آپ کون لانے والے اس لئے کہ کیس مقدمہ میں نہ پھنس جائیں، ڈر کے بغیر مریض کو اسپتال کے گیٹ پر چھوڑ کر بھاگ جاتا تھا، پالنے سے گریز کرتا تھا، سپریم کورٹ نے مریض کے حق میں ایک فیصلہ دیا کہ اب لانے والوں سے یہ سوال نہ پوچھا جائے، لیکن اس پر عمل درآمد ابھی نہیں ہوئی تو ڈاکٹر صاحب نے یہ کہا کہ نہیں پوچھا جائے ضرور، اگر بتادے تو آگے مقدمہ میں مددگار ہوگا، نہ بتائے تو اس کو جانے دیا جائے، مثلاً آدمی کو لاتے وقت آپ کا نام کیا ہے؟ نہیں بتائیں گے ہم، کون ہیں آپ؟ نہیں بتائیں گے ہم ٹھیک ہے جا سکتے ہیں آپ، مریض اب ہمارے دائرہ ہو گیا، مریض کا ہم علاج کریں گے، سپریم کورٹ نے یہ Decission دیا ہے یہ مزید جانکاری کے لئے میں نے کہا، تین سوالات میرے ذہن میں تھے ان کا جواب مطلوب ہے۔

مولانا آل مصطفی مصباحی صاحب

فقہاء نے امراض "مزمنہ" "معدیہ" "حادہ" کے سلسلہ میں تشریح فرمائی ہے تو ایڈز کی تفصیل میں یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ یہ امراض مزمنہ میں سے ہے یا امراض حادہ میں سے ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ اس نکتہ پر بھی غور ہونا چاہئے جو فسخ نکاح کے سلسلہ میں بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ ایڈز کا مریض قابل جماع رہتا ہے یا نہیں، اور رہتا ہے تو انتقال امراض دونوں یا صرف انتقال اس لئے کہ اس کے بغیر یہ مسئلہ طے ہونا مشکل ہے کہ فسخ نکاح کے سلسلہ میں فقہاء نے جن امراض کو بنیاد قرار دیا ہے ایڈز کا مریض ان امراض میں شامل ہے یا نہیں؟

یوسف امین صاحب

اس گفتگو میں جو سوالات اٹھائے گئے ان کا جواب دینا تو علماء کرام کا کام ہے لیکن طب کے ایک طالب علم کے طور پر چند باتیں یہاں رکھنا میں ضروری سمجھتا ہوں جن کو ملحوظ رکھنے سے فیصلے کرنے میں مدد ملے گی۔

پہلی چیز تو یہ ہے کہ ہندوستان میں بھی اور چین وغیرہ میں بھی اس کا تجربہ کیا گیا ہے کہ بعض امراض کے علاج کی ٹریننگ دینے کے بعد لوگوں کو صرف ان امراض کے علاج کا اختیار دیا جائے تو ان امراض کا بہت جلد بچاؤ ہوا اور اس کے نتیجے میں قانونی سند کا ہونا یہ مطلق علاج کی اجازت کے لئے تو ضروری ہے اور ہو سکتا ہے، لیکن اگر اس علاج کو محدود کیا جائے سادہ بیماریوں تک تو شاید یہ محدود ہو اور شاید دیگر ممالک میں کیا گیا ہے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ جہاں یہ بحث کی گئی ہے کہ ایڈز کا مریض اپنے مرض کو بتائے دوسروں کو تو یہ تو ایک اخلاقی بات ہے جو کہ مریض کے اختیار میں ہے دوسروں کو اس مرض سے محفوظ رکھنا میرے خیال میں یہ ایک اہم اخلاقی نکتہ ہے جس سے صحیح جواب حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔

تیسری چیز یہ ہے کہ اسکولوں میں بچوں کا جو اختلاط ہوتا ہے اس اختلاط کے نتیجے میں ایڈز کے انتقال کا امکان کم ہے حالانکہ اس کی کوئی سائنٹفک سروے کی رپورٹ میرے سامنے نہیں ہے، لیکن مجموعی مطالعہ سے میرا تاثر ہے اس کی بنیاد پر میں نے یہ بات عرض کی ہے اگر اس سلسلہ میں کچھ سائنٹفک رپورٹ ہوں تو اس کو بھی ملحوظ رکھا جا سکتا ہے۔

چوتھی چیز یہ ہے کہ ایڈز کے مختلف مراحل ہوتے ہیں اور ایڈز کے خلاف اینٹی بوڈیز (Anti Bodies) کا جس میں (De-monstrat) کر دیا جانا عام طور سے کسی آدمی کو ایڈز کا مریض قرار دینے کیلئے کافی ہوتا ہے لیکن دیکھئے پوری بحث حقیقت میں پوری پوری علامات کا پیدا ہونا جس کے چند مہینے یا چند سال کے بعد اس کا مریض یقینی ہو جاتا ہے وہ بہت بعد میں پیدا ہوتا ہے، تو یہ تفریق کرنی چاہئے کہ ایڈز کے جو مختلف مراحل ہوتے ہیں ان میں سے غالباً بعض مرحلوں پر تو مرض الموت کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن صرف اینٹی بوڈیز (Anti Bodies) کا ڈیمونسٹریٹ (Demonstrat) ہو جانا جس کی وجہ سے قانونی طور پر ایڈز کا مریض قرار دیا جاتا ہے غالباً اس کی صحیح بنیاد نہیں ہو سکتا کہ اسے مرض الموت کہا جائے، پھر یہ ایک پوسیبلٹی ہے (Possibility) امکان جبکہ دوسرے پروبیبلٹی بھی ہیں یعنی کتنا احتمال ہے کسی چیز کے پیدا ہونے کا تو میڈیکل سائنس میں یا علم طب میں بھی یہ بات ملحوظ رکھی جاتی ہے کہ کسی چیز کے ہونے کا احتمال کتنا ہے۔

پروبیبلٹی (Probiblity) کتنی ہے اور جو حادثاتی واقعات ہیں ان کے وقوع پذیر ہونے کے لئے بھی احتمال طے کیا جاتا ہے تو صرف احتمال کو سامنے رکھنا غالباً مفید نہیں ہوگا بلکہ جو احتمال ہے وہ کسی حادثاتی واقعہ سے متعلق ہوگا کہ کسی مرض میں مرنے کے کتنے امکانات ہیں یا حادثاتی واقعہ سے متعلق ہوگا اسکولوں میں جو عام اختلاط ہوتا ہے اس میں کتنا احتمال ہے ایڈز کے منتقل ہونے کا تو اس طرح:

سے اخلاقیات کا جو مطالعہ کیا گیا اس کو سامنے رکھا جانا چاہئے اس وقت میرے سامنے اعداد و شمار نہیں ہیں لیکن یہ کہ تحقیق کا یہ نتیجہ ایک اہم چیز ہے آخری بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ طب جدید جس کو طب مغربی کہنا زیادہ مناسب ہوگا اس کے مطابق اسپرم (Sperm) اور اوم (ovum) دونوں جاندار ہوتے ہیں اور ان کے ملنے کے فوراً بعد بھی ان کو جاندار سمجھنا چاہئے تو اس سلسلہ میں مجھے عرض یہ کرنا ہے

کہ طب مغربی کا ایک بہت بڑا المیہ اور ایک بہت بڑی خامی یہ ہے کہ فلسفہ سے اس کا رشتہ جڑا ہوا نہیں ہے، اس لئے اس قسم کے جو سوالات ہیں ان کا بہت مکمل تشفی بخش جواب طب مغربی میں نہیں مل پاتا اس کے برعکس طب اسلامی جس کو ہم طب یونانی کے نام سے جانتے ہیں اس میں چونکہ سائنس کے ساتھ فلسفہ بھی ہے اس لئے وہاں ایسے سوالات کا بہت اچھا جواب ہے اور جیسا کہ کلیات نفیسی وغیرہ میں اس سلسلہ میں بحث کی گئی ہے کہ یہ جنین کے ساتھ نفس ناطقہ کا وابستہ ہونا ہے جبکہ اس میں جان پڑ جاتی ہے اور نفس ناطقہ کا وابستہ ہونا ایک ایسی چیز ہے کہ جس کی علامات کی بنیاد پر ہی اس کو طے کیا جاسکتا ہے کہ نفس ناطقہ جنین کے ساتھ کس وقت وابستہ ہوتا ہے؟

مولانا عبدالعظیم اصلاحی صاحب

عرض مسئلہ سے میرے ذہن میں بہت سوالات آرہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے قاضی مجاہد الاسلام صاحب کو کہ ان کی مختصر سی گفتگو سے بہت سے سوالات کا خود بخود جواب مل گیا ایک چیز جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ ایڈز کے بچاؤ کے سلسلہ میں جو تجاویز عام طور سے پیش کی جاتی ہیں یا جن کی سفارش کی جاتی ہے تو اس سلسلہ میں اسلام کا کیا رویہ ہونا چاہئے وہ کہاں تک ممنوع ہے یا واجب یا مستحب ہے؟ میرا خیال ہے اس سلسلہ میں بھی گفتگو آنی چاہئے تھی اور اگر اس پر گفتگو ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ بہت سی چیزوں کے جواب مل جائیں گے مثلاً ایک مسئلہ کے سلسلہ میں یہ کہا گیا اگر عورت مرد دونوں اس مرحلہ میں ہیں کہ وہ جماع کر سکتے ہیں تو یہ حکم ہوگا اور نہیں ہوں تو یہ حکم ہوگا، میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بچاؤ کی جو تدبیریں کی جاتی ہیں اگر اس کے جواب، لزوم، جواز پر بھی گفتگو ہوتی تو بہت سے سوالات کے جوابات مل جاتے، شکریہ۔

مولانا مصطفیٰ مفتاحی حیدرآباد

ڈاکٹروں سے متعلق عرض یہ کرنا ہے کہ جو آدمی علاج کرتا ہو اور باضابطہ وہ اجازت یافتہ سرکار کی طرف سے نہ ہو تو اس کے سلسلہ میں دو رائے آئی ہیں، عرض یہ کرنا ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی کیوں ہوا اصل میں یہ غور کرنا ہے کہ جو واقف کار نہیں بلکہ اجازت کا لفظ کہ جن کو اجازت نہ ملی ہو وہ اگر علاج کرے تو اس سے مریض کا نقصان ہوگا، یہ خود اس کے پیسہ کا استحصال کرے گا یا کوئی اور مقصد ہوگا اس پر غور کرتے وقت ایک چیز یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ دیہاتوں میں اور پہاڑی علاقوں میں جہاں شہری سہولتیں نہیں ہیں وہاں دیہات کے بوڑھے، فقیر اور جوگی، سنیاسی جو علاج کر دیتے ہیں جو ڈاکٹروں کے بس میں نہیں ہوتا اب اگر ایسے علاج کرنے والوں سے مریضوں کو روکا جائے تو ظاہر ہے کہ مریضوں کو نقصان ہوگا اور اجازت یافتہ ڈاکٹر جس بنا پر علاج کرتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ دیہات کے لوگوں کے بس کا بھی نہیں ہے تو ان سب باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے میری رائے یہ ہے کہ ایسے لوگ جو ماہر ہیں علاج کرنے میں چاہے ان کو اجازت سرکار کی طرف سے حاصل نہ ہو اجازت دینی چاہئے ان کو گنہگار قرار نہیں دینا چاہئے اور حدیث جو نقل کی ہے مولانا اختر امام عادل صاحب نے "من طب ولم یعلم منه طب" اس میں اجازت کی بات نہیں ہے بلکہ معاشرہ میں معروف ہونے کی بات ہے کہ وہ ڈاکٹری میں اور علاج کرنے میں ایک حیثیت رکھتا ہو بالکل ہی ناواقف نہ ہو یہی وجہ ہے کہ خود حضور نے پچھنا لگوایا پچھنا لگانے والے کے پاس کوئی اجازت

نامہ کہیں سے تو تھا نہیں اسی طرح کا بھی علاج لوگ عہد نبوت میں کرتے تھے، دوسری بات نقصان کی کہ اجازت والا اگر علاج کرے گا تو نقصان کم ہوگا اور بے اجازت کرے گا تو نقصان زیادہ ہوگا، میں یہ سمجھتا ہوں کہ سروے کر کے دیکھئے کہ اجازت والے ڈاکٹروں سے نقصان اب زیادہ ہے، بمبئی کے اسپتال میں علاج ہوا آپریشن کرنا تھا ایک آنکھ کا ہوگیا دوسری آنکھ کا، بیماری ان کے نام مگر اسپتال میں ایک بچہ کو پاپ مر گیا

گئی یا ان کو نوٹ تھا ایسا پاؤں یا سٹر کر دیا، کہ یہاں میں پٹنہ کے اسپتال میں عورت کے پیٹ کا آپریشن ہوا اور ڈاکٹر صاحب نے قینچی اسی میں چھوڑ کر سی دیا اور تین مہینہ بعد درد ہوا تو پتہ چلا قینچی اسی میں چھوڑ دیا تو اس طرح کے حالات تو اجازت والے اور بے اجازت والے دونوں سے ہیں لیکن سروے کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس ڈاکٹر کے پاس اجازت نامہ نہیں ہوتا ہے وہ ڈرتا ہے اور احتیاط کے ساتھ علاج کرتا ہے اس لئے اس کا نقصان کم ہے اس لئے اس کو گنجائش قرار دیا جائے اس کو ڈاکٹری کی اجازت دی جائے۔

مولانا عبد العلیم اصلاحی حیدر آباد

یہ مختلف بحثوں میں حکومت کا لفظ آیا ہے، ابھی پھر عورت کا لفظ اور اسی طرح حدیث جو پڑھی گئی "السلطان ولی من لا ولی له" تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں حکومت سے کون سی حکومت مراد ہے، اسلامی حکومت خلافت اسلامیہ یا اس وقت کی یہ جو دنیاوی حکومت مراد ہے دوسرے لفظوں میں سوال اور واضح ہو سکتا ہے کہ "تمکن فی الارض" جن مسلمانوں کو حاصل ہے ان کے لئے یہ مسائل بیان ہو رہے ہیں یا مستضعفین کے لئے بھی ہے۔

قاضی صاحب

الحمد للہ آپ حضرات نے بحثوں میں حصہ لیا جزاکم اللہ، اس ذیل میں چند سوالات بھی آئے ہیں ایک بہت اہم سوال ہمارے ڈاکٹر صاحب کا ہے کہ جان کب پڑتی ہے" اس کا جواب تو خود ان کو زیادہ بہتر طور پر دینا چاہئے تھا، ہم بہرحال ماہرین کی رائے کی زیادہ قدر کرتے ہیں اور اسلامی تعلیمات سے یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ حیات نباتات میں بھی ہے چاہے کہ وہ آگے چل کر ایک زندہ انسان بننے والی ہے اس میں بھی یہ بہت اہم بات ہے، حیات کے مختلف درجے ہیں یا نہیں اور عرف میں ہم کس چیز کو حیات کہتے ہیں یہ بات آپ کے غور کرنے کی ہے، ظاہر ہے یہ میرا موضوع نہیں ہے آپ کو زیادہ کہنے کا حق ہے لیکن میں نے آپ اطباء کی تحقیقات پڑھی ہیں تو وہ بتاتی ہیں کہ زندگی اور موت کے بارے میں پہلا درجہ سیلس (Cells) کی ڈائنگ کا ہے، سیلس (Cells) ڈائنگ ہے ٹی شیوز (Tissues) کی ڈائنگ ہے کہ ٹی شیوز میں ڈائنگ پیدا ہوتی ہے پھر اس کے بعد یہ زندگی آتی ہے قلب کی حرکت سے یا برین (Brain) سے اس کا رشتہ قائم ہونے کے بعد دماغ (دماغ) سے جو حیات آتی ہے جسے عام طور پر ہم حیات کہا کرتے ہیں اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے کہ شاید آپ آنکھ کان سے بھی سنتے ہیں کہ یہ بچہ اب کس سٹیج میں ہے اب تو تیز سونوگرافی (Sonography) کے ذریعہ اندر کی ساری کیفیت جان لیتے ہیں لیکن پہلے دن پہلے ہفتہ دوسرے مہینہ تیسرے مہینہ اور چوتھے مہینہ کے بعد آلات کے ذریعہ بچوں کے دلوں کی حرکت کا حال معلوم کرتے ہیں، موت کا بھی یہی قصہ ہے جس ترتیب سے آتی ہے اسی ترتیب سے جاتی ہے پہلے جسمانی زندگی مردہ ہو جاتی ہے پھر

ٹی شیوز (Tissuse) مرتے ہیں پھر سیلس (Cells) مرتے ہیں تو جس طرح آتی ہے اسی طرح جاتی بھی ہے میں نہیں جانتا مجھے ڈر لگ رہا ہے اس بات کو کہتے میں، لیکن چونکہ یہاں بہت سارے ڈاکٹرس موجود ہیں اس لئے میری بات میں اگر کوئی غلطی ہوگی تو اس کی تصحیح بھی کر سکتے ہیں تو ڈاکٹر صاحب نے جس زندگی کا ذکر کیا ہے وہ منویہ اور اسپرمس (Sperms) کے بارے میں چاہے وہ مرد کا ہو یا عورت کا وہ حیات کا ایک خاص درجہ ہے اور وہ شاید نباتات کی حیات سے ملتی جلتی ہو پھر سیلس کی اس حیات کے بعد ٹی شیوز بنتے ہیں پھر جسم انسانی کی تصویر ہوتی ہے، قرآن نے ان سب ہی مراحل کو ذکر کیا ہے، نطفہ ہے، پھر علقہ ہے پھر مضغہ ہے اور اس کی تفصیلات موجود ہیں اور مورس بوکائی نے تو صاف لکھ دیا ہے کہ اسی طرح ہم نے اسلام کی حقانیت کو پہچانا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ یہاں کوئی حافظ مجمع ان چیزوں سے ناواقف ہو گا اس لئے عام طور پر جو ہمارے فقہاء نے لکھا ہے چار مہینہ کی بات اور جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ اطباء بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں، یہ دل کی حرکت اور یہ دماغ (دماغ) سے رشتہ اور قوت کی سپلائی اور اس کے پورے جسم میں ایک مجموعی طور پر ایک مخصوص قسم کے حیات کو پیدا ہونا جس کے ختم ہونے کے بعد ہم اس کا فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ مریض مر گیا اور موت کے احکام ہم اس پر نافذ کرتے

دو کھتے ہیں یہ لفظ فتویٰ کے سلسلہ میں بھی بہت اہم ہے اور علاج کے سلسلہ میں "نعوذ بک من جاہل الناس من الطب" جاہل طبیب سے مراد خود ساختہ وہ شخص ہے جو کتابوں کا مطالعہ کر کے علاج کرتا ہو "من غیر مراجعۃ الی الشیخ" ماہرین سے مراجعت کے بغیر اور ان سے استفادہ کے بغیر ظاہر ہے کہ کوئی علم و فن محض مطالعہ سے نہیں آسکتا، صاحب کمال کی صحبت اور اس کے ساتھ تجربہ سب سے ضروری ہے "ولا وقوف علی خواص الکلیات" دواؤں کی جزئیات کی باریکیوں کو جانتا ہے " ولا معرفۃ بطبائع الادویۃ " اور دواؤں کی جو طبعی خصوصیات ہیں اور دواؤں کے ملنے سے جو مزاج بنتا ہے اور اس علاج میں کیا فرق پڑے گا؟ کیا اثرات پڑیں گے اس سے بھی نہیں واقف ہے" ولا تشخیص الامراض العارضۃ " اور تشخیص امراض عارضہ کر سکتا ہے، جملہ یہ بتاتا ہے کہ "اساء ھذا الزمان" گویا ہے کہ اس زمانہ میں حکومت کی پابندیاں نہیں تھیں آج کے دور کے لوگ "الذین یحصلون وظائف الحکمۃ" جو طبابت کی تنخواہ تھی اور اس کے مناصب اور اس کے عہدے حاصل کر لیتے ہیں" ورنالسنھا بواسطۃ المال و اعانۃ الظلمۃ" ظالموں کی مدد اور مال کی رشوت وغیرہ اپنے لئے وہ عہدہ حاصل کر لیتے ہیں ان کو اس میں شمار کیا گیا ہے تو کچھ پابندیاں تو تھیں بہر حال اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسی پابندیاں ضروری ہیں عوام کی فلاح کے لئے اس کا استعمال ضروری ہے ان چند کلمات کے بعد اپنی بات ختم کرتا ہوں اور صاحب صدر سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے ارشادات سے ہم لوگوں کو فائدہ پہونچائیں۔

ڈاکٹر وجیہ الحق شکیلی (زیر صدارت احسن صاحب)

مہمان گرامی نے مجمع الفقہ الاسلامی اور یونیورسٹی جہاں یہ سمینار ہو رہا ہے دونوں اداروں کا شکریہ ادا کیا پھر اس کے بعد مختلف موضوعات جو زیر بحث آئے ان میں سے بعض مسائل پر انہوں نے روشنی ڈالی مرض موت کا مسئلہ جو ایڈز سے متعلق آیا تھا کہ اس پر مرض موت کا حکم لگایا جائے گا؟ تو انہوں نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ فقہاء کی صراحت ہے کہ ایک سال کے اندر اگر اس کی موت واقع ہو جاتی ہے تو اس سلسلہ میں یہ کہا جائے گا کہ مرض الموت ہے لیکن اگر وہ بیماری بہت دنوں تک جاری رہی تو اس پر مرض موت کا اطلاق نہیں ہوگا۔

اس بیماری سے عورت خلع کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ تفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے بحث آئی ہے اس سلسلہ میں مہمان گرامی نے عرض کیا کہ چونکہ یہ مرض ابھی تک لاعلاج ہے اس لئے فقہاء کرام نے اس سلسلہ میں فتویٰ دیا کہ عورت کو خلع کا اختیار ہوگا لیکن اگر کوئی ایسا زمانہ آتا ہے اور آئندہ اس بیماری کا کوئی علاج اطباء اپنے تجربات کی روشنی میں نکال لیتے ہیں تو اس وقت عورت کو جو خلع کا حق دیا گیا تھا وہ حق نہیں دیا جائے گا۔

اسی طرح نفخ روح کے بارے میں مختلف سوالات آئے ہیں کہ مولانا قاضی مجاہد الاسلام زید مجدہم نے تفصیلی روشنی ڈالی اس پر بحث کرتے ہوئے اور سے مہمان گرامی نے یہ فرمایا کہ چار ماہ سے پہلے جو زندگی ہوتی ہے اس کو انہوں نے نباتات کی زندگی سے تعبیر کی ہے اور پھر چار ماہ کے بعد جیسا کہ احادیث میں آتا ہے اور فقہاء کرام نے صراحت کی ہے اس کے بعد اس کی حیوانی زندگی کی ابتداء ہوتی ہے اس کے بعد انہوں نے دوسری بات یہ کہی کہ فقہی عصبیت سے ہمیں پرہیز کرنا چاہئے اور اگر دوسرے ائمہ یا دوسرے فقہی مذاہب میں اگر اس سے متعلق کوئی جواب ملتا ہے تو ہمیں اس کے لینے میں اور اس کے اوپر عمل کرنے میں اپنی عصبیت کا اظہار نہیں کرنا چاہئے اسی طرح جہاں تک اسقاط کا مسئلہ تھا شیخ نے یہ فرمایا کہ مطلقاً اسقاط کی اجازت ایڈز کے مسئلہ میں نہیں دی جانی چاہئے، ہاں استثنائی صورتوں میں اگر ضرورت ہو ضرورت شدیدہ اور حاجت ہو تو استثنائی صورتوں میں اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، ایک اہم بات انہوں نے فرمائی کہ فقہی جو آراء ہیں ائمہ کرام کی وہ ان کی آراء ہیں وہ شریعت نہیں ہے اس لئے اس میں حق ہے تقلید ایک رائے سے یا ایک فقہی مذہب یا رائے سے عدول کرنا ہر حال میں گناہ ہو یہ درست نہیں ہے بلکہ ہمیں اگر ان مسائل کا حل دوسرے فقہی مذاہب میں ملتا ہے تو اس کی طرف عدول کرنا چاہئے پھر اس کے بعد دوبارہ انہوں نے اس مجمع الفقہ الاسلامی (ہند) کا اور منتظمین کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کے قول کی

مباحثہ دوران تجویز

قاضی صاحب

آپ لوگ بتائیں کیا آپ لوگوں کو اس سے واسطہ پڑتا ہے کیا؟

ڈاکٹر— عام طور پر ابھی علاج میں ایسی دوائیں ہیں جن کے بارے میں عوام کو معلوم نہیں ہے کہ کہاں سے حاصل کئے گئے ہیں مثلاً ذیابیطس کی بیماری ہے اس کے لئے انسولین (insulin) تین طرح کا آتا ہے پورسائن (Porcine) جو خنزیر سے نکالا جاتا ہے، (Bo-vin) وہ دوسرے جانوروں سے نکالا جاتا ہے اور ہیومن (Human) جو آدمی کے ذریعہ نکالا جاتا ہے، پورسائن انسولین جو خنزیر سے نکالا جاتا ہے وہ بہت عام ہے، استعمال ہوتا ہے استعمال کرنے والے کو پتہ نہیں ہے کہ کہاں سے نکالا گیا ہے وہ بیچارہ استعمال کر رہا ہے بہت ساری دوائیں ہیں جن میں کہ حرام اجزاء ہوتے ہیں لیکن اس مسئلہ کو چونکہ یہاں اٹھایا گیا ہے اس لحاظ سے ہم لوگوں نے ایک رائے دی اور عام ہو گیا ہے یہ علاج اس لئے کچھ لوگوں نے اس کو مناسب قرار دیا کہ ہاں ٹھیک ہے ایسا ہو سکتا ہے۔

قاضی صاحب

میں صرف اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اپنی پریکٹس میں اس طرح کے حالات سے دوچار ہوتے ہیں منشیات اور شراب بھی دیگر حرام چیزوں کی عادت کو چھڑوانے کے لئے جزوی طور پر دوسری حرام چیزوں کو دیکر آپ اس کو چھڑواتے ہیں کیا؟ آپ حضرات کے یہاں ایسے واقعات پیش آتے ہیں کیا؟ یہ میں نے پوچھا۔

ڈاکٹر صاحب

شراب کے چھڑوانے کا یہ ایک طریقہ ہے ویسے بہت سارے طریقے ہیں شراب چھڑوانے کے لئے، کوئی ضروری نہیں ہے کہ کوئی ایک طریقہ آدمی پر کارآمد ہو جائے ایک کارآمد نہیں ہوتا تو دوسرا، تو ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ تھوڑے تھوڑے مقدار میں شراب دیکر عادت اس کی چھڑائی جاتی ہیں۔

مولانا اسماعیل منشی صاحب

ہمارے یہاں شراب سے زیادہ منشیات اور ڈرگ ہے اس کے علاج کے سلسلے میں ڈاکٹروں کو سرکاری طور پر حکومتوں کی طرف سے بھی خاص طور سے یعنی ان کو ہدایت کی گئی ہے کہ اس کا علاج بہت آہستہ آہستہ طریقے سے کیا جائے اس کے لئے خاصا طویل عرصہ اس کو گذارنا پڑتا ہے تو اس لئے شراب سے زیادہ یہ منشیات اور ڈرگ کو جس کا اس وقت میں دنیا میں سلسلہ چل رہا ہے خدا کرے کہ

یہاں نہ آئے مگر وہ جب عام ہوتی ہے تو آدمی بچ نہیں سکتا تو اس بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔

قاضی صاحب

بدقسمتی سے ایڈس کی یہ بیماری ہمارے ملک میں بھی آچکی ہے اور مزید بدقسمتی یہ ہے کہ بعض علاقوں میں مسلمان بچوں میں بھی آچکی ہے ظاہر ہے کہ انتہائی درجہ ہلاکت کی بات ہے، ابھی جو سوال زیر بحث ہے اور جس میں جناب شمس پیرزادہ صاحب کا اختلاف نوٹ کیا گیا ہے اس مسئلہ کی نوعیت جو ہماری سمجھ میں بھی آتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان ڈاکٹر اس کے پاس منشیات اور شراب جیسی حرام چیزوں کا ایک عادی مریض پیش ہوتا ہے اور اس کو حکمت عملی سے اس کے عادت کو چھڑانے کی کوئی ترکیب کرنی ہے اس کا حل ہے ظاہر ہے مسلمان ڈاکٹر ہے اس لئے دوا دینے کی کوشش کرے گا کہ وہ کسی حرام شئی کا ارتکاب کے بغیر اس کی وہ عادت بد چھڑائے، اسمعیت

مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری

مختلف طریقے سے علاج ہیں جن میں ہر چیز کو کچھ الگ طریقہ ہے، جو ہر چیز کو کچھ الگ طریقہ ہے۔ قطعی علاج کچھ اور ہوتا ہے تو اس ہوتے ہیں یہ دوا۔ لکھو ہے ایک ڈاکٹر سے یہ پوچھتے ہے دوسرے کی تلی نہیں ہوتی۔ میں نے خود یہ شراب میں کچھ اور دوا ملانے والا طریقہ تو ہم جیسی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایسی بھی دوائیں ہوتی ہیں جو شراب میں ملا کر پلا دی جائیں تو مریض کو نفرت ہو جاتی ہے شراب سے اب بھی ہو تو بہرحال مجھے والوں نے پہلے لکھا ہے اس لئے اس کی نفی نہیں کی جا سکتی۔

قاضی صاحب

آپ بحیثیت مفتی یہ رائے دیجئے کہ اس صورت میں وہ ڈاکٹر جس نے یہ رائے دی وہ معذور تصور کیا جائے گا یا گنہگار ہوگا۔

مفتی عزیز الرحمن صاحب

میں ابھی طرف آ رہا تھا کہ ایک علاج بالمثل بھی ہوتا ہے تو یہ شراب کے سلسلہ میں کہا جا رہا ہے تو علاج بالمثل کو تسلیم کیا گیا ہے تو کیا یہ اس میں شمار نہیں ہو سکتا ہاں اس شرط کے ساتھ جو سوال میں مذکور ہے کہ اگر اس قید کا لحاظ ہے تو جائز ہے اور کوئی علاج نہ ہو تو جان بچانے کیلئے ضروری بھی سمجھوں گا اگر یہ طریقہ قطعی ہو حضرت تھانوی نے بھی تیقن شفاء کے وقت تداوی بالحرام کو جائز بتایا ہے۔

مفتی شبیر صاحب

یہ جو بتدریج شراب کی عادت کو ختم کرنے کے لئے اس کی مقدار کو کم کرنے کا سلسلہ بتایا گیا ہے یہ شراب پلانا نہیں ہے بلکہ شراب کو کم کرنے کا سلسلہ بتایا گیا ہے یہ شراب پلانا نہیں ہے تو طبیب پلا نہیں رہا بلکہ بتدریج اس کو کم کر رہا ہے، پلانا نہیں ہے اس لئے پلانے کا جو گناہ ہوتا ہے شاید اس دائرہ میں یہ نہیں آتا۔

کوئی صاحب

ایک عالم کی حیثیت سے ایک سوال ہے کہ شراب چھڑانے کے دو مقصد ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ حرام ہے مسلمان کے لئے اجازت ہونی چاہئے، دوسری چیز یہ ہو سکتی ہے کہ صحت نہیں ہے اگر آپ نے حرام کو چھڑانے کے لئے حرام کا استعمال کیا تو وہ جائز کیسے ہو جائے گا، علماء کو بھی طرح سے اس پر غور کرنا چاہئے اس لئے جو دوسری شق ہے اس میں کچھ لکھا ہو۔

مولانا سلطان احمد صاحب

صورت مسئلہ کے سلسلہ میں جو بات کی گئی ہے وہ درست معلوم ہوتی ہے وہ چیز دوا سے اس کا ثبوت فراہم کیا جا سکتا ہے وہ یہ میں جھوٹ بولنا ہے، سخت ترین گناہ ہے، لیکن حدیث میں صراحت کیا گیا ہے کہ بیوی اور شوہر کے درمیان جھگڑا چھڑانے کے مقصد سے یا صلح کرانے کے مقصد سے اگر کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو جائز ہے بلکہ پسندیدہ ہے، اسی طرح سے قرض لینا بہت بری بات ہے، لیکن آپسی نزاعات کے فیصلے کے سلسلہ میں اگر مقروض ہو جاتا ہے تو زکوٰۃ کے مد سے اس کے قرضہ ادا کرنے کی قرآن نے صراحت کی ہے، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صالح مقصد سے اگر خلاف واقعہ بات کی جا سکتی ہے، تو اس صورت میں جائز کے آگے اس کو مستحسن بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہ بات اس صورت میں ہے جب کہ اس کو دوا کے ذریعے سے گویا شراب پینے سے روکا جائے اور یہ ظاہر نہ کیا جائے کہ اس کو دوا دی جا رہی ہے اگر یہ صورت کامیاب نہیں ہوتی تو بدرجہ مجبوری شراب کی مقدار کو کم کرنے کے ذریعہ سے شراب کی عادت چھڑائی جا سکتی ہے تو اس کے حق میں بھی حضرت تھانوی کا مشہور واقعہ موجود ہے کہ ان سے ایک صاحب نے یہ کہا کہ حضرت آپ مجھے یہ دعا دیں کہ شراب پینا چھوڑ دوں، میں خود جانتا ہوں لیکن میں شراب چھوڑ نہیں سکتا تو جہاں تک میں نے پڑھا ہے اور سنا ہے وہ یہی ہے کہ حضرت نے

اس کو بالکلیہ منع کرنے کے بجائے یہ کہا کہ تھوڑا تھوڑا اپنے شراب میں ایک قطرہ پانی ملاتے جاؤ، اور اگلے دن دو قطرہ ملاؤ، تین قطرہ ملاؤ، اور اسی طرح اس کی شراب چھوٹ گئی۔ یہ دونوں ہی صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں، اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا ہے۔

قاضی صاحب

کیا ایسی کوئی حدیث ہے آپ لوگوں کی یادداشت میں کہ حضور کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ حضرت میں جھوٹ بولتا

ہوں، میں زنا میں مبتلا ہوں، میں شراب پیتا ہوں، آپ کے کہنے پر میں کوئی ایک چیز چھوڑ سکتا ہوں، تو حضور نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دو، پھر آگے تفصیلات ہیں، ایسی کوئی حدیث ہے آپ لوگوں کی یادداشت میں تو بتائیے جس میں آپ نے فرمایا اچھا جھوٹ بولنا چھوڑ دو، وہ ایمان لے آیا، اور اس کے بعد اللہ نے ایمان کے نتیجہ میں اس میں حیا پیدا کی، وہ شراب کے قریب گیا تو اس کو حیا آئی کہ جب حضور کے سامنے حاضر ہوں گا تو کیسے کہوں گا کہ شراب پی کر آیا ہوں، وہی شخص جو آج جرأت سے کہہ رہا ہے ایمان کے بعد، اور پھر حضور کے پاس اگر جب ہو ایسی کوئی تدریج آپ لوگوں کے ذہن میں آرہی ہے۔

مولانا مسعود عالم قاسمی صاحب

اس سلسلہ میں اس مشہور روایت سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اسلام پہلے تدریجی طور پر آیا اور اس میں پہلے عبادات بتائی گئیں، اور پہلے شراب کی برائی بیان کی گئی پھر یہ کہا گیا کہ اس میں برائی ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہیں، پھر لوگوں سے یہ کہا گیا کہ نماز کے وقت میں شراب ترک کرو، پھر قطعی شراب کو روک دیا گیا، تو حضرت عائشہ کی یہ حدیث تدریج کے سلسلہ میں آئی ہے کہ اسلام نے جو شراب سے روکا وہ یکبارگی نہیں روکا، مکمل مرتبہ میں نہیں کہا "لا تقربوا الصلاۃ وانتم سکاری" بلکہ پہلے اس کا منفی پہلو، حقی پہلو بتایا، اور مثبت پہلو بھی بتایا تو اس مسئلہ میں کیوں نہ ہم اس بنیادی حدیث سے جو ہمارے اسلام کے اندر اور شریعت کے اندر بنیادی حیثیت رکھتی ہے، فائدہ اٹھائیں۔

قاضی صاحب

ایک تو کسی برائی سے چھڑانے کی حکمت ہے جو آنحضور ﷺ نے اختیار فرمائی، وہ حدیث ذکر کی گئی اور علماء نے بتایا کہ ایک حدیث ہے اور دوسری طرف درست عمر میں ہو رہا تدریج ہی ہے، جس کا تذکرہ مولانا مسعود عالم قاسمی نے کیا کہ اگر ہمارے ذہن میں اس حدیث کو اسوہ مقصود رکھتے ہیں تو یہاں دونوں چیزیں ہمارے لئے یہ سمجھ نہیں سکتے کہ اگر کوئی اور راستہ موجود ہو اس مرض کے چھڑانے کا اگر ایک مسلمان ڈاکٹر یہ سمجھتا ہے کہ اس طرح اس کو یہ عیب اور یہ مرض دور ہو جائے گا تو اس کے لئے اس کا اختیار کرنا جائز ہو۔

مفتی شبیر احمد صاحب

تذکرۃ الرشید میں حضرت گنگوہی کا ایک واقعہ ہے کہ ایک مرید کو بھنگ میں سے تھوڑی تھوڑی کم کرنے کی اجازت دی تھی کہ روزانہ وہ آدھا چھٹانک کم کر دیا کرے، پھر اس نے جا کر چھوڑ دی بالکلیہ، وہ الگ مسئلہ ہے لیکن حضرت گنگوہی نے اجازت دی تھی تدریجاً کم کرنے کی۔

قاضی صاحب

بہر حال یہ مانئے کہ ہمارے بزرگوں کی ایک حکمت ہے اس طرح کی روایتوں کے ملانے کی، آپ اس سوال میں فتویٰ دیجئے، آپ حضرات سے فتویٰ چاہتا ہوں، جائز ہے یا نہیں کا فتویٰ دیجئے۔

ڈاکٹر صاحب نے پوچھا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام میں شفا نہیں رکھی، دوسری طرف یہ بھی بات ہے کہ حضور نے پیشاب پینے کی اجازت دی ہے اور بلکہ سمجھایا ہے لوگوں کو کہ جاؤ تم اس کو پی کر اپنے فلاں مرض کا علاج کرو، ان دونوں طرح کی چیزوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا گیا ہے، فیصلہ میں جو کیفیت ہے اس میں چند شرائط بہر حال ضروری ہیں، اگر کوئی متبادل موجود نہ ہو، سب سے بڑی بنیادی شرط یہ ہے کہ اگر کوئی متبادل موجود نہ ہو اور کوئی معتبر مسلمان متدین ڈاکٹر یہ محسوس کرتا ہے کہ سوائے اس کے کوئی علاج کا راستہ موجود نہیں ہے تو اس صورت میں وہ بقدر ضرورت اس کا استعمال کر کر اس کا علاج کر سکتا ہے، عام طور پر حضرت تھانوی کی ساری بحثوں میں اور فتاویٰ کی دوسری کتابوں میں یہ بحث موجود ہے، یہاں تو میں نے مسئلہ کو بہت محدود کیا تھا، مگر بہت مشکل ہے کہ میرے بار بار کہنے کے باوجود میرے سوال کی حد تک محدود نہیں رہے کہ ایک مسلم ڈاکٹر آپ سے یہ پوچھتا ہے کہ میں اس صورت حال میں مبتلا ہوں، ایک مریض میرے پاس آیا ہے کہ تمام طریق علاج استعمال کر چکا اب اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ میں اس قدر جلدی قبل کے ذریعہ اس عادت کو اس سے چھڑا دوں، تو کیا اجازت دیجئے گا کہ وہ بھر پیٹ شراب پیتا رہے، ایک راستہ دوسری شکل یہ ہے کہ اس کو بھر پیٹ شراب کے بجائے اس کو آہستہ آہستہ کم کرتے کرتے اس کو اس لائق بنا دیا جائے اور اللہ تعالیٰ وہ دن لائے کہ وہ پورے طور پر اچھا ہو جائے، تو یہ اتنی اجازت دی جا سکتی ہے یا نہیں، میں یہ چاہتا تھا کہ اس پر اتفاق رائے ہوتی تو زیادہ اچھا تھا۔

مفتی شبیر احمد صاحب

یہ شراب پلانا بہر حال حرام ہے، لیکن اس امر حرام کے اختیار کرنے میں ڈاکٹر مجبور نہیں ہے بلکہ مریض مجبور ہے، اس لئے ڈاکٹر کے لئے یہ تو جائز ہوگا کہ وہ علاج کے طور پر کم کرتا جائے، وہ گویا کہ پلا نہیں رہا ہے، کم کر رہا ہے۔

مولوی سعید الرحمن صاحب

ایک درخواست یہ ہے کہ فقہ کا ضابطہ ہے "اذا ابتلیت ببلیتین فاختر اھونھما" اس لئے اگر اس کو اجازت دی جائے کہ تم مسلسل شراب پیتے رہو تو اھون نہیں بلکہ اس کی اشد ابتلائی ہوگی، اور اگر بتدریج چھڑوایا جائے تو اس ضابطہ کے تحت کیا حرج ہے؟ اس میں

میں سمجھتا ہوں کہ اس ضابطہ کے تحت کوئی حرج محسوس نہیں ہوتا۔

قاضی صاحب

ٹھیک ہے آپ اس کو اس عبارت کے ساتھ لکھیں گے جو سوال میں مذکور ہے، اس صورت حال میں جب کہ کوئی متبادل موجود نہ ہو ڈاکٹر کا ایسے علاج کے لئے مریض کو مشورہ دینا اس سلسلہ میں ڈاکٹر گنہگار نہیں ہوگا وہ معذور سمجھا جائے گا۔

کوئی صاحب

اس سلسلہ میں مجھے عرض کرنا ہے، جس حدیث کے بارے میں شمس پیرزادہ صاحب نے کہا اس کے متعلق مجھے عرض کرنا ہے کہ وہ ایسے موقع کے لئے کہی گئی ہے جب کہ اس کے ذریعہ علاج ہو رہا ہے، یہاں اس کے ذریعہ علاج نہیں ہو رہا ہے بلکہ اس میں وہ پہلے سے مبتلا ہے، اس میں رفتہ رفتہ تدریج کی جا رہی ہے، اس لئے اس حدیث کو اس موقع کے لئے میرے خیال میں استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

قاضی صاحب

بہر حال اب مسئلہ پر بحث نہیں کریں گے بات ختم کر کے آگے بڑھنا چاہئے۔

ایڈز کے ایک طرف سے دوسری طرف منتقلی میں جنسی تعلق کو بہت بڑا دخل ہے بلکہ یہ ذریعہ بھی جاتا ہے، دراصل اس طرح وہ لوگ جو مختلف عورتوں کے پاس جاتے ہیں یا ہم جنس پرستی کا ارتکاب کرتے ہیں وہ اس مرض کو پیدا کرتے ہیں اور وہ پھیلا رہے ہیں جگہ جگہ تو انسانوں کے کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ حفاظت کرے اس امت کی اور انسانوں کی، کتنا بڑا عذاب ہے، ایسی صورت میں ایک عورت کو اس بات پر مجبور کرنا

کہ تم اس مرد کے ساتھ صبر کے ساتھ رہو، یہ بات صحیح نہیں ہوگی۔ صرف مجمع الفقہ الاسلامی نے اس کو فتویٰ کیا ہے اور چونکہ بعض علماء نے اس پر بحث کی کہ کیا ہے کچھ امکانات ہیں آگے سوالات انہوں نے مزید ڈاکٹروں سے کئے ہیں اس کے بعد وہ آگے فیصلہ کریں گے۔ اور دیگر مسائل پر یہ فیصلہ ان کا ہو چکا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں یہ ایک بین الاقوامی رائے ہے تمام مسالک کے علماء کی۔ اس کو ہم لوگوں کو بھی قبول کرنا چاہئے بالاتفاق رائے۔

مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب

اس سے اختلاف ہے۔

قاضی صاحب

ایسا ہے کہ یہ لوگ مانتے ہیں کہ ایڈز میں مرض کا انتقال عام معاشرت سے نہیں ہوتا، ساتھ رہنے، بیٹھنے، چھونے، چھوا لے ان چیزوں سے نہیں ہوتا، صرف اتنا ہے کہ یا تو جنسی تعلق سے ہوتا ہے یا پھر ایک کا خون دوسرے کے اندر داخل ہو جائے جیسے خون جب چڑھایا جائے ایک کا لے کر مریض کو یا پھر جیسے استرے والی بات جیسا میں نے عرض کی قینچی استرا یہ چیزیں انتقال مرض کا باعث بنتی ہیں۔ عام معاشرت میں یہ چیز نہیں ہے، تو اس لئے عام طور پر اسکولوں میں ایڈز زدہ بچوں کا آنا جانا پڑھنا لکھنا منع نہیں کیا جا سکتا اب رہ جو احتمال

کہ شاید کسی کا مرض پھوٹ جائے، یہ اور اسا احتمال بعید ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر اس کی بنیاد نہیں رکھنا چاہئے۔ اور بہر حال یہ مزید بہت دور کی بات ہے اس پر ابھی ہم فتویٰ دیں تو یہ چاہئے، کوئی بھی رائے یہاں نہیں کی کہ صاحب بہت بڑی تعداد ان کی بڑھ گئی تو ان کے لئے الگ کوئی گھر بنایا جائے یوں بھی بہت بڑا مسئلہ پیدا ہو جائے گا معصوم بچوں کے لئے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ اس حصہ کو ختم کر کے سامنے رہ جائے اس آخری حصہ نکال دیا جائے۔

یہ حکومت جانے اور اس کا ایک یہ موجب تعزیر ہے کہ نہیں اس پر غور کر لیں واجب کہ اس کے ظلم کی نوعیت کے ساتھ، ان حضرات نے جو وہاں طے کیا ہے وہ تو پھر اس سے بہت آگے کی بات ہے وہ کہتے ہیں کہ پورے معاشرہ کو متاثر کرنے کیلئے ایسی کوئی صورت کی جائے اور آج کے دور میں دنیا میں کوئی بعید نہیں، جنگ جراثیمی جنگ کا زمانہ ہے۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ مختلف قسم کے جراثیم بھی ملکوں میں اس لئے چھوڑے جاتے ہیں کہ اس ملک کی آبادی ان امراض سے متاثر ہو کر معذور ہو، مفلوج ہو جائے، بلکہ یہ تو خیالات کو پھیلانے کی ایک بہت بڑی سازش ہے کہ نوجوان اور قوی نسل اس کی عادی ہو کر اس کی تمام قوتیں مفلوج ہو جائیں، تو ایسی صورتوں کو وہاں مجمع الفقہ الاسلامی کی بحث میں اور وہ جو آیت ہے اکراہ زنی وغیرہ سے متعلق اس آیت کے تحت اس کا حکم نکالا ہے ان لوگوں نے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس حد تک جانے کی ابھی ہم کو ضرورت ہے۔ بقدر حد تک یہ آگیا مستقلا کہ موجب تعزیر اس عمل کو مانا جانا چاہئے اگر عمداً وہ کوئی معاشرہ اور کسی فرد کے ساتھ یہ حرکت کرتا ہے چاہے ذاتی عداوت و دشمنی میں کرے کہ میں تو مر رہا ہوں تو بھی مرے

مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب

اس پر عرض کرنا ہے کہ یہ تو تعزیر نہیں ہو سکتی۔ تعزیر تو مسلمان معاشرہ کر نہیں سکتا اس کے لئے تو اقتدار کی ضرورت ہے، اس لئے یہ الفاظ مناسب نہیں ہیں، یہ اضافہ کیا جانا چاہئے میری رائے میں کہ نظام وقت کے تعاون سے اس کو اس کی اس پاداش میں کہ اس سے اتنی وبا پھیلایا جائے، ایسا کچھ اضافہ ہو جانا چاہئے۔

قاضی صاحب

ایسا ہے مولانا سلطان صاحب اس میں آپ صرف اتنا سمجھئے کہ یہ امر موجب تعزیر ہے، ہم کو اس سے کوئی بحث نہیں، تعزیر اس

وہ ہم گن نہیں سکتے ہندوستان کے حالات میں، لیکن آپ کے یہ فیصلے دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی پڑھے جاتے ہیں۔ جیسا میں نے کل بتایا اس کا ترجمہ بھی کیا جاتا ہے۔

سلطان احمد اصلاحی صاحب

[illegible]

[illegible]

قاضی صاحب

میں سمجھتا ہوں ایسی کوئی بات نہیں ہے اگر کوئی نہیں پر کچھ کرے تو اس عمل سے مثلاً کیرالا کی ایک خبر کو میڈیا والوں نے بہت مشہور کر دیا پتہ نہیں اس کی حقیقت کیا ہے اس بحث میں نہیں جانا ہے ہمیں، ہمیں تو ایک حکم شرعی بتانا ہے کہ یہ عمل موجب تعزیر ہے، ہم روز کتاب میں "کتاب الحدود و القصاص و التعزیرات" پڑھاتے رہتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم کسی کو رجم کر رہے ہیں اور دہلی میں بیٹھ کر کسی سے قصاص لے رہے ہیں یا کسی پر کوڑے مار رہے ہیں، یہ عمل موجب تعزیر ہے یا نہیں یہ صرف اسی کی بحث ہے، مولانا یہاں ویڈیو میں بھی اخلاقیات کی بات ہے۔

فیصلے

پیشہ طب سے چونکہ صحت انسانی کی حفاظت جیسا فریضہ متعلق ہے، اس لئے اطباء کی ذمہ داریاں بھی بہت نازک ہیں، اطباء کی دینی فرائض، صبر، حلم، تحمل، کمزوریوں اور راز کی حفاظت، اجتماعی مفادات کا خیال اور اپنے فن میں مہارت، صداقت، بصیرت، مستعدی، حاضر دماغی اور خدمت خلق کا جذبہ ان کے اخلاقی فرائض میں داخل ہے چنانچہ اس اہم موضوع پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں غور و فکر اور بحث و تبادلۂ خیالات کے بعد سیمینار درج ذیل منظور کرتا ہے:

۱۔ (الف) علاج کرنے کا حق اس شخص کو حاصل ہے جو فن کا علم رکھتا ہو اور تجربہ کار ہو اور اس کے علم اور تجربہ کی کسی مستند و معتبر ذریعہ نے تصدیق کی ہو، صحیح علم و تجربہ کے بغیر علاج معالجہ کرنا جائز نہیں ہے۔

(ب) جس شخص کو علاج معالجہ کی شرعاً اجازت نہیں ہے اگر اس کے علاج کی وجہ سے مریض کو غیر معمولی ضرر لاحق ہو جائے تو تاوان عائد ہوگا۔

ج۔ اگر کسی مستند معالج نے علاج میں کوئی کوتاہی کی اور اس کی وجہ سے مریض کو ضرر پہنچ گیا تو معالج ضامن ہوگا۔

د۔ اسی طرح قدرت کے باوجود مریض یا اس کے اولیاء کی اجازت کے بغیر اگر ڈاکٹر مریض کا آپریشن کردے اور آپریشن مضر یا مہلک ثابت ہو تو تاوان لازم آئے گا۔

ھ۔ اگر مریض بے ہوش ہے، اور اس کے اولیاء وہاں موجود نہیں اور ڈاکٹر یہ محسوس کرتا ہو کہ اس کی جان یا عضو کی حفاظت کے لئے فوری آپریشن ضروری ہے اور اس نے اجازت کے بغیر آپریشن کردیا مگر مریض کو نقصان پہنچ گیا تو ڈاکٹر ضامن نہ ہوگا۔

و۔ اگر کسی شخص کے رشتۂ نکاح کی بات چل رہی ہے اور وہ کسی مرض یا عیب میں مبتلا ہے جس پر مطلع ہونے کے بعد مخطوبہ عورت اس سے نکاح کرنے پر راضی نہ ہوگی، ڈاکٹر کو اپنے مریض کے مرض یا عیب کا علم ہے اس صورت میں اگر عورت یا اس کا ولی ڈاکٹر سے ملاقات کرکے مریض کے مرض یا عیب کے بارے میں رشتۂ نکاح کے حوالہ سے مریض کی صحیح صورت حال معلوم کرنا چاہیں تو ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ صحیح صورت حال کی خبر دے دے، لیکن ڈاکٹر سے اگر اس بارے میں عورت یا اس کے اولیاء نے رابطہ قائم نہیں کیا تو اس کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ عورت یا اس کے اولیاء کو اس مرض یا عیب کی اطلاع دے۔

۲۔ ڈرائیور کی بینائی کے متاثر ہونے کی صورت میں ڈاکٹر پر ضروری ہوگا کہ وہ متعلقہ محکمہ کو باخبر کردے، اسی طرح ہوائی جہاز کا پائلٹ یا ٹرین اور بس کا ڈرائیور اگر نشہ کا عادی ہو اور اس سے مسافروں کو خطرہ لاحق ہو تو ڈاکٹر پر لازم ہوگا کہ وہ متعلقہ محکمہ کو آگاہ کردے۔

۳۔ اگر ڈاکٹر کو اپنے مریض کے جرم کی اطلاع ہو اور جرم میں کوئی بے گناہ شخص ماخوذ ہو رہا ہو تو اس بے گناہ شخص کی براءت کے لئے ڈاکٹر پر حقیقت حال کا اظہار ضروری ہے، رازداری سے کام لینا اس کے لئے جائز نہ ہوگا۔

اسلامی نقطہ نظر سے اطباء کے لئے ضابطہ اخلاق کی تدوین

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں اس وقت جو مہلک اور خطرناک بیماریاں موجود اور معروف و مشہور ہیں ان میں "ایڈز" کو سب سے نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہ مرض بتدریج انسان کو کھوکھلا کر دیتا ہے، جسم کی قوت مدافعت کمزور ہوتی چلی جاتی ہے اور ہر قسم کی بیماری اپنے لئے انسانی جسم میں بڑی آسانی کے ساتھ راہ پالیتی ہے۔ زندگی دراصل حوصلہ، نشاط اور امنگ سے عبارت ہے، لیکن ایڈز کا مریض ان سے عاری وخالی ہو کر بے حس اور بے کیفی کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے ایڈز کیا ہے؟ دہشت ناک موت کا سفر اور زندگی کے عبرتناک خاتمہ کا عنوان ہے۔ اس لئے آج کی دنیا اس مرض سے سب سے زیادہ دہشت زدہ اور فکر مند ہوئی ہے اور معالجین اس کے اسباب و علل پر غور و خوض کرتے ہوئے اس کے تدارک اور انسداد پر اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کر رہے ہیں، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اب تک دنیا بھر کے معالجین نت نئے انکشافات، ایجادات اور فنی تحقیقات کے اس دور میں اس "زہر" کا کوئی "تریاق" دریافت نہیں کر سکے، اور اس وقت حال یہ ہے کہ

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

مرض ایڈز کے بارے میں جو معلومات فراہم کی جا رہی ہیں اور گردو پیش پر نظر ڈال کر جو نتائج سامنے لائے جا رہے ہیں ان کی روشنی میں اس مرض کو "عذاب الہی" سے تعبیر کیا جائے تو نامناسب نہیں ہوگا۔

خالق کائنات نے جنسی تسکین اور آسودگی کے لئے جو فطری ضابطے مقرر کئے ہیں، ان کی خلاف ورزی بلکہ باغیانہ روش اور طور طریقے ہی نے دراصل اس خطرناک مرض کو جنم دیا ہے۔ اس سلسلہ میں مغربی ممالک میں مرد و عورت کا جو آزادانہ میل جول ہے، ٹی وی پر جو بے حیائی کے مناظر سامنے آرہے ہیں، سینما کے پردے جس طرح غیر اخلاقی حرکتوں کی ٹریننگ کا کام انجام دے رہے ہیں، فحش لٹریچر اور عریاں اشتہارات ذہن و دماغ کو جس طرح پراگندہ کر رہے ہیں، ایڈز دراصل ان مذموم اور ناپاک اعمال اور اخلاق کا لازمی نتیجہ ہے۔ اسے "خود کردہ را علاجے نیست" کا مصداق بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ مرض ایڈز کے پھیلاؤ کو روکنے کا موثر ذریعہ بھی یہی ہے کہ ماحول اور سماج کو پاکیزہ بنایا جائے، جنسی آوارگی پر بندشیں لگائی جائیں، جنسی جذبات برانگیختہ کرنے والے مناظر پر پوری جرأت کے ساتھ پابندی عائد کی جائے اور جنسی تسکین کے اس راستے کی طرف دعوت دی جائے جو شریعت کی نظر میں مقصود اور مطلوب و محمود ہے۔ یہ اجتماع مرض ایڈز کے انسداد اور روک تھام کے لئے اطباء، ڈاکٹرس، علماء، مصلحین، اہل قلم، اہل صحافت، عالمی ادارہ صحت عامہ، ذرائع ابلاغ، رفاہی ادارے اور حکومت کو توجہ دلانا چاہتا ہے کہ وہ اپنے اپنے لحاظ سے اس سلسلہ میں کوشش کریں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ علم ادیان اور علم ابدان کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اور یہی دو علم، علم کا نچوڑ اور خلاصہ ہیں۔ اس کے پیش نظر ضرورت اس کی محسوس کی جا رہی ہے کہ "پیشہ طبابت" کے سلسلہ میں اسلامی نقطہ نظر سے ایک ضابطہ اخلاق ترتیب دیا جائے۔ اس لئے مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے جو تمام پہلوؤں اور جہتوں کو سامنے رکھتے ہوئے طبی ضابطہ اخلاق مرتب کرے گی۔

۱۔ ڈاکٹر سید مسعود اشرف صاحب
۲۔ ڈاکٹر امان اللہ صاحب
۳۔ پروفیسر سید ظل الرحمن صاحب
۴۔ ڈاکٹر عبدالقادر صاحب
۵۔ مولانا مسعود عالم قاسمی صاحب
۶۔ مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب
۷۔ ڈاکٹر یوسف امین صاحب

ایڈز

۱۔ اگر کوئی مرد ایڈز کا مریض ہو، مگر اس نے اپنا مرض ظاہر کئے بغیر کسی خاتون سے نکاح کر لیا تو ایسی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔

اور اگر نکاح کے بعد مرد اس بیماری میں مبتلا ہو جائے اور خطرناک حد تک پہنچ جائے تو خاتون کے لئے فسخ نکاح کا حق ہوگا۔

۲۔ ایڈز کی مریضہ اگر حاملہ ہو جائے اور مستند ڈاکٹروں کی رائے میں غالب گمان یہ ہے کہ بچہ بھی اس مرض سے متاثر ہوگا، تو ایسی صورت میں حمل میں جان پڑنے سے پہلے جس کی مدت فقہاء نے ۱۲۰ دن لکھی ہے، اسقاط کرانے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

۳۔ ایڈز کے مریض کو اگر مرض نے پورے طور پر اپنی گرفت میں لے لیا ہو اور وہ زندگی کے معمولات کو ادا کرنے سے معذور ہو گیا ہو تو ایسے شخص کو مرض موت کا مریض سمجھا جائے گا۔

۴۔ ایڈز کے مریض کی یہ اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھر والوں یا متعلقین کو اس مرض سے مطلع کرے اور خود بھی احتیاطی تدابیر ملحوظ رکھے۔

۵۔ ایڈز کا مریض اگر اپنے مرض کو چھپانے پر ڈاکٹر سے اصرار کر رہا ہے اور ڈاکٹر کی رائے میں اس کے مرض کو راز میں رکھنے سے اس کے اہل خانہ، متعلقین اور سماج کو ضرر لاحق ہونے کا قوی اندیشہ ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ محکمۂ صحت اور متعلقہ حضرات کو اس کی اطلاع کر دے۔

۶۔ ایڈز اور دوسرے متعدی امراض میں مبتلا افراد کے بارے میں ان کے اہل خانہ، متعلقین اور سماج کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کو تنہا اور بے سہارا نہ چھوڑیں، حتی الامکان احتیاطی تدابیر فراہم کرنے میں پورا تعاون کریں۔

۷۔ ایڈز زدہ بچوں کو تعلیم سے محروم کرنا درست نہیں ہے، ضروری احتیاطی تدابیر کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی تعلیم و تربیت کا نظم کیا جائے۔

۸۔ طاعون زدہ علاقہ میں آمد و رفت پر پابندی مستحسن چیز ہے، البتہ ضرورت و مجبوری کے حالات مذکورہ پابندی سے مستثنیٰ ہیں۔

۹۔ ایڈز کے مرض میں مبتلا شخص کا اپنے مرض کی نوعیت سے واقف ہونے کے باوجود اس مرض کو کسی بھی صحت مند انسان کی طرف عمداً منتقل کرنا حرام ہے، اور یہ ایک گناہ کبیرہ ہے، اس طرح کے عمل کا مرتکب اس عمل کی نوعیت اور اس کے فرد یا معاشرے پر برے اثرات پڑنے کے اعتبار سے سزا کا مستحق ہے۔

اطباء کیلئے

مجوزہ

اسلامی ضابطہ اخلاق

اسلامک فقہ اکیڈمی کے آٹھویں فقہی سیمینار منعقدہ مورخہ ۲۲، ۲۳، ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۵ء بمقام مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اطباء کے لئے اسلامی نقطہ نظر سے ضابطہ اخلاق مرتب کرنے کے لئے ایک کمیٹی حسب ذیل افراد پر مشتمل تشکیل دی گئی تھی

جناب ڈاکٹر مسعود اشرف صاحب	جناب ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب
جناب ڈاکٹر ولی اللہ خان صاحب	جناب ڈاکٹر عبدالغفار صاحب
جناب ڈاکٹر حسن امین صاحب	جناب مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب
جناب ڈاکٹر مسعود عالم قاسمی صاحب	

اس کمیٹی نے متعدد نشستوں کے بعد حسب ذیل تجاویز مرتب کیں جو درج ذیل ہیں۔

پیشہ طب اعلیٰ و اشرف پیشوں میں سے ہے۔ انسانوں کے کام آنا، ان کی پریشانی دور کرنا، ان کی حاجت روائی کرنا اور ان کے دکھ درد میں سہارا بننا ایسی اعلیٰ انسانی قدریں ہیں جنہیں ہر زمانے میں اور ہر مذہب میں بنظر تحسین دیکھا گیا ہے۔ اسلام نے ان قدروں کا تسلسل زیادہ واضح کیا ہے۔ ایک طبیب سے بجا طور پر توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے پیشہ میں ان انسانی قدروں کو ملحوظ رکھے گا۔

زمانہ قدیم میں یونانی طبیب بقراط نے ایک حلف نامہ تیار کیا تھا جو پیشہ طب سے متعلق بعض اخلاقیات پر مشتمل تھا۔ وہ اپنے شاگردوں سے ان اخلاقیات کا حلف لیتا تھا اور ان سے عہد کرواتا تھا کہ وہ انہیں اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں ہمیشہ برتیں گے۔ اس حلف نامہ کو "حلف نامہ بقراط" کے نام سے شہرت حاصل ہوئی۔ مسلم اطباء نے اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اس میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بعض اخلاقیات کا اضافہ کیا۔

پیشہ طب ایک جانب ایک اعلیٰ انسانی خدمت ہے تو دوسری جانب اسلامی نقطہ نظر سے بھی باعث اجر و ثواب کام ہے۔ اسلام نے زندگی کے دیگر میدانوں کی طرح اس میدان میں بھی کچھ حدود اور آداب بتائے ہیں۔ مسلم اطباء کو انہیں ملحوظ رکھنا چاہئے۔ اس طرح ایک طرف وہ انسانوں کی جانب سے عزت و احترام کے مستحق ہوں گے تو دوسری جانب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اجر و ثواب سے بھی بہرہ ور ہوں گے۔

اس سلسلہ میں کچھ طبی اخلاقیات کا آئندہ سطور میں تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

۱۔ طبیب کے لئے ضروری ہے کہ وہ فن طب سے کماحقہ واقفیت رکھتا ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بغیر جانکاری کے علاج و معالجہ کرنے سے سختی سے منع کیا ہے۔ فرمایا: جس شخص نے طب سے واقفیت کے بغیر علاج کیا تو وہ کسی بھی نقصان کا ضامن ہوگا (ابو داؤد)

خاص طور پر وہ جس مرض کا علاج کرنا چاہتا ہے اس کی حقیقت اور مریض کے مزاج کو اچھی طرح سمجھ کر ہی علاج شروع کرے۔ اکثر علاج میں غلطی اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ طبیب مرض کو سمجھے بغیر علاج شروع کر دیتا ہے۔

ر۔ طبیب کو چاہیے کہ مریض کے راز کی حفاظت کرے۔ راز کی حفاظت آداب اور اخلاقیات سے ہے جنھیں اسلام نے عام زندگی میں برتنے اور ان کی پاسداری کرنے کا حکم دیا ہے۔ حدیث میں ہے:

''جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا (بخاری و مسلم)

''جس سے مشورہ لیا جائے اسے امانت دار ہونا چاہیے'' (ابو داؤد)

طبیب کا کام معاملہ کی تحقیق و تفتیش اور محاسبہ نہیں بلکہ اس کی بنیادی ذمہ داری صرف علاج و معالجہ کی ہے۔

البتہ بعض مواقع پر افشاء راز کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ وہ ضروری ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ جب راز کو چھپانے سے کوئی ضرر لازم ہو یا اجتماعی مفاد متاثر ہو رہا ہو تو اس وقت اس کا افشاء طبی اخلاقیات کے منافی نہیں۔ مثلاً

☆ ڈرائیور کی نگاہ کمزور ہے یا وہ نشہ کا عادی ہے تو طبیب کے لئے ضروری ہے کہ وہ ڈرائیونگ کرنے پر متعلقہ محکمہ کو خبر کردے۔

☆ کسی شخص کے رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہے اور وہ کسی مرض یا عیب میں مبتلا ہے جس سے مطلع ہونے پر مخطوبہ عورت اس سے نکاح پر راضی نہ ہوگی۔ ایسی صورت میں اگر عورت یا اس کا ولی طبیب سے ملاقات کرکے رشتہ نکاح کے حوالے سے مریض کی صحیح صورت حال معلوم کرے تو طبیب کے لئے صحیح صورت حال بتانا ضروری ہے۔ لیکن اگر وہ لوگ دریافت نہ کریں تو طبیب کے لئے انہیں باخبر کرنا ضروری نہیں۔

☆ اگر طبیب کو معلوم ہو کہ مریض میں کوئی متعدی جنسی مرض ہے جو بیوی یا شوہر یا دوسرے افراد خانہ میں منتقل ہو سکتا ہے تو وہ بیوی یا شوہر یا دوسرے متعلقہ افراد کو اس کی خبر دے سکتا ہے۔

☆ نقل دم (Bloold Transfusion) کا بھی یہی حکم ہے کہ حالت اضطرار میں ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔ البتہ اس کی فروخت جائز نہیں۔

● صنف دور کرنے کے لئے پلاسٹک سرجری کی گنجائش ہے۔

ش۔ طبیب کو چاہیے کہ بغیر کسی معقول وجہ کے نہ اسقاط حمل کرے نہ کوئی ایسی دوا دے جس سے جنین ساقط ہو جائے اور نہ دوا یا عمل جراحی کے ذریعہ بانجھ پن پیدا کرے۔ اکثر جو سرکاری ملازم ہیں اور ان کو ایسا کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے وہ معذور ہیں۔ لیکن اگر طبیب کی رائے میں عورت کی صحت کو شدید ضرر لاحق ہو تو حمل میں جان آنے سے پہلے یعنی "۱۲۰" دنوں کے اندر حمل ضائع کیا جا سکتا ہے۔

عورت کا آپریشن کر دینا تاکہ استقرار حمل نہ ہو سکے جائز ہے!

عارضی مانع حمل کی تدابیر اور ادویہ کا استعمال بھی عام حالات میں جائز نہیں۔ البتہ اگر عورت بہت کمزور ہو اور حمل کی متحمل نہ ہو سکتی ہو (حمل کی صورت میں اسے شدید ضرر لاحق ہونے کا قوی اندیشہ ہو) یا ولادت کی صورت میں ناقابل برداشت تکلیف اور ضرر میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہو یا جو بچہ موجود ہے اس کی پرورش اور رضاعت اور نشو و نما میں اس کے جلد حاملہ ہو جانے کی صورت میں نقصان کا خطرہ ہے تو ایسی صورت میں مناسب وقفہ قائم رکھنے کی خاطر عارضی مانع حمل تدابیر اختیار کرنا جائز ہے۔

ٹ۔ طبیب کو چاہیے کہ جنس مخالف کے علاج میں اسلامی تعلیمات کا خیال رکھے!

اسلامی تعلیمات میں اصل یہ ہے کہ مرد کا اجنبی عورت کو دیکھنا اور اس کا علاج کرنا (اسی طرح اس کے برعکس) جائز نہیں۔ لیکن بعض صورتیں مستثنیٰ ہیں مثلاً کوئی ایسی طبیبہ نہ ہو جس پر مریضہ یا اس کے گھر والے اعتماد کرسکیں یا وہ اس مرض کی ماہر نہ ہو جس میں وہ مریضہ مبتلا ہے جب کہ اس مرض کا ماہر طبیب موجود ہے۔ البتہ ضروری ہے کہ دوران علاج کوئی تیسرا بھی موجود ہو تا کہ خلوت میں فتنہ کا اندیشہ نہ رہے۔

۷۔ طبیب کو چاہئے کہ وقت ضرورت مریض کے ستر کا اتنا حصہ ہی دیکھے جتنا علاج کے لئے ضروری ہو۔ مرد کے لئے مرد کا ستر گھٹنے سے ناف تک ہے اور عورت کا مکمل جسم ستر ہے۔ عورت کے لئے عورت کا ستر وہی ہے جو مرد کے لئے مرد کا ہے۔ عام حالات میں کسی شخص کے لئے دوسرے کا ستر دیکھنا جائز نہیں۔

۸۔ طبیب کو چاہئے کہ مریض کو کوئی ضرر رساں دوا نہ دے۔ لاعلاج امراض میں مبتلا یا جاں بلب مریضوں کی زندگی ختم کرنے کے لئے کوئی دوا دے یا کوئی تدبیر اختیار کرے۔ طبیب کا کام مرض کو دور کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ کسی مریض کی جان لینا اس کے لئے جائز نہیں ہے۔

طبیب کو چاہئے کہ مرض خواہ کتنا ہی سنگین ہو مگر مریض کو شفا کی امید دلاتا رہے اور مرض کے بارے میں اس کا خوف دور کرتا رہے۔ اگر حالات اجازت دیتے ہوں تو علامات موت ظاہر ہونے پر مریض کو حقیقت حال سے باخبر کر سکتا ہے۔ تاکہ وہ توبہ و استغفار کر سکے یا وصیت کر سکے۔

۱۰۔ طبیب کو یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ وہ اپنے علاج سے تقدیر نہیں بدل سکتا وہ صرف حکم الٰہی کی تعمیل میں علاج کر رہا ہے۔ شفا دینے والا اللہ ہے۔ وہ شفا کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کر رہا ہے۔

درج ذیل صورتوں میں افشاء راز کیا جا سکتا ہے۔

☆ طبیب کسی لائف انشورنس کمپنی کا نمائندہ ہو اور وہ کمپنی اس سے دریافت کرے

☆ معاملہ عدالت یا متعلقہ محکمہ کی گواہی سے متعلق ہو مثلاً مریض نے جرم کا ارتکاب کیا ہو

☆ ایسا مریض ہو جو کسی ہنگامی حادثہ کا سبب بن سکتا ہو مثلاً مرگی وغیرہ

۱۱۔ طبیب کو چاہئے کہ وہ حرام چیزوں کے ذریعہ علاج و معالجہ سے احتراز کرے۔ مثلاً شراب، الکحل یا الکحل آمیز دوائیں۔ اس لئے کہ اسلام میں تمام نشہ آور چیزیں حرام ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اللہ نے تمہارے لئے شفا کی چیزوں میں نہیں رکھی ہے جو حرام ہیں (بخاری) ایک صحابی نے آنحضرت ﷺ سے شراب کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دوا نہیں مرض ہے (مسلم، ترمذی)

☆ البتہ الکحل آمیز دوا یا کسی حرام چیز سے بنی دوا کا استعمال ایسی صورت میں بکراہت جائز ہے جب اسے استعمال نہ کرنے کی صورت میں مریض کو خطرہ لاحق ہو اور اس دوا کا کوئی بدل بھی موجود نہ ہو۔

☆ اسی طرح عمل جراحی میں مریض کو بے ہوش کرنے یا اعضاء کو سن کرنے یا درد کی تسکین کے لئے مخدرات (NARCOTICS) کا استعمال جائز ہے۔

☆ دانت و دیگر اعضاء کی درستگی کے لئے سونے چاندی کا استعمال جائز ہے۔

۱۲۔ کسی انسان کا کوئی عضو خراب ہو چکا ہو اور اس عضو کے عمل کو آئندہ جاری رکھنے کے لئے کسی متبادل کی ضرورت ہو تو

☆ غیر حیوانی اشیاء یا کوئی ماکول اللحم جانوروں (جن جانوروں کا گوشت کھانا جائز ہے) کے اعضاء کا استعمال عام حالات میں جائز ہے۔

☆ غیر ماکول اللحم جانوروں کے اعضاء کا استعمال اسی صورت میں جائز ہے جب مریض کی جان کی ہلاکت یا عضو کے ضائع ہونے کا قوی خطرہ ہو اور متبادل عضو یا عضو کا بدل موجود نہ ہو۔

☆ انسان کے جسم کے کسی حصہ کا دوسری جگہ استعمال بوقت حاجت جائز ہے۔

چند دیگر طبی اخلاقیات

طبیب کو چاہئے کہ!

- ☆ ہر وقت مریضوں کی خدمت کے لئے تیار رہے۔
- ☆ مریضوں کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے اور اس کے دل میں ان کی خیر خواہی کا جذبہ ہو۔
- ☆ اگر ضرورت ہو تو کسی ماہر کی طرف (Refer) کرنے میں شرمندہ محسوس کرے۔
- ☆ بغیر نسلی، مذہبی، علاقائی یا کسی دیگر امتیاز کے ہر طرح کے مریضوں کا علاج کرے۔
- ☆ مریض کی اجازت کے بغیر اس کے مرض و علاج سے متعلق دستاویزات، فوٹو، سلائیڈ اور ایکسرے وغیرہ کی اشاعت بغرض تحقیق بھی نہیں کی جا سکتی۔

مسلم ڈاکٹر کا حلف نامہ

(جسے بین الاقوامی کانفرنس برائے طب اسلامی، کویت "۱۹۸۱" میں منظور کیا گیا)

میں اللہ عز و جل کی قسم کھاتا ہوں کہ!

- ☆ میں اپنی پیشہ کی انجام دہی میں اللہ کو یاد رکھوں گا۔
- ☆ میں تمام مراحل اور سبھی حالات میں انسانی زندگی کا احترام کروں گا۔ میں اسے موت، بیماری، درد اور بے چینی سے بچانے کی اپنی بھرپور کوشش کروں گا۔
- ☆ میں لوگوں کے وقار کو ملحوظ رکھوں گا۔ ان کی نجی باتوں پر پردہ ڈالوں گا اور ان کے راز کی حفاظت کروں گا۔
- ☆ میں بہر صورت قریبی اور دور کے لوگوں، نیک، گنہگاروں، دوست اور دشمن ہر کسی کو طبی امداد دیتے ہوئے اللہ کی رحمت کا ذریعہ بنوں گا۔
- ☆ میں اپنے استاذ کا احترام کروں گا۔ اپنے سے چھوٹوں کو سکھاؤں گا، اور میں تقویٰ اور احسان کی بنیادوں پر طبی پیشہ میں داخل اراکین کا بھائی رہوں گا۔
- ☆ میں اپنے عقیدہ کے تئیں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں وفادار رہوں گا۔ اور اللہ اس کے رسول نیز میرے مومن دوستوں کی نظروں میں جو چیزیں مجھے قابل ملامت بناتی ہیں میں ان سے اجتناب کروں گا۔

اے اللہ تو اس حلف کے تئیں گواہ رہنا۔

ادارۃ القرآن کراچی کی چند جدید و مفید عربی مطبوعات

فقہ المشکلات (عربی)	جامع احادیث الاحکام (متن اعلاء السنن ۳ جلد)
الفقہ الحنفی وادلتہ ۳ جلد	اعلاء السنن ۱۸ جلد مع فہارس
شرح الزیادات للامام محمد ۶ ج	الاشباہ والنظائر ابن ملقن ۲ جلد
جمع الفوائد من جامع الاصول ۴ ج	الاشباہ والنظائر ابن نجیم ۳ جلد
مجموعہ رسائل لکھنوی، ۶ جلد	شرح طیبی ۱۲ جلد
انوار المحمود شرح سنن ابی داؤد ۲ ج	مصنف عبد الرزاق ۱۲ جلد
اعلام الاعلام بمفہوم الدین والاسلام	الفتاوی تاتارخانیہ ۵ جلد
کتاب الرد علی سیر الاوزاعی	ہدایہ حاشیہ عبد الحیٔ لکھنوی ۴ جلد
شرح مقامات الحریری للشریشی	مجموعہ رسائل کشمیری ۴ جلد
شرح شرح المنار فی اصول الفقہ	الکوکب الدری ۴ جلد
فتح الغفار بمعجم رد المحتار	احکام القرآن تھانوی ۵ جلد
مجموعۃ الخطب اللکنویۃ	جدید فقہی مباحث ۱تا۱۷ (اردو)
معجم لغۃ الفقہاء	JESUS ...... (علیہ السلام حضرت عیسیٰ) The Authority of Sunnah (حجیت حدیث) ISLAM AN INTRODUCTION (تعارف اسلام)
مکانۃ الامام ابو حنیفہ بین المحدثین	The Life and Message (خطبات مدراس) SHAMAA IL TIRMIDHI (شمائل ترمذی) BIBLE QURAN & SCIENCE (بائبل قرآن اور سائنس)
المدخل الی دراسۃ علم الکلام	"Life Example of P.U.H" (اسوۂ رسول اکرم ﷺ) "The Islamic way in the Death" (احکام میت)

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ

ادارۃ القرآن کراچی کی چند جدید اردو کتب

شیئرز اور کمپنی
تعارف، طریقۂ کار اور شرعی احکام

ترتیب

حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی

وقف املاک کے شرعی احکام
ترتیب

حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی

جدید تجارتی شکلیں
ترتیب

حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی

ضرورت وحاجت
کا احکام شرعیہ میں اعتبار

ترتیب

حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی

لڑکے اور لڑکیوں کے نکاح کا اختیار
ولایت نکاح کا تعارف، اسکی حدود اور شرعی احکام

حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی

حج وعمرہ
کے جدید مسائل اور انکا حل

ترتیب

حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی

اشرف المکتوبات
بنام حضرت تھانویؒ

ودیگر اکابرین مع جوابات

از ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ

آپ کے مسائل اور انکے حل کیلئے

سوال وجواب
مولانا قاری عبدالباسط

مقیم جدہ، سعودی عرب

طشت جواہر
(علوم ومعارف کا خزینہ)

جناب نثار احمد خان فتحی

جدید فقہی مباحث
اٹھارہ مکمل سیٹ

مولانا مجاہد الاسلام قاسمی

جدید اسلامی معیشت وتجارت ودیگر اہم موضوعات پر انتہائی تحقیقی مباحث

زکوٰۃ اور مسئلہ تملیک
تحریر:

☆ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
☆ مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ
☆ [illegible] مرحوم
☆ مولانا [illegible] مودودی مرحوم
☆ مولانا امین احسن اصلاحی
☆ مولانا [illegible] قاسمی

عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل کا شرعی حل
رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ

فقہ اکیڈمی کے فقہی فیصلے

[illegible]

ادارۃ القرآن کراچی کی چند اہم اور مفید مطبوعات

کیا آپ موت کیلئے تیار ہیں	اللہ کا خطاب (اہل ایمان سے)
بنیادی فقہی احکام	اشرف المکتوبات
اجتماعی ختم قرآن کی شرعی حیثیت	احکام وآداب طہارت، وضو، نماز
جدید تجارتی شکلیں	حج عمرہ اور انکے جدید مسائل
سوال وجواب (آپ کے مسائل اور انکے حل کیلئے)	شیئرز اور کمپنی طریقہ کار و احکام
ضرورت وحاجت کا اسلامی شریعت میں اعتبار	لڑکے اور لڑکیوں کے نکاح کا اختیار
وقف املاک کے شرعی احکام	ذکر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم
اہم فقہی فیصلے	طبی اخلاقیات
تعلیم سیرت	مسند ابوداؤد طیالسی ۲ جلد
بائبل قرآن سائنس	فضائل اعمال اعلیٰ
طشت جواہر	نکاح مشروط
جواہر حکیم الامت	نبیوں کی سچی کہانیاں
جدید فقہی مباحث ۱۷ جلد	JESUS .... (علیہ السلام حضرت عیسیٰ) The Authority of Sunnah (حجیت حدیث) ISLAM AN INTRODUCTION (تعارف اسلام)
جو تم مسکراؤ تو سب مسکرائیں	The Life and Message. (خطبات مدراس) SHAMAA-IL TIRMIDHI (شمائل ترمذی) BIBLE QURAN & SCIENCE (بائبل قرآن اور سائنس)
دل کی دنیا	"Life Example of P.U.H" (اسوۂ رسول اکرم ﷺ) "The Islamic way in the Death" (احکام میت) COMPENDIUM OF ISLAMIC LAW (کتاب الفقہ)

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ